

تاریخ نثر اردو
نمونہ منشورات

احسن مارہروی

پیشکش کنندہ: قریب علی خان

تاریخ نثر اردو نمونہ منشورات

احسن مارہروی

مرتب
رحیل صدیقی



قومی کتب خانہ قومی ادارہ برائے ادب

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوٹل ایریا، جسولہ، نئی دہلی۔ 110025

© قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

2011	:	پہلی اشاعت
550	:	تعداد
130/- روپے	:	قیمت
1460	:	سلسلہ مطبوعات

Tareekh Nasr Urdu
Namuna-e-Mansooraat
by
Ahsan Marahravi

ISBN :978-81-7587-583-8

ناشر: ڈاکٹر قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی 110025، فون نمبر: 49539000، فیکس: 49539099
شعبہ فروخت: ویسٹ بلاک-8، آر. کے. پورم، نئی دہلی-110066 فون نمبر: 26109746
فیکس: 26108159

ای۔ میل: urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ: www.urducouncil.nic.in

طابع: جے۔ کے۔ آفسیٹ پرنٹرز، بازار نمیا کل، جامع مسجد، دہلی-110006
اس کتاب کی چھپائی میں 70 GSM, TNPL Maplitho کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

پیش لفظ

انسان اور حیوان میں بنیادی فرق نطق اور شعور کا ہے۔ ان دو خداداد صلاحیتوں نے انسان کو نہ صرف اشرف المخلوقات کا درجہ دیا بلکہ اسے کائنات کے ان اسرار و رموز سے بھی آشنا کیا جو اسے ذہنی اور روحانی ترقی کی معراج تک لے جاسکتے تھے۔ حیات و کائنات کے مخفی عوامل سے آگہی کا نام ہی علم ہے۔ علم کی دو اساسی شاخیں ہیں باطنی علوم اور ظاہری علوم۔ باطنی علوم کا تعلق انسان کی داخلی دنیا اور اس دنیا کی تہذیب و تظہیر سے رہا ہے۔ مقدس پیغمبروں کے علاوہ، خدا رسیدہ بزرگوں، سچے صوفیوں اور سنتوں اور فکر رسا رکھنے والے شاعروں نے انسان کے باطن کو سنوارنے اور نکھارنے کے لیے جو کوششیں کی ہیں وہ سب اسی سلسلے کی مختلف کڑیاں ہیں۔ ظاہری علوم کا تعلق انسان کی خارجی دنیا اور اس کی تشکیل و تعمیر سے ہے۔ علوم واطلی ہوں یا خارجی ان کے تحفظ و ترویج میں بنیادی کردار لفظ نے ادا کیا ہے۔ بولا ہوا لفظ ہو یا لکھا ہوا لفظ، ایک نسل سے دوسری نسل تک علم کی منتقلی کا سب سے موثر وسیلہ رہا ہے۔ لکھے ہوئے لفظ کی عمر بولے ہوئے لفظ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسی لیے انسان نے تحریر کا فن ایجاد کیا اور جب آگے چل کر فن طباعت کی ایجاد ہوئی تو لفظ کی زندگی اور اس کے حلقہ اثر میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔

یہ امر ہمارے لیے موجب اطمینان ہے کہ ترقی اردو بیورو نے اور اپنی تشکیل کے بعد قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نے مختلف علوم و فنون کی جو کتابیں شائع کی ہیں، اردو قارئین

نے ان کی بھرپور پذیرائی کی ہے۔ کونسل نے اردو کی قدیم اور اہم تصانیف کی اشاعت کا منصوبہ بنایا ہے۔ 'تاریخ نثر اردو: نمونہ منشورات' اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اردو زبان کو لسانی و تہذیبی پس منظر میں سمجھنے کے لیے یہ کتاب سودمند ہوگی اور اردو نثر کی تاریخ مرتب کرنے والے محققین کے لیے یہ کتاب بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ عرصے سے یہ کتاب نایاب تھی۔ اساتذہ اور طلباء کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے کونسل یہ کتاب شائع کر رہی ہے۔ امید ہے کہ 'نمونہ منشورات' ایک اہم علمی ضرورت کو پورا کرے گی۔

اہل علم سے میں یہ گزارش بھی کروں گا کہ اگر کتاب میں انھیں کوئی بات نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ جو خامی رہ گئی ہو وہ اگلی اشاعت میں دور کردی جائے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ

ڈائریکٹر

انتساب

غریب دے کس اردو کو پانچ چھ سو برس کی طویل پریشانی اور عریض
 کسمپرسی کے بعد یاد رکھی قسمت سے اعلیٰ حضرت قدر قدرت محی الملت
 والدین بندگان عالی متعالی ہزار گز الٹھ ہائی نس لیفٹیننٹ جنرل سر میر عثمان
 علی خاں بہادر فتح جنگ نظام الدولہ آصف جاہ سابع جی۔ سی۔ ایس۔
 آئی۔ جی۔ بی۔ ای۔ خلد اللہ ملکہ و ضاعف اللہ اقبالہ کا واکمن دولت
 ہاتھ آیا ہے اور حضور پر نور نے رافت خسر دانہ اور شفقت شاہانہ سے
 جامعہ عثمانیہ کی بنیاد قائم فرما کر اسے معراج کمال تک پہنچایا ہے، اس لیے
 اپنی خدمات کی بضاعت مزجات کو بہ صد خلوص عقیدت ذات اقدس و اعلیٰ
 سے منسوب کرنا افتخار ادبی اور اعزاز حقیقی سمجھتا ہوں۔
 ”ذرہ کی خواہد فیوض آفتاب“

قطعه منسوب

نثر اردو کا یہ آئینہ تاریخ وہ ہے
 بیچ صد سالہ موانع کا ہے دفتر جس سے
 کس جگہ اور کب اردو کی پڑی ہے بنیاد
 نثر کے نظم کا ایک ایک مٹا ہے جو درج
 نظر آتی ہیں ہتھیلی کی لکیریں جیسے
 دیکھ لیں اہل نظر جملہ تصانیف جہاں
 کیا کلام اس میں کہ ہوگا وہ مزین، جو کلام
 تشنہ لب تھی یہ زباں شہ نے دیا آب حیات
 تو کدر نہ ہواے جاوہ اردو! کہ ترے
 گہر افشانی شہ کہتی ہے، دنیا کے لیے
 شاہِ ساحل و حای و شفیقِ اردو
 یہیں آغاز ہوا تھا یہیں ہوگا انجام
 انتساب اس ادبی کام کا بخشے گا یہ اوج

جس سے پہلو رخ تاریخ کا روشن ہوگا
 یاد ہر واقعہ بھولا ہوا فوراً ہوگا
 یہ دلائل یہ ہر اک حال مُبرہن ہوگا
 اس سے بڑھ کر نہ اب آئندہ مدون ہوگا
 یوں ہی اردو کا ہر اک نقشِ مبین ہوگا
 کارنامہ کوئی ایسا نہ مزین ہوگا
 میر عثمان علی خاں سے معنون ہوگا
 اب فنا کا اسے اندیشہ نہ قطعاً ہوگا
 ذرے ذرے سے عیاں وادیِ ایمن ہوگا
 حیدر آباد دکن علم کا معدن ہوگا
 نہ کہیں تھا نہ کہیں ہے نہ یقیناً ہوگا
 اس تناسب سے دکن مخرج و مخزن ہوگا
 اک گدا شاہ کا وابستہ دامن ہوگا

اسی نسبت کے قوسل سے یہ عنوان ہمیں

نام کے ساتھ ترا کام بھی احسن ہوگا

فہرست

V	انتساب	-1
XXIX	دیباچہ	-2
1	مقدمہ	-3
1	تمہید	-4
1	اردو کی ابتدا نظم سے ہوئی یا نثر سے	-5
2	آغاز زبان	-6
3	لفظ اردو کی تحقیق اور زبان اردو کی خصوصیت	-7
4	اردو الفاظ کی بنیادیں	-8
4	نئی زبان کس طرح بنتی ہے	-9
5	زبان کی افزائش	-10
6	اردو بھاشا میں شامل ہوتی ہے	-11
6	اردو کا پہلا مروج	-12
7	اردو نظم کے پہلے نمونے	-13
8	شالی ہند میں اردو زبان کیوں دیر میں مروج ہوئی	-14

- 11 - 15 اردو زبان کا عام اثر
- 11 - 16 اردو زبان کی باقاعدہ تدوین
- 12 - 17 اردو کے متعدد نام
- 14 - 18 دیوان اردو کی ترحیب
- 15 - 19 نثر اردو کی تصنیف کا آغاز
- 17 - 20 ابتدائی اردو کی کتابوں کے نام
- 18 - 21 موجودہ اردو کی ابتدا
- 19 - 22 عدالتی اور کتابی، آسان و سلیس اردو
- 20 - 23 آسان اور قابل تقلید اردو کے مصلح
- 21 - 24 نتیجہ کلام
- 22 - 25 اس کتاب کی حقیقت
- 29 - 28 نمونہ 1۔ عام تصنیف و تالیف 801ھ/1398 تا 1348ھ/1930
- 31 - 27 پہلا دور: عام تصنیف و تالیف 801ھ/1398 تا 900ھ/1494
- 31 - 28 نمونہ عبارت 1، معراج العاشقین 801ھ/1398
- 32 - 29 تبصرہ و کیفیت دور اول نمونہ 1
- 33 - 30 الفاظ دور اول نمونہ 1
- 35 - 31 دوسرا دور: عام تصنیف و تالیف 901ھ/1495 تا 1001ھ/1592
- 35 - 32 نمونہ عبارت 1، شرح مرغوب القلوب 901ھ/1495
- 36 - 33 نمونہ عبارت 2، کلمۃ الحقائق 990ھ/1582
- 36 - 34 تبصرہ و کیفیت دور دوم نمونہ 1
- 37 - 35 الفاظ دور دوم نمونہ 1
- 39 - 36 تیسرا دور: عام تصنیف و تالیف 1001ھ/1592 تا 1101ھ/1689
- 39 - 37 نمونہ عبارت 1، گنج مخفی در بحث شاہد و مشہود 1010ھ/1601

- 38- نمونہ عبارت 2، شرح تمہید ہمدانی یا شرح شرح تمہید 1012ھ/1603 39
- 39- نمونہ عبارت 3، احکام الصلوٰۃ - موافق فقہ حنفی 1032ھ/1622 40
- 40- نمونہ عبارت 4، سب رس 1040ھ/1630 40
- 41- تبصرہ و کیفیت دور سوم نمونہ 1 43
- 42- الفاظ دور سوم نمونہ 1 47
- 43- چوتھا دور: عام تصنیف و تالیف 1101ھ/1689 تا 1201ھ/1786 51
- 44- نمونہ عبارت 1، صرف و نحو ہندوستانی 1128ھ/1715 51
- 45- تبصرہ و کیفیت بابت اردو نویسان المل یورپ 51
- 46- نمونہ عبارت 2، طوطی نامہ 1142ھ/1729 54
- 47- تبصرہ و کیفیت بابت طوطی نامہ قادری 55
- 48- نمونہ عبارت 3، کر بل کتھا - 1145ھ/1732 55
- 49- تبصرہ و کیفیت متعلق کر بل کتھا 59
- 50- نمونہ عبارت 4، دیباچہ دیوان مرثیہ 1180ھ/1766 62
- 51- تبصرہ و کیفیت دور چہارم نمونہ 1 64
- 52- الفاظ دور چہارم نمونہ 1 65
- 53- پانچواں دور: عام تصنیف و تالیف 1202ھ/1787 تا 1301ھ/1883 67
- 54- نمونہ عبارت 1، ترجمہ قرآن رفیع الدین 1203ھ/1788 67
- 55- نمونہ عبارت 2، ترجمہ قرآن شاہ عبدالقادر 1205ھ/1790 68
- 56- تبصرہ و کیفیت متعلق تراجم مذہبی 69
- 57- نمونہ عبارت 3، تفسیر قرآنی موسومہ حقانی 1206ھ/1791 69
- 58- تبصرہ و کیفیت متعلق عمومیت اردو 71
- 59- نمونہ عبارت 4، مجمع القوائین 1208ھ/1793 71
- 60- تبصرہ و کیفیت متعلق تراجم قانون 72

- 73 -61 نمونہ عبارت 5، باغ اردو 1214ھ/1800
- 74 -62 تبصرہ و کیفیت متعلق شیر علی افسوس
- 74 -63 نمونہ عبارت 6، تذکرہ گلشن ہند 1215ھ/1801
- 75 -64 تبصرہ و کیفیت متعلق تذکرہ شعرائے اردو
- 75 -65 نمونہ عبارت 7، باغ و بہار (چہار درویش) 1215ھ/1801
- 76 -66 نمونہ عبارت 8، طوطا کہانی 1215ھ/1801
- 77 -67 نمونہ عبارت 9، آرائش محفل 1216ھ/1801
- 77 -68 نمونہ عبارت 10، داستان امیر حمزہ 1215ھ/1801
- 78 -69 نمونہ عبارت 11، اخلاق ہندی 1217ھ/1802
- 79 -70 نمونہ عبارت 12، مذہب عشق 1217ھ/1803
- 80 -71 نمونہ عبارت 13، رانی کٹکی اور کنور اودے بھان 1217ھ/1603
- 81 -72 تبصرہ و کیفیت متعلق داستان انشا
- 82 -73 نمونہ عبارت 14، ہدایت نامہ مال گزاری 1217ھ/1803
- 83 -74 نمونہ عبارت 15، جامع الاخلاق 1220ھ/1805
- 83 -75 نمونہ عبارت 16، گل مغفرت 1227ھ/1812
- 84 -76 نمونہ عبارت 17، مجموعہ علم تشریح 1232ھ/1817
- 84 -77 نمونہ عبارت 18، تجنیذ دہخانی مسلمانوں کی 1236ھ/1821
- 85 -78 نمونہ عبارت 19، فسانہ عجائب 1240ھ/1824
- 86 -79 نمونہ عبارت 20، مجموعہ قوانین 1239ھ/1834
- 87 -80 نمونہ عبارت 21، اتالیق الصبیان 1249ھ/1835
- 88 -81 نمونہ عبارت 22، قصہ گل و صنوبر 1251ھ/1837
- 89 -82 نمونہ عبارت 23، تاریخ افغانستان 1255ھ/1839
- 89 -83 نمونہ عبارت 24، ترجمہ فقہ اکبر 1255ھ/1840

- 84- نمونہ عبارت 25، عجائب القصص 1256ھ/1840 90
- 85- نمونہ عبارت 26، مفید الاجسام 1259ھ/1844 91
- 86- نمونہ عبارت 27، یہودیوں کا بیان 1261ھ/1846 92
- 87- نمونہ عبارت 28، رسالہ گلکرسٹ 1261ھ/1846 92
- 88- تبصرہ و کیفیت متعلق ڈاکٹر جان گلکرسٹ 93
- 89- نمونہ عبارت 29، طبقات شعرائے ہند 1262ھ/1845 93
- 90- تبصرہ و کیفیت متعلق تذکرہ شعرائے ہند 94
- 91- نمونہ عبارت 30، آثار الصنادید 1262ھ/1845 94
- 92- تبصرہ و کیفیت متعلق آثار الصنادید و سرسید احمد خاں 96
- 93- نمونہ عبارت 31، ہدایت نامہ مال گزاری 1262ھ/1845 96
- 94- نمونہ عبارت 32، تاریخ ممالک چین 1262ھ/1845 97
- 95- نمونہ عبارت 33، کتاب حکمت (علم طبعی) 1262ھ/1845 98
- 96- کیفیت متعلق کتاب حکمت (علم طبعی) 98
- 97- نمونہ عبارت 34، تقویت الشعر 1263ھ/1846 98
- 98- تبصرہ و کیفیت متعلق کتب شعر و شاعری 99
- 99- نمونہ عبارت 35، حجلات حیدری 1263ھ/1846 99
- 100- نمونہ عبارت 36، تاریخ یوسفی 1263ھ/1847 100
- 101- تبصرہ و کیفیت متعلق تاریخ یوسفی 101
- 102- نمونہ عبارت 37 ترجمہ شمشیر خانی 1264ھ/1847 102
- 103- کیفیت متعلق ترجمہ شمشیر خانی موسوم بہ سرور سلطانی 102
- 104- نمونہ عبارت 38، مطلع القمرین فی احکام العیدین 1264ھ/1847 102
- 105- تبصرہ و کیفیت متعلق اردوئے جنوبی ہند 103
- 106- نمونہ عبارت 39، علم الحساب عرف مکتب نامہ 1265ھ/1848 105

- 105 - 107 نمونہ عبارت 40، تذکرۃ الکاملین 1266ھ/1849
- 107 - 108 تبصرہ و کیفیت متعلق مولف تذکرۃ الکاملین
- 108 - 109 نمونہ عبارت 41، موضح اللسان 1868ھ/1851
- 108 - 110 نمونہ عبارت 42، شرح اندر سجا 1268ھ/1851
- 109 - 111 تبصرہ و کیفیت متعلق اندر سجا
- 110 - 112 نمونہ عبارت 43، محاسن العمل الافضل 1270ھ/1854
- 110 - 113 نمونہ عبارت 44، تاریخ رشید الدین خانی 1270ھ/1854
- 111 - 114 نمونہ عبارت 45، رسالہ ہیضے کا علاج 1270ھ/1853
- 112 - 115 کیفیت متعلق رسالہ ”ہیضے کا علاج“
- 112 - 116 نمونہ عبارت 46، مختصر تاریخ انگلستان 1271ھ/1854
- 112 - 117 نمونہ عبارت 47، قصہ سورج پور 1272ھ/1855
- 113 - 118 تبصرہ و کیفیت متعلق ترویج اردو منجانب حکومت
- 114 - 119 نمونہ عبارت 48، پٹی کرت 1273ھ/1857
- 115 - 120 تبصرہ و کیفیت متعلق شمول الفاظ اجنبی
- 115 - 121 نمونہ عبارت 49، ریاض الابصار (بوستان خیال) 1273ھ/1857
- 117 - 122 تبصرہ و کیفیت متعلق بوستان خیال خواجہ امان دہلوی
- 117 - 123 نمونہ عبارت 50، مرآۃ العروس 1283ھ/1867
- 118 - 124 تبصرہ و کیفیت متعلق قصص و حکایات
- 118 - 125 نمونہ عبارت 51، تاریخ خورشید جانی 1284ھ/1867
- 120 - 126 تبصرہ و کیفیت متعلق تاریخ رشید الدین خانی و خورشید جانی
- 121 - 127 نمونہ عبارت 52، مظہر آدم 1285ھ/1869
- 121 - 128 تبصرہ و کیفیت متعلق طرز نگارش مترجمین عربی داں
- 123 - 129 نمونہ عبارت 53، چند پند 1285ھ/1869

- 123 - 130 - نمونہ عبارت 54، آیات بینات 1287ھ/1870
- 124 - 131 - نمونہ عبارت 55، خطبات احمدیہ 1287ھ/1870
- 125 - 132 - تبصرہ و کیفیت متعلق طرز سلیس سرسید احمد خاں
- 125 - 133 - نمونہ عبارت 56، اعظم الکلام فی ارتقا الاسلام 1288ھ/1872
- 126 - 134 - تبصرہ و کیفیت متعلق مولوی چراغ علی
- 126 - 135 - نمونہ عبارت 57، مبادی الکلمت 1288ھ/1871
- 128 - 136 - نمونہ عبارت 58، معیار الاشعار (زرکامل عیار) 1289ھ/1873
- 129 - 137 - نمونہ عبارت 59، قواعد العروض 1288ھ/1871
- 129 - 138 - نمونہ عبارت 60، رسم الخط اردو 1289ھ/1872
- 130 - 139 - نمونہ عبارت 61، انتخاب یادگار 1290ھ/1873
- 131 - 140 - نمونہ عبارت 62، سخن شعرا 1291ھ/1874
- 132 - 141 - نمونہ عبارت 63، گلستان بے خزاں 1291ھ/1874
- 132 - 142 - نمونہ عبارت 64، مجموعہ فیض صغیر 1293ھ/1876
- 133 - 143 - نمونہ عبارت 65، سُموات 1293ھ/1876
- 134 - 144 - نمونہ عبارت 66، فسانہ آزاد 1294/1877
- 135 - 145 - نمونہ عبارت 67، آب حیات 1297ھ/1880
- 136 - 146 - نمونہ عبارت 68، ریاض الانوار 1300ھ/1882
- 138 - 147 - تبصرہ و کیفیت متعلق دور پنجم نمونہ 1
- 140 - 148 - نمونہ الفاظ دور پنجم
- 143 - 149 - چھٹا دور: عام تصنیف و تالیف 1301ھ 1883 تا 1348ھ/1930
- 143 - 150 - نمونہ عبارت 1، تاریخ بکرامی 1301ھ/1883
- 144 - 151 - نمونہ عبارت 2، اقادہ تاریخ 1302ھ/1884
- 144 - 152 - نمونہ عبارت 3، سرمایہ زبان اردو 1304ھ/1886

- 145 - 153 تبصرہ و کیفیت متعلق جلال لکھنوی
- 146 - 154 نمونہ عبارت 4، لمغنیک فی الصرف 1310ھ/1892
- 146 - 155 نمونہ عبارت 5، الاجتهاد 1325ھ/1908
- 148 - 156 نمونہ عبارت 6، محسنات 1303ھ/1885
- 148 - 157 نمونہ عبارت 7، رویائے صادقہ 1308ھ/1890
- 149 - 158 نمونہ عبارت 8، ادعیۃ القرآن 1317ھ/1899
- 150 - 159 نمونہ عبارت 9، الحقوق والفرائض 1324ھ/1908
- 151 - 160 نمونہ عبارت 10، ترجمہ قرآن 1312ھ/1895
- 151 - 161 تبصرہ و کیفیت متعلق تصانیف مولوی نذیر احمد دہلوی
- 152 - 162 نمونہ عبارت 11، دوحۃ الابصار (بوستان خیال) 1303ھ/1886
- 155 - 163 تبصرہ و کیفیت متعلق ترجمہ بوستان خیال
- 156 - 164 نمونہ عبارت 12، مقدمہ دیوان حالی 1310ھ/1893
- 157 - 165 نمونہ عبارت 13، تاریخ ہندوستان 1313ھ/1896
- 158 - 166 تبصرہ و کیفیت متعلق مولوی ذکا اللہ دہلوی
- 158 - 167 نمونہ عبارت 14، علم الکلام 1320ھ/1902
- 159 - 168 نمونہ عبارت 15، نیرنگ خیال 1307ھ/1890
- 161 - 169 نمونہ عبارت 16، یادگار غالب 1312ھ/1896
- 162 - 170 نمونہ عبارت 17، جعفر و عباسیہ 1308ھ/1891
- 163 - 171 نمونہ عبارت 18، شوقین ملکہ 1323ھ/1905
- 164 - 172 نمونہ عبارت 19، خیالات آزاد 1304ھ/1886
- 167 - 173 تبصرہ و کیفیت متعلق سید محمود آزاد
- 168 - 174 نمونہ عبارت 20، دیباچہ رباعیات شہباز 1308ھ/1890
- 169 - 175 نمونہ عبارت 21، عجائبات امریکہ 1311ھ/1894

- 170 - 176 - تبصرہ و کیفیت متعلق روزمرہ پنجاب
- 171 - 177 - نمونہ عبارت 22، تنقیح حقوق نسواں 1315ھ/ 1898
- 172 - 178 - تبصرہ و کیفیت متعلق مشاہیر بہار
- 173 - 179 - نمونہ عبارت 23، نگارستان 1330ھ/ 1913
- 174 - 180 - تبصرہ و کیفیت متعلق سنگلاخ روش اردو
- 174 - 181 - نمونہ عبارت 24، تذکرہ 1337ھ/ 1919
- 176 - 182 - تبصرہ و کیفیت متعلق مولانا ابوالکلام آزاد
- 177 - 183 - نمونہ عبارت 25، مصطلحات اردو 1307ھ/ 1890
- 177 - 184 - نمونہ عبارت 26، کاشف الحقائق 1315ھ/ 1897
- 178 - 185 - نمونہ عبارت 27، فن شاعری 1325ھ/ 1907
- 179 - 186 - نمونہ عبارت 28، شعر العجم 1325ھ/ 1900
- 180 - 187 - نمونہ عبارت 29، امیر اللغات حصہ اول 1309ھ/ 1819
- 181 - 188 - تبصرہ و کیفیت متعلق تصانیف امیر میناکی
- 182 - 189 - نمونہ عبارت 30، فرہنگ آصفیہ 1326ھ/ 1908
- 182 - 190 - تبصرہ و کیفیت متعلق فرہنگ آصفیہ
- 183 - 191 - نمونہ عبارت 31، مصباح القواعد 1322ھ/ 1904
- 183 - 192 - نمونہ عبارت 32، قواعد اردو 1330ھ/ 1914
- 185 - 193 - نمونہ عبارت 33، آئین اردو 1346ھ/ 1926
- 186 - 194 - نمونہ عبارت 34، قواعد اردو، حصہ دوم 1322ھ/ 1904
- 186 - 195 - نمونہ عبارت 35، میرت النبی 1330ھ/ 1812
- 187 - 196 - کیفیت متعلق سیرت النبی
- 187 - 197 - نمونہ عبارت 36، فلسفہ امثال 1316ھ/ 1898
- 188 - 198 - نمونہ عبارت 37، تذکرہ آثار الشعراء ہندو 1302ھ/ 1885

XVI

- 190 199- نمونہ عبارت 38، گلزار سخن 1327ھ/1908
- 190 200- تبصرہ و کیفیت متعلق تذکرہ گلزار سخن
- 190 201- نمونہ عبارت 39، راز حیات 1339ھ/1821
- 191 202- نمونہ عبارت 40، ارض القرآن 1344ھ/1923
- 192 203- نمونہ عبارت 41، تذکرہ ہزار داستان 1325ھ/1908
- 193 204- تبصرہ و کیفیت متعلق فحاشہ جاوید
- 194 205- نمونہ عبارت 42، موازنہ انیس و دبیر 1324ھ/1906
- 195 206- نمونہ عبارت 43، المیزان 1325ھ/1907
- 196 207- نمونہ عبارت 44، حیات انیس 1325ھ/1907
- 196 208- نمونہ عبارت 45، واقعات انیس 1326ھ/1908
- 197 209- نمونہ عبارت 46، یادگار انیس 1344ھ/1926
- 198 210- تبصرہ و کیفیت متعلق سوانح عمری میر انیس
- 199 211- نمونہ عبارت 47، واقعات مملکت بیجاپور 1332ھ/1914
- 199 212- نمونہ عبارت 48، شعر الہند 1343ھ/1925
- 200 213- تبصرہ و کیفیت متعلق شعر الہند
- 201 214- نمونہ عبارت 49، ازالہ ادہام 1308ھ/1890
- 202 215- نمونہ عبارت 50، سماع الاسماء..... 1318ھ/1901
- 203 216- نمونہ عبارت 51، ادعیہ و تعویذات طاعون 1318ھ/1901
- 204 217- تبصرہ و کیفیت متعلق طرز تحریر عربی داتاں
- 204 218- نمونہ عبارت 52، شفاء الوالد فی صور... 1315ھ/1897
- 205 219- نمونہ عبارت 53، دفع زہق زانغ 1320ھ/1902
- 205 220- نمونہ عبارت 54، تعلیم التفسیر محبی 1319ھ/1902
- 206 221- تبصرہ و کیفیت متعلق عبارت علماء و فضلاء

XVII

- 206 -222 نمونہ عبارت 55، فلسفہ اجتماع 1332ھ/1915
- 208 -223 تبصرہ و کیفیت متعلق فلسفہ اجتماع و مصنف فلسفہ اجتماع
- 209 -224 نمونہ عبارت 56، سفرنامہ 1334ھ/1916
- 211 -225 نمونہ عبارت 57، علمائے سلف 1314ھ/1921
- 212 -226 نمونہ عبارت 58، تاریخ الامت 1341ھ/1922
- 213 -227 نمونہ عبارت 59، امرائے ہندو 1328ھ/1910
- 214 -228 نمونہ عبارت 60، وضع اصطلاحات 1339ھ/1921
- 215 -229 نمونہ عبارت 61، انتخاب زریں 1339ھ/1921
- 216 -230 نمونہ عبارت 62، جاپان اور اس کا تعلیمی نظم و نسق 1341ھ/1923
- 217 -231 نمونہ عبارت 63، گلزار نوبال 1325ھ/1906
- 218 -232 تبصرہ و کیفیت متعلق تعلیم بہ طریق کنڈرگارٹن
- 218 -233 نمونہ عبارت 64، سعادت الکلونین فی فضائل المحسنین 1311ھ/1894
- 219 -234 تبصرہ و کیفیت متعلق سعادت الکلونین فی فضائل المحسنین
- 220 -235 نمونہ عبارت 65، محرم نامہ و یزید نامہ 1335ھ/1916
- 221 -236 نمونہ عبارت 66، چٹکیاں اور گدگدیاں 1338ھ/1920
- 222 -237 تبصرہ و کیفیت متعلق خولجہ حسن نظامی و محرم نامہ وغیرہ
- 224 -238 نمونہ عبارت 67، الہام اور وحی 1323ھ/1905
- 225 -239 نمونہ عبارت 68، خیابان فارس 1321ھ/1902
- 226 -240 کیفیت متعلق خیابان فارس
- 226 -241 نمونہ عبارت 69، تمدن ہند 1330ھ/1912
- 227 -242 کیفیت متعلق تمدن ہند و تمدن عرب
- 227 -243 نمونہ عبارت 70، طبعیات علمی 1340ھ/1921
- 227 -244 تبصرہ و کیفیت تراجم جامعہ عثمانیہ یونیورسٹی

XVIII

- 228 - 245 نمونہ عبارت 71، مفتاح المنطق 1341ھ/1923
- 228 - 246 نمونہ عبارت 72، کیمیا 1342ھ/1923
- 229 - 247 تبصرہ و کیفیت متعلق دارالترجمہ حیدرآباد، دکن
- 229 - 248 نمونہ عبارت 73، نظام الملک طوسی 1330ھ/1912
- 230 - 249 نمونہ عبارت 74، معرکہ مذہب و سائنس 1328ھ/1910
- 231 - 250 نمونہ عبارت 75، عقد ثریا 1325ھ/1907
- 232 - 251 تبصرہ و کیفیت متعلق بے توجہی بعض اہل قلم
- 232 - 252 نمونہ عبارت 76، سیاحت نامہ 1329ھ/1911
- 233 - 253 نمونہ عبارت 77، ام الالہ... اور کامل زبان 1333ھ/1915
- 234 - 254 نمونہ عبارت 78، حیات النبی 1333ھ/1915
- 235 - 255 نمونہ عبارت 79، تذکرہ آب بہ 1336ھ/1918
- 236 - 256 نمونہ عبارت 80، توضیح حق 1312ھ/1894
- 236 - 257 نمونہ عبارت 81، سد الفراق علی الصید الفرار 1333ھ/1915
- 238 - 258 تبصرہ و کیفیت متعلق طرز نگارش علامہ طریق استہزا
- 239 - 259 نمونہ عبارت 82، بہشتی زیور 1331ھ/1912
- 240 - 260 تبصرہ و کیفیت متعلق عبارت علمائے دیوبند
- 241 - 261 نمونہ عبارت 83، غرائب الجمل 1325ھ/1908
- 242 - 262 نمونہ عبارت 84، مصباح الکلام فی طریق الاسلام 1323ھ/1906
- 242 - 263 نمونہ عبارت 85، گلشن فرنگ 1306ھ/1889
- 244 - 264 نمونہ عبارت 86، حیات النذیر 1330ھ/1912
- 244 - 265 نمونہ عبارت 87، گل رعنا، 1342ھ/1924
- 245 - 266 تبصرہ و کیفیت متعلق دور ششم
- 258 - 267 غلط تلفظ کی چند مثالیں

XIX

- 259 268- دہلی و لکھنؤ... میں خاص خاص الفاظ کا خصوصی استعمال
- 261 269- نمونہ 2 - دفاتر سلطنت 1257ھ/ 1841 تا 1348ھ/ 1930
- 263 270- پہلا دور : دفاتر سلطنت از 1257ھ/ 1841 تا 1274ھ/ 1859
- 263 271- نمونہ عبارت 1، تجویز 1257ھ/ 1841
- 264 272- تبصرہ و کیفیت متعلق زبان دفتر حکومت
- 265 273- نمونہ عبارت 2، ردکاری 1257ھ/ 1841
- 266 274- نمونہ عبارت 3، حکم نامہ یا اطلاع نامہ 1257ھ/ 1841
- 267 275- نمونہ عبارت 4، حکم نامہ 1261ھ/ 1843
- 267 276- نمونہ عبارت 5، عرضی 1262ھ/ 1848
- 268 277- نمونہ عبارت 6، پروانہ تقرر 1274ھ/ 1859
- 269 278- تبصرہ و کیفیت متعلق نمونہ 2 دور 1
- 271 279- دوسرا دور : دفاتر سلطنت 1280ھ/ 1866 تا 1348ھ/ 1930
- 271 280- نمونہ عبارت 1، تجویز 1280ھ/ 1866
- 272 281- نمونہ عبارت 2، اشتہار نیلام 1280ھ/ 1866
- 272 282- نمونہ عبارت 3، تجویز 1289ھ/ 1872
- 274 283- نمونہ عبارت 4، اطلاع نامہ 1291ھ/ 1873
- 274 284- نمونہ عبارت 5، ردکاری 1304ھ/ 1887
- 275 285- نمونہ عبارت 6، عرضی 1306ھ/ 1889
- 275 286- نمونہ عبارت 7، اقرار نامہ 1306ھ/ 1889
- 276 287- نمونہ عبارت 8، تبادلہ نامہ 1309ھ/ 1892
- 277 288- نمونہ عبارت 9، اطلاع نامہ 1320ھ/ 1902
- 278 289- نمونہ عبارت 10، بمن 1321ھ/ 1903
- 278 290- نمونہ عبارت 11، مراسلہ 1339ھ/ 1921

- 279 - 291 نمونہ عبارت 12، مراسلہ 1340ھ/1922
- 280 - 292 نمونہ عبارت 13، مراسلہ 1344ھ/1925
- 280 - 293 نمونہ عبارت 14، مراسلہ 1345ھ/1926
- 281 - 294 نمونہ عبارت 15، مراسلہ 1346ھ/1926
- 282 - 295 نمونہ عبارت 16، مراسلہ 1346ھ/1926
- 283 - 296 تبصرہ و کیفیت متعلق دور دوم نمونہ 2 دفاتر سلطنت
- 287 - 297 نمونہ 3 - اخبار: 1263ھ/1847 تا 1348ھ/1930
- 289 - 298 پہلا دور: اخبار 1263ھ/1847 تا 1272ھ/1856
- 289 - 299 نمونہ عبارت 1، سعد الاخبار، آگرہ 28 جون 1847
- 290 - 300 نمونہ عبارت 2، کوہ نور، لاہور 10 مارچ 1857
- 294 - 301 نمونہ عبارت 3، کشف الاخبار، ممبئی 30 ستمبر 1880
- 295 - 302 نمونہ عبارت 4، خورشید عالم سیا لکوٹ 16 مئی 1856
- 296 - 303 نمونہ عبارت 5، طلسم، لکھنؤ 5 ستمبر 1856
- 297 - 304 نمونہ عبارت 6، بحر سامری، لکھنؤ 1 دسمبر 1856
- 299 - 305 دوسرا دور: اخبار 1273ھ/1857 تا 1300ھ/1882
- 299 - 306 نمونہ عبارت 1، اودھ اخبار، لکھنؤ 1873
- 301 - 307 تبصرہ و کیفیت متعلق ایڈورڈ ہنری پامر
- 302 - 308 نمونہ عبارت 2، سائنٹفک سوسائٹی، علی گڑھ 1866
- 303 - 309 تبصرہ و کیفیت متعلق سائنٹفک سوسائٹی
- 303 - 310 نمونہ عبارت 3، نجم الاخبار، انارہ 1862
- 304 - 311 نمونہ عبارت 4، حیات جادوانی، آگرہ 1882
- 305 - 312 نمونہ عبارت 5، گلستہ تذکرہ شعرائے لکھنؤ 1859
- 305 - 313 تبصرہ و کیفیت متعلق گلستہ تذکرہ شعرا

- 306 314- تیسرا دور: اخبار از 1301ھ/ 1884 تا 1318ھ/ 1900
- 306 315- نمونہ عبارت 1، جریدہ سرکاری، دکن 1883
- 312 316- نمونہ عبارت 2، نظام الملک، مراد آباد
- 313 317- تبصرہ و کیفیت متعلق اخبار دور 3
- 313 318- نمونہ عبارت 3، الہیچ، بانکی پور 1897
- 314 319- نمونہ عبارت 4، اودھ پنچ، لکھنؤ 1898
- 315 320- تبصرہ و کیفیت متعلق اودھ پنچ
- 316 321- چوتھا دور: اخبار از 1319ھ/ 1901 تا 1348ھ/ 1930
- 316 322- نمونہ عبارت 1، علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ، علی گڑھ 1905
- 317 323- تبصرہ و کیفیت متعلق تہذیب الاخلاق و انسٹی ٹیوٹ گزٹ
- 318 324- نمونہ عبارت 2، مفید عالم، آگرہ 1905
- 319 325- نمونہ عبارت 3، پیسہ اخبار روزانہ، لاہور 1905
- 320 326- تبصرہ و کیفیت متعلق پیسہ اخبار
- 320 327- نمونہ عبارت 4، بندے ماترم، لاہور 1924
- 321 328- نمونہ عبارت 5، دہدہ سکندری، رامپور 1922
- 322 329- نمونہ عبارت 6، مدینہ، بجنور 1911
- 323 330- نمونہ عبارت 7، اتحاد روزانہ، لاہور 1930
- 323 331- نمونہ عبارت 8، تیج روزانہ، دہلی 1929
- 324 332- نمونہ عبارت 9، زمیندار روزانہ، لاہور 1929
- 325 333- نمونہ عبارت 10، روزانہ انقلاب، لاہور 1929
- 325 334- نمونہ عبارت 11، ریاست ہفتہ وار، دہلی 1927
- 326 335- تبصرہ و کیفیت متعلق ریاست اخبار
- 326 336- نمونہ عبارت 12، حقیقت روزانہ، لکھنؤ 1929

- 327 337- نمونہ عبارت 13، مشرق، گورکھپور 1929
- 328 338- تبصرہ و کیفیت متعلق مشرق
- 329 339- نمونہ عبارت 14، صحیفہ روزانہ حیدرآباد، دکن 1930
- 329 340- تبصرہ و کیفیت متعلق صحیفہ
- 330 341- نمونہ عبارت 15، تاج، آگرہ 1929
- 331 342- نمونہ عبارت 16، ہمد روزانہ، لکھنؤ 1929
- 331 343- نمونہ عبارت 17، ہمت روزانہ، لکھنؤ 1930
- 332 344- تبصرہ و کیفیت متعلق جالب دہلوی
- 332 345- نمونہ عبارت 18، ملاپ روزانہ، لاہور 1930
- 333 346- تبصرہ و کیفیت متعلق برادرانی ہنود
- 333 347- نمونہ عبارت 19، خلافت روزانہ، بمبئی 1930
- 334 348- تبصرہ و کیفیت متعلق خلافت
- 334 349- نمونہ عبارت 20، سرفراز، لکھنؤ 1930
- 336 350- تبصرہ و کیفیت متعلق سرفراز، لکھنؤ
- 336 351- نمونہ عبارت 21، حمایت الاسلام، لاہور 1930
- 336 352- تبصرہ و کیفیت مفصل متعلق نمونہ اخبار
- 342 353- فہرست اخبارات دور اول تا دور چہارم
- 349 354- نمونہ 4 قانونی تراجم 1268ھ/ 1851 تا 1348ھ/ 1930
- 351 355- پہلا دور: قانونی تراجم 1268ھ/ 1851 تا 1318ھ/ 1900
- 351 356- نمونہ عبارت 1، دستور العمل عدالت دیوانی 1851
- 352 357- کیفیت متعلق ترویج اردوئے عدالت
- 352 358- نمونہ عبارت 2، تقریرات ہند 1863
- 353 359- نمونہ عبارت 3، ایکٹ نمبر ہفتم 1870

- 354 - 360 - نمونہ عبارت 4، اردو گزٹ مغربی و شمالی 1871
- 355 - 361 - نمونہ عبارت 5، رسالہ بہ مباحثہ ہندوہست و زمینداری 1880
- 355 - 362 - نمونہ عبارت 6، مجموعہ ضابطہ دیوانی 883.
- 356 - 363 - نمونہ عبارت 7، آئینہ وکالت 1889
- 357 - 364 - نمونہ عبارت 8، شرح قانون شہادت 1892
- 358 - 365 - نمونہ عبارت 9، ایکٹ معاہدہ نمبر 9، 1872
- 359 - 366 - نمونہ عبارت 10، مجموعہ ضابطہ دیوانی ایکٹ نمبر 14، 1882
- 359 - 367 - نمونہ عبارت 11، قانون متعلق جائیداد عورت شادی شدہ 1895
- 360 - 368 - نمونہ عبارت 12، گورنمنٹ گزٹ ممالک مغربی و شمالی 1873
- 361 - 369 - دوسرا دور: قانونی تراجم از 1318ھ/ 1900 تا 1348ھ/ 1930
- 361 - 370 - نمونہ عبارت 1، قانون لگان 1902
- 362 - 371 - نمونہ عبارت 2، قانون مالگداری 1902
- 363 - 372 - نمونہ عبارت 3، ایکٹ انکم ٹیکس 1916
- 364 - 373 - تبصرہ و کیفیت متعلق قانونی تراجم
- 365 - 374 - مختصر فہرست الفاظ
- 367 - 375 - نمونہ 5 - تقریظ و تنقید 1258ھ/ 1842 تا 1348ھ/ 1930
- 369 - 376 - پہلا دور: تقریظ و تنقید 1258ھ/ 1842 تا 1300ھ/ 1882
- 369 - 377 - نمونہ عبارت 1، دیباچہ نوشتہ صہبائی 1842
- 370 - 378 - نمونہ عبارت 2، تقریظ نوشتہ مرزا غالب 1854
- 372 - 379 - نمونہ عبارت 3، تقریظ نوشتہ مرزا غالب 1854
- 373 - 380 - نمونہ عبارت 4، سارنی فکٹ نوشتہ مرزا غالب 1854
- 373 - 381 - نمونہ عبارت 5، مرزا قربان علی سالک 1864
- 374 - 382 - تبصرہ و کیفیت متعلق دور 1 نمونہ 5

- 375 383۔ دوسرا دور: تقریظ و تنقید 1301ھ/ 1883 1348ھ/ 1930
- 375 384۔ نمونہ عبارت 1، دیباچہ محمد حسین آزاد 1883
- 376 385۔ نمونہ عبارت 2، تقریظ نوشتہ سید ذاکر حسین یاس لکھنؤ 1887
- 377 386۔ نمونہ عبارت 3، تقریظ نوشتہ مولوی عبدالحق خیر آبادی 1892
- 379 387۔ نمونہ عبارت 4، تنقید نوشتہ سید اکبر حسین نج الہ آبادی 1911
- 380 388۔ نمونہ عبارت 5، تنقید نوشتہ ایم مہدی حسن گورکھپوری 1914
- 382 389۔ نمونہ عبارت 6، مقدمہ عبدالغفور شہباز 1900
- 383 390۔ نمونہ عبارت 7، تبصرہ زمانہ کانپور جون 1923
- 384 391۔ نمونہ عبارت 8، تنقید نوشتہ ظفر الملک ایڈیٹر الناظر 1924
- 385 392۔ نمونہ عبارت 9، تنقید نوشتہ سید نجیب اشرف ندوی 1924
- 387 393۔ نمونہ عبارت 10، دیباچہ نوشتہ سرتاج بہادر سپرو 1926
- 388 394۔ نمونہ عبارت 11، تنقید نوشتہ ڈاکٹر سر شاہ سلیمان نج الہ آباد 1924
- 389 395۔ تبصرہ و کیفیت متعلق نمونہ 5
- 391 396۔ نمونہ 6: خطوط 1269ھ/ 1852 1348ھ/ 1930
- 393 397۔ پہلا دور: خطوط 1269ھ/ 1852 1318ھ/ 1900
- 393 398۔ نمونہ عبارت 1، خط مرزا غالب 1269ھ/ 1852
- 394 499۔ نمونہ عبارت 2، خط مرزا غالب 1269ھ/ 1952
- 394 400۔ نمونہ عبارت 3، خط مرزا غالب 1269ھ/ 1952
- 395 401۔ تبصرہ و کیفیت متعلق خطوط مرزا غالب
- 396 402۔ نمونہ عبارت 4، خط ڈاکٹر کٹر تعلیمات 1282ھ/ 1866
- 397 403۔ نمونہ عبارت 5، خط سر سید احمد خاں 1286ھ/ 1869
- 399 404۔ نمونہ عبارت 6، خط سر سید احمد خاں 1279ھ/ 1862
- 399 405۔ نمونہ عبارت 7، خط سر سید احمد خاں 1286ھ/ 1866

- 400 - 406 نمونہ عبارت 8، خط سرسید احمد خاں 1215ھ/1898
- 401 - 407 تبصرہ و کیفیت متعلق خطوط سرسید احمد خاں
- 402 - 408 نمونہ عبارت 9، خط عثمان خاں مدار المہام راہپور 1287ھ/1870
- 402 - 409 تبصرہ و کیفیت متعلق خط عثمان خاں
- 402 - 410 نمونہ عبارت 10، خط مولوی نذیر احمد دہلوی 1293ھ/1876
- 403 - 411 نمونہ عبارت 11، خط مولوی نذیر احمد دہلوی 1295ھ/1877
- 405 - 412 نمونہ عبارت 12، خط اسماعیل حسین منیر شکوہ آبادی 1297ھ/1878
- 406 - 413 تبصرہ و کیفیت متعلق خط منیر شکوہ آبادی
- 407 - 414 نمونہ عبارت 13، خط سید محمود آزاد 1298ھ/1879
- 411 - 415 تبصرہ و کیفیت متعلق خط سید محمود آزاد
- 411 - 416 نمونہ عبارت 14، خط مولوی محمد حسین آزاد 1302ھ/1884
- 412 - 417 تبصرہ و کیفیت متعلق خط آزاد دہلوی
- 413 - 418 نمونہ عبارت 15، خط فشی امیر احمد امیر مینائی 1305ھ/1887
- 413 - 419 نمونہ عبارت 16، خط محسن الملک سید مہدی علی خاں 1306ھ/1888
- 415 - 420 نمونہ عبارت 17، خط وقار الملک مولوی مشتاق حسین 1307ھ/1889
- 416 - 421 تبصرہ و کیفیت متعلق خط وقار الملک
- 416 - 422 نمونہ عبارت 18، خط مولانا حالی 16 فروری 1307ھ/1890
- 416 - 423 نمونہ عبارت 19، خط مولانا حالی 1307ھ/1890
- 417 - 424 نمونہ عبارت 20، خط لالہ خوب لال کایستہ 1308ھ/1890
- 417 - 425 نمونہ عبارت 21، خط مولوی غلام حسین کٹوری 1317ھ/1898
- 419 - 426 نمونہ عبارت 22، خط مولوی سید محمد علی ناظم ندوۃ العلماء
- 419 - 427 نمونہ عبارت 23، خط مولوی سید محمد علی ناظم ندوۃ العلماء
- 421 - 428 دوسرا دور : خط 1319ھ/1901 تا 1348ھ/1930

- 421 - 429 نمونہ عبارت 1، خط آنرہیل جنس سید محمود 1319ھ/1901
- 422 - 430 نمونہ عبارت 2، خط مولانا لطف اللہ علی گڑھی 1318ھ/1900
- 423 - 431 نمونہ عبارت 3، خط فصیح الملک مرزا داغ دہلوی 1322ھ/1903
- 423 - 432 نمونہ عبارت 4، خط مولوی سید نظام الدین 1333ھ/1915
- 424 - 433 نمونہ عبارت 5، خط مولوی سید نظام الدین 1333ھ/1915
- 425 - 434 نمونہ عبارت 6، خط مولوی سید نظام الدین 1333ھ/1915
- 426 - 435 تہرہ و کیفیت متعلق مولوی سید نظام الدین
- 426 - 436 نمونہ عبارت 7، خط مولانا احمد رضا خاں بریلوی 1333ھ/1915
- 427 - 437 نمونہ عبارت 8، خط حکیم اجمل خاں دہلوی 1329ھ/1901
- 428 - 438 نمونہ عبارت 9، خط مولانا شبلی نعمانی 1323ھ/1903
- 428 - 439 نمونہ عبارت 10، خط مولانا شبلی نعمانی 1910
- 429 - 440 نمونہ عبارت 11، خط مولوی سید امداد امام 1325ھ/1905
- 430 - 441 نمونہ عبارت 12، خط شیخ عبدالقادر 1322ھ/1902
- 431 - 442 نمونہ عبارت 13، خط سید عبدالغفور شہباز 1322ھ/1902
- 432 - 443 نمونہ عبارت 14، خط سید عبدالغفور شہباز 1903
- 432 - 444 تہرہ و کیفیت متعلق شہباز
- 432 - 445 نمونہ عبارت 15، خط ڈاکٹر سراقبال 1323ھ/1903
- 433 - 446 نمونہ عبارت 16، خط ڈاکٹر سراقبال 1323ھ/1903
- 434 - 447 نمونہ عبارت 17، خط ڈاکٹر سراقبال
- 435 - 448 نمونہ عبارت 18، خط سید اکبر حسین 1323ھ/1905
- 436 - 449 نمونہ عبارت 19، خط سید اکبر حسین 1912
- 436 - 450 نمونہ عبارت 20، مہاراجہ کشن پرشاد ساد 1320ھ/1902
- 437 - 451 نمونہ عبارت 21، خط سید سجاد حسین 1324ھ/1906

XXVII

- 438 - 452 نمونہ عبارت 22، خط سید ضامن علی جلال لکھنوی 1314ھ/1897
- 438 - 453 نمونہ عبارت 23، خط سید فضل الحسن حسرت موبانی 1324ھ/1905
- 439 - 454 نمونہ عبارت 24، خط ریاض خیر آبادی 1328ھ/1909
- 440 - 455 نمونہ عبارت 25، خط مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی 1329ھ/1910
- 440 - 456 نمونہ عبارت 26، خط مولوی عبدالحق 1329ھ/1910
- 441 - 457 نمونہ عبارت 27، خط ڈاکٹر مختار احمد انصاری 1332ھ/1913
- 443 - 458 نمونہ عبارت 28، خط اعتبار الملک مظفر خیر آبادی 1324ھ/1915
- 443 - 459 نمونہ عبارت 29، خط منشی احمد علی شوق قدوائی 1324ھ/1915
- 445 - 460 نمونہ عبارت 30، خط حبیب الرحمن خاں شردانی 1324ھ/1915
- 445 - 461 نمونہ عبارت 31، خط حبیب الرحمن خاں شردانی 1326ھ/1927
- 447 - 462 نمونہ عبارت 32، خط سر سید علی امام 1333ھ/1914
- 447 - 463 نمونہ عبارت 33، خط نواب عماد الملک بکرای 1333ھ/1914
- 448 - 464 نمونہ عبارت 34، خط مومن الملک نواب عماد الملک بکرای 1921
- 449 - 465 نمونہ عبارت 35، خط خان بہادر میر ناصر علی دہلوی 1328ھ/1909
- 450 - 466 نمونہ عبارت 36، خط حکیم برہم ایڈیٹر شرق 1325ھ/1906
- 450 - 467 نمونہ عبارت 37، خط منشی دیانرائن گم ایڈیٹر زمانہ 1325ھ/1906
- 452 - 468 نمونہ عبارت 38، خط مولوی رضا علی دشت کلکوی 1329ھ/1910
- 452 - 469 نمونہ عبارت 39، خط مولوی سید سلیمان ندوی 1338ھ/1919
- 453 - 470 نمونہ عبارت 40، خط منشی امیر اللہ تسلیم 1323ھ/1904
- 454 - 471 نمونہ عبارت 41، خط مولانا عبدالقادر بدایونی 1325ھ/1907
- 455 - 472 نمونہ عبارت 42، خط مولانا ابوالکلام آزاد 1333ھ/1915
- 456 - 473 نمونہ عبارت 43، خط پروفیسر دیش چندر دت کلکتہ 1342ھ/1924
- 456 - 474 نمونہ عبارت 44، خط مہاتما گاندھی 1342ھ/1924

XXVIII

- 456 -475 تبصره و کیفیت متعلق نمونه خطوط
- 459 -476 فهرست عام تصانیف و تالیف
- 467 -477 فهرست کاغذات : دفاتر سلطنت
- 469 -478 فهرست اخبار
- 471 -479 فهرست قانون تراجم
- 472 -480 فهرست تقریبات و تنقید
- 473 -481 فهرست خطوط
- 477 -482 کتابیات
- 479 -483 اشاریه کتب
- 487 -484 اشاریه مصنفین

دیباچہ

”تاریخ نثر اردو: نمونہ منشورات“ داغ کے مشہور شاگرد مولانا سید علی احسن، احسن مارہروی کا ایک اہم اور وسیع کارنامہ ہے اور اردو زبان کے سرمایہ ادب میں ایک گراں قدر اضافہ۔ اردو ادب کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی تالیف ہے۔ اردو زبان کو اس کے لسانی اور تہذیبی پس منظر میں سمجھنے کے لیے اور خصوصاً اردو نثر کے حوالے سے تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے یہ کتاب بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کتاب کی اہمیت و افادیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آزادی کے بعد سے اب تک تاریخ نثر اردو کے حوالے سے جتنی اہم کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، ان کے مصنفین نے اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔

احسن مارہروی 9 نومبر 1876 کو قصبہ مارہرہ ضلع لہندہ (اتر پردیش) میں پیدا ہوئے۔ ان کا پورا نام سید علی احسن اور والد کا نام سید مجتبیٰ حسین حسن تھا۔ گھریلو ماحول مذہبی اور خانقاہی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت خانقاہ میں ہی مختلف اساتذہ کے زیر سایہ ہوئی۔ احسن مارہروی نے اول قرآن پاک حفظ کیا۔ عربی، فارسی اور اردو کی بنیادی تعلیم اسی خانقاہ مارہرہ سے حاصل کی۔ طالب علمی کے زمانے سے ہی ان کے دل میں شعر و شاعری کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ بذریعہ خط و کتابت مرزا داغ دہلوی (1831-1905) کے شاگرد ہوئے۔ اس وقت حضرت داغ دہلوی حیدرآباد کے محلہ افضل گنج میں قیام پذیر تھے۔ چنانچہ احسن مارہروی بھی 1897 میں حیدرآباد آئے اور 1903 تک حیدرآباد کے محلہ دارالشفاء میں مقیم رہے۔ استاد سے ملنے ملانے کا

سلسلہ شروع ہوا تو انھوں نے سارا وقت مرزا داغ دہلوی کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ استاد کی تربیت اور صحبت میں رہنے کی وجہ سے ان کی شاعری میں مزید نکھار پیدا ہوا، اور احسن مارہروی کا شمار اپنے عہد کے اچھے شعرا میں ہونے لگا۔ اسی دوران ”جلوۂ داغ“ کے نام سے مرزا داغ دہلوی کی سوانح احسن مارہروی نے لکھی۔ استاد کی یاد میں 1905 سے 1910 تک لاہور سے ”نصیح الملک“ نکالتے رہے۔

احسن مارہروی نے علامہ شبلی نعمانی (انتقال 8 نومبر 1914) اور مولانا الطاف حسین حالی (انتقال 31 دسمبر 1914) کے انتقال پر ”کسوف الشمسین“ کے نام سے مرثیہ لکھا، جو بہت مشہور ہوا۔ داغ دہلوی پر تحقیقی اور تہذیبی کام وہ آخری وقت تک کرتے رہے۔ چنانچہ داغ کا چوتھا مجموعہ ”یادگار داغ“ خطوط کا مجموعہ ”انشائے داغ“ اور شعری انتخاب ”منتخب داغ“ احسن مارہروی ہی نے شائع کیا۔ اس کے علاوہ ”کلیات دلی“ کی تدوین بھی احسن مارہروی کا اہم اور قابل ذکر کارنامہ ہے، جسے 1927 میں انجمن ترقی اردو نے شائع کیا۔ علاوہ ازیں احسن مارہروی نے میر عثمان علی نظام دکن کی فارسی نثر کو ”شاہکار عثمانی“ کے نام سے اردو نظم میں منتقل کیا۔ 1921 سے 1938 تک وہ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے شعبہ اردو سے وابستہ رہے اور 1938 میں سکندرش ہوئے۔ زبان و بیان، اردو رسم خط اور فن شاعری کے تعلق سے انھوں نے مختلف مضامین لکھے۔ ان مضامین نے ارباب علم و فن سے خراج تحسین وصول کیا۔ احسن مارہروی کا انتقال 64 سال کی عمر میں 30/ اگست 1940 کو جمعہ کے دن بہ مقام پٹنہ میں ہوا، اور تدفین مارہرہ میں ہوئی۔

احسن مارہروی کی اہم تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

”نصیح اللغات“، ”کسوف الشمسین“، ”اردو لشکر“، ”شاہکار عثمانی“، ”رخصتی منیر“، ”کارنامہ غم“، ”تحفہ احسن“، ”احسن الکلام“، ”کلیات دلی“، داغ دہلوی کے خطوط کا مجموعہ ”انشائے داغ“، شعری انتخاب ”منتخب داغ“، اور زیر نظر کتاب ”تاریخ نثر اردو“ بنام تاریخی نمونہ منشورات قابل ذکر ہیں۔

اردو شاعری اور اردو شعرا کے حوالے سے متعدد کتابیں شائع ہوئیں، لاتعداد تذکرے لکھے

گئے، مگر اردو نثر اور مصنفین نثر پر کوئی مخصوص کتاب ”نمونہ منثورات“ سے پہلے نہیں ملتی۔ اسی دوران سید محمد نے (ارباب نثر اردو، 1927) فورٹ ولیم کالج کے نثر نگاروں کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ ”نمونہ منثورات“ اپنی طرز اور اپنے انداز میں مذکورہ بالا کتابوں سے مختلف ہے۔ احسن مارہروی نے اردو نثر کی ایک تاریخ مرتب کرنے کا جامع منصوبہ بنایا تھا اور اس کتاب کی دو جلدیں شائع ہونی تھیں۔ زیر نظر کتاب جلد اول ہے جس میں صرف چھ نثری نمونے شامل ہیں۔ دوسری جلد جس میں دس نثری نمونے شامل ہونے تھے، کہیں دستیاب نہیں ہے۔ اور نہ ہی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کے کتب خانے میں دستیاب ہے۔ (احسن مارہروی کا ذاتی کتب خانہ بھی مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کو دے دیا گیا تھا۔) نمونہ منثورات کی جلد اول (1930) میں مصنف کا لکھا ہوا ایک معروفہ شامل کیا گیا تھا، جس میں احسن مارہروی نے لکھا ہے کہ:

فکرِ میرا زُ فمِ قُل، تاریخ نثر اردو کی پہلی جلد شائع ہو رہی

ہے، دوسری جلد زیر طبع ہے۔ اس کی اشاعت بھی انشاء اللہ تعالیٰ جلد وقوع پذیر

ہوگی۔ لہذا اس تحقیق ناقص کے متعلق کسی مخالف رائے کے قائم کرنے میں

جالت مناسب نہیں، دونوں حصوں کو دیکھ کر مکمل رائے زنی فرمائی جائے۔ ع

مزن بے تامل بگفتار دم، نگو گوئے گردیر گوئی چہ غم۔

راقم، احسن آثم

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ”نمونہ منثورات“ کی دوسری جلد بھی زیر طبع تھی اور جس کی

اشاعت جلدی ہی ہونے کی امید تھی۔ اس کے علاوہ رسالہ ”زمانہ“ مارچ 1931 میں بھی دوسری

جلد کا ذکر موجود ہے۔ مولوی محمد اظہار الحسن نے دونوں جلدوں میں شامل نمونوں کے بارے میں

مختصر اشارے کیے ہیں۔ (دیکھیے ”زمانہ“ مارچ 1931 صفحہ نمبر 200)۔ احسن مارہروی نے

دونوں جلدوں کے لیے تقریباً سولہ نمونوں کی فہرست دی تھی۔ ان سولہ نمونوں کے بارے میں

میں مزید معلومات رسالہ ”زمانہ“ کے اسی شمارے سے پیش کرتا ہوں۔

تاریخ نثر اردو: نمونہ منثورات حصہ اول

XXXI.

- 2- کاغذاتِ دفتارِ سلطنت 1841 سے 1930
- 3- اخبار 1847 سے 1930
- 4- قانونی تراجم 1851 سے 1930
- 5- تقریظ و تنقید 1842 سے 1930
- 6- خطوط 1847 سے 1930
- تاریخ نثر اردو: نمونہ منشورات حصہ دوم
- 7- تقریر 1875 سے 1930
- 8- میلا دشریف 1856 سے 1930
- 9- ماہوار رسائل 1855 سے 1930
- 10- تحریر نسواں 1858 سے 1930
- 11- ناول، ڈراما، ناولٹ 1861 سے 1930
- 12- مختصر افسانے 1900 سے 1930
- 13- فرضی تخیلات 1874 سے 1930
- 14- رقعہ جات دعوت و نوید 1883 سے 1930
- 15- مذاق و ظرافت 1874 سے 1930
- 16- اشتہار 1856 سے 1930

درج بالا فہرست دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ احسن مارہروی نثری نمونوں کا ایک بیس بہا ذخیرہ یکجا کر رہے تھے۔ پہلی جلد تو شائع ہو گئی لیکن افسوس کہ دوسری جلد شائع نہیں ہو سکی اور غالباً مکمل ہی نہیں ہوئی۔ ”نمونہ منشورات“ جلد اول میں احسن مارہروی نے ہر نمونے کے تحت کافی مواد یکجا کر دیا ہے۔ کچھ کتابوں سے، کچھ مخطوطوں سے اور کچھ قلمی نسخوں کے اقتباسات درج ہیں، جس میں ہر طبقہ، ہر عہد کی تحریروں کے نمونے موجود ہیں۔ اس تعلق سے احسن مارہروی کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

راقم حروف نے سالہا سال کی محنت و کاوش اور تجسس و تلاش کے بعد

یہ سرمایہ جمع کیا ہے جس میں ابتدائے ترویج اردو سے عہد حاضر تک جس قدر اندازہ بیان اردو زبان نے پیدا کیے ہیں، ان سب کے نمونے اصل کتابوں سے اقتباس کر کے یکجا کر دیے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں مذہب، تراجم، فلسفہ، ہیئت، تاریخ، تفسیر، قانون، تقاریظ، ریویو، مراسلات، اخبار، تجاویز عدالت، پروانجات، فنون لطیفہ اور پھر ہر سوسائٹی اور طبقے کی تحریریں اور تقریریں شامل کی گئی ہیں

”تاریخ نثر اردو: نمونہ منشورات“ (جلد اول) کی پہلی اشاعت مسلم یونیورسٹی پریس، علی گڑھ سے 1930 میں ہوئی تھی، لیکن اس کی ترتیب و تدوین بقول مصنف اشاعت سے چھ سال قبل یعنی 1924 میں مکمل ہو چکی تھی۔ احسن مارہروی نے دیباچے میں لکھا ہے:

اس کتاب کی تالیف اب سے سات آٹھ برس پہلے شروع ہوئی تھی، اور دو تین سال کی لگاتار محنت نے اس قابل کر دیا تھا کہ شائع کر دی جاتی مگر بعض موانع ایسے حائل ہوئے کہ یہ خیال پورا نہ ہو سکا۔

کتاب کی اشاعت میں تاخیر کی وجہ غالباً یہ تھی کہ احسن مارہروی اس کتاب کو میر عثمان علی بہادر نظام دکن کے نام منسوب کرنا چاہتے تھے، اس سلسلے میں احسن مارہروی نے ایک عرضی نظام سرکار میں پیش کی تھی اور انھیں اس کے جواب اور منظوری کا انتظار تھا۔ نظام حکومت کی طرف سے جو مثبت جواب آیا وہ ملاحظہ ہو:

مراسلہ معتمد سرکار عالی صیفہ عدالت و کوٹوالی و امور عامہ صیفہ تعلیمات
اجلاس: نواب اکبر یار جنگ بہادر معتمد بخند مت ناظم تعلیمات سرکار عالی
سنہ تحریر: 1335 فم 1345ھ / 1926 نشان مراسلہ نمبر 2214
فرمان مبارک بر عرضی سید علی احسن صاحب

نسبت نثر اردو بہ جواب مراسلہ نشان 663 مورخہ یکم شہر پور
1235 ف،

نگارش ہے کہ نقل مراسلہ دفتر فینانس نمبر 1809 / 1810
مورخہ 8 آبان 1335 ف اطلاعاً مرسل ہے۔ ف مثنیٰ بہ خدمت سید علی

احسن صاحب احسن مارہروی اردو لکچرار انٹرمیڈیٹ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، بہ جواب درخواست معروضہ 19 / صفر المظفر 1344 ہجری مرسل و نگارش ہے کہ پیش گاہ خسروی سے بہ ذریعہ فرمان مبارک خزینہ غرہ ربیع الاول شریف 1345ھ آپ کی مولفہ کتاب (تاریخ نثر اردو) کی نسبت ارشاد مبارک شرف صدر دلا یا ہے کہ:

’اس کتاب کو میرے نام سے معنون کرنے کی اجازت دی جائے اور مولف کے نام اس کے صلے میں پچیس روپے کلدار ماہولہ تاحیات جاری کی جائے۔‘
آپ کی تنخواہ کے متعلق دفتر فینانس سے ذریعہ مراسلہ نمبر 1809 / 1810 مورخہ 8 آبان 1335 ف دفتر صدر محاسبی سرکار عالی کے نام احکام جاری ہو چکے ہیں، آپ اس مراسلے کے حوالے سے دفتر صدر محاسبی سے کارروائی فرما سکتے ہیں۔

فقط، دستخط سینئر مددگار معتمد۔“

”نمونہ منشورات“ جلد اول میں شامل چھ نمونے حسب ذیل ہیں:

نمونہ نمبر 1 میں عام تصنیف و تالیف سے 164 نثری نمونے، نمونہ نمبر 2 میں کاغذات دفاتر سلطنت سے 22 نثری نمونے، نمونہ نمبر 3 میں اخبارات سے 36 نثری نمونے، نمونہ نمبر 4 میں قانونی تراجم سے 15 نثری نمونے، نمونہ نمبر 5 میں تقریظ و تنقید سے 16 نثری نمونے اور نمونہ نمبر 6 میں خطوط سے 66 نثری نمونے اخذ کیے گئے ہیں۔ اس طرح مجموعی طور سے 319 اردو نثر کے نمونے دستیاب ہیں۔ اس کتاب کے مشمولات اتنے مفصل اور متنوع ہیں کہ اسے اردو نثر کی تاریخ کے لیے بیش بہا دستاویز کہا جانا چاہیے۔

کتاب کا نام ”تاریخ نثر اردو“ ہے اور اس کا تاریخی نام ”نمونہ منشورات“ ہے۔ یہ کتاب اپنے تاریخی نام سے زیادہ مشہور ہوئی۔ پہلی اشاعت (1930) کے بعد آج تک اس کتاب کا کوئی دوسرا ایڈیشن شائع نہیں ہوا۔ صرف ایک ایڈیشن مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، پاکستان سے 1986 میں شائع ہوا ہے۔ لیکن یہ نسخہ 1930 کا عکسی ایڈیشن ہے جو بغیر کسی ترمیم و اضافے کے شائع کر دیا گیا ہے۔

”نمونہ منثورات“ کا شمار مرصع سے نایاب کتابوں میں شامل ہے۔ اساتذہ اور طلباء کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کتاب کو قوی کونسل برائے فروغ اردو زبان شائع کر رہی ہے۔ کتاب میں شامل نثری نمونوں کی تصحیح کے لیے چند امور کا خاص خیال رکھا گیا ہے:

1۔ اس کتاب میں تقریباً 300 قلمی نسخوں، مخطوطوں اور کتابوں کے نثری نمونے درج ہیں۔ وہ تمام نمونے من و عن درج کر دئے گئے ہیں لیکن تفصیلات سے اجتناب برتا گیا ہے تاکہ کتاب غیر ضروری حوالوں سے بوجھل نہ ہونے پائے۔ جہاں ضرورت سمجھی گئی ہے وہاں حواشی کا اہتمام کیا گیا ہے۔

2۔ احسن مارہروی نے سنہ ہجری کے ساتھ سنہ عیسوی کا بھی اہتمام کیا ہے۔ لیکن کہیں کہیں دونوں میں سہو یا کسی اور وجہ سے مطابقت نہیں پائی جاتی۔ سنہ ہجری کو سنہ عیسوی میں بدلنے کے لیے قوی کونسل برائے فروغ اردو زبان سے شائع شدہ مشہور و معروف تصنیف ”مفتاح التقویم“ مصنف مولانا حبیب الرحمن خان صابری سے مدد لی گئی ہے۔ اصل کتب میں اگر کہیں سنہ عیسوی رہ گیا تھا تو میں نے قوسین میں سنہ عیسوی کا بھی اہتمام کیا ہے۔ کچھ کتابوں کے سنہ اشاعت غلط درج ہیں۔ میں نے متن میں ہی اس کی تصحیح کر دی ہے۔

3۔ ”نمونہ منثورات“ میں جن کتابوں کے نثری نمونے شامل ہیں، آخر میں ان سب مخطوطوں اور شائع شدہ اردو کتابوں کی فہرست بھی شامل کر دی گئی ہے۔

4۔ اس کتاب کی اشاعت اول (1930) کے وقت تک بہت سا مواد مخطوطے کی صورت میں دستیاب تھا، اور بہت ہی اہم کتابوں کے مخطوطے بھی دستیاب نہیں تھے۔ اب تقریباً وہ سبھی مخطوطے اور قلمی نسخے شائع ہو چکے ہیں۔ بہت ہی نایاب کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ مثال کے طور پر ”کر بل کتھا“ کا مخطوطہ اس وقت تک دستیاب نہیں ہوا تھا اور احسن مارہروی نے ”کر بل کتھا“ کا نثری نمونہ کریم الدین کے تذکرے ”طبقات الشعرائے ہند“ سے اخذ کیا ہے۔ ”کر بل کتھا“ کا پہلا مستند ایڈیشن 1965 میں ادارہ تحقیقات، پٹنہ سے شائع ہوا، میں نے اسی ایڈیشن کو بنیاد بنایا ہے۔

5۔ اس طرح ”کلمۃ الحقائق“، ”سب رس“، ”باغ و بہار“، ”فسانہ عجائب“ وغیرہ

کتابوں کے پہلے کے ایڈیشنوں میں اغلاط بہت زیادہ ہیں۔ ”نمونہ منشورات“ میں شامل مذکورہ بالا کتابوں کے نثری نمونے انھیں ایڈیشنوں سے لیے گئے تھے۔ میں نے ان بھی نثری نمونے کے اغلاط کی تصحیح ان کتابوں کے مستند ایڈیشنوں کی مدد سے کر دی ہے۔ ان ایڈیشنوں کی فہرست ”کتابیات“ کے تحت موجود ہے۔

6۔ ”معراج العاشقین“ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی تصنیف نہیں بلکہ بارہویں صدی ہجری کے ایک بزرگ مخدوم شاہ حسینی کی نثری کاوش ہے۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے ”تاریخ ادب اردو“ جلد دوم، قوی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی دیکھیں۔ زیر نظر کتاب سے وہ نمونہ حذف نہیں کیا گیا ہے لیکن یہ صراحت کر دی گئی ہے کہ اس کے مصنف مخدوم شاہ حسینی ہیں۔

”نمونہ منشورات“ کی پہلی اشاعت (1930) کے وقت تک بہت سی اہم نثری تصانیف دستیاب نہیں تھیں۔ مثلاً ”قصہ مہر افروز و دلبر“، ”عجائب القصص“، ”قصہ وحوالہ روبیلہ“، ”نوائین ہندی“، ”تفسیر مرادیہ“، ”من موہن کی باتیں“، ”دولت ہند“، ”کوکب الرتل“، ”نوطر زمرع“ وغیرہ کے نمونے کتاب میں شامل ہونے سے رہ گئے ہیں۔ اگر موقع ملا تو انشاء اللہ ان بھی نثری نمونوں کی ایک جلد اور پیش کی جائے گی۔

اس کتاب میں دو فہرستیں دی گئی تھیں، ایک مجمل اور دوسری مفصل، دونوں فہرستوں میں تکرار ہونے کی وجہ سے مجمل فہرست نکال دی گئی ہے۔ آخر میں ہر شعبے کے تعلق سے چھ نمونوں کی فہرست دی گئی تھی، جس میں فہرست نام تصانیف و تالیف، فہرست کاغذات و دفاتر، فہرست اخبار، فہرست قانونی تراجم، فہرست تقریظ و تنقید، فہرست خطوط شامل ہیں اس فہرست کو علیٰ حالہ برقرار رکھا گیا ہے۔

کتاب کی ترتیب و تدوین میں جن کتابوں سے میں نے استفادہ کیا ہے ان کی فہرست کتابیات کے عنوان سے شامل ہے۔ آخر میں اشاریہ کتاب اور اشاریہ مصنفین بھی شامل کیا ہے۔ میں اپنے کرم فرما جناب شمس الرحمن فاروقی کا شکر گزار ہوں جنہوں نے قدم قدم پر میری رہنمائی کی۔ مذکورہ کتاب کے بارے میں مفید معلومات فراہم کرائیں۔ اردو نثر کی اہم اور نایاب کتابیں ان کے ذاتی کتب خانے سے حاصل ہوئیں۔ میں ان کا ممنون رہوں گا۔

قومی کونسل برائے فردغ اردو زبان کے ڈائریکٹر ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے اس لائق سمجھا اور کتاب کی ترتیب کی ذمہ داری سونپی۔ قومی اردو کونسل کے دیگر ذمہ داران خاص طور سے محترم نسیم احمد، محترمہ مسرت جہاں، ڈاکٹر کلیم اللہ، ڈاکٹر عبدالسلام، ڈاکٹر توقیر راہی، انتخاب احمد، مجیب احمد اور اقبال احمد بھی میرے شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان سبھی لوگوں نے کتاب کی تیاری میں میری ہر طرح سے معاونت کی۔

رجیل صدیقی

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

تاریخ نثر اردو

بنام تاریخی
نمونہ منشورات

حصہ اول

میں تاریخی حالات مفید کے سوا اردو نثر کے مذہبی، اخلاقی، طبی، سیاسی، قانونی، دفتری، مکتوبی، تقریری، اشتہاری، غرض وہ تمام نمونے جو ایک علمی اور زندہ زبان کو واقع بنا سکتے ہیں، 801ھ / 1398 سے عصر حاضر تک اصلی تصنیفات و تحریرات سے نقل کیے گئے ہیں۔ جن کے مطالعے سے ایک معمولی طالب علم بھی اپنی مادری زبان کی تدریجی ترقی کو بہ خوبی اور بہ آسانی سمجھ سکتا ہے۔

مرتبہ

احسن مارہروی

اردو لیکچرار، مسلم یونیورسٹی کالج، علی گڑھ

بہ اہتمام

محمد مقتدی خان شروانی

مطبوعہ

مسلم یونیورسٹی پریس، علی گڑھ

1349ھ مطابق 1930

(پہلی اشاعت کا سرورق)

بسم الله الرحمن الرحيم

مقدمہ

تمہید

اردو زبان کے یہ تاریخی حالات کہ وہ کن کن زبانوں سے پیدا ہوئی، اور کس عہد میں کس زبان کا اس پر کتنا اثر ہوا، اور اس سے پہلے ہندوستان میں کتنی زبانیں بولی جاتی تھیں، اور پھر وقتاً فوقتاً ان میں کیا تبدیلیاں ہوئیں، بہت زیادہ مشہور ہو چکے ہیں۔

معمولی طالبان علم بھی جانتے ہیں کہ اب سے تین چار سو برس پہلے عموماً ہندوستان میں سنسکرت سے نکلی ہوئی زبانیں بھاشا وغیرہ کے نام سے رائج تھیں۔ البتہ مختصر طور سے یہ جان لینا چاہیے کہ اردو زبان کا جج کس سر زمین میں بویا گیا اور کس وقت اس میں کوئیلیں پھوئیں، اور کس کے سینچنے سے شاخ در شاخ ہوتا ہوا، کوہل سے پودا اور پودے سے ایک تناور درخت بن کر چاروں طرف پھیل گیا۔

اردو کی ابتدا نظم سے ہوئی یا نثر سے

اکثر تذکرہ نویسوں نے اردو کی ابتدائی تاریخ لکھتے ہوئے ظاہر کیا ہے کہ زبان اردو میں نثر سے پہلے نظم کا آغاز ہوا ہے اور اس خیالی عمارت کی بنیاد یوں اٹھائی گئی ہے کہ پرانے تاریخی حالات کی محدود وسعت پر نظر ڈالتے ہوئے دیکھا جاتا ہے تو حسب تحقیق مولف آب حیات

1145ھ/1733 سے قبل نثر اردو کی کوئی کتاب نہیں ملتی۔ علاوہ اس کے کہ جناب آزاد کی یہ تحقیقات تمام ہندوستان کے لیے مستند نہیں۔ اس بیان سے یہ شبہ بھی ہوتا ہے کہ نظم سے پہلے نثر کا وجود ہی نہ تھا، جیسا کہ وہ آب حیات میں لکھتے ہیں:

”یہ عجیب بات ہے کہ ایک بچہ پہلے شعر کہے پھر بات کرنی سکھے“

کیا عبارت مذکور پڑھ کر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ سب سے پہلے کوئی زبان مقفی اور موزوں بن کر کس طرح بولی جاسکتی ہے؟ اور کیا نووارد مغلوں اور ایرانیوں نے سودا سلف کے لین دین میں جب ہندیوں سے بات چیت کی ہوگی تو کوئی برجستہ مصرعہ پڑھا ہوگا؟ کوئی لڑی کس طرح پڑی جاسکتی ہے جب تک کہ موتی بکھرے ہوئے نہ ہوں۔

اگر وہ عبارت ان الفاظ میں ہوتی تو مطلب کے سمجھنے میں کوئی الجھن باقی نہ رہتی، یعنی اردو نثر کی کوئی مستقل اور پوری کتاب نظم سے پہلے مرتب نہیں ہوئی، اردو کے الفاظ ضرور موجود تھے جو کم و بیش روزمرہ کی گفتگو میں شامل ہوتے رہتے تھے۔

آغاز زبان

ہر زبان کی ابتدا معمولی الفاظ، آسان کاموں اور سہل باتوں سے ہوا کرتی ہے۔ ہندوستان کے قدیمی عہد میں جب کہ سنسکرت زندہ زبان مانی جاتی تھی اور مخصوص اہل علم اور مہاتماؤں کے استعمال میں رہا کرتی تھی، اس وقت صوبہ جات ہند میں بھاشا کی مختلف شاخیں متعدد ناموں سے مروج و مشہور تھیں اور ہر وقت کی بات چیت اور بازار ہاٹ کا کام کاج اسی عام زبان سے پورا کیا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ مغل بادشاہوں کے زمانے میں جن کی مادری زبان فارسی یا ترکی تھی، اور دفتر، خط و کتابت نیز تصنیف و تالیف میں عموماً فارسی ہی کا دور دورا تھا، بازار اور دوسری باتوں کے لیے بھاشا سے ملی جلی ایک ایسی نئی زبان بولی جانے لگی جس میں عربی، فارسی، ترکی اور بعض پرتگالی وغیرہ الفاظ بھی شامل رہتے تھے۔ یہی وہ آمینتہ زبان تھی جس کو ابتداً شعرار ینتہ اور عام ادبا اردو کہا کرتے تھے۔

جس طرح بھاشا کی ابتداً تصنیفیں آلا اودل وغیرہ کے نام سے بہ صورت نظم تصنیف کی گئیں، اسی طرح اردو کا سلسلہ تصنیف بھی اشعار سے شروع ہوتا ہے۔ یہ روش تقریباً ہر زبان کی ابتداًی تحریروں میں پائی جاتی ہے۔ چونکہ نظم اپنی دلچسپی اور مختصر ہونے کی وجہ سے حافظے کے خزانے

میں بہت دنوں تک محفوظ رہ سکتی ہے اس لیے یہ بات بہ آسانی سمجھ میں آتی ہے کہ عام پسندی کے سبب، نظم نے نثر سے پہلے سینوں کو چھوڑ کر سفینوں میں اپنی جگہ پیدا کر لی ہوگی۔

لفظ اردو کی تحقیق اور زبان اردو کی خصوصیت

اردو، ترکی یا تاتاری زبان کا لفظ مانا جاتا ہے اور ان زبانوں میں لشکر یا بازار لشکر کو اردو کہتے ہیں۔ چونکہ اس زبان کی ابتدا ترکی اور ایرانی لشکروں کی آمد و رفت اور لین دین کے ذریعے سے ہوئی ہے اس لیے یہی نام رکھ دیا گیا۔

برادران ہندو میں ایک علم دوست اور تحقیق زبان کے شائق جن کو ایرین قوم کی قدامت کے لحاظ سے اصولاً تمام اقوام عالم کے سنگم کا خاص شوق رہتا ہے، ان کا خیال ہے کہ اردو کو لشکر سے منسوب کرنے کے عوض اردو شیر یا اردو بھل (قدیم شاہان ایران) کا مشتق سمجھا جائے تو زیادہ قرین قیاس ہے۔ جس طرح ایران اور ایرین باہم متجانس ہیں اسی طرح اردو جو بہ معنی شجاع و دلیر اور مانند و نظیر ہے، فتح مند لشکر سے یک گونہ مشابہت رکھتا ہے۔ اس تجزیہ و تحلیل سے مدعا یہ ہے کہ لفظ اردو جو لشکر کا مترادف ہے، اور جس کا تلفظ بابر یا اس سے پہلے سلطان ابراہیم (متوفی 932ھ/1525) کے عہد میں ملتا ہے، اگر تجنیس فطری کے لحاظ سے دیکھا جائے تو متذکرہ خیال کے مطابق عہد ابراہیم سے جگہوں پہلے معرض وجود میں آ جاتا ہے۔

اردو کو ترکی، سنسکرت، بھاشا، پرتگیزی، فارسی، عربی، انگریزی غرض کہ تمام گزشتہ موجودہ اور آئندہ ایرین اور سامی زبانوں کا مجموعہ سمجھنا چاہیے۔ اس دعوے کی ایک بولتی ہوئی دلیل یہ ہے کہ دنیا کی کوئی زبان، خواہ مغرب میں بولی جاتی ہو یا مشرق میں، شمال میں جاری ہو یا جنوب میں، ایسی نہ ملے گی جو اپنی مخالف زبانوں کے تمام لہجوں پر پوری طرح قادر ہو سکتی ہو۔ عجم (ایران) ٹ، ڈ، ص، ض، ط، ظ اور مخلوط ہائے ہوز (ھ) کے بولنے میں گونگا ہے۔ عرب، پ، چ، ژ، گ پر زبان نہیں ہلا سکتا۔ انگلستان بھی غ، ژ، نہیں بول سکتا۔ اسی طرح ہندوستان میں اردو کے سوا تمام پراکرتیں اپنا شین قاف درست نہیں رکھتیں۔ یہ بات اردو ہی کے لیے مخصوص ہے کہ اچھنی سے اچھنی لہجے کی نقل کا لاصل اتار لیتی ہے۔

اردو الفاظ کی بنیادیں

ہندوستان پر غیر ملکیوں کے ابتدائی حملوں کے بعد جن بڑے بڑے بادشاہوں نے بار بار چڑھائیاں کیں، ان میں محمود غزنوی اور پھر شہاب الدین غوری کے ناموں کو خاص شہرت حاصل ہے۔ محمود کے حملے دھواں دھار بادل، یا گھٹا ٹوپ آندھیوں کی طرح تھے۔ جس نے گویا ہوا کے گھوڑوں پر سوار ہو کر چکر لگائے اور چلتا ہوا۔ البتہ شہاب الدین غوری نے پرتھوی راج (متوفی 588ھ/1192) کو شکست دینے کے بعد ہندوستان میں قدم جمائے اور ایسے جمائے کہ چھ، سات صدیوں تک رات دن کی گردشیں اس کی ڈالی ہوئی بنیاد کو مٹانا کیسا جنبش تک نہ دے سکیں۔ اسی طرح فتح مندی کے بعد سرزمین اردو (الشکر) میں ایک نئی زبان کی تخم پاشی کا سامان شروع ہوا۔ ترکوں اور مغلوں نے، عربی، ترکی اور عجمی الفاظ کے دانے ہندوستان کے چنیل میدان میں بکھیرے اور ہندوستان کے پتھر پیلے بچر نے مقناطیس بن کر ان بکھرے ہوئے دانوں کو تنکوں کی طرح کھینچنا شروع کیا۔ یعنی ان تمام لفظوں کو بھاشا نے اپنے وسیع اور کشادہ دامن میں پناہ دی، اور اسی کے ساتھ، تنگ، تامل، برہمی، اپالی، قنوجی، پنجابی، اڑیا، مڑیا، گجراتی، ملتان، بنگالی غرض کہ تمام ملکی اور ہم سایہ زبانیں مل جل کر اردو کے بیج کو سنبھال لگیں۔

نئی زبان کس طرح بنتی ہے

اس کا پتا چلانا کہ اردو کو سلسلہ بہ سلسلہ کب اور کس طرح وسعت حاصل ہوئی بہت دشوار کام ہے۔ اگلے بزرگوں نے آنے والی نسلوں کے لیے ایسی باتیں جمع نہیں کیں۔ مگر انداز اور قیاسوں سے جن کے سہارے ماہرین فن نے ہر ایک زبان کے کتے بنائے ہیں، یہ ماننا پڑے گا کہ ہر زبان کا آغاز ناموں سے ہوا ہے۔ جب کسی اجنبی کو دوسرے اجنبی سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے اور آپس میں بات چیت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، تو سب سے پہلے ہاتھ اور آنکھ کے اشاروں سے کام نکالا جاتا ہے۔ جب ان سے کام نہیں چلتا تو ادھ کٹ یا پورے نام زبانوں پر جاری ہوتے ہیں اور چونکہ یہ بات چیت دو اجنبیوں میں ہوتی ہے اس لیے ایک کو دوسرے کے جانے ہوئے الفاظ کا سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس طرح کہ اگر نام ایک سے لیے جاتے ہیں تو

حرف اور فعل دوسرے کو دینے پڑتے ہیں۔ مثلاً اس زمانے کا ایک سپاہی بازار جاتا ہے اور اس کو سیب کی خریداری منظور ہے۔ ہندوستان کا دکان دار اتنا جان گیا ہے کہ اس پھل کو مغل سیب کہتے ہیں، مگر لینے والا اگر فقط سیب کہتا ہے تو اس کا مطلب پورا ادا نہیں ہوتا۔ اس ضرورت و مجبوری سے اس کو دکان دار کی سمجھ کے مطابق دوسرے الفاظ حروف و افعال سے لینے پڑیں گے۔ اور جب تک وہ ”سیب دے دو“ یا ”سیب کیسے ہیں“ نہ کہے گا، لین دین ختم نہ ہوگا۔ یہیں سے زبان کے قواعد بننے کی ابتدا ہوتی ہے۔

زبان کی افزائش

بازار کے لین دین میں، بیٹھکوں کی نشست و برخاست میں اسما و افعال و حروف کی فہرست دن دوئی رات چوگنی بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ دس بیس برس ہی میں الفاظ و کلمات کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے۔ اب اگر حکومت کا عہد امن چین سے گزر رہا ہے اور راعی کے ساتھ رعایا بھی زبان اور علم کا شوق رکھتی ہے تو بہت جلد نئی زبان کا رواج ہونے لگتا ہے اور اگر ملک میں امن چین اور حاکم و محکوم میں علم کا شوق نہیں تو اس نئی زبان پر جو دو اجنبیوں سے مل کر پیدا ہوئی ہے، وہی اثر پڑتا ہے جو صدیوں تک لاوارث اردو زبان پر پڑتا رہا ہے۔

شہاب الدین غوری کے بعد تیمور یہ خاندان کے آنے تک اگرچہ دو ڈھائی سو برس کا زمانی تفاوت ہے مگر اس عرصے میں سلطنت ہند کو جلد جلد انقلابات کا سامنا رہا اور ان انقلابوں کے زمانوں میں کئی خاندانوں کی حکومتیں قائم ہوئیں، کسی ایک خاندان نے بھی سو برس تک جم کر بہ اطمینان حکومت نہیں کی۔ ایسے خاندانوں میں جب تک حکومت رہی ان میں برابر لڑائیوں کی گرما گرمی رہی، اور رات دن ایک دوسرے سے بھڑے رہے۔ ایسی صورت میں کسی فن اور خصوصاً نئی زبان کی درستی کا خیال رہنا آسان کام نہ تھا۔ مگر چونکہ حملہ آور اکثر دوسرے ملکوں سے آتے رہتے تھے اس لیے ان جھگڑوں اور کش مکشوں کے باوجود لشکری زبان کے ذخیرے میں روز افزوں مگر بے ترتیب دسعت ہوتی رہی۔ پھر غوری اور مغلی لشکروں کی آمد و رفت کے علاوہ چنگیز اور ہلاکو کی لوٹ مار میں سیکڑوں نامی اور شریف بڑے بڑے خاندان چاروں طرف بھٹکتے پھرتے تھے، جن میں سے اکثر خاندان ہندوستان میں بھی آباد ہو گئے۔

تیر و تنگ سے لڑنے والے لڑائیوں میں اپنے اپنے جوہر دکھا کر کچھ دنوں کے لیے سستانے کے بہانے بے فکری کی نیند سو سکتے ہیں، مگر وہ اہل ادب جو زبان کی تلوار اور قلم کے میدان پر قبضہ و حکومت کرتے ہیں، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے اور لڑتے بھڑتے علوم و فنون کی ترقی کا خیال رکھتے ہیں۔ ان کی یہ ان تھک محنت اور جانفشانی پتھر کی لکیر ثابت ہوتی ہے۔

اردو بھاشا میں شامل ہوتی ہے

یہ باتیں (یعنی تنج زبان اور میدانِ قلم کی داستان) جھوٹی اور بناوٹی نہیں بلکہ سچی اور اصلی ہیں۔ دیکھو شہاب الدین اور پرتھی راج کا جنگ نامہ جو چند کوئی (شاعر 588ھ/1192) سے منسوب کیا جاتا ہے، اس پرتھی راج راسا میں ایک دو نہیں، سیکڑوں الفاظ عربی فارسی کے (جن کی آمیزش سے اردو کا وجود ہوا) نظر آتے ہیں۔ اس تصنیف سے پہلے کسی بھاشا کی تالیف میں غیر ہندی اسماء وغیرہ کا پتا نہیں ملتا۔ مثلاً گریب نواج (غریب نواز)، مہل (محل)، پھرمان (فرمان)، ہجرت (حضرت)، پگام (پیغام)، ہجور (حضور)، سرتان (سلطان)، پروردگار، کریم، ملک، پات ساہ (بادشاہ)، کھلک (خلق)، آلم (عالم)، سلام وغیرہ۔

اردو کا پہلا مروج

فتح غوری کے ساٹھ ستر برس بعد غیاث الدین بلبن کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ اس دربار میں جس قدر علمی ترقیاں اور قدر دانیاں ہوئیں، ان کی تفصیل کے لیے تاریخ پڑھنی چاہیے۔ اسی دربار کی سب سے بڑی اور مکمل یادگار حضرت امیر خسرو کی ذات ہے جن کی مسلمہ قابلیت و جامعیت نے اپنی طبیعت کی خاص رسائی اور لگاؤ سے اردو کے نکھرے ہوئے موتیوں کی لڑیاں بنانی شروع کیں۔ وہ پنج جو امیر خسرو سے 80 برس پہلے بویا گیا تھا، اُچھا کر جھاڑ جھنکار کی طرح بے قرینہ پھیلا ہوا تھا۔ ان کی دست کاریوں کے سلیقے نے تمام کوڑا کرکٹ صاف کیا اور اس جھاڑ جھنکار کو ایک خوش نما پودے کی صورت میں زبان کے باغ کی زینت بنایا۔

ان سے پہلے بھاشا کی متفرق عبارتوں کے سوا جن میں جا بجا عربی فارسی الفاظ ملے ہوئے تھے کوئی چھوٹی سی چھوٹی تصنیف بھی ایسی نہیں ملتی جو تھوڑا بہت مقابلہ بھی خسرو کی

تصنیف کا کر سکے۔ اگرچہ قرائن اس کا یقین دلاتے ہیں کہ ان سے قبل مختلف زبانوں کی ملاوٹ سے اردو کا ڈھانچہ بننا شروع ہو گیا تھا اور معمولی معمولی ضرورتوں میں بولی بھی جاتی ہوگی۔ مگر زبانوں کے سوا کتابوں میں یا سینوں سے نکل کر سفینوں میں اس کا سراغ نہیں ملتا۔ کہا جاتا ہے کہ خسرو نے اپنی آخری عمر میں اردو کی ابتدائی حالت سنواری اور اپنی کبر مکرنیوں، گیتوں، پہیلیوں اور غزلوں سے ایسا دلچسپ بنایا کہ آج تک ان کی یاد نہیں بھلائی جاتی۔ ان پیاری پیاری باتوں کا ہونٹوں تک آتا تھا کہ قلم کی زبان بھی چل نکلی۔ قاعدہ ہے کہ جب تک زبان کے خزانے میں الفاظ کا پورا سرمایہ جمع نہیں ہو جاتا۔ ترتیب لغت کا خیال نہیں آ سکتا۔ امیر خسرو کے نصاب کی ترتیب بتاتی ہے کہ ان سے بہت پہلے اس نئی زبان کے نئے الفاظ بہ کثرت استعمال میں آنے لگے تھے، جن کا انتشار ان کی کوئی حیثیت بننے نہیں دیتا تھا۔ ان کی ترتیب کا سہرا بھی انھیں کے سر رہا۔

نصاب مذکور کئی جلدوں میں منقسم تھا، جس کا مکمل وجود اب کہیں نظر نہیں آتا۔ صرف خالق باری کے نام سے تھوڑا سا حصہ پرانے مکتبوں میں پڑھایا جاتا ہے۔ فی الحقیقت اردو لغت کی پہلی کتاب یہی کہی جاسکتی ہے، جس میں عربی فارسی کے ساتھ اردو اور بھاشا کے الفاظ جمع کیے گئے ہیں۔ اردو کی یہ پہلی اور مفید خدمت ایسی پسند اور مقبول ہوئی کہ آج تک اس کی تقلید کی جاتی ہے اور جب تک لغات کا حفظ کرنا بچوں کے لیے ضروری رہے گا، یہ تقلید ہوتی رہے گی۔

اردو نظم کے پہلے نمونے

خالق باری سرجن ہار
واحد ایک بدا کرتار

آٹھویں صدی ہجری کی نظم ہے۔ اور:

قادر اور اللہ اور یزداں خدا
ہے نبی، مرسل، پیغمبر، رہنما

تیرھویں صدی ہجری کی تالیف ہے۔

پانچ، چھ سو برس کے زمانے کا تفاوت دیکھتے ہوئے دونوں شعروں میں کوئی تین فرق نظر نہیں آتا۔ پوری کتاب کا مقابلہ کیا جائے تو کہیں کہیں لب و لہجہ بدلا ہوا معلوم ہوگا، ورنہ اکثر انداز بیان کا قارئین میں بھی وہی عالم ہے جو خالق باری نے پیدا کیا تھا۔

امیر خسرو کی اردو یا ریختہ گوئی سب کو مسلم ہے۔ میر تقی میر اپنے تذکرہ نکات اشعار میں لکھتے ہیں ”اشعار ریختہ آں بزرگ بسیار دارد“ وریں خود ترددے نیست۔“ اگرچہ آج ہم کو اس سرمائے کا ایک چوتھائی حصہ بھی نہیں ملتا۔ پھر بھی ان کی دستیاب شدہ نظمیں اردو بول چال کا پورا پورا پتہ بتاتی ہیں۔ یہاں چند اشعار نقل کیے جاتے ہیں، جن کی اردو اگر آج کل کے روزمرہ کی طرح نہیں تو سو برس پہلے کے شعرا سے ضرور ملتی جلتی ہے۔

زر گر پرے چو ماہ پارا کچھ گھڑیے! سوار یے!! پکارا
نقدِ دل من گرفت و شکست پھر کچھ نہ گھڑا نہ کچھ سنوارا
کھیر پکائی جتن سے، چرخ دیا چلا کتا آیا کھا گیا تو بیٹھی ڈھول بجا
بیسوں 1 کا سر کاٹ لیا تا مارا، تا خون کیا

تنہا وہم آرزو، چاؤ کیے

بیوہ 2 دست ہاتھ، اور قدم پاؤ کیے

چندر بدن، زخمی تن، پاؤں بنا وہ چلتا ہے

امیر خسرو یوں کہیں وہ ہولے ہولے چلتا ہے

ہاتھ 3 میں لیجے دیکھا کچے

سامنے 4 آئے کردے دو، مارا جائے نہ زخمی ہو

ان چند نمونوں سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ سات سو برس پہلے کی کم عمر اردو ایک سن رسیدہ قابل اور موجد فن بزرگ کے ہاتھوں تمام با اصول ترکیبوں کے ساتھ کتنی ترقی کر چکی تھی۔

شالی ہند میں اردو زبان کیوں دیر میں مروج ہوئی

جس ملک میں متعدد صدیوں تک ملک گیری اور انقلابات سلطنت کی آندھیاں رات دن چلتی رہی ہوں وہاں امن چین کے ساتھ علمی مذاق کا چرچا اور اہل مذاق کے ہاتھوں کسی نئی زبان

کے سدھرنے کا سامان کیا ہو سکتا تھا۔ یہاں دہلی یا نواح دہلی کے ان انقلابات کا تذکرہ فضول ہے جو شہاب الدین غوری کے عہد (587ھ/1191) سے پہلے راجہ جدہشٹر، راجہ جرجوہن اور راجہ بکرما جیت یا راجہ بھگونت کی باہمی آویزشوں سے ظہور پذیر ہوئے۔ کیونکہ یہ ملکی تاریخ نہیں بلکہ ایک زبان کی تاریخ ہے۔ تاہم اس ضمنی اشارے سے یہ نتیجہ ہمارے لیے مفید مطلب ہے کہ ہندستان ہمیشہ سے میدان کارزار بنا رہا ہے اور مسلمانوں کی آمد سے قبل اور اس کے بعد بھی عرصہ دراز تک یہی عالم خلفشار نظر آتا ہے۔

یہ مسلم ہے کہ شہاب الدین کے زمانے سے نئی زبان کے بنیادی آثار نظر آنے لگے تھے۔ اگر ان اثرات کو مخالف ہوائیں منتشر نہ کرتی رہتیں، اور حضرت امیر خسرو کی پہیلیوں کے بوجھنے والے ان کے اتے پتے بھول نہ جاتے اور کم از کم ایسی طبع آزمائیوں کا سلسلہ نہ ٹوٹا رہتا تو آج شمال ہند میں اردو پانچ چھ سو برس کی سن رسیدہ زبان ہوتی۔

میرے خیال میں شمال ہند کے اہل ادب کو اس زبان کی خدمت نہ کرنے کے موانع میں بڑا حائل سلطان محمد تغلق کا وہ سفاکانہ حکم تھا جب کہ اس نے 737ھ/1336 میں یہ خیال قائم کیا کہ دہلی چھوڑ کر دیوگڑھ کو دارالسلطنت بنایا جائے اور اس کا نام دولت آباد رکھا جائے۔ چنانچہ قضائے مہرم کی طرح یہ حکم جاری ہوا، اور دہلی خالی ہونا شروع ہوئی، جس کی ویرانی کا یہ عالم ہوا کہ تمام درندگان صحرائی، شہر کو ویران پا کر بس گئے۔ اگرچہ یہ ظاہر اسباب اس انقلابی اثر کا پانچ برس کے بعد رد عمل شروع ہو گیا لیکن حقیقت میں جن پشت پاشت کے باشندوں نے جبراً قہراً ترک سکونت کی تھی اور جو اس بعید مسافت کو طے کر چکے تھے، ان میں بالاکثر معاودت کے قابل نہیں رہے۔ خلاصہ یہ کہ اس انتقال مکانی نے احوالِ زبانی کو مدتوں کے لیے یکسر منتشر کر دیا۔ ادھر شمالی ہند کی حکومت کی یہ کیفیت، ادھر بیجاپور میں حسن گنگو نے بنیاد سلطنت قائم کرتے ہی غیر ملکی (فارسی) زبان کو دفتر سے خارج البلد کر دیا۔ یہ اتفاقی اور قدرتی اسباب بتا رہے ہیں کہ دہلی و نواح دہلی میں اس وقت اس لیے اردو کا بول بالا نہ ہو سکا اور جنوب ہند میں اس وجہ سے اس کا عروج شروع ہو گیا۔

امیر خسرو کے بعد سکندر لودی کے عہد (915ھ/1509) میں سب سے پہلے کاستوں نے فارسی زبان سیکھ کر شاہی دفتر میں نام لکھوایا۔ اسی کا اثر تھا کہ اسی زمانے کے گرو رامانند کے

چیلے کبیر داس (معاہد 923ھ / 1311) نے اپنے دوہوں اور بھجوں میں سیکڑوں، فارسی، عربی الفاظ ملانے شروع کر دیے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حکومت کے دباؤ سے ایسا کیا گیا، بلکہ عام استعمال و رواج اور آپس کے میل ملاپ کی وجہ سے ایسا ہونا لازمی تھا۔ ذیل کی مثالوں سے اس دعوے کا ثبوت ملتا ہے۔ کبیر کہتے ہیں:

حد حد تو کبھی گئے بے حد گیا نہ کوئے بے حد کے میدان میں رہا کبیرا سوئے
چلتی چاکی دیکھ کے دیا کبیرا روئے ان پائن بچ آئے کے ثابت رہا نہ کوئے
اونچے اونچے محل بناوے گہری نیویں دھرتا چلنے کا منصوبہ ناپیں رہنے کو من کرتا
آڑے ترچھے تلک لگاوے گہری مالا چپتا ہر دے بھیتر کپٹ کترنی صاحب کیسے ملتا
بابا گرد ناک بھی اسی زمانے کے ایک بزرگ ہیں۔ ان کے کلام میں عربی فارسی کے جتنے الفاظ ملتے ہیں اس بہتات سے اس عہد میں کہیں نہیں ملتے۔ پھر انداز بیان ایسا آسان و عام فہم ہے کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔

سانس ماس سب جیو تہار نو ہے کھرا پیارا ناک شاعر یو کبت ہے سچے پروردگارا
ناک ننھا اور ہو جیسے ننھی دوب بڑی گھاس جل جائے گی دوب خوب کی خوب
یہ بھجن اور دو ہے کہنے کو بھاشا میں کہے گئے ہیں مگر ان کی طرزِ ادا ایسی صاف ہے کہ آج کل کے معمولی اردو خواں بھی بہ آسانی ان کا مطلب سمجھ سکتے ہیں۔ یہ نمونے اگرچہ نظم کے ہیں مگر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ صرف مثالیں دست یاب نہ ہونے پر یہ قیاس کر لیا جائے کہ اس عہد میں نثر اردو مروج نہ ہوگی۔ نظم، نثر کے مقابل میں اختصار اور دل کشی کا سامان زیادہ رکھتی ہے، نیز یہ کہ نومولود زبان بجز معمولی بات چیت کے اور کسی مصرف کی نہیں سمجھی جاتی تھی اور سب پر طرہ یہ کہ اسلاف ان باتوں کو قلم بند کرنے کے عادی نہ تھے۔ ان وجوہ سے نظموں کی ہم عہد نثروں کا نہ ملنا تعجبات سے نہیں، اگر اس زمانے میں جنوب ہند کی طرح شمال ہند میں بھی معمولی سی معمولی حمایت و دیکھیری کسی حکومت کی طرف سے ہو جاتی تو یقیناً حضرت امیر خسرو، کبیر داس، بابا گرد ناک، سور داس (معاہد 990ھ / 1582) اور تلسی داس (معاہد 1023ھ / 1614) کی فارسی آمیز بھاشا کے پہلو پہ پہلو اس نئی زبان کا دامن بھی وسعت پذیر نظر آتا۔ حکومت کی

حمایت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ دکن میں وہ حضرات جو دہلی سے جا کر آباد ہوئے تھے، انھوں نے 721ھ/1321 سے 825ھ/1421 تک ایسی متعدد نثر کی تصنیفیں اپنی یادگار چھوڑی ہیں جو متذکرہ بالا قیاسات کو یقینیات کا جامہ پہناتی ہیں۔

اردو زبان کا عام اثر

انسان تو انسان اس زمانے کے حیوانوں پر بھی اردو اپنا اثر جمائے ہوئے تھی۔ ہمایوں نے جب گجرات و دکن پر فوج کشی کی تو سلطان بہادر وہاں کا فرماں روا تھا، اور جاپانیر کا قلعہ اتنا مضبوط تھا کہ خود سلطان بھی اکثر وہاں رہتا اور تمام خزانے اور دھنیں بھی وہیں رکھے جاتے۔ محاصرے کے وقت رومی خاں (عہدہ دار سلطان بہادر) ہمایوں سے مل گیا اور قلعہ ہمایوں کے قبضے میں آ گیا۔ سلطان بہادر کے پاس ایک طوطا تھا کہ آدمی کی طرح باتیں کرتا اور سمجھ کر بات کا جواب دیتا۔ سلطان بہادر اس کو اس قدر چاہتا تھا کہ سونے کے پنجرے میں رکھتا اور کسی وقت جدا نہ کرتا تھا، وہ بھی لوٹ میں آیا۔ جب دربار میں لایا گیا تو رومی خاں بھی وہاں موجود تھا۔ طوطے نے دیکھ کر پہچانا اور کہا : ”پھٹ پاپی رومی خاں نمک حرام“

(لعنت ہے رومی خاں نمک حرام) (ماخوذ از آب حیات)

اس حکایت کے لکھنے سے مطلب یہ ہے کہ اس زمانے میں بھی بھاشا سے ملی ہوئی اردو ایسی عام ہو گئی تھی کہ انسان جانوروں تک کو وہی بول سکھاتا تھا۔ یہ حیوانی تعلیم کوئی اجنبی کی بات نہیں، اب بھی طوطے مینا ایسے دیکھے جاتے ہیں، جن کی زبانوں سے رنائے ہوئے جملے آدمیوں کی طرح جاری ہو جاتے ہیں اور یہ بات اردو ہی کے لیے مخصوص نہیں بلکہ ہر زبان کے جملے اور الفاظ سکھائے جاسکتے ہیں۔ راقم حروف نے عرب میں ایک طوطے کو یہ جملے کہتے ہوئے سنا:

تَعَالٰ یا اَبُوے (اے باپ یہاں آؤ)

اردو زبان کی باقاعدہ تدوین

مغلیہ خاندان کی سلطنت ہمایوں کے عہد تک کچھ زیادہ مستحکم نہیں ہوئی، جس کا ثبوت تاریخی اوراق دیتے ہیں۔ ہمایوں کے بعد جلال اکبری کے جہاں نے جس جس شان سے اپنے جلوے دکھائے، ان سے ہندوستان کا کوئی گوشہ تاریک نظر نہیں آتا۔ تالیف و تصنیف اور ایجادات کے ایک نہیں بیسیوں

نمونے موجود ہیں اور کہا جاسکتا ہے کہ اگر زمانے کے انقلابات سے اس زمانے کی ہر چیز محفوظ ملتی تو اس وقت ہمارے پاس ضرور کوئی نہ کوئی اردو کی مستقل تصنیف بھی موجود ہوتی۔

بعض بے پروا تذکرہ نویسوں نے، اکبر اور جہاں گیر یا نور جہاں اور زیب النساء کی زبان اور زمانے سے اردو کو اتنا مانوس اور ملا جلا بتایا ہے کہ چند اردو اشعار کے نمونے پیش کرتے ہوئے لکھ دیا ہے کہ یہ رباعی اکبر نے کہی ہے اور یہ اشعار (اردو) نور جہاں و زیب النساء کے ہیں۔ اہل تحقیق کی نگاہوں میں یہ غلط بیانی کوئی وقت نہیں رکھتی، البتہ یہ بات طے شدہ اور تحقیق کی حد کو پہنچ چکی ہے کہ اردو زبان کے لیے مختلف قسم کے سامان اب سے بہت پہلے یعنی مسلمان فاتحین کے ابتدائی صلحوں کے ساتھ جمع ہونے شروع ہو گئے تھے جس کا اثر حضرت امیر خسرو کے زمانے میں یہ ہوا کہ ایک لغت کے مرتب کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مگر چونکہ وقتاً فوقتاً جنگ و جدل اور خانہ جنگیوں کی بے اطمینانیاں صدیوں تک پھیلی رہیں، اس لیے اورنگ زیب عالم گیر کے عہد تک دکن کے سوا ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں کوئی کتابی اور علمی ترقی نہ ہو سکی۔ ہندوستان کے صوبہ شمال و مغرب میں اورنگ زیب کے بعد چندانے گئے لوگ اس طرف ڈھلے اور انھوں نے اردو کو سینوں سے نکال کر سفینوں میں رکھنا شروع کیا۔

اردو کے متعدد نام

حضرت امیر خسرو کے زمانے میں اردو کو ہندی اور اس کے بعد ریختہ کہتے تھے۔ ہندی کہنے کا ثبوت خالق باری میں جا بجا ملتا ہے:

ارض دھرتی فارسی باشد زمیں	کوہ در ہندی پہاڑ آمد یقین
سنگ پتھر جانیے برکن اٹھاؤ	اسپ می ران، ہندی گھوڑا چلاؤ
یہ ہندی زبان خانہ ہم بیت گھر ہے	چو خوف و خطر بیم ہم ترس ڈر ہے
گرہ عقد باشد بہ تازی و لیکن	بہ ہندی بود گانٹھ بشنو تو از من

ان اشعار میں پہاڑ، گھوڑا چلاؤ، گھر، گانٹھ، کوہندی زبان کہا گیا ہے، اور آج اسی ہندی کو ہم اردو کہتے ہیں۔

ہندی کے بعد اسی زبان کو ریختہ کہا گیا ہے اور اس کی وجہ تسمیہ یہ کہی جاتی ہے کہ مختلف زبانوں سے اسے ریختہ کیا ہے، جیسے کہ دیوار وغیرہ پر چونے اور دوسرے مسالوں سے ریختہ

(استرکاری) کہا جاتا ہے۔ یا یہ وجہ ہے کہ ریختہ گری پڑی اور منتشر چیز کو کہتے ہیں، اس لیے اردو کو بھی جو متفرق زبانوں سے مل جل کر بنی ہے ریختہ کہا گیا۔ بہر حال اس لفظ کا استعمال سب سے پہلے سعدی دکنی (قبل دلی دکنی) کے کلام میں ملتا ہے جن کو ابراہیم عادل شاہ اول (995ھ/1586) کا ہم عہد کہا جاتا ہے۔ ان کی ایک مشہور غزل کا مقطع یہ ہے:

سعدی کہ گفتہ ریختہ در ریختہ، دُر ریختہ
شیر و شکر آ ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے
عموماً زبان نظم کو ریختہ کہا جاتا تھا، اور اس کی مثالیں قدما میں اکثر ملتی ہیں۔ میر تقی میر کہتے ہیں:
خوگر نہیں کچھ یوں ہی ہم ریختہ گوئی کے
معشوق جو اپنا تھا باشندہ دکن کا تھا
قائم چاند پوری کا مقطع ہے:

قائم میں کیا طور غزل ریختہ، در نہ
اک بات لچر سی بہ زبان دکنی تھی
لفظ ریختہ کا استعمال محمد شاہ اور شاہ عالم (شاہان دہلی) کے زمانے تک بالعموم شعرا نے
روا رکھا ہے۔ چنانچہ متقدمین دہلی میں حاتم، فضل، آبرو، میر، سودا، وغیرہم کے کلاموں میں جا بجا
موجود ہے۔ یوں کہنے کے لیے مرزا غالب تک نے اس لفظ کو موزوں کیا ہے:
جو یہ کہے کہ ریختہ کیونکہ ہو رشک فارسی
گفتہ غالب ایک بار پڑھ کے اسے سنا کہ یوں
طرز بیدل میں ریختہ کہنا
اسد اللہ خاں! قیامت ہے
مگر مرزا غالب سے پہلے جس کثرت کے ساتھ مستعمل ہوتا تھا، اب اسی افراط سے
ریختے کی جگہ اردو نے قبولیت حاصل کر لی ہے۔

اردوئے شاہ جہانی، اور صحت و فصاحت کے لحاظ سے اردوئے معلّٰی بھی اس کے توصیفی
نام کہے جاتے ہیں، جس طرح ریختہ سے پہلے امیر خسرو وغیرہ نے اردو کو ہندی زبان کہا ہے، اسی

طرح بعض مستشرقین مغرب نے بھی اپنے عہد اہل رائی میں اردو کو ہندوستانی سے تعبیر کیا ہے۔ غرض کہ ہندی ریختہ اور ہندوستانی سب اردو کے نام ہیں۔

دیوان اردو کی ترتیب

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اورنگ زیب عالم گیر سے بہت پہلے ہمایوں کے عہد سے شاہ جہاں کے زمانے تک اردو کی باقاعدہ شاعری دکن میں شروع ہو گئی تھی۔ چونکہ یہ کتاب اردو نثر کے تاریخی و تدریجی حالات میں لکھی گئی ہے اس لیے نظم اردو کے متعلق مختصر بیان سے زیادہ گنجائش تحریر نہیں۔ اس ثبوت کے لیے کہ دسویں صدی ہجری میں اردو شاعری سے صوبہ دکن اچھی طرح گوش آشنا ہو چکا تھا، سعدی دکنی کا نام کافی ہے۔ پھر قطب شاہی سلاطین میں قطب شاہ (متوفی 1020ھ / 1611) اور سلطان محمد قطب شاہ (متوفی 1035ھ / 1623) وغیرہ چند والیان دکن صاحب دیوان گزرے، اور کم و بیش اسی صدی میں سلاطین عادل شاہی (بیجا پور) کے ملک اشترافرتی مصنف علی نامہ اور ہاشمی وغیرہ بھی صاحب تصنیف ہو چکے ہیں۔ اگرچہ ان سب کی زبانوں میں دکنی لب و لہجہ اتنا غالب ہے کہ آج ان کا سمجھنا دشوار ہے تاہم اس طرز بیان کا اردو کے سوا دوسرا نام نہیں رکھا جاسکتا۔ چنانچہ ذیل کے اشعار سے اس کا ثبوت مل سکتا ہے:

نبی کی دعا سے برس گانٹھ آیا	 سال گرہ
خوش کی خبر کے دماے بجایا	 نقارہ
کرے مشتری رقص مجھ بزم میں نت	 ہمیشہ
برس گانٹھ میں زہرہ کلیان گایا	 نام راگ
صباحی وہ کھ دیکھ پینا شراب	 صبح
فرح بخش ساعت میں لینا شراب	
سکھی تو ہر گھڑی مجھ پر نہ کر غیظ	
محبت پر نظر رکھ کر ہر غیظ	 بھول جا
جسے تو دیا زور شمشیر کا	
نہ سر پنجہ ہو تبس سے مم شیر کا	 اس سے

دھنی تو ہی ہے مسجد و دیر کا بانک
تو ہی ہے سب صلح ہو رہا میر کا اور
یوں خاصیت ہے عشق کی یاں کوئی کیا کرے
بیگانہ کو یو عشق بلد آشنا کرے یہ

نثر اردو کی تعریف کا آغاز

مسلمانوں کے اکثر تاریخی کارنامے انقلابات زمانہ کی دست برد سے دریا برد ہو گئے ہیں۔ یہ سنتے آتے ہیں کہ شاہ جہاں کے عہد میں لشکری زبان کی مناسبت سے اردو بازار قائم ہوا تھا مگر اس کا کوئی اثر، کسی طرح کا کارنامہ، زبانی روایت کو تاریخی درایت بنا کر نظر نہیں آتا۔ کاش عرب کے ایام جاہلیت کی یادداشت انسب حیوانی کی طرح اس زمانے کے افغانی و ایرانی انسان بھی ایسی روایات زبانی کو علم سینہ بہ سینہ بنا کر محفوظ کرتے آتے تو شاید آج تلاش حالات میں اتنی دقت نہ ہوتی۔ اس عدم اعتنا اور بے پردائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ فی زمانہ ہم میں سے جس کسی ایک کی محدود تحقیقات، ادیت کے شمار میں آ جاتی ہے وہی مختتم تحقیقات سمجھی جاتی ہے۔

وسائل تحقیقات کی قلت سمجھیے یا اپنی غفلت کہ اردو نثر کا پہلا مرقع کتابی شمس العلماء محمد حسین آزاد نے فضلی کے ترجمہ وہ مجلس کو سمجھا ہے اور اب تک جس کسی نے اردو کی تاریخ لکھی ہے اسی تحقیق کو مکمل جانا ہے۔ اس باب میں مابعد کی تمام تالیفیں تقلیدی ہیں نہ تحقیقی۔ ان مقلدین میں وہ مصنفین مستثنیٰ سمجھے جائیں جنہوں نے 1920 کے بعد داد تحقیق دی ہو۔

راقم الحروف فی الحقیقت بہت محدود اور معمولی حرف شناسی کی قابلیت رکھتا ہے لیکن باوجود نا اہلی، شوق تلاش سے مجبور ہے۔ اہل نظر کے سامنے اپنی ناچیز و نامکمل خدمت پیش کرتے وقت اس کدو کاوش میں رہتا ہے کہ حتی الوسع حد تحقیق تک پہنچنا چاہیے۔ اس محب تحقیق میں ابتدا اپنی پسائی سے میں بھی طابق العلعل بالعلعل بنا رہا مگر دل میں یہ خلش برابر جاری رہی کہ جب صوبہ دکن میں اب سے پانچ سو برس پہلے کا سرمایہ نظم دست یاب ہوتا ہے تو کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ کثرت نہ سہی بہ قلت ہی نثر اردو کا کوئی نمونہ نہ ہو؟

بالآخر ”جو بندہ یا بندہ“ یہ خلش دور ہوئی اور سلاطین بہمنہ اور ان کے بعد

عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں کے عہدوں کی اتنی تالیفیں نظر افروز ہوئیں، جن کے سامنے یہ قیاس و ہم سے زیادہ وقیع نہیں رہا کہ نثر اردو کی پہلی تصنیف محمد شاہ کے عہد میں ہوئی ہے۔

اس سے پہلے بھی لکھ چکا ہوں، اور پھر لکھتا ہوں کہ ان پرانی کتابوں کی زبانیں اس زمانے کے لیے یک قلم اجنبی ہیں لیکن جب کہ گیارہویں بارہویں صدی ہجری کا یہ شعر:

بامں کی بیٹی ایک موری آنکھ موں پری

گالی دیا د غصہ کیا اور دگر لری

نظم اردو کے ضمن میں لکھا جاتا ہے تو آٹھویں، نویں صدی ہجری کی یہ عبارت نثر: ”حضرت اپنی مبارک زبان سوں حضرت بی بی عائشہؓ تے کہے ہیں، کل اصحاباں ہو ر خاص اصحاب مجلس میں حاضر تھے۔“ کس زبان سے موسوم کی جائے گی۔

البتہ ان کتابوں کی طرز نگارش کے متعلق اتنا کہہ دینا ضروری ہے کہ ابتداء اردو نے اپنے زمانے کی مروجہ روٹ فارسی کو سامنے رکھا ہے۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ طغرا و ظہوری اور طاہر و خید و بدر چاچ کے زمانوں میں فارسی استعارات و تلازمات کا مجموعہ رہی ہے۔ یک سطر میں مضمون کو نئی نئی تشبیہات اور رعایت لفظی کی بیچ در بیچ الجھنوں کے ساتھ ہزار سطروں میں ختم کیا جاتا تھا۔ چونکہ عجی تکلف و صناعت کو فارسی کی عذوبت اور فارسی دانوں کی الف و عادت نے مانوس بنا رکھا تھا، اس لیے اس کی عام دل پسندی معلّم ہو گئی تھی۔ اس کے مقابل میں لاوارث اردو کے مالِ یغما سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی اور پھر یہ کہ اس کا سودا سات پانچ کی زبانوں سے مل کر بارہ باٹ ہو رہا تھا، کس منہ سے فارسی کی ہم نوائی کر سکتی تھی۔ غرض کہ عہد قدیم کی اردو میں جا بجا تلازات و رعایات اور استعارہ در استعارہ کی شان تو قریب قریب وہی ہے جو اس وقت کی فارسی میں تھی، لیکن نئی اور محدود وسعت و حالت کی وجہ سے کوئی دل کشی و دل آویزی نہیں پائی جاتی اور یہ بات کچھ اسی زمانے کے لیے مخصوص نہ تھی، بلکہ وہ تالیف بھی جس کو بہ تقلید آب حیات اردو نثر کی پہلی تالیف کہا جاتا ہے اس دلچسپی سے معرا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے بعد بھی ’فسانہ عجائب‘ اور ’آرائش محفل‘ کی طرح تمام مبیع و مفت تصنیفیں اس وقت نامطبوع سمجھی جاتی ہیں۔ بہر حال تاریخی حیثیت سے یہاں یہ دکھانا مقصود ہے کہ جس نثر اردو کو اب تک محمد شاہی عہد کا

کارنامہ سمجھا جاتا تھا، وہ فی الحقیقت اس سے تین سو برس پہلے سلطان فیروز شاہ (دکنی) معاصر امیر تیمور (801ھ/1398) کے زمانے کی یادگار ہے۔

نظم اردو کا وجود تصانیف نثر سے قبل دکن میں پایا جاتا ہے۔ اس لیے یہ احتمال ممکن الوقوع ہو سکتا ہے کہ اس زمانے میں نظم کے ساتھ نثر کی کتابیں بھی لکھی گئی ہوں اور انقلابات کے طوفانوں نے ان کو کہیں کا کہیں بہا دیا ہو، جس طرح مصنف کی زندگی کے ساتھ تصنیف کی ترسیم و اصلاح قائم رہتی ہے اسی طرح اگر ذوق تالیف کے ساتھ شوق تحقیق بھی جاری رہا تو ممکن ہے کہ آج ہم کو آبِ حیات کی تلاش کے بعد فضلی سے حضرت سید محمد حسینی گیسو راز اور شمس العشاق وغیرہم مقدم نظر آئے ہیں۔ ہمارے بعد دوسروں کے سامنے اور نئی صورتیں رونما ہو جائیں۔

بایں ہمہ اس خصوص میں یہ اعتراف و اعلان ناموزوں نہیں کہ اس وقت تک ہندستان کے صوبہ جات شمال و مغرب میں محمد شاہ یا عالم گیر سے پہلے کوئی نمونہ اردو نثر کا نہیں ملتا۔ فضلی جن کو آزاد نے نثر اردو کا مؤلف اول کہا ہے وہ بھی دکنی تھے مگر چونکہ ان کی کتاب ہندستان کے اکثر صوبوں میں پہنچ گئی ہے اور اس کی ترتیب نثر قریب قریب وہی شان رکھتی ہے، جس کو فضلی کے بعد دوسرے اہل قلم نے بھی برقرار رکھا ہے، لہذا اس کو ہندستان کی شمالی و مغربی تصانیف میں شامل کر لینا بے محل نہیں۔

فضلی سے بیس پچیس برس پہلے اورنگ زیب عالم گیر کے عہدِ آخر میں نارنول ضلع کرنال کے سید جعفر ایک ہنسوز اور محکو شاعر گزرے ہیں، جن کے تعارف کو جب تک زلی سے معنون نہ کیا جائے پہچانے نہیں جاتے۔ انھوں نے بھی چند خاکے اردو نثر کے دکھائے ہیں جو دو چار سطروں سے زیادہ نہیں، لیکن وہ سب کے سب حدِ تہذیب سے باہر ہیں۔ اس لیے ان کا نمونہ نہ اس کتاب میں لکھا جاسکتا ہے، نہ وہ مستقل تصنیف میں شامل ہونے کے قابل ہیں۔ اوز پھر یہ بات بھی ہے کہ وہ عبارتیں خالص اردو میں بھی نہیں ہیں۔

ابتدائی اردو کی کتابوں کے نام

زبان کی ابتدائی ساوگی کا ایک نمونہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس عہد کے مصنف و مؤلف اپنی کتابوں کے نام خالص اردو میں رکھا کرتے تھے۔ مثلاً ”سب رس“ (مولفہ 1040ھ/1630) اس نام میں دو لفظ ہیں اور دونوں بھاشا کی ابتدا سے اردو کے عہدِ حاضر تک روزمرہ بول چال میں

بہ کثرت شامل ہیں۔ مگر میرا خیال ہے کہ ان سطروں کے پڑھنے تک بعض ناظرین کا ذہن معنی یاب نہ ہوا ہوگا، یہ کیا ہے؟ ہمارے پر تکلف مذاق کی سادگی سے اجنبیت۔ بہر حال اس کا مفہوم آج کل کے ادب لطیف میں ”سراپا شیریں“ سے ادا ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ”پھول بن“ ترجمہ بساتین۔ مترجمہ ابن نشاطی (1076ھ/1665) اور ”من لکن“ مولفہ تافسی محمود (1112ھ/1700) یہ رنگ سادگی فضلی کے زمانے تک پایا جاتا ہے، انہوں نے بھی اپنے ترجمہ دو مجلس کا نام ”کر بل کتھا“ (کر بلائی کہانی) رکھا ہے۔

موجودہ اردو کی ابتدا

نویں صدی اور گیارھویں صدی ہجری سے قطع نظر کر کے ترجمہ فضلی کے بعد پان صدی تک کوئی نثری کتاب شمال ہند میں نہیں ملتی۔ محمد شاہی زمانے میں اور اس سے آگے پیچھے دلی، حاتم، آرزو وغیرہ بہ کثرت صاحب دیوان شاعر گزرے ہیں۔ لیکن کسی ایک نے بھی اردو نثر کی طرف عتبان توجہ نہیں پھیری۔ خان آرزو سے خواجہ میر حسن بلکہ انشا تک جس نے اردو زبان یا شعرا کے متعلق کوئی تذکرہ یا کوئی کتاب لکھی تو اس کی زبان فارسی ہی رکھی۔

مغلیہ خاندان کا لب لباب آفتاب شاہ عالم اور ٹمٹاتا ہوا چراغ سحری سراج الدین ابوظفر کا زمانہ ایسا گزرا ہے جس میں خال خال نثر اردو کی کتابیں تالیف ہونے لگیں تھیں۔ اگرچہ وہ کتابیں نہ شاہی دربار سے منسوب تھیں نہ ان کے حکم و منشا سے لکھی گئی تھیں (جس کا سبب ان کی برائے نام بادشاہت کی بے اثری تھی) بائیں ہمہ چونکہ قلعہ معلائے دہلی میں ان کی محدود حکومت باقی تھی اور عموماً ہندوستان میں ان کا نام و ذکر بادشاہوں کی طرح بہ خلوص نیت زبانوں پر جاری تھا۔ اس لیے ایسی کتابوں کو جو حکومت برطانیہ کے باضابطہ احکام و نظام کے علاوہ شائع ہوئی ہیں، انہیں یادگار سلاطین مغلیہ سے منسوب کرنا غیر مناسب نہ ہوگا۔ ایسی کتابوں کی تعداد بہت زیادہ نہیں، مگر جس قدر بھی ہو قابل افسوس ہے کہ اکثر حصہ غیر مطبوع و نامعلوم ہے اور پرانے خاندانوں میں کہیں کہیں تلاش سے یہ سرمایہ مل جاتا ہے، جیسے کہ فضلی کی کر بل کتھا یا مرزا رفیع سودا کا ترجمہ شعلہ عشق وغیرہ۔ لیکن یہ سرمایہ بھی گنج باد آرد کی طرح افسانہ ہی افسانہ ہے۔ یہی زمانہ تھا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت ہند مضبوط اور مستقل ہوئی اور دوسرے ملکی انتظامات کے ساتھ یہاں کی

زبان کے لیے بھی ابتدائی اور عارضی توجہ شروع کی گئی۔ انھیں توجہات کا نتیجہ ہے کہ 1217ھ/1805 میں پریم ساگر لٹو جی نے اور چہار درویش کا اردو ترجمہ عطا حسین تحسین نے اور حکام وقت کے ایما سے سیرامن دہلوی، رجب علی سرور اور شیر علی افسوس وغیرہم نے باغ و بہار، آرائش محفل، اور اخلاق حسنی (اردو) وغیرہ کتابیں ترجمہ و تالیف کیں، اسی سلسلے میں دوسرے اہل قلم نے بھی یہ طور خود اردو نثر کا سرمایہ تصنیف فراہم کیا۔ یہ سرمایہ نہ صرف قصوں، کہانیوں تک محدود رہا بلکہ قواعد و لغت اور تراجم مذہبی تک وسعت دی گئی۔ مثلاً شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فرزند ان رشید، شاہ عبدالقادر اور مولانا رفیع الدین نے قرآن پاک کے ترجمے کیے۔ ان مذہبی و اخلاقی موافقین و ستر جمین کے علاوہ مسٹر جان گلکرسٹ اور وارن ہیسٹنگز، اور مارکوس وٹزی وغیرہ مستشرقین و حکام بالا دست نے خصوصیت سے ترقی اردو کو ملحوظ رکھا۔ اردو کی گرامر مرتبہ مسٹر جان گلکرسٹ بھی اسی زمانے (1218ھ/1803) کی یادگار ہے۔ خلاصہ یہ کہ اردو نثر کی نمایاں خدمتیں انگریزی عمل داری کے قیام کے ساتھ بڑھتی رہیں۔ ان خدمتوں اور کارروائیوں کا یہ عام اثر تھا کہ 1352ھ/1836 میں دہلی سے مولوی محمد باقر والد ماجد شمس العلماء آزاد نے ہفتہ وار اردو اخبار جاری کیا، یہ اخبار 1273ھ/1857 سے پہلے تک جاری رہا۔

عدالتی اور کتابی آسان و سلیس اردو

یہ ظاہر اردو زبان کی عام خدمات ہندوستان کے شمال و مغرب میں اٹھارہویں صدی عیسوی (1715) سے شروع ہو گئی تھیں، مگر یہ واقعہ ہے کہ 1857 بلکہ اس سے دس پندرہ برس بعد تک جتنی کتابیں نظم اردو میں لکھی گئیں اور شائع ہوئیں، ان کا آٹھواں حصہ بھی نثر میں نہیں لکھا گیا۔ اگرچہ 1251ھ/1835 میں اردو ملکی اور دیسی زبان تسلیم ہو کر فارسی کی جگہ سرکاری دفاتر میں تھوڑی بہت لکھی جانے لگی تھی، اور عموماً سرکاری سمن اور پروانے اور اکثر تجاویز و احکام اردو میں تحریر ہونے لگے تھے۔ پھر بھی اجنبی ترکیبوں اور عربی فارسی الفاظ کی ملاوٹ سے زبان میں صفائی اور سلاست پیدا نہیں ہوئی تھی۔ جس طرح سہ نثر ظہوری، شبنم شاداب اور بیچ رقتہ وغیرہ کی عبارتوں میں استعاروں کی بھرمار اور متواتر اضافتوں کی ترکیبیں بہ کثرت پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح اردو کا ابتدائی طومار نظر آتا ہے۔ ان رکاوٹوں سے اس وقت اردو زبان میں کوئی قابل قبول علمی شان پیدا

نہ ہو سکی۔ زبانی ادائے مطلب کے لیے عموماً اردو میں بات چیت کی جاتی تھی، مگر کتابوں اور مضمونوں بلکہ چھوٹے چھوٹے رقعوں اور خطوں میں بھی فارسی زبان لکھی جاتی تھی۔ یہ حالت اب سے پچاس برس پہلے تک ہر ایک پڑھے لکھے خاندان میں موجود تھی اور یونانی اطباء میں اب تک مروج ہے۔ حکیم صاحب مریمضوں سے گفتگو اردو میں کریں گے، مگر ہواشانی کے بعد جب نسخہ لکھیں گے تو وہی آمینتہ دینتہ و ریختہ کی گردان کی جائے گی۔

نذر (1857) سے دس بیس برس بعد جب ملک کے بعض سربراہ آوردہ اہل علم نے اس طرف توجہ کی اس وقت سے تاریخی اور علمی کتابوں کے ترجموں نے اس بازاری یا کاروباری زبان کو موجودہ روش پر لانے کی کوشش کی ہے۔

آسان اور قابل تقلید اردو کے مصلح

نذر (1857) کے قبل آسان اور قابل تقلید نمونے سب سے پہلے مرزا اسد اللہ خاں غالب کے خطوط میں ملتے ہیں۔ میرامن اور ان کے معاصرین کی اردو نثر اگرچہ غالب کے خطوط سے مقدم ہیں، مگر وہ جس انداز بیان کی حمایت کرتی ہیں ان کی تقلید آج کل کے لیے حماقت سمجھی جاتی ہے۔ غالب نے بھی اپنی بعض تقریظوں اور خطوں میں اردو عبارت آرائی کو جمع اور توانی کے دائروں میں تنگ کیا ہے۔ بایں ہمہ ان کے سرمایہ خطوط میں کافی مقدار ایسی مراسلت کی موجود ہے، جس کا صاف انداز اور عام فہم اسلوب آج کل کی بہتر سے بہتر اردو کا ہم ردیف نظر آتا ہے۔

مرزا غالب سے پہلے انشا اللہ خاں نے کتاب ”دریائے لطافت“ اردو قواعد میں لکھی ہے، چونکہ اس میں قواعد کا بیان فارسی زبان میں کیا گیا ہے اس لیے اس کو اردو تصانیف میں شامل کرنا بے جوڑی بات معلوم ہوتی ہے۔ البتہ ”دریائے لطافت“ میں جہاں جہاں اردو کی عبارتیں بہ طور مثال لکھی گئی ہیں، ان کے پڑھنے سے یہ اندازہ اچھی طرح ہوتا ہے کہ اس وقت بھی اردو زبان میں پوری صفائی اور قابلیت بیان پیدا ہو چکی تھی، جس کا قابل قدر اور شایان تقلید مرقع مرزا غالب کی جہش قلم کا نقش و نگار ہے۔ اس بنا پر یہ کہنا حق بجانب ہے کہ موجودہ روش اردو کے مصلح اعظم مرزا غالب ہی ہوئے ہیں۔

انشا اور مرزا غالب کے بعد جس مصلح قوم اور خیر خواہ ملک نے ہندوستان کی تعلیم معاشرت اور اردو زبان و طرز بیان پر نہ صرف توجہ دے کر دوا کی احسان و کرم کیا، وہ ایک اور صرف ایک جواد الدولہ عارف جنگ آنرہیل ڈاکٹر سرسید احمد خاں مرحوم کی ذات مستجمع الصفات ہے۔ ان سے پہلے (بہ لحاظ عمر) مرزا غالب نے اردو خطوط نویسی ضرور شروع کی مگر اسی کے ساتھ فارسی خط و کتابت سے بھی مانوس و مالوف رہے۔ لہذا ان کی یہ خدمت اگرچہ ہر طرح سراہنے کے لائق ہے پھر بھی اس کو ایک محدود خدمت سے زیادہ وسعت نہیں دی جاسکتی۔ لیکن سرسید نے جس وقت سے اصلاح قوم و ملک کے لیے قلم اٹھایا، اپنے آخر دم تک اردو زبان کے سوا اور دوسری زبان کو منہ نہ لگایا۔ اسی التزام و استحکام کا نتیجہ مستقل ہے کہ پھر کسی مصنف و مولف نے فارسی و عربی انداز تحریر کو ملکی و علمی، مذہبی و قانونی، غرض کسی قسم کے مبادلہ خیالات کے لیے موزوں و مناسب نہیں سمجھا۔ چنانچہ اس وقت سے اس وقت تک کوئی قابل الذکر کتاب یا مضمون موجود نہیں، جس میں کسی مشہور مصنف نے اردو کے سوا دوسری زبان استعمال کی ہو۔

سرسید علیہ الرحمۃ کی دو ابتدائی کتابیں (ترجمہ آئین اکبری و آثار الصنادید) ایسی ملتی ہیں جن میں برائی اردو کی جھلک نظر آتی ہے۔ مگر ان انی گنی تحریروں کے بعد اس خیر اندیش بزرگ نے اپنی زبردست دماغی قابلیت و بصیرت سے اپنی زبان کو اس طرح مانجھا کہ آج اسی کوشش و سعی کی بدولت اردو آپ رواں کی طرح بے روک ٹوک ہر طرف جاری ہے۔

نتیجہ کلام

اصولاً ہر زبان کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ اول روزمرہ کی بول چال، دوم ادب کتابی۔ پہلی قسم تعلیم کتابی کی محتاج نہیں۔ البتہ دوسری قسم کے لیے درس گاہ کے بغیر واقفیت دشوار ہے۔ ضرورت ہے کہ عام تعلیم گاہوں میں اپنی ملکی زبان کی تعلیم و تدریس پر کافی توجہ کی جائے۔ فسانہ عجائب، چار درویش جیسی مقفی و مسجع تحریریں مدت سے متروک ہو چکی ہیں اور آئندہ کے لیے بھی امید نہیں کہ توسیع زبان کا خیال ان چھپدگیوں کو روا رکھے۔ ایسی عبارتوں کا نصاب میں داخل کرنا تحصیل حاصل ہے۔ اس بات کا لحاظ سب سے مقدم ہونا چاہیے کہ جس زبان کی تعلیم دی جائے وہ اپنے ادائے مطلب میں بے حد آسان اور زود فہم ہو۔ ساتھ ہی اس کے یہ خیال بھی لازماً

کرنا چاہیے کہ ہندوستان میں صرف مسلمان ہی آباد نہیں ہیں بلکہ ان سے بہت پہلے آریا آباد ہو چکے ہیں۔ اگر مسلمان اپنے ساتھ عربی، فارسی اور ترکی الفاظ لائے ہیں تو ہمسایہ اقوام کے پاس بھی سنسکرت اور دوسری پراکرتیں موجود ہیں۔ اردو کے جامہ زیب جسم پر بھاری بھاری لفظوں کا بار ڈالنا اس کی اصلی اور فطری صورت کا بگاڑ دینا ہے۔ دس بیس برس سے یہ دبائے عام پھیلی ہوئی ہے کہ خاص کدو کاوش کے ساتھ غیر مروج ترکیبیں اور ناموس عربی و فارسی الفاظ کا استعمال اردو انشا پردازی کا امتیازی نشان سمجھا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی اس حرکت نے ہندوؤں کو بھی بچھا مینے نہیں دیا اور اب وہ بھی اپنے ہلکے پھلکے بیان کو سنسکرت کے بھاری بھرکم شبدوں (الفاظ) سے ملا کر گھٹل کرتے جاتے ہیں۔ اسی ضمن میں تیسری روش تحریر ان انگریزی خواں اردو دانوں کی ہے جن کو یہ مرض لاحق ہو گیا ہے کہ اردو کے ایک لفظ کے بعد جب تک چار لفظ انگریزی کے نہ بولیں صحت زبان پر یقین نہیں کر سکتے۔ غرض کہ جس طرح سو برس پہلے مسیح و مشنکی زبان متردک ہو چکی ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ التزام کے ساتھ یہ موجودہ خود روشیں چھوڑ دینے اور بھول جانے کے لائق ہیں، ورنہ انجام میں کہنا پڑے گا۔

”نہ اینم شد نہ آنم شد در یغا روزگارے من“

اس کتاب کی حقیقت

انسان نے انعامات قدرت سے تمام مخلوقات کے مقابل میں صاحب زبان ہونے کا جائز استحقاق حاصل کیا ہے۔ یہ کوئی بے معنی و مبہل منطق نہیں بلکہ واقعی اس نے اپنی خاموشی مگر پر جوش خیالی تصویروں میں آواز و حرکات کی جدت طرازیوں سے گونا گوں نقش و نگار قائم کر دیے ہیں۔ پیدا ہوتے وقت اگرچہ مویشیوں کی طرح صوت محض پر قادر تھا لیکن بہت جلد اپنی نمایاں ترقی کے گہوارے میں نظر آنے لگا۔ چشم و ابرو کے اشاروں اور لب و دہن کی حرکتوں نے اتنے ہاتھ پاؤں مارے کہ گھٹنوں چلنے سے پہلے ذوی الارواح کی صف امتیاز میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ رفتہ رفتہ وہی اشارات و کنایات بولتی ہوئی تصویروں کا مرقع بن گئے، اور وہی پر جوش خاموشی طلسم آفریں بن کر اپنے حکم ناطق سے دوسروں کو مسحور کرنے لگی۔ غرض کہ انسان کے نطق و تکلم نے اتنی مختلف النوع شکلیں اختیار کی ہیں جن کے شمار و احصا کے لیے یہ صفحات کافی نہیں۔

چونکہ انسان طبعاً اور فطرتاً تکلم کی بسم اللہ نثر سے کرتا ہے اس لیے یہاں صرف نثر اردو کے متعلق چند خیالات کا اظہار سوزوں و مناسب ہوگا۔

نطق انسانی کے مدارج بہر حال تین حیثیتیں رکھتے ہیں:

الف - پیدا ہونے کے بعد رونے یا مہمل اوں، ایں، آں کے سوا کوئی مطلب کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔

ب - دودھ چھوٹنے سے دو چار برس تک ادھ کٹ اور نامربوط اسماء و افعال پر زبان قادر ہو جاتی ہے۔

ج - 7، 8 برس سے 20، 22 برس (زمانہ تعلیم) تک قوتِ ناطقہ مکمل ہو جاتی ہے۔ اس تکمیلِ نطق کے بعد ایک تعلیم یافتہ میدانِ عمل میں قدم رکھتا ہے اور اب اس کی گویائی اپنے رجحانِ طبیعت اور ودیعتِ فطرت کے مطابق ایک طرزِ خاص اختیار کر لیتی ہے۔

ولادت سے ترکِ رضاعت تک زبان و بیان کے متعلق تفصیل و تمیل تحصیل حاصل ہے کیونکہ ہر تنفس اپنے گھر میں وہ صورتیں دیکھتا رہتا ہے، البتہ تیسری حیثیت میں جس کا آغاز آٹھ دس برس سے شروع ہوتا ہے بہر نوع قابلِ غور ہے، یہی دفترِ ادب کا عنوان ہے اور یہیں سے عروجِ گویائی کو ارتقائی زینے طے کر کے بامِ تکمیل تک پہنچنے کا موقع ملتا ہے۔ اب اگر اس موقع پر اصلاحِ زبان اور اس کے تحفظ کا سامان نہ کیا گیا تو زبان کی حیثیت قابلِ اعتماد نہیں رہتی۔

انسانی تکلم دو صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے یعنی تقریر یا تحریر۔ پھر ان صورتوں سے بہت سے مرقع بن جاتے ہیں۔ کبھی زبانِ قلم کے ذریعے سے کتابت کی صورت نظر آتی ہے۔ پھر کتابت کے بعد بھی مختلف شعبے ہو جاتے ہیں۔ مثلاً عام تصنیف و تالیف یا کسی عنوان خاص پر کوئی مضمون یا مراسلت۔ اسی طرح تقریر کے وعظ یا لکچر کی صورت میں سنی جاتی ہے یا معمولی اظہارِ خیالات اور روزمرہ بات چیت کے لیے لب کشائی کرتی ہے۔

جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ پچاس سو کوس کے دورِ مکانی سے تکلم کا لب و لہجہ متغیر ہو جاتا ہے، اسی طرح یہ دیکھا جاتا ہے کہ پچاس سو برس کے تفاوتِ زمانی سے زبان و بیان میں بھی اختیار و ترک اور اضافہ و ترمیم کے ذریعے سے تبدیلیاں ہو جاتی ہیں۔

اس وقت تک جتنی تالیفات اردو زبان کے متعلق شائع ہو چکی ہیں ان میں کوئی کتاب ایسی نظر نہیں آئی جس میں ایسی تبدیلیوں کا مفصل و مشرح بیان کیا گیا ہو۔ پرانی کتابوں میں صرف ”دریائے لطافت“ ایک ایسی تصنیف ہے جس میں انشا اللہ خاں نے بعض اسالیب بیان کے نمونے دکھائے ہیں، مگر وہ محدود اور مختصر تمثیلات اس خیال کی تکمیل نہیں کر سکتیں جس کی ضرورتیں تاریخی حیثیت سے فی زمانہ محسوس کی جاتی ہیں۔ راقم حروف نے ساہا سال کی محنت و کاوش اور تجسس و تلاش کے بعد یہ سرمایہ جمع کیا ہے جس میں ابتدائے ترویج اردو سے عہد حاضر تک جس قدر اندازہ بیان اردو زبان نے پیدا کیے ہیں، ان سب کے نمونے اصل کتابوں سے اقتباس کر کے یکجا کر دیے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں مذہب، تراجم، فلسفہ، بیانات، تاریخ، تفسیر، قانون، تقاریر، ریویو، مراسلات، اخبار، تجاویز عدالت، پروانجات، فنون لطیفہ اور پھر ہر سوسائٹی اور طبقے کی تحریریں اور تقریریں شامل کی گئی ہیں۔ اور یہ سب نمونے جدا جدا عنوانوں میں دکھائے گئے ہیں اور ہر نمونے کے ساتھ اس عہد کے مستعملہ الفاظ کا حوالہ دیتے ہوئے آخر میں بہ طور تبصرہ و کیفیت قابل ترک اور لائق اختیار انداز بیان اور رفتار زبان کو حواشی کے تحت میں دکھایا گیا ہے۔

میری ناقص تحقیقات میں اردو کا کتابی دور حضرت امیر خسرو (متوفی 725ھ) سے شروع ہوتا ہے، مگر چونکہ اس عہد کی کوئی نثر کتاب اس وقت تک دست یاب نہیں ہوئی اور اس کتاب میں ہر دعویٰ تمثیل سے ثابت کیا گیا ہے، اس لیے آٹھویں صدی ہجری کو نظم کا ابتدائی دور سمجھ کر نثر کی ابتدائی صدی ہجری سے قائم کی گئی ہے۔ ہر صدی کے نمونے نمبر وار درج کیے گئے ہیں اور ہر نمونے کے تحت میں جتنے علوم و فنون کے مرقع مل سکے ہیں، ضروری تفصیل کے ساتھ (سنہ تالیف، زمانہ، مصنف وغیرہ) پیش کیے گئے ہیں۔ چونکہ ہر دور میں تمام علوم و فنون کی تصنیفات و تالیفات موجود نہیں پائی گئیں اس لیے یہ عذر قابل قبول ہے کہ ہر دور میں تمام علوم و فنون کی ترتیب یکجا نہ ہو سکی۔

نویں صدی ہجری (801ھ/1398) سے اس وقت (1348ھ/1929) تک ساڑھے پانچ سو برس کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس زمانے کو - حساب صدی چھ دوروں میں تقسیم کیا گیا

ہے۔ اس طرح پانچ دور تو اپنے تمام ارتقائی مراحل طے کر چکے ہیں، البتہ چھٹے دور نے ابھی آدھا لپیٹا ہے۔ اس کا تمام دور کو بھی مکمل سمجھنا چاہیے کیونکہ بہ ظاہر اسباب آئندہ اردو زبان میں اگر کوئی اضافہ ہو سکتا ہے تو مغربی انداز بیان اور یورپی الفاظ کے فیضان عام کا جدید اثر ہوگا نہ شرقیات کہن کا۔

ان ادوار شش گانہ میں جتنے نمونے دکھائے گئے ہیں ان کی وضاحت ایک مخصوص نقشے میں کی گئی ہے جس میں کتاب کا نمبر ترتیب، کتاب کا نام، مصنف کا نام اور اس کا عہد اور اس کے بعد عبارت کا اتنا نمونہ درج کیا گیا ہے جس سے پڑھنے والے کو اس زمانے کی زبان کا اچھی طرح اندازہ ہو سکے گا۔

دور کا سلسلہ صدی کے ساتھ اور نمونے کا سلسلہ فن کے ساتھ قائم کیا گیا ہے۔ یعنی نمونوں کے تحت میں عام تصنیف و تالیف سے اشتہاروں تک جتنے نمونے مندرج ہیں ان میں ہر دور کا نمونہ نمبر کی ترتیب سے دکھایا گیا ہے، جس کا پتہ بالائی حاشیے پر دیا گیا ہے۔ اور ادوار کا سلسلہ ہندسوں کی ترتیب سے نقشے میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اس حساب سے ہر صدی کی تصنیف ہر دور کے ساتھ مخصوص ہے۔ نمونے کا سلسلہ 801ھ سے 1348ھ (1338 سے 1929) تک پھیلا ہوا ہے۔ اس التزام سے بہ آسانی معلوم ہو جائے گا کہ ہر دور میں کتنی کتابوں کے نمونے اس مجموعے میں مندرج ہوئے ہیں۔

اس کتاب کی تالیف اب سے سات آٹھ برس پہلے شروع ہوئی تھی، اور دو تین سال کی لگاتار محنت نے اس قابل کر دیا تھا کہ شائع کر دی جاتی مگر بعض موانع ایسے حائل ہوئے کہ یہ خیال پورا نہ ہو سکا۔ اسی دوران میں حیدر آباد دکن کے دو ایک سفر کیے اور وہاں بعض مجالس اہل ادب میں اس کے مذاکرے ہوئے اور کچھ اجزائے سنائے گئے۔ خلاصہ یہ کہ اس تعویق کے زمانے میں دیگر مصنفین کی طرف سے ایک کتاب شمال ہند سے اور دو رسالے خاص حیدر آباد دکن سے اس بحث میں شائع ہو گئے۔ مسبوق الذکر کتاب جس کا نام ”سیر المصنفین“ رکھا گیا ہے، دو حصوں میں منقسم ہے۔ اس کتاب کا اشتہار پڑھ کر مجھے اپنی محنت کے ضائع جانے کا اندیشہ ہوا تھا، مگر اس کی اشاعت کے بعد وہ باتیں اس میں نظر

نہ آئیں جن کو ایک ناقص کے شوق نے مکمل کیا ہے۔ اسی طرح موخر الذکر رسائل جو ”اردوئے قدیم“ اور ”دکن میں اردو“ کے نام سے شائع ہوئے ہیں، وہ بھی مخصوص دکنی زبان کے مرقع معلوم ہوئے۔ اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ ”تاریخ نثر اردو“ اپنی طرز اور اپنے انداز میں مختص النوع تالیف ہے۔

مجھے اس کا اعتراف ہے کہ دوسرے معنفین کی طرح میں نے اس کتاب میں زبان اردو کے متعلق اتنی تفصیل و تشریح سے بحث نہیں کی جس کو مکمل تاریخ کہا جائے۔ نیز اس مقدمے میں اردو کے ارتقائی مدارج کو ترتیب وار ظاہر نہیں کیا ہے۔ اس اختصار و اجمال کی وجہ یہ ہے کہ اصل کتاب میں وہ جملہ مواد موجود ہے جس کو پڑھ کر ایک معمولی مبصر زبان اردو کے تمام ضروری حالات سے واقف ہو سکتا ہے۔

دریائے انقلاب اور امواج تغیر کے مد و جزر نے جتنے جواہر پارے سواحل مناظر سے ہم آغوش کر دیے ہیں، ان سب درہائے ناسفہ کو مختلف نمونوں کی لڑیوں میں پر دیا ہے، پھر بھی اس سلسلے کی تمام کڑیاں دست یاب نہیں ہو سکیں۔ اس لیے زمانہ و عہد کی مسلسل ترتیب و تنظیم سے قطع نظر کرتے ہوئے مختلف زمانوں میں یعنی بعید سے بعید اور قریب سے قریب کی نثریں پیش کی گئی ہیں۔ اور تاہم مقدور التزام کیا گیا ہے کہ ہندستان کے مشہور صوبوں سے ہر قسم کی تحریروں کے مرقع پیش نظر ہو جائیں جن میں ہر رنگ اور ہر طبقے کے مشہور و معروف، محروم و مقرر کی طرز نگارش و گزارش موجود ہو۔

سال گزشتہ ایک کتاب ”پنجاب میں اردو“ کے نام سے شائع ہوئی ہے، جس کو فی الحقیقت حافظ محمود خاں صاحب شیرانی نے نہایت قابلیت سے مرتب کیا ہے۔ اس تالیف کا نتیجہ بہ طور لب لباب یہ ہے کہ ”زبان اردو کا نکاس صوبہ پنجاب سے ہوا ہے“ مجھے یا کسی کو اس اطلاع دہی سے کسی قسم کا اصولی اختلاف کیا ہو سکتا ہے اگر اس دعوے کے ثبوت میں قیاسات کو یقینیات کا لباس پہنایا جائے۔ اس بات کے تسلیم کرنے میں بھی کوئی تاہل نہیں کہ خواجہ مسعود سعد سلمان معاصر شاہ ارسلان بن مسعود متوفی 512ھ/1118 نے ہندی کا دیوان مرتب کیا ہو، مگر جب کہ ان کا کوئی مصرع اور فقرہ دست یاب نہیں ہوا تو خواہ مخواہ

سات سو آٹھ سو برس پہلے جب کہ شکرت سے یا مقامی پراکرتوں کے سوا کوئی مخلوط زبان مروج نہ تھی اردو کا موجد مان لینا کیا معنی رکھتا ہے۔ صرف اس قیاس پر کہ بیرونی حملہ آوروں نے دہلی سے پہلے لاہور کو دارالسلطنت بنایا، پنجاب کو مرکزِ اردو سمجھنا اگر صحیح ہے تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ پہلی صدی ہجری میں محمد قاسم کو بانیِ مہابی اردو نہ سمجھا جائے۔

بہر حال اپنے تخصص و تجسس کے بعد راقم حروف کا نثر غالب یہ ہے کہ اگر کسی خادمِ ادب کے ساتھ زمانے نے مساعِدت کی اور اس نے نیار یا بن کر سرزمینِ دکن کی خاک چھانی تو محتاجِ اردو کے لیے ایک نہیں سیکڑوں اکیر کے نسخے ایسے ملیں گے جو اس مٹی ہوئی زبان میں تازہ روح پھونکیں گے۔

راقم عاجز کا دُعا ہے (اور اس دُعا کے ثبوت میں ہزاروں مثالیں) کہ اردو زبان کے لیے ہر حیثیت سے جن میں نہ صرف انکم و نثر کے تمام شعبے شامل ہیں، بلکہ اردو الماد و انشا کی اکثر خدمات کے لیے بھی ہندوستان کے صوبہ جات شمال و مغرب اور پنجاب سے بہت پہلے دکن کی آسمان منزل اور فلکِ نما سرزمین پر ایسے ہن برس چکے ہیں جن کو آج ہم مغربی و شمالی ہند یا پنجاب کے نکسالی سکتے سمجھے ہوئے ہیں۔ ان باتوں کو خیالی تیلے نہ سمجھنا چاہیے بلکہ صبر و اطمینان سے آئندہ صفحات کو بالا متیغاب پڑھ کر یقین کرنا چاہیے کہ:

یہیں آغاز ہوا تھا یہیں ہوگا انجام

اس تناسب سے دکن مخرج و مخزن ہوگا

اس مجموعے میں جس قدر نمونے لکھے گئے ہیں ان میں اکثر غیر مطبوعہ بھی ہیں، جن کو راقم نے مختلف کتاب خانوں سے بلا واسطہ خود نقل کیا ہے۔ اور حتی الامکان کوشش کی ہے کہ کوئی حرف کوئی نقطہ اپنی طرف سے بڑھایا نہ جائے۔ البتہ پرانی کتاب کی روش کو جا بجا موجودہ طرزِ کتابت کے مطابق لکھا ہے یا پرانی ترکیب کے ساتھ نئی طرزِ املا کو قوسین میں ظاہر کر دیا ہے۔ تاکہ عہدِ حاضر کے ناظرین کو اجنبیتِ املا سے الجھن پیدا نہ ہو۔

یہ غلو ص دل عموماً ان سب مالکانِ کتب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی کتابوں سے نقلیں حاصل کرنے کی اجازت عطا کی، اور علی الخصوص محترمی مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے۔

معمد انجمن ترقی اردو کا مرہون منت ہوں جن سے نہ صرف مفید مشورے حاصل ہوئے بلکہ انھوں نے رسالہ اردو کے ذریعے سے ایسی کتابیں شائع کیں، جن سے اس کتاب میں قدیم ترین اردو کے نمونے فراہم ہو سکے، اور جن کی بدولت تاریخ اردو کا مستند سرمایہ وقف عام ہو سکا۔

امید ہے کہ یہ انتخاب نظری کردینے کے قابل نہ ہوگا، بلکہ اصول علم اللسان پر نظر رکھنے والے اس تاریخی مواد میں اردو طلبہ کے لیے بہت زیادہ مفاد پائیں گے۔

نقش اول میں بہت کچھ موشگافیاں ممکن ہیں، لیکن ایک بے بضاعت کے ساتھ اگر دوسرے اہل نقد و ارباب نظر کی توجہ قلم شامل حال رہی تو آئندہ اور مفید اضافے بہ آسانی ممکن ہو سکیں گے۔

نقش نقش ثانی بہتر کشد اول

اور

ہنوز آں ابر رحمت دُرِ فشانست

سے و میخانہ با مہر و نشانست

(راقم۔ احسن مارہروی)

1 اس قسم کی نظم یا فقرے کو کہہ کر کہتے ہیں، یعنی کسی چیز کا نام اس طرح لیا جائے کہ کہہ کر کر جاتا پڑا جائے۔ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں کے ہیں ناخن ہوتے ہیں، اور ان کے سرکانے جاتے ہیں مگر اس سے نہ کوئی مرتا ہے نہ کسی کا خون ہوتا ہے۔ یہاں ناخن اور ناخن میں جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے۔

2 یہ روپے کی پھلی ہے زخمی تن سے اس کے نقش اور ٹپے مراد ہیں جو کوٹ پیٹ کر بنائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ رفتار کے معنی میں ہے دوسرے جگہ روپے سے بننے کے متعلق ہے۔

3 و 4 یہ دونوں آئینے کی پیلیاں ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ آئینہ جب سامنے آ جاتا ہے دیکھا جاتا ہے اور ایک کو دکر دیتا ہے اور کسی کو کوئی زخم نہیں پہنچتا۔

نمونه نمبر 1

عام تصنیف و تالیف

1398/ھ 801 تا 1348/ھ 1930

پہلا دور: عام تصنیف و تالیف

1398/ھ801 تا 1494/ھ900

نمبر شمار 1 : تصنیف: معراج العاشقین

مصنف : حضرت بندگی مخدوم ابو الفتح صدر الدین سید محمد حسینی گیسو دراز

متونی 1422/ھ825

سنہ تصنیف : 1398/ھ801

نمونہ عبارت

نبی علیہ السلام کہے، انسان کے بوجے کوں پانچ تن۔ ہر ایک تن کوں پانچ دروازے
ہیں ہو پانچ دربان ہیں۔ پہلا تن واجب الوجود، مقام اس کا شیطانی۔ نفس اس کا امارہ یعنی واجب
کی آنکھ سوں غیر نہ دیکھنا سو۔ حرص کے کان سوں غیر نہ سنا سو۔ حسد تک سوں بد بوئی نہ کیٹنا سو
بغض کی زبان سوں بد گوئی نہ لینا سو۔ کینہ کی شہوت کوں۔ غیر جاگا خرچنا ہو۔ پیر طبیب کامل ہونا۔
نبض پہچان کو دوا دینا۔

طبیبِ عشق را دکاں کد ام است

علاجِ جاں کند او راجہ نام است

پیر منع کیے سو پرہیز کرنا۔ مراقبے کی گولی مشاہدے کے کانے میں میکائیل کی مدد کے
پانی سوں جلی کا کاڑا کر کو چیلانا۔ سکن کا کاڑا دینا۔ زرگن ہوا تو تو شفا پاوے گا۔ طبیب فرمائے

تیوں پر ہیز کرے تو اُنے بھی طیب ہووے گا۔ ہوو مائی میں مائی، مائی میں پانی، مائی میں آگ، مائی میں بار، مائی میں خالی۔ ان پانچ عناصر ان کا واجب الوجود ہو جاو تو معرفت تمام ہوا۔

تبصرہ و کیفیت

اس دور میں اس ایک مصنف کے سوا کسی اور کی تالیف اب تک دستیاب نہیں ہوئی، ”اردوے قدیم“ میں شیخ فرید الدین گنج شکر (متوفی 668ھ/ 1269-1270) اور خواجہ چراغ دہلی مرشد انجی سراج (متوفی 758ھ/ 1357) کے دو ایک اردو زبان کے فقرے لکھے ہیں، یعنی حضرت شیخ گنج شکر کا ارشاد ”بیچ سر کے“ اور دوسرے بزرگ کا فرمودہ ”تم اوپر دے تلے“ مگر ان کو اردو کی مستقل تالیف نہیں کہا جاسکتا۔

زیر نمونہ کتاب انجمن ترقی اردو کی طرف سے 1343ھ (1924/ 1925) میں اورنگ آباد دکن سے شائع ہوئی ہے، جس کے متعلق یہ شبہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ تصنیف خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی نہیں۔ اس باب میں مولوی عبدالحق صاحب معتمد انجمن ترقی اردو نے اس کتاب کے مقدمے میں مفصل بحث کی ہے، جس کے بعد یہ شبہ رفع ہو جاتا ہے اور ماننا پڑتا ہے کہ اگر یہ کتاب حضرت گیسو دراز کی مولفہ نہیں، تو ان کے کسی ہم عصر یا اس سے قریب زمانے کی تصنیف ضرور ہے یہ چھوٹا سا رسالہ 18x22 کی تقطیع پر 29 صفحات میں ختم ہوا ہے۔ اس رسالے کے علاوہ ان بزرگ سے اور رسائل و تراجم بھی دکنی اردو میں منسوب کیے گئے ہیں۔

اس کتاب میں جو اضنی اور نامانوس الفاظ آئے ہیں ان میں سے چند الفاظ مع مترادفات حال ذیل میں لکھے جاتے ہیں، جن سے قدیم یا دکنی اردو کا اندازہ ہو سکے گا، اور انھیں الفاظ کو پہلے دور کا استعمال مانا جائے گا۔

الفاظ دور اول

لفظ قدیم	لفظ حال	شمار
بو جنا	بو جھنا، بجھنا	1
کوں	کو	2
ہور	اور	3
پیلا	پیلا	4
آنک	آنکھ	5
سوں	سے	6
دیکھنا سو	دیکھنا	7
نک	ناک	8
بد بوئی	بو۔ بد بو	9
جاگا	جگہ	10
کیے	کیا	11
تیوں	تو	12
انے بھی	وہ بھی	13
معرفت	معرفت	14
عنصر ایں	عنصر، عنصر	15
سکین	تشبیہ	16
کاڑا	گھولواں، ملا ہوا	17
زرگن	ترکیہ، پاک	18
مانی	خاک، مٹی	19
بارا	ہوا (پیار)	20
لگ	تک	21

تے	سے	22
لہسکوں	اپنے کو	23
آتا	لانا	24
کیاں	جمع کی	25
انگے	آگے	26
دُسرَا	دوسرا	27
اندھارا	اندھیرا	28
نیں	نہیں	29
اے	یہ	30
اچھنا	ہونا	31
ناکو (نکو)	نہ، نہیں	32
باج	بغیر	33
دستا	دکھائی دینا	34
بیٹ	بیٹھ	35
پھٹک	مطلق	36
ہت	رضا، مرضی	37
ستی	سے	38
سنا	منع	39
بو جے سولوگا	نلما، ماہر، جاننے والے	40

1. ”معراج العاشقین“ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی تصنیف نہیں بلکہ خندوم شاہ حسینی کے رسالے ”ملاوت الوجود“ کا خلاصہ ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں ”تاریخ ادب اردو“ جلد چہارم، قومی نوسل برائے فروغ اردو زبان)

دوسرا دور: عام تصنیف و تالیف

1495/ھ 1001 ھ 1592

نمبر شمار 1 : تصنیف : شرح مرغوب القلوب
مصنف : حضرات شاہ میراں جی شمس العشاق بیجا پوری متوفی 902/ھ 1496
زمانہ تصنیف : قبل 901/ھ 1495

نمونہ عبارت

پہلے باب میں توبہ۔
دوسرا باب طریقت کا۔ پہچانت کرنا نفس، دل، روح، ستر نور ذات،
شریعت، حقیقت، معرفت اور پر۔
تیسرا باب وضو کا۔
چوتھا باب دنیا ترک دنیا۔
پانچواں باب تجرید ہو کر تفرید۔
چھٹا باب اپنی پہچانت سوں نور محمد کا اس پہچانت میں مبینا۔
ساتواں باب عشق کا۔
آٹھواں باب معشوق کا۔

نواں باب فتا ہور بھا ہونے کا۔
دسواں باب سفر کا۔

عبارت متن کتاب

پیغمبر کہے جے گج کام کرے گا کوئی خدا مانوس تالے کر تو او کام پائمال ہوگا۔ سراتا، نوازنا خدا کو بہوت کہ او پالن ہارا ہے عالم کا۔

نمبر شمار : 2، تصنیف: کلمۃ الحقائق

مصنف : شاہ برہان الدین جانم، متوفی 990ھ/1582

زمانہ تصنیف : قبل 990ھ/1582

مجموعہ عبارت

اللہ کرے سو ہووے کہ قادر توانا تو ی کہ او قدیم القدیم اس قدیم کا بھی کرن ہار۔ سچ سچ سو تیرا تھا۔ و سچ ہوا بھی توج بار۔ جدہاں کچھ نہ تھا نہیں دو جا شریک کوئی نہیں۔ ایسا حال سمجھنا خدا تھے خدا کوں جس پر کرم خدا کا ہوئے۔

سوال: یہ تن الادھا (علاحدہ) دستا لیکن جیتا بکار سوٹوئے نہیں بلکہ سستمر بکار روپ دستا ہے۔ یک قل قرار نہیں جیوں مرکٹ روپ؟

جواب: اے عارف! ظاہر تن کے فعل تھے گزر یا و باطن کرتب سب دستے۔ ار کا نانوں سو ممکن الوجود۔ دوسرا تن سو یہی کہ اس ایند رین کا بکار و جیٹھا کرن ہارا۔ سو وہی تن نہیں تو یو خاک و سوکھ و دوکھ بھوگن ہارا جیٹھا بکار روپ وہی دوسرا تن تو تنوں نظر کر دیکھ یہ تن فہم سوں گزریا۔ تو گن اس کے کیوں رہے

تبصرہ و کیفیت

اس دور میں بھی دو تصنیفوں سے زیادہ کتابیں اس وقت تک دست باب نہیں ہو سکیں۔ یہ گمان قرین قیاس ہے کہ اس دور میں دو سے زیادہ اور بہت زیادہ کتابیں لکھی گئی ہوں گی، مگر چونکہ اس مجموعے میں

نمونے کے بغیر کسی کتاب کے وجود کو زیب داستان بنانا منظور نہیں۔ اس لیے حاضر کے سوا غائب کا ذکر فضول ہے۔

مبصرین زبان کو اس دور کا لب و لہجہ پہلے دور سے متغائر نظر نہ آئے گا، بلکہ جا بجا نوعیت مضامین کے لحاظ سے پہلے دور کے مقابل میں بعض اسالیب بیان اور الفاظ نئے معلوم ہوں گے۔ لہذا دور اول کے مستعملہ الفاظ کو چھوڑ کر بعض نئے الفاظ ذیل میں لکھے جاتے ہیں، جن کا استعمال دونوں صدیوں میں یکساں سمجھنا چاہیے۔

الفاظ دور دوم

شمار	لفظ قدیم	لفظ حال
1	پچھانت	پہچان
2	ہینا	سمانا، شامل ہونا
3	جے کج	جو کچھ
4	نانوں	نام
5	نالے کر	نہ لے کر
6	بہوت	بہت
7	او	وہ
8	سرا نا	سرا ہنا
9	لوگاں	لوگ
10	کہیا ہے	کہا ہے
11	انوں	ان
12	ہینا	ہم
13	جیو	جی

انوکیاں	14
انوکھی	15
توں	16
منج	17
اے ایمانی	18
انپر	19
جھالاں	20
پنگلا	21
اندھلا	22
پیلے پیلے	23
بی	24
ان کے پاس	
معرفت	
تو	
میں (شامل)	
مومن	
پہنچ، حصول	
بو جھاڑ، پانی کا جھلا یا جھالا	
بچہ، اولاد	
اندھا	
پہلے پہل	
بھی	

تیسرا دور: عام تصنیف و تالیف 1001ھ/1592ء سے 1101ھ/1689ء

- نمبر شمار 1 : تصنیف : گنج مخفی در بحث شاہد و مشہود
مصنف : حضرت شاہ امین الدین اعلیٰ بیجاپوری، متوفی 1086ھ/1675ء
سہ تصنیف : 1010ھ/1601ء (تقریباً)

مموۃ عبارت

اللہ تعالیٰ گنج مخفی کوں عیاں کرنے چاہا تو اول اس میں سوں یک نظر نکلی، سو اس سوں امین دیکھ ہوا۔ امین شاہد کوں کہتے ہیں۔ یہ دونوں ذات کے دو طور ہیں، ذات نے اپس کوں دیکھا، اسے نظر کہتے ہیں، دیکھ کر گواہی دیا تو اسے شاہد کہتے ہیں، یوتینوں مرتبے ذات کے ہیں۔

- نمبر شمار 2 : تصنیف : شرح تمہید ہدائی یا شرح شرح تمہید
مصنف : حضرت میراں صاحب یا شاہ میراں جی حسن خدا نما متوفی 1070ھ/1659ء
سہ تصنیف : حدود 1012ھ/1603ء

مموۃ عبارت

خواب میں پیغمبر ﷺ قاضی عین القضاۃ کو کہے کہ تمہیں کیسے سو کتاب منے دکھلاؤ، تو کتاب دیکھ کر بہت خوش ہوئے، ہو رہے کیا خوب بیان میرے نور کا ہو خدا کے نور کا کیے۔ ہو رہے

اے کہنا بھی میرا چہ ہے۔ اے یکس میں ایک ملے ہیں، تمہیں جوں پانا ہے یوں پائے۔ دے ہر کسی کوں اے نگو کہو۔ جسے اس کی قدر معلوم ہوگی اسے کہو۔ ہو رہی کوئی طلب رکھے گا تو اسے بھی کہو۔ دے اس جنس سوں تعلیم دیو۔ جوں دودھ پیتا سو نہو اکوں ہیڑا روٹی کھانے کے لائق کرتے ہیں یوں کرو جیوں میں کیا ہوں۔ بابا رخداجی کج اس حقیقت کا راز مجھے معلوم تھا سو بولیا۔ کیا ہے کہ اس میں مقصود خوب ہی کر۔ تو میں تیرے یہاں پناہ سنگتا ہوں کہ اس میں خطا ہو رخلل ہو رہو مجھے ہوا ہے سواو مجھے بخش قاضی عین القناتہ کی دوستی۔

نمبر شمار 3 : تصنیف : احکام الصلوٰۃ۔ موافق فقہ حنفی

مصنف : مولانا عبداللہ معاصر قطب شاہ

سنہ تصنیف : 1032ھ / 1622

نمونہ عبارت

بات کرنے سوں نماز جاتا ہے۔ نماز میں آدمیاں کی مثال دعا مانگنے نماز جاتا ہے۔ واہ کہنے سوں نماز جاتا ہے۔ درد سوں یا مصیبت سوں نماز جاتا ہے۔ نماز میں کسی موت کی خبر سن کر قالوا انا لله وانا الیہ راجعون بولتے سوں نماز جاتا ہے۔ مصحف دیک (دیکھ) کر پر نے سوں نماز جاتا ہے۔ تہقہہ ہنسنے سوں نماز جاتا ہے..... روح قبض ہوا اس وقت اس کیاں اگھیاں موچتا ہو ر پاؤں دراز کرنا ہو رہا تھا دراز کرنا دونوں پہلو کی طرف، ولین سینے پر نارکھنا، ہو ر اس کی ٹھوڑی ہو ر سر کوں ملا کر بندنا، یو سب سنت ہے۔ ہو ر مرنے تے اول اس کے سر کوں قطب کی طرف سلانا ہو ر موائے بعد از اسے غسل دینا اس طریق سوں۔“

نمبر شمار 4 : تصنیف : سب رس

مصنف : ملا وجہی معاصر وراج سلطان عبداللہ قطب شاہ متوفی 1083ھ / 1672

سنہ تصنیف : حدود 1040ھ / 1630

نمونہ عبارت

تمام مصحف کا معنی الحمد للہ میں ہے مستقیم۔ ہو ر تمام الحمد للہ کا معنی بسم اللہ میں ہے قدیم۔ ہو ر تمام بسم اللہ کا معنی بسم اللہ کے یک نقطے میں رکھا ہے کریم۔ سمجھ! دیکھ!! خاطر لا۔ اتال

حدیث بھی یوں ہے کہ: العلم نقطة و کثرها جہال یعنی علم ایک نقطہ ہے، جاہل اُسے بڑھائے جہالت کوں اس حد لگن تک لے آئے، ہور فارسی کے دانش منداں جنوں سمجھتے ہیں باتاں کے بنداں انوکوں یوں بھایا ہے، انو میں بھی یوں آیا ہے کہ ”اگر درخانہ کس است یک حرف بس است۔“ ہور شہر گوالیر کے چاتراں گن کے گراں انہو بھی بات کوں کھولے ہیں، یوں بولے ہیں۔ فرد:

پتھی تھی سو کھوٹی بھی پنڈت بھیا نہ کوئے

ایک ہی اتھر بیم کا پڑھے سو پنڈت ہوئے

قدرت کا دھن سہی۔ جو کرتا سو سب وہی۔ خدا بڑا، خدا کی صفت کرے کوئی کینک، وحدہ لا شریک ماں نہ باپ، آپیں آپ، پروردگار سنسار کا۔ سرجن ہار۔ جتی بے کوئی قدرت دھرتا ہے۔ صفت اس کی اپنے برتے کرتا ہے۔ وہ بے حد اس کی صفت کوں کاں حد۔ احد، صد، لم یلد ولم یولد

کے ہے حد جو خدا کی صفت کی حد پاوے

ہر ایک بال کوں گر سو ہزار جیب آوے

سبب تالیف کتاب و مدح بادشاہ

سلطان عبداللہ، کل اللہ، عالم پناہ، صاحب سپاہ، حقیقت آگاہ، دشمن پردر۔ ثانی سکندر، عاشق صاحب نظر، خطرے تے باخبر۔ صورت میں یوسف تے اگلے، آدم بے ہوش۔ پتھر پگھلے، حکمت میں افلاطون شاگرد، سخاوت میں حاتم کا کھولے برد، شجاعت میں رستم گرد۔ عالی ہمت غازی مرد، دارادر، فریدوں فر، کلیم بیان مسیحا دم، مرغ صولت، زہرہ عشرت، خورشید علم، صبح کے وقت بیٹھے تخت، یکا یک غیب سے کچھ بزمز پا کر، دل میں اپنے کچھ لا کر دجی نادر فن کوں دریا دل گوہر خن کوں حضور بلائے، پان دے بہوت مان دیے۔ ہور فرمائے کہ انسان کے وجود بیچ میں کچھ عشق کا بیان کرنا، اپنا تانوں عیاں کرنا، کچھ نشان دھرنا۔ دجی بھوگی گن پھر تسلیم کر کر سر پر ہات دھرا۔ بہوت بڑا کام اندیشا، بہوت بڑی فکر کرا۔ بلند ہمتی کے بادل تے، دانش کے میدان میں گفتاراں برسایا۔ قدرت کے اسرار اں برسایا۔ بادشاہ فرمائے پر چیتا، نوی تقطیع پتا کہ آگے کے آن ہارے ہمیں بھی کچھ تھے کر۔ سمجھیں بارے۔ ہمارے گن کوں دیکھے سو ہمنادیکھے، گنگا دیکھے،

جننا دیکھے، ہناتے بھی آگے تے سوانو کا کچھ بھی تیز کریں، ریاضت ہماری مشقت ہماری چیز کریں۔ عاشق کون عاشق جاننا۔ عاشقوں کون عاشق پہچاننا۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

زمینتِ سخن و تسمیہ کتاب

یو قدرت اللہ ہے، یو اسرار اللہ ہے، یو ہاتف اللہ ہے، لا الہ الا اللہ، یو عجیب کتاب ہے سبحان اللہ۔ اس کتاب کا نوسب رس۔ سب کون پڑھنے آدے ہوں۔ بول بول کون جڑے اس۔ یادگار ہوا جیسے گا دنیا میں کئی لاکھ برس۔ بہو تچھ شیریں بہو تچھ لذیر، عاشقوں کے گلے کا تعویذ، یو کتاب سب کتاباں کا سر تاج، سب باتاں کا راج، ہر بات میں سو سو معراج۔ اس کا سودا سمجھے نا کوئی عاشق باج۔ اس کتاب کی لذت پانے عالم سب محتاج۔ کیا عورت کیا مرد۔ جس میں کچھ عشق کا درد۔ اس کتاب کون سینے پر تے ہلا سے نا۔ اس کتاب بغیر کوئی اپنا وقت بھلا سے نا جو کوئی پڑھے گا، جنس جنس کا اثر بھڑے گا۔ جو کوئی سمجھے گا اس کا معنی، کیا حاجت ہے اسے کیف کھانا۔ یو کتاب عاشقوں کا جیو صاحب، معشوقوں کا یار مصاحب۔ ایسے خوش باس پھولاں، اچھوں کسی نہیں ملے، سنگتے دل میں بھرے اساس۔ کاں ہے وہ پھول جس پھول میں ایسی باس۔ جو کوئی یو کلام سنے گا، پڑھے گا۔ ہو ر فاتحہ نہ پڑھے گا تو وہ بے خبر خام ہے، اس کی دانش پر اس بات کا لذت حرام ہے، کیا واسطہ کہ یو بات نہیں۔ یو تمام وحی ہے، الہام ہے، جیسے خدا کی محبت سوں غرض ہے۔ اس پر ہمارا فاتحہ فرض ہے، اگر ممت ہے تو ادھر کا سعادت، و اگر حیات ہے تو ادھر کی سلامتی کا۔ اگر کسی میں سخن شناسی ہو ر اسرار دانی ہے تو یو کتاب گنج العرش بحر معانی ہے۔ جیتا کوئی طبیعت کے کواڑ کھولے گا، اس کتاب میں نہیں سو بات کیا بولے گا۔ جو کچھ آسمان ہو ر زمین میں ہے سو اس کتاب میں ہے۔ جو کچھ دنیا ہو ر دین میں ہے سو اس کتاب میں ہے۔ ہر کوئی فصیح اس فصاحت کون اس نہایت سوں نہیں کیا۔ اس دھات بات کو سلاست نہیں دیا۔ ہر ایک بشر کا کام نہیں۔ ہر یک با خبر کا کام نہیں۔ جیتے ہو شیاراں، جیتے فہم داراں۔ جیتے گن کاراں ہوئے، سن! اس لگن کوئی اس جہان میں، ہندستان میں، ہندی زبان سوں اس لطافت

اس چھندان سوں نظم ہو رنر ملا کر گلا کر یوں نہیں بولیا۔ اس بات کوں اس نبات کوں یوں کوئی
آب حیات نہیں گھولا۔ یوں غیب کا علم نہیں کھولا۔

تہمرہ و کیفیت

صدیوں کے حساب سے جو دور قائم کیے گئے ہیں اس ترتیب کو
مِنظر رکھتے ہوئے اردو کے لیے یہاں تک تین دوروں کا سلسلہ ختم کیا جاتا
ہے۔ جن کو پڑھ کر کافی طور سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر ان عہدوں کے
نمونے بہ کثرت دست یاب ہو جاتے ہیں تو ان سب کا اندازہ تحریر بھی یہی
نظر آتا۔ لہذا مزید کاوش و تفتیش کا التوا اس تالیف کے لیے نامناسب نہیں۔
بقول مشہور ”اگر در خانہ کس است یک حرف بس است“

ان صفحات تک جتنے نمونے درج ہوئے ہیں ان میں ایک
کتاب احکام الصلوٰۃ کے سوا (جو مولف ”دکن میں اردو“ کی تحقیقات کا نتیجہ
ہے) سب کتابیں انجمن ترقی اردو کے نامور آزریری سکریٹری کے فیضان
عام نے تشنبہاں تحقیق تک پہنچائی ہیں۔

ان تینوں دوروں کے نمونے اگرچہ جنوب ہند سے تعلق رکھتے
ہیں لیکن تطابق زمانی کے لحاظ سے، نیز اس خیال کے ماتحت کہ اردو کا مرکز
اصلی ہندوستان میں دہلی کو کہا جاتا ہے اور یہ کہ وہی خطہ شہاب الدین غوری
کے بعد سلاطین اعظم کا پایہ تخت مانا جاتا ہے، اور اسی کے شعبے جنوب،
پنجاب اور بنگال تک پھیلے ہوئے ہیں، ان نثریوں کو بہ اتباع عہد سلاطین دہلی
اردو سے تیموری، اردو سے بابر، اردو سے ہمایونی، اردو سے اکبری، اردو سے
جہاںگیری اور بالآخر اردو سے شاہ جہانی کہا جاسکتا ہے۔

اس خیال کو مقدمے میں بھی مختصراً ظاہر کیا گیا ہے، اور تقویت
یادداشت کے لیے پھر لکھا جاتا ہے کہ اردو کی تصنیف، و تالیف کا پتا امیر خسرو
کے عہد سے چلتا ہے، اور یہ بھی تاریخوں سے ثابت ہے کہ محمد تغلق متونی

752ھ/1351 کے عہد میں حسن گنگو نے دکن میں اپنی جداگانہ سلطنت قائم کر کے دفاتر سرکاری میں فارسی کی جگہ ملکی زبان مروج کر دی تھی۔ اس تغیر کو دیکھتے ہوئے یہ خیال قرین قیاس ہے کہ دکن میں دیہی زبان کی کتابت 748ھ/1347 (سن جلوس حسن گنگو کے) بعد شروع ہوئی۔ وہ زبان کیا تھی؟ اس تحقیقات کی یہاں چنداں ضرورت نہیں جب کہ ہم بدابتنا 801ھ/1398 سے دکنی اردو کے ایسے نمونے دیکھ رہے ہیں، جن میں بہ کثرت گجراتی، مرہٹی، تلگو، تامل وغیرہ زبانوں کے الفاظ اپنی خاص طرز ادا کے ساتھ مستعمل ہونے لگے تھے۔ اگرچہ اس زبان کے سمجھنے والے اس زمانے میں کم یاب ہیں، مگر قرآن و قیاسات کی مدد سے شمال ہند کے رہنے والے بھی اس زبان کو اردو کی ابتدائی زبان کے سوا کسی اور لقب سے ملقب نہ کریں گے۔

جنوبی ہند میں یہ اثر صرف شاہانہ حمایت اور دفتری زبان ہونے کے سبب سے نظر آتا ہے اگر یہی صورت دہلی و نواح دہلی میں بھی نقش پذیر ہو جاتی تو امیر خسرو کی کہہ مکرئیوں اور خالق باری کی طرح محمد تعلق کے عہد سے سرمایہ نثر بھی جمع ہونا شروع ہو جاتا۔

مرقومہ بالا ادوار میں جتنے نمونے پیش کیے گئے وہ سب دکنی اردو کے نمونے کہے جاسکتے ہیں۔ ان کے زمانی تغیرات کا انتخاب اور زبانی تبدیلیوں کا شمار نہ صرف شمال ہند کے لیے بلکہ خود جنوب ہند کے واسطے بھی مفید وقت نہیں، کیونکہ ایک دراز مدت سے یہ انداز بیان دکن میں بھی مفقود و متروک ہے۔ تاہم ان نمونوں سے چند الفاظ اقتباس کر کے یکجا لکھے گئے ہیں، جن سے ہر دور اور عہد کے خاصائص امتیازی معلوم ہو سکیں گے۔ یہ معلوم وقتی لحاظ سے شاید کار آمد نہ ہو۔ لیکن تاریخی نقطہ نگاہ سے یقیناً بصیرت افروز ہے۔

مقررہ شمار کے لحاظ سے یہ دور تین صدیوں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ مگر ان زمانوں کی زبانوں میں کوئی بین اور ماہہ الامتیاز فرق نہیں نظر آتا

ہے۔ بہ جز اس کے کہ ایک دور کے مقابل میں دوسرے دور میں بعض الفاظ کی کمی بیشی ہوگئی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ نقضوں اور جدولوں سے معلوم ہوگا۔ تیسرے دور کی کتاب سب رس کا اندازہ بیان اپنے متقدم نمونوں سے ضرور جدا نظر آتا ہے۔ اور اس کی مشقی و مسجع عبارت پڑھ کر کہا جاسکتا ہے کہ شمال ہند میں جب اردو نثر نویسی کی ابتدا ہوئی ہوگی تو اغلباً اسی قسم کا تقلیدی نمونہ سامنے رکھا گیا ہوگا۔ بایں ہمہ اس کی زبان بھی بہت قدیم ہے، سیکڑوں الفاظ اور بہت سے محاورے ایسے پائے جاتے ہیں جو اس وقت سمجھ میں نہیں آتے۔ محاورات وغیرہ کی اجنبیت کے علاوہ زبان کی صرف و نحو میں بھی اس وقت کی زبان سے بہت فرق ہے، جس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

(1) اکثر عربی الفاظ کے املا کو سادہ کر دیا ہے، یعنی جس طرح سے بولے جاتے تھے دیے ہی لکھ دیے ہیں۔ جیسے نفع کو (نفا) وضع کو (وضا) یا (وزا) واقعہ کو (واقا) منع کو (منا) وغیرہ۔

(2) مؤنث میں فعل کی جمع جیسے اصیل عورتاں یا نیتاں ہیں، دین و ایمان پہچانتاں ہیں۔

(3) اضافت کی جمع، کی کے عوض (کیاں) اس کی، کو (اس کیاں) وغیرہ۔

(4) جتنی، ایسی، جیسی کی جمع (جتیاں، ایسیاں، جیسیاں) وغیرہ۔

(5) ”کر“ کا استعمال۔ جیسے دانا ہنار ہنما کر جائے گا۔ اگر بولوں گا دشمن کر جانے گا۔

(6) ”سی“ مستقبل کے لیے جیسے خدا کوں اس نظر سے دیکھیانا جاسی (دیکھنا چاہیے)

(7) اردو الفاظ کی تکرار سے جو معنی تمام و کمال کے پیدا ہوتے ہیں، جیسے گھر گھر۔ در در وغیرہ۔ قدیم دکنی اردو میں ان دو لفظوں کے

درمیان حرف (ے) کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً گھر ے گھر۔
درے در۔ ٹھارے ٹھار۔ رستے رگ وغیرہ۔

(8) مانگنا یا مانگنا بمعنی چاہنا، جیسے اگر مانگتا ہے دل میں محبت بھرے
تو شراب پی۔

(9) الفاظ کی تذکیر و تانیث کا امتیاز اور لحاظ اکثر نہیں کیا جاتا تھا،
شراب، خبر، صورت، دنیا، جان وغیرہ کو جو بالاتفاق مؤنث
ہیں، مذکر لکھا ہے۔

(10) اکثر نظموں میں بحرین ہندی (بھاشا) ہوا کرتی تھیں۔

(11) عروض و نظم کے اصول و قواعد کی مطلق پروا نہیں کی جاتی تھی۔
اکثر مصرع کو کھینچ تان کر سکتے پورا کر لیا جاتا تھا اور ضرورت
شعری کے لیے لفظوں کی بیت بدل دی جاتی تھی۔ سائن کو
متحرک، متحرک کو سائن کر دینا اور امالہ و اشباع کا بے تکلف
استعمال معمولی بات تھی۔ اسی قسم کی اور بھی خصوصیات ان
عہدوں کی طرز بیان میں پائی جاتی ہیں جو غور کرنے سے معلوم
ہو سکتی ہیں۔ انشا کے علاوہ املا میں بھی اس زمانے کی تحریروں
کے خلاف بعض صورتیں نظر آتی ہیں۔ کرتا کی جگہ کہتا۔ مانگنا
کے عوض مانگنا۔ کیری بجائے کی۔ انگلیں مترادف آئے۔ کوایا
برقابلہ کہا یا کہا گیا وغیرہ۔

اس سے پہلے دورِ ازل و دورِ دوم کے پرانے الفاظ کی مختصر
فہرست لکھی گئی ہے، چونکہ اب تیسرے دور پر وہ طرز انشا و املا قریب
قریب ختم ہوتی نظر آتی ہے اس لیے گزشتہ فہرستوں سے زیادہ الفاظ لکھ کر
پیش کیے جاتے ہیں۔ جن سے ان تینوں زمانوں کے اندازِ تحریر اور
اسالیب بیان کا کافی امتیاز ہو سکے گا۔

الفاظ دور سوم			
شمار	لفظ قدیم	لفظ حال	مثال و کیفیت
1	اچا وے	اٹھاے	عشق کے انگلیں کیا ہے فہام
2	انگھیں	آ گے	
3	الادھا	علاحدہ	
4	ابھال	بادل	دکن میں اب بھی بولتے ہیں
5	ایلاڑ پیلاڑ	درے پرے، ادھر ادھر	
6	اتال	اب، سمجھ، پہچان	
7	اےچھ	ایسے ہی	بہت
8	بہوت	بہت	
9	بھٹت	بھٹنی، تعریف	
10	بیدھن	چوٹ (چرکا)	مال اور ہنگھوڑے تمھارے دشمن ہیں
11	بور (داو معروف)	برا	
12	پینا	بینھنا، سانا	
13	پنگڑا	پچہ	ترت کریں یا ج
14	پھنس	بڑھل	
15	ترت	تیرتھ	
16	تھے یا تھی	سے	جستھیں سمجھیں راہ اب بھی
17	جستھیں	جس سے	
18	جھاڑ	درخت	
19	جیتے	جتنے	بولتے ہیں جس قدر
20	چند نیاں	ستارے	

	چینٹرو	گیند	21
	چاک	چکھ	22
دھادیں چاروں دھیر	دھاوے	ڈورے	23
	دھیر	طرف	24
	سوکھ	سکھ	25
	سٹ دھا	پھینک دینا	26
جس کو اللہ دیوے راہ اس کو دیوے سب سبجاہ	سبجاہ	سجھا	27
	سپت	سات	28
	سمدر	سمندر	29
چتر بمعنی بوشیار	سھانا چتور	سیانا چتر	30
	شنا	سونا (طلا)	31
سکھا عالم کیا ظہور	سکھا	سب	32
	فہام	فہم	33
صفت کروں میں اللہ کیری	کیری	کی	34
تو احمد نام کوایا	کوایا	کہا گیا	35
	کتیک	کس طرح	36
	کننت	کی	37
سب کی کیلی تیرے ہاتھ	کیلی	کنجی	38
سور کے گل باندھا	گل	گلے	39
گدھڑے پر قرآن لادا	گدھڑے	گدھے	40
	گھوڑ	کوڑی	41
	گلن	تک	42

جس کو لوڑے دیوے	لوڑے	43
مارگ اب بھی دیہاتی بولتے	مارگ	44
ہیں جانے جل کا مارگ ہیں		
	مین	45
	نیزے	46
	نہات	47
	نھاس	48
	وزاں	49
	ہمن، ہمن	50
	یکھادا	51
	یو	52
	جنوں	53
دکن میں اب بھی بولتے ہیں	باتاں	54
	بنداں	55
	انوں	56
	چاتراں	57
	گن کے گراں	58
	انیو	59
	سہی	60
	برتے	61
	کاں	62
	وجود پچھ	63
	بھوگی	64

پند کار	گن بھرا	65
سوچا	اندیشا	66
نئی	نوی	67
جان کر	تھے کر	68
بنایا	پیتا	69
قدر کریں	چیز کریں	70
سوتی	اس	71
بہت ہی	بہو تجھ	72
بنانہ سکے	بلا سے تا	73
غم کھانا	کیف کھانا	74
معطر	خوش باس	75
آہ بھرنا	اساس	76
کس واسطے	کیا واسطہ	77
طرح	دھات	78
نظم	چھنداں	79
سمو کر	گلا کر	80

اب بھی بولتے ہیں

چوتھا دور، عام تصنیف و تالیف

1786/ھ 1201 ۱۶۸۹/ھ 1101

نمبر شمار 1 : تصنیف : صرف و نحو ہندوستانی

مصنف : (John Jashua Kattler) جان جوشوا کلکٹر سفیر ولندیز

متونی 1717/ھ 1129

زمانہ تصنیف : 1715/ھ 1128

مجموعہ عبارت

ترجمہ دعا حضرت عیسیٰ

ہمارے باب کہ وہ آسمان میں ہے، پاک ہوئے تیرے نام، آدے ہم کوں ملک تیرا۔
ہوئے راج تیرا جوں آسمان تو جمین (زمین) میں روٹی ہمارے نہ تھی، ہم کو آس دے اور معاف کر
تقصیر اپنی ہم کوں، جوں معاف کرتے پرے قرض داروں کوں، نہ ڈال ہم کوں اس دوسے میں،
بلکہ ہم کوں گھس کر اس برائی سے، تیری ہی پہنچی؟ سواری؟ عالمگیری حمایت میں آئیں۔

(رسالہ اردو جنوری 1924)

تبصرہ و کیفیت

مسلمانوں کے بعد ہندوستان میں اہل یورپ کے قدم کس وقت

آئے اس بیان کی یہاں بالوضاحت ضرورت نہیں۔ صرف اتنا جان لینا

کافی ہے کہ سولہویں صدی عیسوی (1500 کے بعد) کی ابتدا میں وہ تجارت جو باب عرب، بحر قلزم اور فلج فارس سے ہو کر دنیا کے تین بڑے بڑے براعظموں میں پھیلی ہوئی تھی۔ مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل کر پرتگیزیوں کے قبضے میں جا پہنچی اور اس کے بعد پرتگیزیوں نے تاجر ہی نہیں رہے بلکہ فاتح کی حیثیت میں نظر آنے لگے۔ اگرچہ پرتگیزی ہندوستان میں کچھ دنوں اپنی بہار دکھا کر چل دیے، لیکن یہ سن کر حیرت ہوگی کہ سترہویں نیز اٹھارہویں صدی میں پرتگالی ہندوستان کے ایک بڑے حصے کی عام اور مشترک زبان تھی۔ خصوصاً بنگال اور جنوبی ہند میں اور ان مقامات میں جہاں غیر ملکیوں کی آبادیاں اور کارخانے تھے۔ کپتان ہملٹن جو ہندوستان میں سترہویں صدی عیسوی کے آخر تک تھے اپنی کتاب کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ: ”سمندر کے سواصل پر پرتگیزیوں نے اپنی اپنی زبان کی یادگار چھوڑی ہے اگرچہ وہ بہت بگڑی ہوئی ہے تاہم یہ وہ زبان ہے جسے یورپین سب سے اول سیکھتے ہیں تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے اور ہندوستان کے مختلف باشندوں سے گفتگو کرنے کے قابل ہوں۔“ مسٹر لاکیر (Lockyer) جو اسی زمانے کے شخص ہیں اور جن کی کتاب ہملٹن کی کتاب سے سترہ سال یعنی 1123ھ/1711 میں شائع ہوئی، لکھتے ہیں:

”پرتگیزی بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں کہ انھوں نے ہندوستان کے تمام بندرگاہوں میں ایک مشترک زبان قائم کر دی ہے جو دوسرے یورپیوں کے لیے بہت کارآمد ہے۔“

اس مختصر بیان کے پڑھنے کے بعد شبہ نہیں رہتا کہ پرتگالی کا جب اس قدر زور تھا تو ملک کی زبانوں پر اس نے ضرور اثر ڈالنا ہوگا۔ یوں تو پرتگالی کا اثر تمام ہندوستان پر پڑا لیکن جنوبی ہند کی زبانیں، مرہٹی، بنگالی، آسامی، اڑیا، اور اردو (ہندوستانی) نے کم و بیش خاص طور پر اثر قبول کیا،

چنانچہ سیکڑوں الفاظ ایسے پائے جاتے ہیں جن کی اصل پرنگالی ہے اور اردو میں بے تکلف بولے جاتے ہیں، بلکہ بعض الفاظ تو ایسے بولے جاتے ہیں جن پر اجنبی ہونے کا گمان تک نہیں ہو سکتا اور اردو میں ایسے گھل مل گئے ہیں کہ بالکل نکسالی معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً اچار، آیا (کھلائی) انماری، باسن، بالٹی، اسپات (نولاد) بمبا، پاڈروٹی، پرچ، پیپا، پستول، پولیس، تولیا، ساگو، صابون، فالٹو، فرما، کمرہ، کپتان، کارٹونس، کاج (بٹن کا) قیص، میز، مستول، نیلام (لیلام) وغیرہ۔

فرانسیسی اور ولندیزی (ڈچ) بھی ہندوستان میں آئے، مگر ان کی زبانوں کا اثر ہماری زبان پر کچھ نہیں ہوا اور جو کچھ ہوا بھی تو اس قدر خفیف کہ وہ قابل لحاظ نہیں۔ انگریز سب سے بعد آئے لیکن رفتہ رفتہ وہ ایسے پھیلے اور ان کے قدم ایسے جمے کہ سارے ملک کے مالک ہو گئے۔ ان کی زبان کا اثر اردو زبان اور ادب پر مستقل ہوا۔ لیکن انگریزوں سے قبل بھی بعض یورپیوں نے اردو زبان کی تحصیل میں کوشش کی اور اس پر کچھ رسالے اور کتابیں بھی لکھیں۔ اگرچہ وہ ادبی لحاظ سے زیادہ قابل وقعت نہیں، لیکن تاریخی نظر سے ضرور قابل لحاظ ہے۔ انھیں کتابوں میں سے زیر تبصرہ کتاب (صرف و نحو ہندوستانی) ہے۔ دوسری کتاب اس کے چار سال بعد جان فریڈرک فرز کی شائع ہوئی، جس کا دیباچہ شلزلے نے لکھا ہے۔ اس میں علاوہ اور مضامین کے حضرت عیسیٰ کی دعا کا ہندوستانی ترجمہ تلفظ کے ساتھ دیا ہے، جس کو یوں شروع کرتا ہے:

”آسمان پو (پر) رہتا سو ہمارا باپ، تمہارا (تمہارا) نانوں پاک کرنے ہونے دیو، تمہاری پادشاہی آنے دیو“ وغیرہ۔

خلاصہ کلام یہ کہ یورپین مصنفوں کا یہ ابتدائی دور تھا، جس میں انھوں نے اردو زبان اور قواعد کے متعلق بہت سرسری، اور صحیح غلط معلومات

بہم پہنچائیں۔ اس کے بعد جو دور آتا ہے اس میں ان کی معلومات زیادہ واقفیت اور صحت پر مبنی ہیں۔

اس دور سے پہلے تصنیف و تالیف کے جتنے نمونے مندرج کیے ہیں، عموماً جنوبی ہند کے مصنفین کی قلم کاریاں ہیں۔ شمالی ہند کی کوئی کتاب گیارہویں صدی ہجری تک نہیں ملتی۔ جان جو شوا کٹیلر کی اردو عبارت، شمالی ہند کے انداز بیان سے جدا ہے۔ البتہ دکنی اردو سے کچھ نہ کچھ ملتی جلتی ہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ جب غیر ملکوں کی یہ کوشش رفتار زمانہ کے مطابق عام طور سے دیکھی گئی ہوگی، اس وقت شمالی ہند کے اہل قلم بھی دوات قلم سنبھال بیٹھے ہوں گے۔ جس کا ثبوت آئندہ صفحات پر ملے گا۔ یہ امر بھی خلاف قیاس نہیں کہ اہل یورپ کے عہد تصنیفات سے پہلے یا قریب قریب اسی زمانے میں موجودہ صوبہ جات متحدہ آگرہ و اودھ کے مصنفین نے تھوڑی بہت کتابیں اردو میں لکھی ہوں، مگر چونکہ دست برد زمانہ سے ان کا کوئی اثر آج نہیں ملتا، اس لیے اس قیاس پر زیادہ زور نہیں دیا جاسکتا۔

تلاش و جستجو سے یورپین مصنفین کے دو چار نمونے اور بھی اس عہد کے مل سکتے ہیں، مگر چونکہ وہ اسی قسم و انداز کے ہوں گے، لہذا ایسی سعی و جستجو تحصیل حاصل سمجھی گئی۔

نمبر شمار 2 : تصنیف : طوطی نامہ

مصنف : محمد قادری

زمانہ تصنیف : 1142ھ/1729

موضوع عبارت

کچھ (پچھے) سیں (سے) طرح طرح صفت و ثنا پیدا کرنے والے زمین و آسمان کی کیفیت و حقیقت یو (یہ) ہے کہ داستان قصہ ہا و حکایات حضرت بخشی رحمۃ اللہ علیہ کوں بیچ طوطی نامے کے ساتھ عبارت سخت و دقیق کے لکھے ہیں۔ اس کے تئیں مفصل و بیان دار واسطے معلوم

ہونے تمام لوگوں کو محمد قادری نیک کرے۔ اللہ تعالیٰ مرتبہ انو (ان) کا بیچ عبارت سلیس اور آسان کے کہ ملی ہوئی اور عبارت خطان کے ہوئے دروزمرہ جواب و سوال کہ دولت منداں کے تین لائق ہوئے، لکھے ہیں۔

تبصرہ و کیفیت

یہ نمونہ رسالہ ”اردو“ کے اپریل نمبر 1925 سے نقل کیا گیا ہے۔ اس ترجمے کے متعلق اسی نمبر کے صفحات 267 تا 271 پر مفصل بحث کی گئی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض اہل قلم اس ترجمے کو محمد قادری کی جگہ قادر بخش کا بتاتے ہیں اور بعض دونوں ناموں کو ایک مسکنی سے منسوب کرتے ہیں۔ نیز ایک اطلاع یہ ہے کہ ابن نشاطی معاصر عبد اللہ قطب شاہ نے بھی طوطی نامہ شخصی اردو دکنی میں ترجمہ کیا ہے۔ ہمارے خیال میں اس بحث کو چھوڑ کر کہ محمد قادری اور قادر بخش، دو ہستیاں تھیں، یا تین واحد۔ مندرجہ بالا نمونے کا طرز بیان یہ بتاتا ہے کہ یہ ترجمہ محمد قادری کا نہیں ہے۔ اول تو پرانے طریقہ بیان میں اپنے نام کے ساتھ مترجم و مولف انکسار آمیز الفاظ ضرور لکھے تھے۔ دوم یہ کہ اپنے لیے تعظیمی منازجہ کا استعمال نہ ہوتا تھا۔ یہ دونوں پابندیاں اس ترجمے میں نہیں۔ بہر حال ہم نے یہ سمجھ کر کہ ہمارے مقرر کردہ ایک دور کا نمونہ ہے اس لیے انظر ما قال ولا تنظر من قال (کہے کو دیکھو کہنے والے کو نہ دیکھو) کے تحت میں نقل کر دیا گیا۔

شمار 3 : تصنیف : کر بل کتھا، ترجمہ روضۃ الشہد ایادہ مجلس

مصنف : شاہ فضل اللہ المتخلص بہ فضلی اور بگ آبادی (دکن)

زمانہ تصنیف : 1145ھ / 1732-1733

نمونہ عبارت

اس کا سبب تالیف کا یہ تھا کہ قبلہ حقیقی اور کعبہ تحقیقی میرے نواب مستطاب، معلی القاب..... اعظمی نواب بابا ام اشرف علی خاں سلمہ اللہ الملک الممان..... ہر سال تعز یہ ابو عبد اللہ

الحسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بہ خلوص نیت اندرونِ محل..... بوجہ احسن بجالاتا تھا اور بندہ حقیر پر تقصیر حسب الارشاد اس قبلہ گاہ کے روضۃ الشہد اکا خلاصہ کہ سب نکتہ سخاں مناقب شاہِ لافٹی نے، اور سب دقیقہ فہمانِ مصائب سید الشہدائے واقعہ شہادت کربلا کا اس میں لکھا ہے، سنا تا تھا۔ لیکن معنی اس کے عورتوں کی سمجھ میں نہ آتے تھے۔ اور فقرات پر سوز و گداز اس کتاب مذکورہ کے بہ سبب لغات فارسی ان کو نہ رلاتے تھے۔ اکثر اوقات بعد کتاب خوانی، سب یہ مذکور کرتیں، کہ صد حیف و صد ہزار افسوس، جو ہم کم نصیب عبارت فارسی نہیں سمجھتے، اور رونے کے ثواب سے بے نصیب رہتے ہیں۔ ایسا کوئی صاحب شعور ہووے کہ کسی طرح من و عن ہمیں سمجھاوے اور ہم سے بے سمجھوں کو سمجھا کر رلاوے۔

مجھ احقرِ فقر کی خاطر میں گزرا کہ اگر ترجمہ اس کتاب کا بہ رنگین عبارت اور حسن استعارات ہندی قریب الفہم عامہ مومنین و مومنات کیجیے تو بہ موجب اس کلام با نظام کے من بکمی علی الحسین او تبا کا وجبت له الجنة (یعنی جو شخص رویا اور پر حسین کے یا جس نے رونے کی شکل بنائی، اس کے واسطے جنت واجب ہوگی) بڑا ثواب لیجیے کیونکہ اس فائدہ سبحانی اور اس ماندہ ربانی سے زن و مرد، پیر و جوان، خواندہ و ناخواندہ اور خرد و کلان کو بہرہ فاضل اور نصیب کامل ہووے۔ اور ہر ایک بے خبر اس درد پر سوز اور اس خبر غم اندوز کو سن کر اور سمجھ کر رووے۔ پھر دل میں یہ گزرا کہ ایسے کام کو عقل چاہیے کامل، اور مدد کو طرف سے ہووے شامل۔ کیونکہ بے تائیدِ صمدی اور بے مددِ جناب احمدی یہ شکل صورت پذیر نہ ہووے۔ اور گو ہر مراد رشتہ امید میں نہ آوے۔ لہذا پیش ازیں کوئی اس صنعت کا نہیں ہوا مخترع، اور اب تک ترجمہ فارسی بہ عبارت ہندی (اردو) شمر نہیں ہوا مستمع، پس اس اندیشہ عمیق میں..... غوطہ کھایا اور بیابانِ تامل و تدبیر میں سرگشتہ ہوا۔ لیکن راہِ کعبہ مقصود کی نہ پائی۔ ناگاہ نسیمِ عنایت الہی گلشنِ افکار پر ہتھرازی میں آ، یہ بات آئینہ خاطر میں منہ دکھلائی کہ یہ فکر عظیم بغیر امدادِ ارواح مقدس حسین علیہا السلام حسب خواہش محبتوں کے سرانجام نہ پاوے۔ چوں ذکر حسین علیہا السلام کی مدد کا ذہن نشین ہوا، وہیں دل کو تقویت ہوئی۔ پھر خاطر میں گزرا کہ قادرِ حقیقی اور خالقِ حقیقی نے ذاتِ انسانی کو ایسی قدرت کرامت کی ہے کہ جیسے کام پر طبیعت اور توجہ کو مصروف رکھے، البتہ معطل و موقوف نہ رہے اور انصرام کو پہنچے۔

اے دل! یہ حکم السعی منی والانتمام من اللہ (یعنی کوشش اپنی طرف سے اور اس کوشش کا تمام ہونا اللہ کی طرف سے ہے) اس سعادتِ عظمیٰ اور اس عبادتِ کبریٰ کو خاطر امید میں موافق بھر، اور اس میدانِ فصاحت و بلاغت کو ساتھ تائیدِ عنایاتِ صدی کے طے کر، اور یہ مقتضائے حدیث الدال علی الخیر کفاعله (نیکی کا محرک نیک کام کرنے والوں کی طرح ہوتا ہے) امیدِ ثواب دھر ایک رات بعد کتاب خوانی اور سینہ زنی کے ایک فاتحہ مخفی اس کام با نظام کے لیے پڑھا۔ وہیں برکت اور مینست فاتحہ سے مجھ بے دل کے دل کو ایک انشراح اور افتتاح ظاہر ہوا پھر ساتھ نظر تامل اور تفکر کے مطالعہ لا تتحرک ذرة الا باذن اللہ (کوئی ذرہ بغیر حکم خدا حرکت نہیں کرتا) کا کر، سو گیا۔ میں اسی رات واقعے (خواب) میں دیکھتا ہوں کہ گویا ایک طرف بہ مع اخوان ذی شان و دوستان بہتر از جان، سیر کو جاتا۔ بائیں راہ کے ایک شخص اجنبی نے کہا کہ اول روضہ مقدس حسین علیہا السلام کی زیارت کر جا۔ میں بہ خواہش اتم اور بہ خوشی اکم اس روضہ منور میں کیا دیکھتا ہوں کہ عمارتِ باہدایت اس مکانِ لطیف کی بعینہ مانند عمارت حضرت قدم شریف کی ہے اور متصل دیوار کے دو قبریں نہایت ملی ہوئی باہم چوں قافیہ و ردیف ہیں۔ ایک بالشت بھر سرہانے کی طرف سبز ہے اور ایک اسی دستور سرخ۔ میں نے باادب تمام اور بہ صدق تام فاتحہ پڑھ، سرہانے کی طرف بیٹھ مناقب شروع کیا۔ جوں مجھے وہ معراج بلند حاصل ہوا۔ وہ ہیں سیرے فلکِ چشماں سے روتا نازل ہوا۔ یکا یک ان مرقدوں سے دودستے زگس کے نہایت تر و تازہ نکلے..... جب میں نے یہ دعا مانگی کہ یا امین علیہا السلام ایک دستہ اور عنایت ہو دے۔ کہ میرا صدق دل مجھ پر ثابت ہو دے، کیونکہ میں بیچ تن کا خادم ہوں۔ معاماتگئے اس دعا کے ایک دستہ اور تر و تازہ نکلا۔ حاصل الامر میں تا شام اسی درگاہ ملک بارگاہ میں رہا، اور دل میں کہا کہ اے فضلی تو ایسی جناب مستطاب اور مجاہد مآب عالم و عالیاں سے کہاں جاتا ہے اور پھیر (پھر) اپنے تئیں چاہ دنیا میں پھنساتا ہے، یہیں رہ، اور مت جا۔ اس قصد کو مصمم کر وہیں رہا، یکا یک بہ عنایت ایزدی اور بہ ہدایت احمدی ایک جوان ریش و بروت آغاز انھیں قبروں سے نکلا۔ ایک عبا کہ رنگ اس کا مجھے یاد نہیں اوڑھے ہوئے دونوں قبروں پر سوار، مجھے خبر نہ تھی کہ وہاں کے خادموں نے کہا۔ اے فضلی دوڑ کہ حضرت امام حسینؑ بھی ہیں۔ یہ سنتے ہی بشادی تمام دست و پاگم کر دوڑا۔ دیکھا اس جمالِ جہاں آرا کو کہ مانند مہر منور

اور ماہ انور کے برج روضہ مقدس کو روشن کیے ہوئے بیٹھے روتے ہیں، اور گوہر غلطان صدف رخسار آبدار پر بہتے ہیں۔ میں دیکھتے ہی اس جمال باکمال کو تصدیق ہو قدموں پر گر کر، یہ التماس کیا کہ یا حضرت حق تعالیٰ نے میری یہ مراد دی جو پیشانی ان قدماں مبارک پر ملی۔ لاکھ باعث رونے کیا اور مجھ سے نہ بولنے کا کیا۔ یہ کہتا تھا اور آنکھیں اپنی مبارک تلوؤں میں ملتا تھا کہ ایک مرتبہ ایک شخص میرے ہی ساتھ آیا اس نے کہا کہ بھائی! اور آشنا تمہارے سب سوار ہو گئے، اور تم اب لگ (تک) یہیں بیٹھے رہے، بلکہ تمہاری سواری کا گھوڑا بھی گیا۔ جوں میں نے یہ سنا کہ گھوڑا گیا، خوش ہوا، اسے جواب دیا کہ بھلا ہوا گیا، لیکن میں تو یہاں سے نہ گیا ہوں نہ جاؤں گا۔ غلامی اس جناب کی قبول کی، یہیں کماؤں گا۔ تب آپ زبان اعجاز بیان سے فرمائے، اب تو توجا۔ پھر آئیو! میں نے بہانا کیا کہ یا حضرت اب تو سواری میری کا گھوڑا بھی گیا اور میں تو یہ قدم چھوڑ نہ جاؤں گا۔ پھر زبان مبارک سے ارشاد کیا کہ باہر ایک پاکی سبز دھری ہے اس پر سوار ہو کر جا۔ پھر عدول حکم نہ کر سکا اور عرض کیا کہ یا حضرت اگر پھر آؤں تو تحفہ شہر سے واسطے نثار کے کیا لاؤں، حکم ہوا کہ کئی روپے اور ایک کپڑا جھالردار، اور ایک گٹھی تیل کی، اور ایک پوڑی منی کی۔ تصدیق ہوا داب رخصت بجالایا، باہر گیا اور اسی پاکی پر سوار ہو چکا۔ وہیں آنکھ میری کھل گئی، دیکھتا ہوں کہ وقت نماز ہے، اٹھ کر بعد اداۓ فرض کے دو رکعت شکر بجالایا.....

یہ گوہر گراں بہا، ذکر خواب کہ بہ تائید بحر رحمت الہی صدف امید سے سلک عبارت میں نسلک ہوا۔ و کفنی باللہ شہیدا (اللہ کافی ہے شہادت کے لیے) کہ میرا از کذب و گزاف ہے۔ بہ موجب نص صبح کہ لعنة الله على الكاذبين (جھوٹوں پر اللہ کی لعنت) ومع ہذا تہمت بر جناب امام حسین باعث کفر بے خلاف۔ اگرچہ مجھ سانالائق روسیاء اس مظہر سبحانی کے دیدار مطلع الانوار دیکھنے کی لیاقت کہاں رکھتا تھا، لیکن اس کے فعل خاص اور فیض عام سے بعید نہیں۔

شاہاں چہ عجب گر نبوا زند گدارا

یہ رسالہ مسعودہ اد پر بارہ مجلس اور ایک خاتے کے ہے۔ اس کے تصنیف کی تاریخ یوں لکھی ہے:

یہ جو نسخہ ہوا ہے اب تصنیف

بہر کسب ثواب و فیض بشر

چاہا تاریخ اوس کی بولا سرور
شیعوں کی نجات کا مظہر
(1145ھ)

اور اب کہ نظر ثانی کر، بہ کیت و کیفیت مضامین بہ ہندی اصطلاحات و استعارات و
رنگیں اصلاح دیا۔ اس تاریخ نے صفحہ دل پر جلوہ دیا:

ہر کس از من کند بہ نیکی یاد
بہ جہاں نامش ہم بہ نیکی باد

1160ھ

تبصرہ و کیفیت

یہی وہ کتاب ہے جس کو مصنف آب حیات کی تحقیقات کے
اعتماد پر اردو نثر کی پہلی تصنیف کہا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اگر تاریخ کا
سلسلہ تحقیق منقطع کر دیا جائے اور ابتدائی کڑیوں کو درجہ بہ درجہ انتہائی حلقوں
تک پہنچانا مناسب نہ سمجھا جائے تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس اردو نے شمالی ہند
میں بہ خصوصیت قبول عام حاصل کیا اس کا نمونہ اول یہی کتاب ہے۔ لیکن
اصولاً محققین زبان اس بات کو نہیں مان سکتے، اور جب تاریخی نقطہ نگاہ سے
دیکھا جائے گا تو بغیر کسی تاویل و تامل کے کہنا پڑے گا کہ نثر اردو کی ابتدا کو
اب سے پہلے ساڑھے پانچ صدیاں گزر چکی ہیں، جن کا ثبوت قرائن و
قیاسات نہیں بلکہ بدیہی مشاہدات علی التواتر دے رہے ہیں۔

اس کتاب (کر بل کتھیا تر جمرہ روضۃ الشہدا) کے مترجم کا تخلص
تو یقیناً فضل ہے مگر یہ محقق نہیں کہ یہ وہی شاہ فضل اللہ اورنگ آبادی ہیں جن
کو مولف تذکرہ محبوب الزمن (شعراے دکن) نے نقش بندی اور خفی لکھا ہے
یا کوئی دوسرے بزرگ ہیں، مندرجہ بالا دیباچے سے مترجم کا شیعہ ہونا ثابت
ہے اور یہ ظاہر ہے کہ تشیع کو نقش بندی اور خفی سے کوئی مناسبت نہیں۔ مولف

تذکرہ مذکور نے نقش بندی فضلی کی فہرست تصنیفات میں اس کتاب کا ذکر نہیں کیا، مگر دلی دکنی کے تذکرے میں لکھا ہے کہ ”دلی کی وہ مجلس کو فضلی شاعر نے نظم سے نثر کیا، دلی کی کتاب مشہور ہونے نہیں پائی تھی کہ فضلی کی وہ مجلس محمد شاہی عہد میں معروف ہو گئی اور سب نے مان لیا کہ شہدا کے بیان میں یہی پہلی کتاب ہے کہ اردو میں لکھی گئی۔“

محمد شاہی عہد سے متصل اور بارہویں صدی ہجری کے آخر تک جتنے تذکرے اردو شعرا کے حال میں لکھے گئے ہیں، ان میں تذکرہ فتح علی حسینی گرویزی، نکات الشعرا: میر تقی میر، تذکرہ شعر امیر حسن، مخزن نکات: قائم چاند پوری، چمنستان شعرا: شفیق اورنگ آبادی کی ورق گردانی کی گئی۔ فضلی کا تخلص تو ان سب تذکروں میں بہ اختلاف اسما ملتا ہے، مگر کہیں اس تصنیف کا ذکر نہیں۔ تیرہویں صدی ہجری کے تذکرہ نویسوں نے اکثر فضل علی یا فضل اللہ کے ناموں سے فضلی کو منسوب کیا ہے۔ خصوصاً تذکرہ شعراے ہند مترجمہ و مولفہ مسز اریف فیلمن دمولوی کریم الدین میں مفصل حالات لکھے گئے ہیں۔ جس سے صرف اتنا پتا چلتا ہے کہ فضل علی فضلی محمد شاہی عہد میں موجود تھے۔ اور یہ ترجمہ انھیں کا کیا ہوا ہے۔ فضلی نے اس کتاب کے ویباچے میں بہ سلسلہ سبب تالیف جن نواب صاحب کا نام لکھا ہے ان کا اتنا پتا بھی نہیں چلتا۔ شرف علی خاں کی جگہ اشرف علی خاں متخلص بہ فغاں کا نام بعض تذکروں میں آتا ہے جن کو احمد شاہ کا کوکا بتایا گیا ہے۔ مگر ان کا عہد محمد شاہ کے بعد ہے۔ اس لیے ان کے تخلص و نام کے ضمن میں یہ تفتیش بھی نتیجہ خیز نہیں معلوم ہوتی۔ بہر حال فضلی کی شخصیت اس وقت تک غیر متعین نظر آتی ہے۔ اس عدم تعین کی ایک وجہ فی الحال یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کربل کھٹا کا مکمل نسخہ کم یا ب ہے۔ ڈاکٹر فیلمن یا مولوی کریم الدین اپنے ترجمے میں لکھتے ہیں کہ ”اس کتاب کو تمام میں

نے دیکھا وہ میرے پاس موجود تھی۔“ یہ مکمل کتاب پیش نظر ہو تو بہت ممکن ہے کہ اس سے مترجم کا مفصل حاصل معلوم ہو سکے۔ جو کہ کر بل کٹھا اور اس کے مترجم کا حال تھمتہ تحقیق ہے اس لیے مسٹر فیلن کے تذکرے سے اس کتاب کا پورا دیباچہ نقل کر دیا گیا کہ کم یاب چیز کا جتنا حصہ شائع ہو جائے تاریخی حیثیت سے مفید ہے۔

اس لحاظ سے کہ 1160ھ/1747 میں فضل نے دوبارہ اپنے ترجمے کی اصلاح کی ہے اور اس گمان پر کہ شاہ فضل اللہ، فضل اور نگ آبادی، خلی و نقش بندی کے سوا دوسرے فضل کا پتا نہیں ملتا، حسب تحریر مولف تذکرہ محبوب الزمن، مترجم مذکور کی وفات 1184ھ میں بعید از قیاس نہیں سمجھی گئی۔

فضل نے اپنے دیباچے میں تالیف و تصحیح کتاب کی جو دو تاریخیں لکھی ہیں، ان میں پہلی تاریخ صرف لفظ مظہر سے نکالی ہے اور دوسری تاریخ کے لیے پورے شعر کے عدد محسوب کیے ہیں۔ شعر مذکور میں اگر نامش کے میم کو بہ سکون پڑھا جائے گا۔ تو وزن عروضی صحیح رہے گا ورنہ بہ حالت اصلی (بہ تحریک) اگلے لفظ ہم کی ہائے ہوز ساقط الوزن سمجھی جائے گی اور غالباً یہی تلفظ صحیح ہوگا کہ زمانہ قدیم میں عین اورہ کو الف وصل کی طرح اکثر شعرا گرا دیتے تھے۔

فضل کو اورنگ آبادی لکھا گیا ہے، مگر اس ترجمے کے دیکھنے سے یقین نہیں ہوتا کہ وہ دکنی ہوں۔ کیونکہ اس دیباچے میں جنوبی ہند کی زبان کا اگر کچھ اثر ہے تو اتنا ہی جتنا کہ اسی عہد کے دوسرے شمالی ہند والوں کی تحریروں میں کہیں کہیں نظر آتا ہے۔ یا یہ کہ وطن اصلی ان کا دکن ہو، لیکن وہ خود تمام عمر شمالی ہند ہی میں رہے اور یہیں کی زبان اور طرز بیان کے عادی رہے۔ ایک اور ثبوت ان کے دکنی نہ ہونے کا یہ ملتا ہے کہ انھوں نے اپنے دیباچے میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ ”مجھ سے پہلے کسی نے فارسی سے اردو میں

ترجمہ کرنے کا اختراع نہیں کیا۔“ اگر وہ دکنی ہوتے اور وہیں کا رہنا سہنا ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ ان کی نظر سے وہ تمام تراجم اردو نہ گزرے ہوتے جن کا وجود آج ہم کو بعد تلاش مگر بہ کثرت مل رہا ہے اور ایسی حالت میں دیدہ دانستہ وہ ایسے اذعائے اختراع کے لیے غالباً جسارت نہ کر سکتے۔ لہذا اس ترجمہ و تالیف کو صرف شمالی ہند کے لیے پہلی نثر اردو کو نمونہ کہہ سکتے ہیں۔

نمبر شمار 4 : تصنیف : دیباچہ دیوان مرثیہ

مصنف : مرزا رفیع سودا دہلوی

زمانہ تصنیف : 1180ھ/1766

مضمون عبارت

ضمیمہ منیر پر آئینہ دارانِ معنی کے مُزہن ہو کہ محض عنایتِ حق تعالیٰ کی ہے جو طوطیِ ناطقہ شیریں سخن ہو۔ پس یہ چند مصرع کہ از قبیلِ رینتہ زور رینتہ خامہ دو زباں اپنی سے صفحہ کاغذ پر تحریر پائے لازم ہے کہ تحویلِ سخن سامعِ سبحان روزگارِ کردوں، تازبانی ان اشخاص کی ہمیشہ موردِ تحسین و آفرین رہوں۔ مطلع:

قیمت و قدر شناسا ہی سے پہنچے ہے بہم

ورنہ دریا میں خزف بھی نہیں گوبر سے کم

مضمون سینے میں بیش از مرغِ اسیر نہیں کہ ہو بچِ قفس کے۔ بس وقتِ زبان پر آیا فریادِ بلبل ہے واسطے گوشِ دادرس کے۔ غرض جس اہلِ سخن کا درِ منصفی زینتِ لب ہے، سررشتہ حسنِ معانی کا اس کلام کے اس سے انصاف طلب ہے۔ اگر حق تعالیٰ نے صبح کاغذِ سفید کی مانند شامِ سیاہ کرنے کو یہ خاکسارِ خلق کیا ہے تو ہر انسان کے فانوسِ دماغ میں چراغِ ہوش دیا ہے۔ چاہیے کہ دیکھ کر نکتہ چینی کرے، ورنہ گزندِ زہرِ آلود سے بے اجل کا ہے کومرے۔ ہر چند کلامِ استادانِ سلف پر بھی غلطی کا گمان ہے۔ کس واسطے کہ انسان مرکبِ الخطا والنسیان ہے۔ لیکن خداے تعالیٰ نے جنہیں شعور کرامت کیا ہے وہ سمجھتے ہیں۔ ناگہ اگر لکھ پتی کی بدری سے قدرے زبرِ قلب نکل آوے تو اس پر کسی کو خوض و غور نہیں، اور جو خریطہ طرف سے ایسا کچھ پاوے تو اسے کہیں ٹھور

نہیں، پس لازم ہے ذی ہوش کو، ربط الفاظ سے معنی کو سمجھ کر دے، تا و بال فیضان مطلقہ اپنی گردن پر نہ لے، چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اول اندیش دانگہی گفتار پائے پیش آمدست و پس دیوار

انسان کہ جس فن سے آپ کو کما بینی ماہر نہ کرے، چاہیے کہ اس میں اپنی حد سے سخن باہر نہ کرے گفتگوئے جاہل پہلوئے عالم، مورد انفعال، بلکہ خاموشی ہے اس کی برابر صد فضل و کمال۔

بات گر آوے تو چپ رہ کہ گماں کے نزدیک

سو طرح کا ہے سخن پردہ خاموشی میں

اگر نا آگاہ جس فن کا، آگاہ سے اس فن کے، بولی بولے، گویا ہر دو لب اس کے دروازہ

رسوائی کے پاٹ ہیں کہ عدا اپنے منہ پر کھولے۔ بیت

طرفہ میوہ ہے یہ سخن اے دوست

مغز شیریں و تلخ جس کا پوست

مغنی نہ رہے کہ عرصہ چالیس برس کا بسر ہوا ہے کہ گو ہر سخن عاصی زیب گوش اہل ہنر ہوا ہے۔ اس مدت میں مشکل گوئی دقیقہ سنجی کا نام رہا ہے، اور سدا مرغ معنی عرش آشیان گرفتار دام رہا ہے۔ باوصف اس کے قول خذ ما صفا و دع ما کد (صاف چیز لو اور گدلی چیز چھوڑ دو) پر عمل کیا ہے، بلکہ تمام عالم کے سخن انصاف پر تکیہ نہ گوش دیا ہے، جس کی زبان پر قبیل اعدا سے حرف واقعی اور منصفی جاری ہوا ہے۔ باللہ کہ مرتبہ من تعلم حرفا فہو مولاہ (جس نے کوئی حرف بتایا وہ مولا (استاد) ہوا) طاری ہوا ہے اور بے اختیار زبان سے یہ مصرع ہوا ہے سرزد۔ واے بر جان سخن گر بہ خنداں نہ رسد۔ لیکن مشکل ترین و قائق طریق مرعے کا معلوم کیا کہ مضمون واحد کو ہزار رنگ میں ربط معنی سے دیا۔ چنانچہ اس کام میں محتشم ساکونے عز قبول نہیں پایا ہے، اسی مغفور نے یہ فرمایا ہے:

جمعے کہ پاسِ محمل شاں اعتبار داشت

گشتند بے عماری و محمل شتر سوار

پس لازم ہے کہ مرتبہ در نظر رکھ کر مرثیہ کہے نہ کہ برائے گریہ عوام اپنے تئیں ماخوذ کرے۔ نادر

مقولہ ہے کہ عقلاً جو نہ سمجھیں اور ضبطِ تضحیک و قصدِ بگا میں رہیں، اس کا سیاق و سباق جہلاً دریافت کریں اور پھوٹ نہیں۔

معنی لفظوں سے ہوتے ہیں روپوش
یہاں تلک رتبہ سخن پہنچا

تبرہ و کیفیت

دورِ چہارم میں جو نمونے درج کیے گئے ہیں ان میں پہلے دو نمونے بہت ابتدائی اور مختصر ہیں ان کا اندازِ بیان بہت اکھڑا اکھڑا اور نامربوط ہے، جس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ پہلی کتاب ایک مستشرق کی تالیف ہے، اور دوسری ایک دکنی مترجم کی۔

اس سے پہلے جتنے دور گزرے ہیں ان سب میں جنوبی ہند (دکن) کی تالیفات و تصنیفات کے نمونے ملتے ہیں اور ان کی زبان اور ادائے بیان میں دکنی لب و لہجہ اور طرزِ انشا کے عناصر غالب ہیں۔ چوتھے دور میں جو ایک نمونہ محمد قادری کا پیش کیا گیا ہے اگرچہ اس کا انداز بھی دکنی انداز ہے، مگر معمولی غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ پچھلے تینوں ادوار سے اس کی عبارت صاف قریب الفہم اور شمالی ہند کی زبان سے زیادہ مانوس ہے۔ اس کے بعد جو نمونے فضلی و سودا کے مندرج ہوئے ہیں ان کی بابت صرف اس قدر لکھنے کی ضرورت ہے کہ موجودہ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کی ابتدائی تحریروں کا عموماً یہی انداز تھا۔ سودا کا دیباچہ فضلی سے 35 برس بعد لکھا گیا ہے۔ ترکیب عبارت میں مجمع و قوافی کے لحاظ سے زیادہ فرق نہیں مگر طرزِ ادا میں نمایاں فرق ہے۔ فضلی کی عبارت سلاست اور روانی میں جتنی آسان ہے، سودا کی رنگینی اتنی ہی الجھی ہوئی اور دشوار ہے۔ یہ رنگ عموماً سودا کے بعد بھی اکثر انشا پردازوں میں پایا جاتا ہے۔ سودا کا یہ دیباچہ ان کے مطبوعہ کلیات میں دیوانِ مراٹھی کے ساتھ موجود ہے، جس کو انھوں نے اپنی طبی

افتاد کے مطابق کسی حریف فن کے لیے لکھا ہے۔

اس دیباچے کا سنہ تالیف 1180ھ/1766 اس لیے لکھا ہے کہ دیباچہ مسطور میں سودا نے تحریر دیباچہ سے پہلے اپنی مشق بن چالیس برس کی بتائی ہے اور چونکہ ان کی ولادت 1125ھ/1713 میں ہوئی ہے۔ لہذا پندرہ برس لڑکپن اور آغاز مشق کے وضع کر کے یہ سنہ قائم کیا گیا ہے۔ ذیل میں مختصراً ان الفاظ کے نمونے دکھائے جاتے ہیں جو پچھلے عہدوں میں بولے جاتے تھے اور اب جو تھے دور کے بعد متروک ہو چکے ہیں:

الفاظ دور چہارم

شمار	لفظ قدیم	لفظ حال	مثال و کیفیت
1	باب	باپ	صرف پرانے مستشرقین کی تحریر میں ہے
2	ملک	ملک	
3	جمین	زمین	
4	اسمان	آسمان	
5	اپرے	اپنے	
6	پچھے	پیچھے	
7	بچ	میں (اندر)	
8	قصہ با	قصے	
9	ان کا سبب تالیف کا	اس کا سبب تالیف	
10	کسو	کسی	
11	آ	آ کر	
12	چوں	جب کہ (جوں ہی)	
13	دھر	رکھ کر	
14	بع	مع	

پھر	پھیر	15
تک	لگ	16
پ	اد پر	17
آپ زبان سے فرمائے آپ نے زبان سے فرمایا: یہ دکنی روزمرہ ہے		18
زبان اپنی سے	اپنی زبان سے	19
چق قفس کے	قفس میں	20
تاز بانی	تا کہ زبانی	21
لس واسطے	کیونکہ	22
ٹھور	ٹھکانا	23
بسر ہوا	گزرا	34
گوش دیا ہے	کان دھرنا	25
در نظر رکھ کر	نظر میں رکھ کر	26
کرامت کرنا	بخشنا	27
بیش از	زیادہ	28
تحویل کرنا	سپرد کرنا	29
خلق کیا	پیدا کیا	30

پانچواں دور: عام تصنیف و تالیف

1202ھ/1787ء تا 1301ھ/1883ء

نمبر شمار 1 : تصنیف : ترجمہ قرآن، پارہ: 8، رکوع: 3

مصنف : شاہ مولوی رفیع الدین دہلوی

زمانہ تصنیف : 1203ھ/1788ء

عمومیہ عبارت

اے جماعت جنوں کی اور آدمیوں کی! کیا نہ آئے تھے پاس تمہارے پیغمبر تمہیں میں سے، بیان کرتے تھے اوپر تمہارے نشانیاں میری، اور ڈراتے تھے تم کو ملاقات اس دن تمہاری کی سے۔ یہ کہا کہ انھوں نے گواہی دی ہم نے اوپر جانوں اپنی کے، اور فریب دیا تھا ان کو زندگانی دنیا کی نے، اور گواہی دی انھوں نے اوپر جانوں اپنی کے، یہ کہ تھے وہ کافر۔ یہ اس واسطے نہیں ہے کہ پروردگار تیرا ہلاک کرنے والا بستیوں کا ساتھ ظلم کے۔ اور لوگ اس کے غافل ہوں اور واسطے ہر ایک کے درجے ہیں، اس چیز سے کہ کیا ہے انھوں نے اور نہیں پروردگار تیرا غافل اس چیز سے کہ کرتے ہیں، اور پروردگار تیرا بے پروا ہے، مہربانی والا اگر چاہے لے جاوے تم کو، اور جگہ پر بٹھاوے پیچھے تمہارے جس کو چاہے، جیسا پیدا کیا تم کو قوم اور (دوسری) سے، تحقیق جو کچھ وعدہ دیے جاتے ہو تم البتہ آنے والا ہے اور نہیں تم عاجز کرنے والے، کہہ! اے قوم میری عمل کرو اوپر جگہ اپنی کے، تحقیق میں بھی عمل کرنے والا ہوں، پس البتہ جانو گے تم، کون شخص ہے کہ ہوگا واسطے

اس کے آخر اس کا۔ تحقیق نہیں فلاح پانے کے عالم، اور کیا انھوں نے واسطے اللہ کے اس چیز سے کہ پیدا کیا ہے کھیتوں اور جانوروں سے ایک حصہ۔ پس کہا انھوں نے یہ واسطے اللہ کے ہے ساتھ گمان اپنے کے اور یہ واسطے شریکوں ہمارے کے پس جو کچھ ہو واسطے شریکوں ان کے کے۔ پس نہیں پہنچتا طرف اللہ کے اور جو کچھ واسطے اللہ کے پس وہ پہنچتا ہے طرف شریکوں ان کے کے۔ برا ہے جو کچھ حکم کرتے ہیں۔

نمبر شمار 2 : تصنیف: ترجمہ قرآن، پارہ: 8، رکو: 3۰۴

مصنف : مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی

سنہ تصنیف : 1205ھ/1790

نمونہ عبارت

اے جماعت جنوں اور انسانوں کی! کیا تم کو نہیں پہنچے تھے رسول تمہارے اندر کے۔ سناتے تم کو میرے حکم اور ڈراتے اس دن کے سامنے آنے سے، بولے ہم نے مانے اپنے گناہ، اور ان کو بہکایا زندگی نے، اور قائل ہوئے اپنے گناہ پر کہ وہ تھے منکر۔ یہ اس واسطے کہ تیرا رب ہلاک کرنے والا نہیں بستیوں کو ظلم سے۔ اور وہاں کے لوگ بے خبر ہوں، اور ہر کسی کو درجے ہیں اپنے عمل کے اور تیرا رب بے خبر نہیں۔ ان کے کام سے۔ اور تیرا رب بے پروا رحم والا، اگر چاہے تم کو لے جاوے۔ اور پیچھے تمہارے قائم کرے جس کو چاہے جیسا کہ تم کو کھڑا کیا اوروں کی اولاد سے، جو تم کو وعدہ دیا، سو آنے والا ہی، اور تم تھکا نہ سکو گے۔ تو کہہ! لوگو!! کام کرتے رہو اپنی جگہ۔ میں بھی کام کرتا ہوں اب آگے جان لو گے کس کو ہے آخر کا گھر، مقرر بھلا نہ ہوگا بے انصافوں کا، اور ٹھہراتے ہیں اللہ کا اس کی پیدا کی کھیتی اور مواشی میں ایک حصہ۔ پھر کہتے ہیں یہ حصہ اللہ کا ہے اپنے خیال پر۔ اور یہ ہمارے شریکوں کا سو جو ان کے شریکوں کا ہے سو نہ پہنچے گا اللہ کی طرف اور جو اللہ کا ہے، سو پہنچے گا ان کے شریکوں کی طرف، کیا برا انصاف کرتے ہیں۔

نمونہ ویباچہ ترجمہ مذکور موسومہ موضح القرآن نوشتہ شاہ عبدالقادر موصوف

الہی! شکر تیرے احسان کا ادا کروں کس زبان سے کہ ہماری زبان کو گویا کی اپنے نام کر۔ اور دل کو روشنی دی اپنے کلام کر۔ اور امت میں کیا اپنے رسول مقبول کی جو اشرف الانبیاء اور

نبی الرحمتہ، جس کی شفاعت سے امید دار ہیں ہم کہ پاویں دو جہان کی نعت۔ الہی! اس نبی امت پر در کو اپنی رحمت کامل سے درجات اعلیٰ نصیب کر جو حد نہ ہو کسی مخلوق کی اور اپنی عنایت ان پر ہمیشہ روز افزوں رکھ دینا اور آخرت میں۔

تبصرہ و کیفیت

مذہبی خدمت کے غالباً یہ پہلے نمونے ہیں جو مسلمانوں کے قلم سے اردو نثر میں یادگار پائے جاتے ہیں۔ دونوں مترجم علی الترتیب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فرزند ان رشید اور شاہ عبدالعزیز کے برادرانِ خرد ہیں۔ ترجمہ اول کا سنہ تحریر صحیح معلوم نہ ہو سکا، صرف اتنا علم ہوا کہ ترجمہ ثانی سے پہلے کیا گیا ہے۔ اس لیے اس کا نمبر اول قائم کیا گیا۔ ترجمہ اول بہت کم شائع ہوا، مگر دوسرا ترجمہ عموماً مروج و مقبول ہے۔ اس قسم کے جتنے نمونے ملیں گے ان میں الفاظ کی بے ترتیبی اور نشست الفاظ کا ڈھیلا پن نظر آئے گا۔ اس کی وجہ اصلی زبان کا ابتدائی زمانہ اور فارسی عربی سے لفظی ترجمے کا خیال ہے۔ فارسی و عربی کی ترکیب میں مضاف پہلے ہوتا ہے، پھر مضاف الیہ۔ جیسے: غلام زید یا غلام زید۔

پرانے بزرگ اردو میں اس کا لفظی ترجمہ اسی ترتیب سے کرتے تھے، یعنی غلام زید کا۔ اسی طرح عربی میں فاعل و مفعول پر فعل مقدم ہوتا ہے۔ مثلاً ضرب زید عمر اقدیم اردو میں اس کا ترجمہ یوں ہوتا تھا۔ مارا زید نے عمر کو۔ یا عمر نے زید کو مارا۔ غرض کہ اسی پرانی ترتیب اور الٹ پلٹ کی وجہ سے آج کل قدما کی اردو کا مفہوم صاف سمجھ میں نہیں آتا۔ ایسی ہی ترکیبیں ہر آئندہ زمانے میں متروک ہوتی رہتی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔

نمبر شمار 3 : تصنیف : تفسیر قرآنی موسومہ حقانی

مصنف : سید شاہ حقانی نبیرہ شاہ سید برکت اللہ صاحب درگاہ مارہرہ ضلع لیٹ

سنہ تصنیف : 1206ھ/1791

نمونہ عبارت

پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اللہ تعالیٰ کا ناموں، اور اس کے حبیب اور اس کی آل و اصحاب صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کو پڑھ کر یہ عاصی کہتا ہے کہ احوال اس کے لکھنے کا یہ ہے۔ جو غور کر کے دیکھا تفسیر زبان عربی میں اور فارسی میں عالموں، فاضلوں، بزرگوں نے اس بارہ سے چھ برس (1206ھ) کے عرصے میں تصنیف کری ہیں۔ اور اپنے فہم و عقل کے زور سے معنیوں کو آیت، آیت حرف، حرف کے ساتھ فصاحت اور بلاغت کے لکھے ہیں۔ اور زیر زبر کو قاعدہ صرف نحو کے سے ثابت کیا ہے۔ اور شان نزول اور احوال پیغمبروں کے موافق حدیث اور روایت صحابہ رضی اللہ عنہم کے داخل کرے ہیں۔ جو ان تفسیروں کو نظر کیا، دریا علم کا اور ہدایت کا ہے کہ موج مارتا ہے، جاری ہے۔ اور ہر ایک کو اس کے مدعا کو پہنچنا بے استاد جیسا کچھ چاہیے مشکل ہے۔ پھر آخر کار کتب خانہ استادی مرشدی حضرت بھائی صاحب و قبلہ سید شاہ حمزہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے سے تفاسیر جدا کر کے حرف حرف کے معنیوں کو اور شان نزول ہر ایک کلمے اور آیت اور سورت کا دریافت کر کے اور سب احوال پیغمبروں کا سمجھ کر موافق وقوف اور عقل اپنی کے، ہر ایک کلمے اور آیت اور سورت کے ساتھ مختصر کر کے لکھا، داخل کیا۔ تاکہ ان پڑھوں کو جلد سمجھنے میں آوے۔ عبارت طویل کو موقوف کیا کس واسطے کہ دل عالم کے تنگ ہو گئے ہیں، زیادہ عبارت کے پڑھنے سے الجھتے ہیں۔ تنگ آتے ہیں، بلکہ پڑھے ان پڑھوں سے زیادہ جی چھپاتے ہیں۔

نمونہ ترجمہ آیت آخر سورہ بقرہ۔ پارہ 3

رنج میں نہ ڈالے گا خدائے تعالیٰ کسی کو مگر موافق طاقت اس کی کے، اس کو ہی جو عمل کیا اور اوپر اس کے ہے جو گناہ کیا۔ اے پروردگار میرے، عذاب مت پکڑ تو مجھ پر، جو بھول جاؤں میں یا خطا کروں میں، اے پروردگار میرے، اور بوجھ مت دے تو اوپر میرے بوجھ بھاری، جیسے بوجھ رکھا تو نے اوپر اس گروہ کے کہ پہلے تھے مجھ سے، اے پروردگار میرے اور ست رکھ اوپر میرے کے بوجھ جو کہ نہ اٹھا سکوں میں اور درگزر کر خطاؤں میری سے اور بخش تو گناہوں میرے کو، اور رحم کر تو اوپر میرے۔ تو ہے خاند میرا، پھر غالب کر تو مجھ کو اوپر قوم.....

تبصرہ و کیفیت

یہ تفسیر راقم کے اسلاف میں ایک بزرگ نے لکھی ہے جو غیر مطبوعہ ہے۔ یہ نمونہ صرف اس لیے دکھایا گیا ہے کہ اس زمانے میں اردو کا عام اثر اتنا ہو گیا تھا کہ گوشہ نشین اور قصباتی اہل علم بھی اس کی ترویج پر مائل ہو گئے تھے اور ان کو بھی اس کا احساس ہونے لگا تھا کہ اب فارسی کی جگہ اردو لینے والی ہے۔

نمبر شمار 4 : تصنیف : مجمع القوانين
مصنف : عمال سلطنت ایسٹ انڈیا کمپنی
سن تصنیف : 1208ھ / 1793ء ، مطبوعہ 1844

مبہوت عبارت

فہرست بابوں اور فصلوں کی

باب اول : بیچ ذکر تقرر دیوانی عدالتوں کے اور ان کی حدود علاقہ اور اختیارات کے
باب دوم : در باب مفتی و چنڈت و اہل عملہ و کلاء عدالت و مقدمات مفلسی و اسٹامپ کے
تیسرا باب : در باب تجاویز اور فیصلہ مقدموں کے
دیباچہ

مخفی نہ رہے کہ یہ کتاب موسوم بہ ”مجمع القوانين“ دیوانی ترجمہ کی گئی ہے زبان انگریزی سے اردو میں حسب الحکم گورنمنٹ کے، اور باب دیوانی کے جتنے قانون، اور احکام گورنمنٹ اور صاحبان صدر دیوانی عدالت ملک غربی اور شرقی کے۔ جتنے احکام سرکلر اور کنسرکشن یعنی تفاسیر قوانین کہ شروع 1793 سے آخر 1843 تک صادر و نافذ ہوئے ہیں اور معرض نسخ میں آئے ہیں وہ سب اس میں مندرج ہیں۔ اور یہ تمام قانون اور احکام منقسم ہیں سات باب پر، اور ہر باب مشتمل ہے اوپر چند فصلوں کے، اور علاوہ ان کے کچھ اور احکام در باب پٹہ اور پٹنی تعلقوں اور باقیات زر بھیج (ادخال یا ارسال مال گزاری) کے اور در باب قرقی اور نیلام کے کہ بعلمت باقیات

زر بھیج ہوا کرتے ہیں۔ آخر کتاب میں بہ طریق ضمیمہ لکھ دیے گئے ہیں۔ اس واسطے کہ اکثر مقدمات دیوانی میں ان کا کام پڑتا ہے۔ اور جاننا ان کا ضروریات سے ہے اور احکام کے متعلق اسامیہ اور رجسٹری دستاویزات ہیں، وہ بھی انہیں حکموں کے ساتھ ضمیمے میں داخل ہیں، اور تمام تفاسیر قوانین اور احکام سرکیولر کہ بالاشتراك دونوں صدوروں سے تاریخوں مختلف پر صادر ہوئے ہیں، ان کے آخر میں دونوں تاریخیں جدی جدی بہ ثبت الفاظ صدر غربی و صدر مشرقی لکھ دیے ہیں۔ لیکن جو حکم دونوں صدور کے کہ تاریخ واحد رکھتے ہیں ان کے آخر میں یہ الفاظ نہیں لکھے ہیں، اس لیے کہ ان میں کچھ خصوصیت اس طرح کی نہیں، اور حکم کہ خاص ایک ہی صدر سے نافذ ہوئے ہیں ان میں حوالہ خاص اس صدر کا مرقوم ہے، اور ایک فہرست تمام قانون کی بقیہ دفعہ و ضمن اور تمام سرکیولروں اور تفسیروں کے بقید تاریخ دلبر شروع کتاب میں لکھ دیے گئے ہیں کہ ہر حکم عند الضرورت بہ آسانی اور جلدی سے نکل آوے اور تلاش کرنے والے کو دقت نہ پڑے اور آخر میں کچھ اصطلاحات انگریزی باب دیوانی کی مع ترجمہ اردو ملتی ہیں۔ فقط

تبصرہ و کیفیت

انگریزی عمل داری میں قانون کی یہ پہلی کتاب ہے جو سرکاری علم سے اردو میں ترجمہ کی گئی۔ اگرچہ اس کے الفاظ کی ترکیب بھی ماقبل تالیفات کی طرح مربوط و پختہ نہیں، تاہم بیان کی صفائی اور عبارت کی سلاست پچھلے نمونوں سے بہتر حالت میں ہے۔

اس دیباچے کے انداز بیان سے یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ اس عہد میں (جہاں بیچ ذکر تقرر) داخل کتابت تھا وہاں اس کا مترادف (در باب تجاویز) بھی استعمال میں آتا تھا۔ اسی طرح (اوپر) اور (پر) بھی بیک وقت شامل روزمرہ تھا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترک و اصلاح کا سلسلہ اسی وقت سے جاری ہو گیا تھا اب سے پہلے عموماً اس زبان کو ہندی اور ریختہ کہتے تھے، مگر اس تالیف میں اردو کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔

نمبر شمار 5 : تصنیف : باغ اردو (ترجمہ گلستاں)

مصنف : میر شیر علی افسوس

سن تصنیف : 1214ھ / 1800

مضمون عبارت

مناظرہ سعدی کا کسی مدعی سے تو نگری اور فقیری کے باب میں۔

ایک شخص کو درویشوں کی صورت کے موافق اور ان کی سیرت کے مخالف کسی مجلس میں دیکھا میں نے، کہ بدیاں کر رہا ہے اور دفتر شکایت کے کھول کر بھجوتو نگروں کی شروع کی ہے اور سخن کو یہاں تک پہنچایا ہے کہ فقیروں کا دست قدرت بندھا ہے اور تو نگروں کا پاے ارادت ٹوٹا۔ بیت

اہل کرم کے ہاتھ میں دام و درم نہیں

دولت ہے جن کے پاس انھوں میں کرم نہیں

یہ بات مجھے پسند نہ آئی کہا میں نے، اے یار! بڑے آدمی حاصل ہیں مسکینوں کے، اور ذخیرے ہیں گوشہ نشینوں کے، مقصد ہیں زاروں کے، اور نگہبان ہیں مسافروں کے، برائے راحت مردمان، اٹھاتے ہیں بارگراں، کھانے میں ہاتھ اس وقت ڈالیں کہ متعلق اور زیر دست کھالیں اور ان کے جود و کرم کا فضلہ یتیم اور بیوہ اور فقیر و یتیم و اقربا اور ہم سائے کو پہنچتا ہے۔ قدرت جود کی اور قوت جود کی دولت مندوں کو بہتر میسر ہوتی ہے کہ مال پاکیزہ و جامہ پاک و دل فارغ، و پاس آبرو رکھتے ہیں، اور قوت طاعت کی تہمہ لطیف میں ہے۔ اور صحت عبادت کی لباس ظاہر میں ظاہر ہے کہ معدہ خالی میں کیا قوت ہو اور دست تہی میں کیا سخاوت۔ پائے شکستہ سے سیر کیا ہو سکے اور بھوکے کے ہاتھ بے کیا خیر۔

حکایت از باب دوم

ایک بزرگ نے کسی پرہیزگار سے پوچھا کہ فلا نے عابد کے حق میں آپ کیا کہتے ہیں کہ اکثر اشخاص اس کے حق میں طعنہ آمیز باتیں کہتے ہیں۔ کہا اس نے کہ یہ ظاہر اس میں کچھ عیب نہیں دیکھتا اور باطن سے آگاہ اللہ ہے۔

جس کو ظاہر میں متقی دیکھے اس کے تقوے کا تو نہ کر انکار
کھوج مت کر کسی کے باطن کا مکتب را درون خانہ چہ کار
تبصرہ و کیفیت

میر شیر علی خوسر باب اردو کے ان نورتوں میں ہیں جن کی تصانیف
و تراجم نے ڈاکٹر گلکرسٹ کے عہد میں اس بے مایہ زبان کو سرمایہ دار بنایا۔ اس
ترجمے کے سوا اور کتابیں بھی ان سے منسوب ہیں۔ خوسر نے 1809 میں
وفات پائی۔ باغ اردو کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں
موجود ہے اور اس کا انتخاب مدارس مدراس میں منتخبات اردو کے نام
سے 1890 تک پڑھایا جاتا تھا۔

نمبر شمار 6 : تصنیف : تذکرہ گلشن ہند
مصنف : مرزا لطف علی لطف
سنہ تصنیف : 1215ھ / 1801
مجموعہ عبارت

بعد حمد اور صلاۃ کے رنگ دینے والوں کو چمن بیان کے معلوم ہووے کہ شاہ گیتی افروز روشن
ضمیر شاہ عالم غازی کی بادشاہت میں اور شمع شبستان دولت و اقبال وزیر اعظم ہندستان نواب وزیر
الہما لک آصف الدولہ آصف جاہ نجفی خاں بہادر ہزیر جنگ کی وزارت میں اور رونق بزم انصاف و
عدالت نواب عماد الدولہ امیر الہما لک گورنر جنرل وارن ہسٹنگز جلالت جنگ بہادر کی ریاست اور امارت
میں علی ابراہیم خاں مرحوم نے ایک تذکرہ شعرائے ہند کا عبارت فارسی میں لکھا اور نام گلزار ابراہیم رکھا
ہے۔ 1198 ہجری اور 1784 عیسوی میں وہ تذکرہ تمام ہوا۔ مشہور یوں ہے کہ بارہ برس میں سر
انجام ہوا، رفتہ رفتہ جب سر حلقہ بزم نکتہ دانی رونق افزائے محفل معانی، سخن کی جان اور سخن دانوں کے
قدردان صاحب والا مناقب مسٹر گلکرسٹ صاحب کی نظر مبارک سے گزرا از بسکہ شاعروں کا احوال
اس میں مجمل لکھا تھا، ایک مدت سے صاحب عالی حوصلہ کو خیال اس بات کا تھا کہ اگر بیان اس کا

مفصل زبان ریختہ میں کیا جائے تو خوب ہو، اور ہر ایک شاعر کی پوری پوری غزل اپنا جلوہ دکھائے تو نہایت طبع کو مرغوب ہو۔ مبتدی اس سے بڑا سزا پائیں گے اور نو مشق کیفیت بہت اٹھائیں گے۔

تبصرہ و کیفیت

اردو شعرا کا یہ پہلا تذکرہ ہے جس میں شعرا کے حالات اردو زبان میں لکھے گئے ہیں۔ ورنہ اس سے پہلے بلکہ اس کے بعد تک عموماً اردو شعرا کے تذکرے فارسی زبان میں تحریر ہوئے ہیں۔ یہ تذکرہ مبسوط نہیں ہے پھر بھی اکثر حالات تحقیق و قابلیت سے لکھے گئے ہیں۔ بعض جگہ مولف سے تسامح بھی ہو گیا ہے، جیسے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ البلاقہ کو اردو شاعر لکھ کر اشتیاق متخلص بتایا ہے حالانکہ وہ شاہ ولی اللہ اشتیاق دوسرے ہیں۔ یہ تذکرہ حیدر آباد دکن کی ایک طفیلی میں بہہ گیا تھا، مگر مولوی عبداللہ خاں مرحوم کی قسمت سے کنارے آگیا، جس کو انھوں نے 1906 میں چھپوا دیا ہے۔

نمبر شمار 7 : تصنیف : چہار درویش (باغ و بہار)

مصنف : میرامن دہلوی

سنہ تصنیف : 1215ھ / 1801

مجموعہ عبارت

منشا اس تالیف کا یہ ہے کہ سنہ ایک ہزار دو سو پندرہ برس ہجری، اور اٹھارہ سو ایک سال عیسوی، مطابق ایک ہزار دو سو سات سنہ فصلی کے، عہد میں اشرف الاشراف مارکوس ولزی گورنر جنرل لارڈ مارکٹن صاحب کے جن کی تعریف میں عقل حیران اور فہم سرگرداں ہے، جتنے وصف سرداروں کو چاہئیں، ان کی ذات میں خدا نے جمع کیے ہیں۔ غرض قسمت کی خوبی اس ملک کی تھی جو ایسا حاکم تشریف لایا، جس کے قدم کے فیض سے ایک عالم نے آرام پایا۔ مجال نہیں کہ کوئی کسو پر زبردستی کر سکے۔ شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ سارے غریب غریب عادی تھے اور جیتے ہیں، جہ چا علم کا پھیلا۔ صاحبان ذی شان کو شوق ہوا کہ اردو کی زبان سے واقف ہو کر ہندوستانیوں

سے گفت و شنود کریں اور ملکی کام بہ آگاہی تمام انجام دیں، اس واسطے کتنی کتابیں اسی سال بہ موجب فرمائش کے تالیف ہوئیں۔

جو صاحب دانا اور ہندوستان کی زبان بولنے والے ہیں، ان کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ قصہ چار درویش کا ابتدا میں امیر خسرو دہلوی نے اس تقریب سے کہا کہ حضرت نظام الدین اولیا زری زربخش جو ان کے پیر تھے اور درگاہ ان کی دلی میں قلعے سے تین کوس لال دروازے کے باہر غیا دروازے سے آگے، لال بچکے کے پاس ہے، ان کی طبیعت ماندی ہوئی، تب مرہدِ کامل کے دل بہلانے کے واسطے امیر خسرو یہ قصہ کہتے اور بیمار داری میں حاضر رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے چند روز میں شفا دی۔ تب انھوں نے غسلِ صحت کے دن یہ دعا دی کہ: جو کوئی اس قصے کو سنے گا خدا کے فضل سے تندرست رہے گا۔ جب سے یہ قصہ فارسی میں مروج ہوا۔

اب خداوندِ نعمت صاحبِ مردتِ نجیبوں کے قدردان جانِ گلکرسٹ صاحب نے (کہ ہمیشہ اقبال ان کا زیادہ رہے، جب تک گنگا جمنائے)، لطف سے فرمایا کہ اس قصے کو ٹھیکہ ہندوستانی گفتگو میں جو اردو کے لوگ ہندو مسلمان، عورت مرد، لڑکے بالے، خاص و عام آپس میں بولتے چلتے ہیں، ترجمہ کرو۔ موافقِ حکم حضور کے میں نے بھی اسی محاورے سے لکھنا شروع کیا جیسے کوئی باتیں کرتا ہے۔

نمبر شمار 8 : تہذیب : طوطا کہانی

مصنف : سید حیدر بخش حیدری

سن تصنیف : 1215ھ / 1801

نمونہ عبارت: سید حیدر بخش متخلص بہ حیدری شاہ جہاں آبادی تعلیم یافتہ مجلس خاص نواب علی ابراہیم خاں بہادر مرحوم شاگرد غلام حسین خاں غازی پوری، دستِ گرفتہ صاحبِ دالاشان جانِ گلکرسٹ صاحبِ بہادر دامِ اقبال کا ہے۔ اگرچہ تھوڑا بہت رابطہ موافق اپنے حوصلے کے عبارت فارسی میں بھی رکھتا ہے لیکن بہ موجب فرمائش صاحبِ موصوف کے سن بارہ سو پندرہ ہجری مطابق اٹھارہ سو ایک عیسوی کے حکومت مارکوس ویلیزی گورنر جنرل بہادر دامِ اقبال کے محمد قادری کے طوطی نامے کا جس کا ماخذ طوطی نامہ ضیاء الدین بخشی ہے زبان ہندی میں موافق محاورہ اردو سے

معلیٰ کے عبارت سلیس و خوب و الفاظ رنگین و مرغوب میں ترجمہ کیا اور نام اس کا طوطا کہانی رکھا۔
اگلے دولت مندوں میں سے احمد سلطان نام ایک شخص بڑا مال دار اور صاحب فوج تھا۔
لاکھ گھوڑے پندرہ سے زنجیر فیل، اور نو سے قطار بار برداری کے اونٹوں کی اس کے در دولت پر
حاضر رہتے تھے، پر اس کا لڑکا بالاکوئی نہ تھا کہ گھراپنے باپ کا روشن کرتا۔

نمبر شمار 9 : تصنیف : آرائش محفل

مصنف : سید حیدر بخش حیدری

سنہ تصنیف : 1216ھ / 1801

مضمون عبارت

یہ قصہ عبارت سلیس سے زبان فارسی میں کسی شخص نے آگے لکھا تھا، اب اس سید حیدر
بخش متخلص بہ حیدری دہلی کے رہنے والے نے امیر والا تدبیر پشت و پناہ ہر پیر و جواں دست گیر
در ماندگان و بے کساں نوشیروان وقت، ہمایوں بخت، زیدہ نوآمینان، عظیم الشان، مشیر خاص شاہ
کیاں بارگاہ انگلستان مارکوکس وٹلی گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ کی حکومت میں اور خداوند والا شان
عالی خاندان جان گلگرسٹ صاحب بہادر دام اقبالہ کے حکم سے 1216 ہجری 1801 کے موافق
اور سنہ جلوس تینتالیس شاہ عالم بادشاہ غازی کے مطابق زبان ریختہ میں اپنی طبع کے موافق اس
کتاب سے جو ہاتھ لگی تھی، ترجمہ نثر میں کیا۔ اور اس کا نام آرائش محفل رکھا۔ مگر اس میں اپنی
طبیعت سے جہاں جہاں موقع اور مناسب پایا وہاں زیادتیاں کیں، تاکہ قصہ طولانی ہو جائے اور
سننے والوں کو خوش آئے۔

نمبر شمار 10 : تصنیف : داستان امیر حمزہ

مصنف : خلیل علی خاں متخلص بہ اشک

سنہ تصنیف : 1215ھ / 1801

مضمون عبارت

مخفی نہ رہے بنیاد اس قصہ دلچسپ کی سلطان محمود بادشاہ کے وقت سے ہے اور اس
زمانے میں جہاں تک راویان شیریں کلام تھے، انھوں نے آپس میں مل کر واسطے سنانے اور یاد

والا نے منصوبے لڑائیوں اور قلعہ گیری اور ملک گیری کے خاص بادشاہ وقت سے ہے۔ اور زمانے میں جہاں تک راویان شیریں ملک گیری کے خاص بادشاہ کے واسطے امیر حمزہ صاحب کے قصے کی چودہ جلدیں تصنیف کی تھیں، ہر رات کو ایک ایک داستان حضور میں سناتے تھے اور انعام و اکرام پاتے تھے۔ اب شاہ عالی جاہ شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں مطابق 1215ھ اور 1801ء کے خلیل علی خاں نے جو متخلص بہ اشک ہے موجب خواہش گلگرسٹ صاحب عالی شان والا مناقب کے واسطے نوآموزون زبان ہندی کے اس قصے کو زبان اردو سے معنی کے سے لکھا، تاکہ صاحبان مبتدیان کے پڑھنے کو آسان ہو۔

نمبر شمار 11 : تصنیف : اخلاق ہندی

مصنف : سید بہادر علی حسینی مارنولی

سنہ تصنیف : 1217ھ / 1802

موضوع عبارت

ہزاروں ہزار شکر اس خدا کے جس نے اپنی تمام خلقت میں انسان کو فضیلت عطا فرمائی اور عقل کے تاج مرصع سے دین و دنیا میں اس کے سر کو زیب و زینت بخشی اور طبیعت کے چالاک گھوڑے پر سوار کر کے دانائی کی لگام ہاتھ میں دی اور علم کی تلوار ملک دل کے نظم و نسق کے واسطے سپرد کی کہ شیطان دشمن کے ہاتھ سے ہوش و حواس کی رعیت پامال نہ ہو، اور درود بے شمار اس کے نبی احمد مختار اور اس کی آل اطہار پر۔ اے دانا! آگاہ ہو، اس کتاب کو ہند میں ”پتو اپدیس“ یعنی نصیحت مفید کہتے ہیں، اور اس میں چار باب مندرج ہیں۔ ایک میں ذکر دوستی کا۔ دوسرے میں دوستوں کی جدائی کا۔ تیسرے میں لڑائی کی ایسی باتوں کا جو اپنی فتح اور مخالف کی شکست ہو۔ چوتھے میں کیفیت ملاپ کی خواہ لڑائی کے آگے ہو یا پیچھے۔ غرض ایسے عجیب و غریب قصوں میں قصے لیے ہوئے ہیں، جن کے دیکھنے اور سننے سے آدمی دنیا کے کاروبار میں بہت ہوشیار اور نہایت چالاک ہو جاوے۔ علاوہ اس کے بھلی بری حرکتیں ہر ایک کی نظر آویں۔ چنانچہ یہ کتاب سرکار دولت مدار میں ملک الملوک شاہ نصیر الدین کے (جس کی تخت گاہ صوبہ بہار تھا) پہنچی، جب انھوں نے سنا۔ اس میں قصے از

بسکہ دلچسپ ہیں اور نصیحتیں نہایت مرغوب اور باتیں بہت خوب اور حکایتیں اکثر مفید۔ تب اپنے ملازموں سے ایک کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس کو ترجمہ سلیس فارسی میں کرو تو میں اپنے مطالعے میں رکھوں اور اس کے مضمون سے مستفید ہوں۔ تب انھیں سے ایک شخص حکم بجالایا اور نام اس کا 'مفرح القلوب' رکھا۔ بالفعل اس عاصی میر بہادر علی حسینی نے 1217ھ مطابق 1802 میں فرمانے سے صاحب خداوند نعمت جان گلکرسٹ صاحب بہادر دام اقبالہ کے زبان فارسی سے سلیس رواجی ریتختے میں (جسے خاص و عام بولتے ہیں) ترجمہ کیا اور نام اس کا "اخلاق ہندی" رکھا، جو کوئی اس پر عمل کر لے گا تو دل و دماغ اس کا عقل کی بو سے ہر دم تازہ ہوگا اور اکثر دانائی کی باتوں سے واقف ہو کر ہمیشہ خوش و خرم رہے گا۔

نمبر شمار 12 : تصنیف : مذہب عشق یعنی قصہ گل بکا دلی

مصنف : الہ نہال چند لاہوری

سنہ تصنیف : 1217ھ / 1803

مجموعہ عبارت

سبب اس تالیف کا یوں کر ہے کہ اس ستمند نہال چند لاہوری کہ مولد اس نجیف کا شاہ جہاں آباد ہے، آب و خور نے کھینچ کر بیچ اشرف البلاد کلکتے کے جو اس وقت دار السلطنت ہندوستان کا ہے لاڈالا۔ یہ خاکسار کپتان دیور ڈوت سین صاحب بہادر کی خدمت میں سابق سے بندگی رکھتا تھا، انھیں کی دست گیری سے صاحب نعمت حاتم زماں دست گیر در ماندگاں فیض جود و عطا، پشمرہ فیض و سخا دریاے عنایت و کرامت، بحر احسان و شجاعت جان گلکرسٹ صاحب بہادر مدظلہ العالی کے دامن تک رسائی ہوئی۔ غرض صاحب بہادر کے تفصیلات سے اس ضعیف کی اوقات بہ خوبی بسر ہونے لگی۔ اور آگے کو بھی امید بندھی کہ اگر یہ دامن دولت ہاتھ میں ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن بیڑا پار ہو جائے گا۔ پھر ایک روز خداوند نعمت نے ارشاد کیا کہ قصہ تاج الملوک کا اور بکا دلی کا فارسی سے ہندی ریتختے کی محاورے میں تالیف کر کہ: باعث سرخروئی اور یادگاری تیری کا ہو اور موجب خوشنودی ہماری کا۔ چنانچہ اس نجیف نے بہ موجب ارشاد فیض بنیاد کے اپنے حوصلے کے موافق صاحب فلاطوں فطنت والا شکوہ عالی حشمت فلک اشتباہ مارکوس و لڑی نواب گورنر جنرل

بہادر دام اقبالہ کے عہد میں ہندوی میں تالیف کیا، اور نام اس کا ”مذہب عشق“ رکھا۔
ساتویں داستان: راہ میں تاج الملوک کے ملنے کی بھائیوں سے

اور جھین لینا گل بکاولی کا

کہتے ہیں کہ تاج الملوک فقیروں کے بھیس میں پیچھے پیچھے بھائیوں کے چلا آتا تھا کہ
ان کا ارادہ کما حقہ دریافت کرے، الغرض وہ جہاں اترے ہوئے تھے آن پہنچا۔ اور ایک کونے
میں بیٹھ کر ان کی لہن ترانیاں اور جولانیاں جھوٹی جھوٹی سننے لگا، آخر نہ رہ سکا سامنے آ کر دودھ کہنے
لگا۔ یہ بیہودہ باتیں آپس میں کیا کر رہے ہو، اپنا منہ دیکھو۔ گل بکاولی میرے پاس ہے اور اسی
وقت اس کو کمر سے کھول کر ان دغا بازوں کے آگے رکھ دیا۔

آٹھویں داستان: بکاولی کے جاگنے اور گلاب کے حوض میں گل کے

نہ دیکھنے کی اور اس کے چور کی تلاش میں نکلنے کی

نم خانہ سخن کا ساقی اس پرانی شراب کو نئے پیالے میں یوں بھرتا ہے کہ جب بکاولی نے
جادو بھری آنکھ کھولی اور خواب راحت سے چونکی پشواں ناز سے پہنی۔ کنگھی سے بالوں کو سنوارا دودھ
پنا اوڑھا، آہستہ آہستہ جھومتی اٹھ کھیلوں سے حوض کی طرف چلی۔ ہر قدم پر وہ گل اندام اپنے
نقش قدم سے زمین کو پائیں باغ بناتی تھی، اور گرد راہ سے چشم بلبل میں سرمہ لگاتی تھی۔ جب
حوض کے کنارے پہنچی، دست نگاریں سے گلاب اپنے رخسار پر ڈالنے لگی اور چہرے کا غبار کہ
عنبر کے مانند تھا۔ دھو دھو کر گلاب میں ملانے اور حوض کو چاروں طرف چشم مست ناز سے دیکھنے
بھالنے لگی۔ ناگاہ گل بکاولی کی جگہ پر نظر جا پڑی، ہر چند بہ غور و تامل نگاہ کی کچھ اس کا نشان نظر نہ آیا۔
نمبر شمار 13 : تصنیف : داستان رانی کینگی اور کنور اودے بھان کی

مصنف : سید انشا اللہ خاں انشا

سنہ تصنیف : 1217ھ / 1803

نمونہ عبارت

ایک دن بیٹھے بیٹھے یہ بات اپنے دھیان میں چڑھ آئی کہ کوئی کہانی ایسی کہیے جس میں
ہندوی چھٹ اور کسی بولی کی پٹ نہ ملے، تب جانے میراجی پھول کی کلی کے روپ سے کھلے، باہر

کی بولی اور گنوا ری کچھ اس کے بیچ میں نہ ہو، اپنے ملنے والوں میں سے ایک کوئی بڑے پڑھے لکھے پرانے دھرانے بوڑھے گھاگ یہ کھڑاگ لائے، سر ہلا کر منہ تھتھا کر ناک بھوں چڑھا کر، گھا پھلا کر لال لال آنکھیں پھرا کر گئے کہنے۔ یہ بات ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔ ہندوی پن بھی نہ نکلے اور بھا کا پن بھی نہ شخص جاے۔ جیسے بھلے لوگ اچھوں سے اچھے آپس میں بولتے چالتے ہیں، جوں کا توں وہی ڈول رہے اور چھانوں کسی کی نہ پڑے، یہ نہیں ہونے کا۔ میں نے ان کی ٹھنڈی سانس کی پھانس کا ٹھوکا کھا کر جھنجھلا کر کہا، میں کچھ ایسا انوکھا بر بولا نہیں، چورائی کو پر بت کر دکھاؤں اور جھوٹ سچ بول کر انگلیاں نچاؤں اور بے سری بے ٹھکانے کی اُلجھی کبھی باتیں کیے جاؤں، مجھ سے نہ ہو سکتا تو بھلا منہ سے کیوں نکالتا، جس ڈھب سے ہوتا اس نکھیڑے کو نکالتا۔

اب اس کہانی کا کہنے والا یہاں آپ کو جتنا ہے اور جیسا کچھ لوگ اسے پکارتے ہیں کہہ سنا ہے۔ دہنا ہاتھ منہ پر پھیر کر مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوں اور آپ کو جتنا ہوں، جو میرے داتا نے چاہا تو وہ تاؤ بھاؤ اور آؤ جاؤ اور کود پھاند اور لپٹ جھپٹ دکھاؤں جو دیکھتے ہی آپ کے دھیان کا گھوڑا جو بجلی سے بھی بہت چنچل اچیلہٹ میں ہر فوں کے روپ میں ہے اپنی چوڑی بھول جاے۔

گھوڑے پر اپنے چڑھ کے آتا ہوں میں
کرتب جو ہیں سو سب دکھاتا ہوں میں
اس چاہنے والے نے جو چاہا تو ابھی
کہتا جو کچھ ہوں کر دکھاتا ہوں میں

تبصرہ و کیفیت

اس داستان کا مختصر نمونہ تذکرہ آپ حیات میں شائع ہو چکا ہے۔ انجمن ترقی اردو کے فاضل آنریری سیکریٹری نے اس کی مکمل نقل حاصل کی جس کو انھوں نے اپریل 1926 کے رسالہ اردو میں چھاپ دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”سید انشاء اللہ خاں کی وہ داستان جس میں ایک لفظ بھی عربی فارسی کا نہیں آنے دیا مشہور تو بہت ہے مگر ملتی کہیں نہ تھی۔ آخر ایشیا ٹک

سوسائٹی آف بنگال کی پرانی جلدوں میں اس کا پتا لگا۔ مسٹر کلنٹ پرنسپل ! مارٹین کالج لکھنؤ کو اس کا ایک نسخہ موتی محل انہیریٹی میں دست یاب ہوا تھا، جسے انھوں نے سوسائٹی کے رسالے میں طبع کرا دیا۔ 1852 میں ایک حصہ طبع ہوا اور دوسرا حصہ 1855 میں۔“

اس میں شک نہیں کہ اس میں عربی فارسی کا کوئی لفظ نہیں آتا لیکن اس زمانے کے لحاظ سے زبان ایسی صاف نہیں جیسا کہ دعویٰ کیا گیا ہے۔ بہر حال سید انشا مرحوم کی جو اپنی بعض خوبیوں کے لحاظ سے یکتا تھے، ایک عجیب یادگار ہے، جس کا محفوظ رکھنا ہمارا فرض ہے۔

نمبر شمار 14 : تصنیف : ہدایت نامہ مال گزاری
مصنف : کارپردازان ایٹ انڈیا کمپنی بہ عہد چارلس
امین قائم مقام سکریٹری گورنمنٹ مغربی شمالی
سنہ تصنیف : 1217ھ / 1803

نمونہ عبارت

ہدایت نامہ مال گزاری محرمہ 1803: دفعہ 127 قانون 23، 1803 کے بہ موجب کلکٹری دفتر اس واسطے مقرر کیا گیا کہ آئندہ کو سرکاری مال گزاری اور رعایا کی حقیقت ملکیت کی محافظت ہو۔ اس کے تقرر کا خاص مطلب یہ تھا کہ بندوبست اور دیہات منقسمہ کی تقسیم جمع کے جملہ کاغذات اور سب اسناد جو کسی طرح سرکاری مطالبے سے تعلق رکھتی ہوں احتیاط تمام سے رہیں۔

تمتہ لبر 30 متعلقہ دفعہ 348

لما صد احکام سالیانہ داروں کے پہچاننے کی بابت اور اس بات کے اسناد کے واسطے کہ سالیانہ دار کی حیات کے بعد از روے جعل سالیانہ بحال نہ رہے۔

نمبر شمار 15 : تصنیف : جامع الاخلاق
مصنف : مترجمہ مولوی امانت اللہ
سنہ تصنیف : 1220ھ / 1805

نمونہ عبارت

نام اس کتاب سعادت انتساب کا جامع الاخلاق ہے اور یہ ترجمہ ہے لواضع الاشراف فی احکام الاخلاق عرف اخلاق جلالی کا، اردو زبان میں 1220 ہجری قدسی میں مطابق 1805 کے مولوی امانت اللہ صاحب مرحوم نے جو فورٹ ولیم کالج کے درمیان خشی تفریق ہندی کے تھے، اس کو ترجمہ کیا۔

اب 1264 ہجری میں موافق 1848 کے زبدہ نوآیینان عظیم الشان مشیر خاص ملکہ قمر درجہ بارگاہ انگلستان جیمس انڈروارل ڈلبوزی گورنر جنرل بہادر کی حکومت کے وقت اور جناب معلی القاب عدل و انصاف کے باب کرنیل اسٹیون دیوس ہیلی بہادر کے دور میں جو سکریٹری کلکتے کے عربی مدرسے کے اور مستحق کالج مرقوم کے اور ایکٹنگ جناب والا خطاب معدن اخلاق و آداب میجر جارج ترنبل مارشل بہادر سکریٹری کالج مذکور کے ہیں، خادم الطلبة احقر غلام حیدر ساکن ہوگلی نے اس ترجمے کو کلکتے کے بیچ مطبع احمدی میں چھاپا۔ تاکہ طالب علموں کو اس سے فائدہ پہنچے اور عاصی کو ثواب ملے۔

نمبر شمار 16 : تصنیف : گل مغفرت ترجمہ دہ مجلس
مصنف : سید حیدر بخش حیدری
سنہ تصنیف : 1227ھ / 1812

نمونہ عبارت

صاحبان درد و غم اور مبتلایان رنج و الم پر ظاہر اور ہویدا ہووے کہ اس حیدر بخش حیدری نے کتاب گلشن شہیداں سے جس کو پہلے روضۃ الشہداء سے زبان ریختہ میں ترجمہ کیا تھا۔ اب شہر محرم الحرام کی بیسویں تاریخ 1227 ہجری میں جناب فیض مآب گل گلزار معانی شمع بزم نکتہ دانی

نحر سیادت و امانت سرو جوئے بار گلشن شرافت و نجات مولوی سید حسین علی صاحب جوپوری زاد الطافہ کے ارشاد کرنے سے، جن کی خدمت فیض و رحمت میں اس بیچ مداں کو ایک رسوخ دلی اور باطنی ہے۔ اس نسخہ وہ مجلس کو انتخاب کیا اور نام اس کا گل مغفرت رکھا۔ اس لیے کہ ہر ایک خاص و عام کی نظر اشرف سے گزرے، مقبول خاطر عاطر ہووے۔ بحق محمد وآلہ الامجاد۔
نمبر شمار 17 : تصنیف: مجموعہ علم تشریح ،

از پی برٹن پرنٹنڈنٹ نیو میڈیکل انسٹی ٹیوشن، کلکتہ

مصنف : مترجمہ اہل کاران سرشت

سنہ تصنیف : 1232ھ / 1817

نمونہ عبارت

بلسلسلہ ذکر ہیضہ: اخبارات کی رو سے یوں معلوم ہوا ہے کہ 1817 اگست مہینے کے آگے ندیا کے ضلع میں اور جہاں گیر مگر یعنی ڈھا کا اور صوبہ بہار میں یہ مرض شروع ہوا تھا۔ اور اگست مہینے کے اوائل میں سوائے جگہ مذکور کے کئی ایک جگہ میں صوبہ بنگالہ کے نمود تھا، مگر ڈاکٹر صاحبوں کے سر رشتوں سے ایسا معلوم ہوا ہے کہ ہیضہ ندیا کے ضلع میں مئی مہینے میں اور عظیم آباد میں جولائی مہینے کی گیارہ تاریخ 1817 میں شروع ہوا تھا۔ اور جنوری مہینے کے آخر تک یکساں عظیم آباد میں اس کی دھوم مچی رہی تھی اور بہت آدمی مر گئے تھے، اور جولائی مہینے میں مہینے کے ضلع میں نمود ہوا۔

نمبر شمار 18 : تصنیف : تجمیر و تکلفین مسلمانوں کی

مصنف : مولوی محمد عمران رام پوری

سنہ تصنیف : 1236ھ / 1821

نمونہ عبارت

بعد حمد اور صلاۃ کے بندہ کثیر العصیاں ضعیف البیان محمد عمران متوطن شہر مصطفیٰ آباد عرف رام پور کا کہتا ہے کہ ایک شخص محتاج جو بہ ظاہر خوار و بے اعتبار اور حقیقت میں دیانت دار، اور تقویٰ سے آراستہ کمال دین دار، رہنے والا دارالامارۃ کلکتے کا بنگالی الاصل، شب و روز

قال اللہ اور قال الرسول میں سرگرم، لیکن بہ سبب تقدیر الہی کے علم سے بے بہرہ تھا۔ جس کو سنتا کہ وہ عالم، فاضل، پرہیزگار، دین دار، مقبول درگاہ الہی کا ہے اس سے جا کر استفادہ کرتا، اور جو کچھ شک و شکوک مسائل دینی میں ہوتے تو پوچھتا، اتفاقاً جناب ارشاد مآب مولوی سید محمد حیدر علی صاحب قبلہ رام پور سے دارالامارۃ کلکتہ کو تشریف فرما ہوئے، یہ فقیر بھی ان کی خدمت میں ہمراہ رکاب سعادت انتساب علم کا استفادہ کرتا وہاں تک پہنچا، ان کے علم و فضل اور کمالات کا شہرہ اطراف و جوانب میں بنگالے کے ہوا، وہ شخص تو طالب ایسے ہی شخصوں کا تھا، سنتے ہی آکر حاضر ہوا، الغرض ایک مدت تک تو یوں ہی آتا رہا، ایک روز بولا کہ حضرت ہم کہاں تک مسائل پوچھ سکیں گے۔ التماس بندے کا یہ ہے کہ مسائل مسلمانوں کی تجمیز و تکفین کے کہ یہ نہایت ضرور ہیں اور ہر مسلمان کو ان کی احتیاج ہے اگر اردو زبان میں مذکور ہوں تو نہایت فیض عام ہوا اور قریب فہم عوام ہو۔

نمبر شمار 19 : تصنیف : فسانہ عجائب

مصنف : مرزا رجب علی سرور لکھنوی

سنہ تصنیف : 1240ھ / 1824

نمونہ عبارت

ناگاہ ایک روز گذر موکب با حشمت و جلال، غر و شوکت سے، ایک صحراے باغ و بہار، وصف لالہ زار بے ملاں میں ہوا۔ فضاے صحرا قابلِ تحریر۔ کیفیت دشت گلشن آسلاقی تقریر۔ بوباس ہر برگ و گل کی رشک مشک از فر۔ صفحہ بیاباں معنر و معطر۔ چشموں کا پانی صفا میں آبِ گہر سے آبدار تر، ذائقے میں بہ از شیر و شکر۔ چلے کے جاڑے، کڑا کے کی سردی تھی۔ گویا زمین سے آسمان تک بخ بھردی تھی۔ پرند اور چرند اپنے اپنے آشیلوں اور کاشانوں میں جے ہوئے بیٹھے، بھوک اور پیاس کے صدے اٹھاتے تھے، دھوپ کھانے کو باہر نہ آتے تھے، قصد سے تھر تھراتے تھے۔ سردی سے سب کا جی جلتا تھا، دم تقریر ہر شخص کے منہ سے دھواں دھار دھواں نکلتا تھا۔ آواز کسی کی کسی کے کان تک کم جاتی تھی، منہ سے بات باہر آئی اور جم جاتی تھی۔ ماریاہ اوس چاٹنے باہر نہ آتا تھا، سردی کے باعث دم دبا کے بانہی ہی میں

دبکا جاتا تھا۔ زمانے کے کاروبار میں خلل تھا، ہر ایک دست در بخل تھا۔..... اشک شمع انجمن لگن تک گرتے گرتے ادلا تھا، پروانوں نے گرد پھرتے پھرتے مٹوا تھا۔ شعلہ کانپتا تھا، فانوس کے لحاف میں منہ ڈھانپتا تھا۔ شمع کا جسم برف تھا۔ پگھلنے کا کبا حرف تھا۔ ہر سنگ کے سینے میں آگ تھی، گواہ شرعی شر تھا۔ لیکن سردی کو بھی یہ لاگ تھی اور جاڑے کا ایسا اثر تھا کہ سلیس کی سلیس جہی پڑی تھیں، فولاد سے زیادہ کڑی تھیں۔ تنور فلک چارم کی چھاتی سرد تھی۔ گلخن میں یہ بردست تھی کہ کشمیر گرد تھی۔ لٹیوں نے بیہ پکڑے، لوے لولوں کے ہاتھ آئے، لنگڑے ہرن باندھ لائے۔ سرزمین ہند میں مردے نہ جلتے تھے۔ زندوں کے ہاتھ پاؤں گلتے تھے، آتش رخسار گل شبنم نے بجھائی تھی، باغ میں بھی جاڑے کی دبائی تھی۔ اوس برگ و بار کی صنعت پروردگار کی دکھاتی تھی، مرصع کاری یک لخت نظر آتی تھی۔ دانہ ہائے اشک شبنم خواہ بڑے یاریزے تھے۔ ہر شجر کے برگ و بار میں الماس اور موتیوں کے سبک آویزے تھے۔..... اس سردی کا کہیں ٹھور ٹھکانا تھا، حمام پر یہ پھیلتی تھی کہ برف خانہ ہے، آگ پر لوگ جی ٹار کرتے تھے، زردشت کا طریق اختیار کرتے تھے۔ اسی سردی کا یہ دنور ہے کہ آج تک بتوں کی سرد مہری نہ گئی۔ عالم اللہ کا جاڑے میں المست تھا۔ جس کو دیکھا آتش پرست تھا۔ یہاں تک جاڑے کا زور شور عالم گیر ہوا تھا کہ کرہ ناز مہریر ہوا تھا۔ جان عالم نے فرمایا آج خیمہ ہمارا یہیں ہو۔

نمبر شمار 20 : تصنیف : مجموعہ قوانین مطبوعہ مطبع نورالابصار، آگرہ 1866

مصنف : مرتبہ سدا سکھ لال

سنہ تصنیف : 1239ھ/1834

موضوع عبارت

مجموعہ قوانین ایکٹ ہائے سپریم کورٹ 1834 سے

لغایت 1857 جو آخر 1863 میں نافذ تھے۔

دیباچہ : مجموعہ قوانین کی جلد اول 1793 سے 1834 تک مرتب ہو کر 1864

میں مطبوع ہوئی، اب یہ جلد ثانی متضمن ایکٹ ہائے غیر منسوخہ کی سنہ ابتداء 1834 مع جلد

تالیف من ابتدائے 1858 لغایت 1860 اور جلد رابع من ابتدائے 1861 لغایت 1863 متضمن جملہ ایکٹ ہائے غیر منسوخہ مروجہ ممالک مغربی و شمالی چھاپ کر شائع کی جاتی ہے۔ ان جلدوں میں بعض ایکٹ متعلقہ بنگالہ اور سپریم کورٹ گوکہ وہ متعلق ممالک مذکور نہیں ہیں، مگر بایں نظر کہ ترجمہ ان کا کسی خاص وجہ سے اردو گورنمنٹ گزٹ ممالک مغربی و شمالی میں چھپا تھا، داخل کیے گئے ہیں۔ قائدے اس تالیف کے ایسے نہیں ہیں کہ احتیاج ان کے بیان کی ہو۔ فی الواقع یہ جلدیں آئینہ نمائے انتظام جملہ سررشتہ ہائے سلطنت عظیم الشان سرکار دولت مدار انگلشیہ کی ہیں، ان کے دیکھنے سے بہ آسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ ہر باب میں کتنے قوانین مجاریہ وقت ہیں اور کتنے منسوخ ہو گئے۔

واضح ہو کہ مصنف نے ترجمہ اردو میں کہ وہ مسلمہ گورنمنٹ اور مندرجہ گزٹ سرکاری تھا، کچھ تعریف نہیں کیا ہے، اگر بہ نظر سرسری کسی مضمون میں اصل انگریزی سے اختلاف مرتع پایا، اس کو اسی اصل کے مطابق بہ ثبت نشان ذیل صفحے میں مرقوم کیا ہے، اور جو ایکٹ منسوخہ یا مرمدہ یا منقضی الیحاد یا ایکٹ کی دفعات منسوخہ یا مرمدہ کہ دراثائے ترتیب داخل ہو گئی تھیں ان کی فہرست بہ حوالہ احکام ناسخ یا مرمدہ صفحہ مابعد میں درج کی جاتی ہے۔ اور جو قوانین متعلقہ دیگر پریسیڈنسی یا سپریم کورٹ یا خاص بنگالہ ہیں، ان کی تاریخ صدور کے بعد صرف حوالہ نام اس پریسیڈنسی کا یا سپریم کورٹ یا خاص بنگالہ لے کا لکھ دیا ہے۔

ایکٹ نمبر 1، 1834 ولایت ہند نواب گورنر جنرل بہادر کے حضور سے کونسل کے

اجلاس میں 20 نومبر 1834ء میں صادر ہوا۔

نمبر شمار 21 : تصنیف : امالیق الصبیاں غیر مطبوعہ

مصنف : سید صالح محمد دہلوی

سن تصنیف : 1249ھ / 1835

نمونہ عبارت

جان تو، جو نیک بخت کرے تج کو اللہ تعالیٰ سچ دونوں جہان کے، کہ اس فقیر پر تقصیر نے سچ اس رسالے کے صفت ایمان کی اور عقیدے اور فرض اور واجب اور سنت اور مستحب اور مسائل

ضروری نماز اور روزے اور حج اور ذکات کے کتابوں معتبر سے چن کر اور مختصر کر کر واسطے فائدہ اٹھانے خاص اور عام کے لکھے، اور ترجمہ کیے، اور واسطے آسان ہونے اور جلد سمجھنے عورتوں اور مردوں ان پڑھ کے نظم نہ کیا، یعنی بیتوں میں نہ لکھا، اور اوپر ایک مقدمے اور پانچ باب اور ایک خاتمے کے منقسم کیا جاتا ہے اور ہر ایک باب میں کئی کئی فصلیں اور ہر ایک فصل میں کتنے کتنے مسئلے ہیں، اور نام اس کا ”اتالیق الصبایا“ رکھا گیا، اور بعد تمام ہونے کے اس ضعیف تحف نے واسطے دور ہونے شک کے جو بعض مسکوں میں رکھتا تھا، اور خوف آخرت کے سے کہ یہ مقدمہ دینی ہے، شاید کہیں غلطی یا کہ زیادتی نہ ہوئی ہو، اول سے آخر تک اس رسالے کو چنے ہوئے فاضلوں اور پیشوا عالموں مولوی محمد اسحاق صاحب یعنی نواسے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے کو، سلامت رکھے اللہ ان کو جو ساتھ علم اور حلم اور اخلاق کے تعریف کیے گئے ہیں، سنایا اور انھوں نے اول سے آخر تک خیال دل سے سن کر جس جگہ شک اور غلطی تھی اصلاح فرمائی اور بہت پسند کیا، اور آفریں فرمائی۔ بلکہ کئی سطریں عبارت عربیہ کے مقدمے اس کے میں ہاتھ مبارک سے دست خط فرمائیں، اور ان کو اس عاجز نے تبرکاً اور تیمناً اور دستاویز مضبوط سمجھ کر داخل اس رسالے کے کیا۔

نمبر شمار 22 : تصنیف : قصہ گل و صنوبر

مصنف : نیم چندکھتری

سنہ تصنیف : 1251-52ھ (1837-38)

مجموعہ عبارت

ناٹل بیج: زبان فارسی سے زبان اردو میں ترجمہ کیا ہوا نیم چندکھتری کا، نام سے بابو گور چرن کے، نواب مستطاب لارڈ جارج آکلنڈ صاحب بہادر دام اقبالہ کے عہد میں داتا، رام برہمن کی تصحیح سے چھاپا گیا۔

متن: بعد ازاں فقیر حقیر رضائے الہی پر خرسند نیم چند یوں لکھتا ہے کہ اس عالم ناپائیدار میں کسی چیز کو قرار نہیں اور نیستی پر سب کا مدار ہے۔ اس کی ذات لازوال کے واسطے بقا اور باقی سب کو فنا ہے۔ مگر ایک گلستانِ سخن کہ خزانِ جہاں اس کے گلوں پر نہیں آتی چوروں

کی چوری اور رہزنیوں کی سرزوری سے یہ دولت کہیں نہیں جاتی۔ چمن اس کا ہمیشہ تازہ و خرم رہتا ہے اور اس کی نہروں میں زلال زندگی بہتا ہے، اس کے مکان کی نیو کو حادثے کے بھونچال کا کچھ خطرہ نہیں ہوتا۔

نمبر شمار 23 : تصنیف : تاریخ افغانستان

مصنف : سید فدا حسین عرف نبی بخش

سنہ تصنیف : 1255ھ / 1839

مموئہ عبارت

اما بعد! یہ آوارہ عاجز و ناکارہ در ماندہ و در افتادہ سید فدا حسین عرف نبی بخش بخاری الحیدری نسب علاقہ روزگار سرکار انگریزی میں جمعدار ترکی سواروں میں ملازم ہوا تھا، زمانہ نانہجار کہ ہر روز بازی تازہ بر روئے کار لاتا ہے اور شعبدہ نیا اٹھاتا ہے، چنانچہ صاحبان عالی شان کو بہ حمایت شاہ شجاع درانی بادشاہ کابل کے مہم اس ملک کی اور بادشاہ کرنا اس کا مصمم ہوا، اور رسالہ ہمارا مقام چھاؤنی میرٹھ سے اس مہم میں مقرر ہوا۔ عاصی بھی چار و ناچار بندگی و بے چارگی مثل مشہور ہے۔ سب درست و یگانہ سے رخصت ہو کر مستعد و آمادہ سفر ہوا۔ تاریخ 3 / ماہ نومبر 1839 مطابق 25 / شعبان 1255 ہجری کو شاہ جہاں آباد سے دو تین منزل آگے گئی تھی کہ قضائے الہی سے بیماری ہیضہ و با کی فوج میں پڑ گئی..... اب پھر آیا میں اور پر مطلب اپنے کے۔ عرض سچ خدمت سامعان کتاب کے یہ ہے کہ دس ہزار فوج لڑائی پر گئی سب ماری گئی۔ 7 ہزار آدمی وہاں سے بچ کر آئے اور باقی وہیں مدفون ہوئے۔

نمبر شمار 24 : تصنیف : ترجمہ فقہ اکبر

مصنف : مفتی سعد اللہ رام پوری

سنہ تصنیف : 1255ھ / 1840

مموئہ عبارت

یہ کتاب ہے اصل توحید اور اعتقاد صحیح کے بیان میں، واجب ہے ہر مسلمان پر کہ کبے صدق دل سے، یقین لایا میں اللہ پر اور اس کے سب فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں پر اور قیامت

کے دن پر، اور جلا اٹھانے پر پیچھے مرنے کے، اور خیر و شر کی تقدیر پر کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہے، اور حساب ہونا، اور تلکنا اعمال کا قیامت میں اور بہشت اور دوزخ سب حق ہے اور اللہ تعالیٰ ایک ہے، عدد سے نہیں۔ پر اس راہ سے کہ اس کا کوئی سا جہی نہیں۔

نمبر شمار 25 : تصنیف : عجائب القصص

معنف : حکیم احسن اللہ خاں و فخر الدین حسین دیباچہ نویس و

سید باقر حسین ولد سید علی خاں مترجم

سنہ تصنیف : 1256ھ / 1840

مسموۃ عبارت

عبارت دیباچہ :

بعد حمد ایزد منان اور نعت و منقبت رسول آخر الزمان، ابجد خوان دبستان دانش و شعور مقصم بہ ذیل رسول التقلین محمد فخر الدین حسین نقش پرداز اس دیباچے کا بیج بیان سب تالیف اس کتاب فیض نصاب کے گزارش کرتا ہے۔ اوپر خاطر خطیر باب عقل و تمیز کے پوشیدہ نہ رہے کہ تحریک سلسلہ انجام اس کام کی بہ وساطت دست و قلم سیادت مرتبت نجابت منزلت سید باقر حسین خلف رشید سید علی نقی خاں کے عمل میں آئی اور اس بزرگوار شائستہ کردار نے مشاطگی ذہن سلیم و فکر مستقیم کے عرائس مضامین اس کتاب کو پیرایہ پوش زبان اردو سلیس سے آرائش دی۔

عبارت مترجم :

’نامہ اسکندر بنام والدہ خودیہ نامہ ہے بندہ خدا پر تیرے اسکندر کی طرف سے کہ مدت اندک اور زمانہ قلیل میں اہل زمیں کے ساتھ بے حد رفاقت کی اور اب زمانہ ہائے دراز اور قرن ہائے بے شمار مجاورت اہل آخرت کرے گا، یہ سوے والدہ کے سرائے غربت میں مواصلت اور ملازمت اس کی سے متمتع نہ ہوے اگر خدا چاہے تو عالم نور کرامت اور دار السرور بہجت میں مجاورت اس کی سے منقطع نہ ہووے، اور یہ وہ نامہ ہے طویل الذیل کہ مفصل تاریخ مبسوط میں مذکور ہے۔

نمبر شمار 26 : تصنیف : مفید الاجسام

مصنف : سید فضل علی

سنہ تصنیف : 1259ھ / 1844

مہمۂ عبارت

سید فضل علی بن شاکر علی ابن میر کرم علی رہنے والے قدیم شاہ جہاں آباد کے کہ استاد پڑھانے اور لکھوانے میں بادشاہ زادوں کے ہوتے آئے ہیں اور اب بھی اسی خدمت پر بھائی صاحب عالی درجات اور نوکری روزگار کے بیچ سرکار بادشاہ کے جلوہ گستر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت باکرامت رکھے۔ لیکن اپنی خرابی اور بربادی کا کیا بیان کروں اور کیا کہوں کہ سینہ قلم کا چاک چاک ہوتا ہے کہ پروردگار عالم نے بزرگوں کی تقدیر میں ریاست اور امیری لکھی تھی اور اس تالائق و خلایق کے مقصوم میں ندامت اور فقیری.....

الغرض یہ بے سروسامان اور سرگردان تنگ خاندان اپنے کا ہوا، رات اور دن اس سوچ میں رہتا کہ ایام طفلی میں اس گردش کج رفتار و زمانہ ناسازگار نے مانند اوراق گنجے کے سب عزیز و اقربا سے جدا کر کے ایسا اتر پریشان بادل برپا کیا کہ باگ اختیار کی باتھ سے چھوٹ گئی اور رہو اور برق رفتار خواہی جسمہ کا تادر حیرانی جانے جنگل پر مستعد ہوا اور کچھ تدبیر بن نہ آئی۔ القصہ منزلیں طے کرتا رفتہ رفتہ کلکتے میں پہنچا کہ وہاں نہ کوئی یار نہ مددگار سوائے ذات پروردگار کے مؤنس و غم خوار نہ تھا۔ نو برس کے سن میں کہ 1230ھ (1815) تھے، اس کم سنی میں یہ خیال دل میں گزرا کہ کوئی فن کسب کسی طرح کا ہو، اس کو اختیار کیجیے، اور دل سے سیکھیے، تاکہ آنکھوں میں لوگوں کی عزیز ہو جیے۔ الحاصل اسپتال انگریزی ڈاکٹر کلاک یاٹن صاحب کہ نام ان کا آج تک بیچ کلکتے کے مشہور اور معروف ہے کہ فن جراحی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے، ان کی خدمت فیض درجت میں دست بستہ بہ ارادہ شاگردی حاضر ہوا، اور سوال کیا کہ امیدوار اس بات کا ہوں۔ میری زبانی یہ حال سن کر وہ صاحب فیلسوف ہمسر جالینوس، استاد زمانہ اپنے فن کا یگانہ مہربان ہوا، اور یوں فرمایا کہ بہتر ہے، مگر رہنا یہیں ہوگا، جب تک اس کو خوب حاصل نہ کر لو گے تب تک پروا لگی کہیں جانے کی نہ ملے گی۔

اوپر عاقلوں کے چھپانہ رہے کہ اس فقیر نے جو یہ اجزا جمع کیے ہیں تو ان میں آسان عبارت اور سلیس ترکیب علاج دیکھ کر واسطے تعلیم مبتدیوں کے۔ اُن ان اجزا کو دقیق کر کے لکھتا تو فہم مبتدی اس کو بوجھ نہ سکتا۔ یہ کتاب شہر ذی الحجہ میں تمام ہوئی اور تاریخ دسویں روز دوشنبہ اور 1259 ھ مطابق 1844۔

نمبر شمار 27 : تصنیف : یہودیوں کا بیان

مصنف : کار پردازان گرجا

سنہ تصنیف : 1261 ھ / 1846

مضمون عبارت

خداوند بنی اسرائیل پر نپٹ (بہت) غصہ ہوا اور اپنی نظر سے انھیں گرا دیا، ان میں کوئی نہ بچا، مگر خالی یہود کا فرقہ اور سردنی لوگ جو اس ملک کے بننے باشندے تھے، خدا کو نہ جانتے تھے اور نہ اس کی بات مانتے تھے۔ اس واسطے اس نے ان کے بیٹے کو بھیجا جس نے ان میں بہت سے لوگوں کو پھاڑ کھایا۔ اس لیے انھوں نے امور کے بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ تو میں جنہیں تو نے سردن میں بسایا تھا اس ملک کے خدا کی راہ نہیں جانتیں، اس واسطے اس نے ان میں شیروں کو بھیجا ہے۔

نمبر شمار 28 : تصنیف : رسالہ گلکرسٹ (قواعد اردو)

مصنف : ڈاکٹر جان گلکرسٹ پرنسپل فورٹ ولیم کالج کلکتہ

سنہ تصنیف : مطبوعہ 1261 ھ / 1846

مضمون عبارت

یہ رسالہ زبان ریختہ ہندی کی صرف و نحو میں مشتمل ہے دو مقدموں پر۔

یاد رکھنا چاہیے کہ مصدر دلالت کرتا ہے صادر ہونے پر فعل کے فاعل سے۔ یا قائم ہونے پر فعل کے فاعل میں اور اس صدور اور قیام کے بعد ایک کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ اس کیفیت پر جو اسم دلالت کر لے وہ حاصل بالمصدر ہے۔ پس اکثر مصادر کی علامت کے حذف کرنے سے جس قدر باقی رہے وہ حاصل بالمصدر ہے۔

تبصرہ و کیفیت

یہ رسالہ سنہ تصنیف کے لحاظ سے 1809 اور 1831 میں شائع ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر جان گلگرسٹ کا نام اردو زبان کے محسنین میں نہایت ممتاز ہے۔ انھوں نے صرف زبان، قواعد اور لغت پر خود کتابیں لکھیں بلکہ اکثر مشاہیر اہل زبان معاصرین، مثل میرامن، بہادر علی، افسوس، حیدر، دلا وغیرہم کو جمع کر کے ان سے ایسی کتابیں لکھوائیں، جن میں سے بعض ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ ڈاکٹر صاحب نے اردو کی خدمت کا کام 1787 میں شروع کیا، اور فورٹ ولیم کالج اردو زبان کی تالیف و تصنیف کا مرکز انیسویں صدی عیسوی کے ابتدائی دس پندرہ سال تک رہا۔

نمبر شمار 29 : تصنیف : طبقات شعراے ہند (تذکرہ فیلین)

مصنف : مسٹر ایف فیلین و مولوی کریم الدین دہلوی

سنہ تصنیف : 1262ھ / 1845

مجموعہ عبارت

سب صاحبوں کی خدمت میں بندہ کترین کریم الدین یہ عرض کرتا ہے کہ جب بندہ ایک تذکرہ شعراے عرب کا زبان اردو میں واسطے سوسائٹی کے لکھ کر چھپوا چکا، اس وقت یہ ارادہ پیرا مون خاطر عاجز کے ہوا کہ ایک تذکرہ شعراے ہند کا بھی تاریخ وار حال جس سے ہر شاعر کے سنہ زندگی کا حال معلوم ہو جائے اور یہ معلوم ہو کہ وہ شاعر کس زمانے میں موجود تھا، مع اور حالات صادقہ اس کے، جہاں سے پاؤں جمع کر کے چھپواؤں، اس لیے یہ تذکرہ چند تذکروں سے تالیف کر کے درمیان 1845 کے فراغت پائی۔ گرچہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ بہت تذکرے جمع کر کے اس تذکرے کو فراہم کروں، لیکن مجھ سے پہلے چونکہ دی تاسی نے زبان فرنج میں درمیان ملک فرانس کے ایک تذکرہ ان تذکروں مفصلہ ذیل سے بہت اچھی طرح تالیف کر دیا تھا اس لیے اور دوسرے تذکروں سے جو اس کو دست یاب نہیں ہوئے اور اس تذکرے سے مدد لے کر یہ تذکرہ میں نے فراہم کیا۔

تبصرہ و کیفیت

یہ اردو ہسٹری یعنی تذکرہ شعرائے ہند 964 شاعروں کے حال پر مشتمل ہے اور غالباً صرف ایک مرتبہ دہلی کے مطبع العلوم میں باہتمام سید اشرف علی 1848 میں چھاپا گیا ہے۔ یہ تذکرہ اپنے تمام ماسبق تذکروں سے زیادہ مفصل اور صحیح اور مفید تحقیقات سے مملو ہے۔ فضول تعریفیں اور غیر متعلق باتیں بہت کم ہیں۔ مولوی کریم الدین دہلوی اور مسٹر ایف فیلن نے مل کر مرتب و تالیف کیا ہے۔ اس نمونے میں جو عبارت نقل کی گئی ہے اس میں دونوں مؤلفین کی تحریریں لکھی گئی ہیں۔ شروع عبارت سے اس فقرے تک کہ ”درمیان 1845 کے فراغت پائی۔“ مولوی کریم الدین کی تحریر ہے۔ اور اس کے بعد مسٹر ایف فیلن کی۔

انگریزی زبان میں دی تاسی کا جو تذکرہ موجود ہے اس کا ترجمہ بھی اس میں شامل ہے، اور اسی لیے اکثر ناواقفین اس تذکرے کو دی تاسی کا تذکرہ سمجھتے ہیں۔ اس تذکرے میں دیباچے کے بعد اردو زبان کی مفصل تاریخ لکھی ہے اور حتی الامکان پوری تحقیقات کو مد نظر رکھا ہے۔

نمبر شمار 30 : تصنیف : آثار الصنادید (طبع اول)
مصنف : جواد الدولہ عارف جنگ سید احمد خاں
تذکرہ تصنیف : 1262ھ / 1845

نمونہ عبارت

بعد حمد و نعت: بہتر ہے کہ فکر مال اندیش اس داعیہ محال سے ہاتھ اٹھا کر اپنے انداز سے باہر پاؤں نہ نکالے اور اس امر صعب میں ہاتھ نہ ڈالے اس واسطے خاک پائے اہل ہنر خوشہ چین معنی طراز ان سخن ور، امیدوار رحمت صد سید احمد مخاطب بہ خطاب جواد الدولہ عارف جنگ بیٹا سید محمد متقی خاں بہادر مرحوم اور پوتا جواد الدولہ جواد علی خاں مرحوم اور نواسہ نواب دہیر الدولہ امین الملک خواجہ فرید الدین احمد خاں بہادر مصلح جنگ کا دانایان اولی الابصار اور صاحب طبع جان روزگار کی

خدمت میں عرض کرتا ہے کہ مدتِ دراز سے یہ اندیشہ دامن گیر تھا کہ اگر حیلہ نری زمانہ پر بہانہ سے اند کے نجات حاصل ہو جاوے اور فلکِ ناتواں میں کے پنچے سے کچھ مہلت باتھ آوے تو ایک نسخہ عجیب اور مجموعہ غریب خامہ چابکِ رقم کی مدد اور فکرِ آسمان سیر کی عنایت سے لکھا جاوے کہ عمارتِ سوادِ شاہ جہاں آبادِ حرسہ اللہ عن الفساد (اللہ فساد سے اسے بچائے رکھے) اور مکاناتِ درونِ شہر اور قلعہ مبارک کا حال اس میں مندرج اور اطوار و اوضاع ساکنین شہر کا حال اس میں مندرج ہو۔

قلعہ معلیٰ کی عمارت کے حال میں: زہے بلند پایہ حصار کہ اگر آسمان اس کے ایک برج کے کلس کی وسعت پیدا کرے کلاہِ تفاخر کو اپنے سر پر کج رکھے اور اگر سپہر بریں اس کے ایک کتھرے کی رفعت بہم پہنچاوے، اپنے جائے میں نہ سادے، اندیشہ اس کی بلندی دیوار کے اندازہ کرنے میں حیران اور عقل اس کی وسعت کی تحقیق میں سرگردان، اس کی دیواریں آسمان کی پشتیبان اور اس کی خندق غیرتِ محیطِ عثمان، یہ قلعہ زمانِ دولت اور عہدِ سلطنتِ شہاب الدین محمد شاہ جہاں بادشاہ انار اللہ برہانہ (اللہ منورہ کرے بھید اس کے) میں بنا ہے، اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہ موجبِ فرمانِ قضا جریان اس بادشاہ کے یہ قلعہ بننا شروع ہوا۔ اور سالِ دوازدہم جلوسِ شاہ جہاں میں مطابق شبِ جمعہ دوازدہم ذی الحجہ 1048 ہجری مطابق 9 اردوے بہشت 561 اپریل 1639۔ ملک شاہی کی اچھی سے اچھی سماعت دیکھ کر استا احمد اور استا حامد معماران نے کہ اپنے فن میں اپنا اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور ہندسہ و حساب میں ثانی اقلیدس اور رشک ارشمیدس تھے۔ اس قلعے کی بنیاد رکھی۔

عبارتِ خاتمہ: الحمد للہ کہ یہ کتاب تمام ہوئی اور دستِ و قلم کو جو گردشِ دائمی اور گریہِ مدام سے فارغ نہ تھے آسودہ ہوئے۔ فکر کو تسکین اور طبیعت کو اندیشے سے آسودگی بہم پہنچی۔ خدا کرے کہ مقبول صاحبِ نظر ان پُر ہنر ہو۔

تبصرہ و کیفیت

اگر لکھنے والے کا نام چھپا کر یہ نمونہ پیش کیا جائے، تو آج کل

بہت کم ایسے واقفین ملیں گے جن کو اس نمونے پر سرسید احمد خاں کی تحریر کا یقین ہو۔ یہی وہ پہلی کتاب سرسید کی لکھی ہوئی ہے جس میں فارسی عربی ترکیبیں اور تشبیہات و استعارات کے ساتھ پرانا انداز بیان پایا جاتا ہے۔ اس پہلے ایڈیشن کے بعد اسی کتاب کا دوسرا ایڈیشن بہت کچھ ترمیم و اصلاح کے بعد شائع کیا گیا ہے، جس میں پرانی ترکیبوں کے استعارے اور تشبیہیں بہت کم ہیں۔

نمبر شمار 31 : تصنیف : ہدایت نامہ مال گزاری
مصنف : ولیم میور سکرٹری صدر بورڈ منشی فیض احمد
سنہ تصنیف : 1262ھ / 1845
نمونہ عبارت

ہدایت نامہ مال گزاری کا: حصہ دوم

مجاہد گورنمنٹ ممالک مغربی اور شمالی، ترجمہ کیا ہوا ولیم میور صاحب سکرٹری صدر بورڈ مغربی و شمالی بہ استعانت فیض احمد منشی اول سکندرہ (آگرہ) کے تیتوں کے مطبع میں چھپا۔ فہرست مختصر ایکٹ بابت 1851 اور احکام ممالک مغربی کے، موضوع واسطے ترمیم قانون 13 / 1810 مجملہ مجموعہ قوانین بنگالہ جوائیل کے مقدمات کے باب میں مقرر ہے۔

واضح ہو کہ عدالت دیوانی صدر ممالک مغربی متعلقہ قلم و فورٹ ولیم بنگالہ جو بہ طرز حال موضوع ہے، اس میں صرف تین حاکم مامور ہیں اور اس باعث سے مجموعہ بنگالہ کے قانون 13 / 1810 اور ایکٹ نمبر 2، 1843 کے رو سے اس حالت میں اپیل کی منظوری نہیں ہو سکتی ہے جب کہ فیصلہ جس کی ناراضی سے اپیل ہو، محکمہ مذکور کے کسی حاکم کی تجویز سے صادر ہوا ہو، پس مقتضائے مصلحت ہے کہ قانون مذکور اصلاح پاوے۔ لہذا حسب ذیل حکم ہوتا ہے۔ عدالتیں دیوانی صدر متعلقہ قلم و فورٹ ولیم بنگالہ کی کسی عدالت کے تین حاکموں میں سے کوئی حاکم جو بہ غرض سماعت اور تجویز کسی مقدمہ اپیل کے جلسہ کرے اس باعث سے اپیل کے سننے اور تجویز کرنے سے ممنوع نہ ہوگا کہ اس نے محکمہ ماتحت میں اس فیصلے کو خود صادر کیا تھا، جس سے اپیل ہوئی ہے۔

نمبر شمار 32 : تصنیف : تاریخ ممالک چین
مصنف : جیمس کارکرن مترجم عدالت دیوانی صدر، کلکتہ
سنہ تصنیف : 1262ھ / 1845

مجموعہ عبارت

عبارت سرورق: تاریخ ممالک چین اور دوسرے ملکوں اور قوموں کی، جو فرماں بردار یا باج گزار فغفور قتا کے ہیں۔ ابتدائے نوآبادی دنیا بعد طوفان نوح سے لغایت زمان عہد و بیان و مصالحت میان سلاطین قتا انگلستان 1842 مسیحیہ میں تالیف تحیف خوشہ چین خرمن ارباب سخن جیمس کارکرن مصنف جو اہر اخلاق مترجم عدالت دیوانی صدر کلکتہ۔ دو جلدوں میں تمام ہے۔ پہلی جلد طبع مؤلف کے اہتمام سے بہ مطبع پادری تاس صاحب واقع شہر کلکتہ بہ ماہ نومبر 1848 ختم ہوئی۔

دیباچہ

صاحبان غور و تامل علم تاریخ کو اکثر علوم پر اس واسطے شرف دیتے اور بہتر سمجھتے ہیں کہ تجربہ کاری اور مردم شناسی کے ملک میں پہنچنے کی راہ ہے، اور وہاں کا سفر جس نے تھوڑا سا بھی کیا وہ کچھ ہو رہا، کیونکہ دنیا کے کارخانوں کی بے ثباتی اور اولاد آدم کی بد نہادی اور نیک صفاتی سے آگاہ ہوتا اور انقلاب روزگار سے عبرت حاصل کرتا ہے اور اکثر امور دنیوی میں ایسی آنکھ ہو جاتی ہے کہ تفرس کو قوت پیشین گوئی کی اور زبان کو توانائی قال بیانی کی حاصل ہوتی ہے، اور قیاس کو مزاولت کے باعث یہ ملکہ ہو جاتا ہے کہ سبب کے دریافت سے انجام کا حال آغاز میں کہہ دیتا ہے، جیسا کہ اہل منطق صغرئی اور کبرئی سے نتیجہ نکال لیتے ہیں اور نتیجہ سننے سے سب کو معلوم کر لیتے ہیں۔

چنانچہ کسی ملک کے حکام اور امرا کے اطوار اگر مورخ کے روبرو بیان کیے جاویں گے تو اغلب ہے کہ قال حال کو بے تامل کہہ دے گا۔ سیوا (سوا) ان باتوں کے مورخ کا علم موجب اپنی فرحت اور غیروں کی راحت کا ہے، اس لیے کہ اہل دنیا کی عادات اور حرکات اور نیرنگی زمانے کی جو ہمیشہ دیکھنے اور سننے میں آتی اور نادانوں کے دل میں حیرت اور افسوس

کو پیدا کرتی ہے۔ اس شخص کو نئی اور اجنبی نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ دنیا نے اپنی چال نہیں بگاڑی اور آج کل کی باتوں کی نظیریں سلف کے اخبار میں ملتیاں اور تسکین بخشیاں ہیں۔ چنانچہ جس کی ناقدردانی کا شکوہ حافظ شیراز پانچ سو برس پیشتر کرتا ہے اور فرماتا ہے۔ بیت:

اللباں را ہم شربت زگلاب و قد است

قوت دانا ہم از خون جگر می تنم

نمبر شمار 33 : تصنیف : کتاب حکمت (علم طبعی) ارنٹ صاحب

مصنف : مترجم پنڈت سروپ نرائن دشیو نرائن اعلیٰ اسکالران مدرسہ دہلی

سنہ تصنیف : 1262ھ / 1845

مضمون عبارت

”نچ بیان بخار بن جانے کے“: اثر بخارات کا گرمی کے کپینے میں پسینے کے نکلنے سے بہ خوبی ظاہر ہوتا ہے۔ انسان کے جسم کے درجات گرمی 96 درجے سے 98 درجے تک ہوا کرتے ہیں، لیکن جب کہ بہت ورزش کریں اور یا جب کہ تپش گرمی کی ہمارے بدن پر از حد ہو تو گرمی کو میاں زیادہ ہونے کا اسی حالت سے جو کہ واسطے ہماری صحت کے مفید ہے، تیار ہوتا ہے۔ اگر یہ بات پسینوں سے رفع نہ ہو جاوے تو بہت مضر اثر ہوتا ہے۔ جب کبھی یہ بات واقع ہونے کو ہوتی ہے تو پسینے جسم کے پوست پر آتے ہیں تاکہ اسی کے بخارات میں مبدل ہونے سے بدن اتنا سرد ہو جاتا ہے جتنا واسطے صحت بدن کے ضرور ہے۔

تبصرہ و کیفیت

یہ کتاب قاضی محمد سعید و قاضی محمد فرید، ایم اے، رئیسان پٹنہ محلہ لودی کٹرہ

والدان قاضی عبدالوحید مرحوم مدیر تحفہ حنفیہ کے کتاب خانے میں موجود ہے۔

نمبر شمار 34 : تصنیف : تقویت الشعرا

مصنف : امام الدین طالب

سنہ تصنیف : 1263ھ / 1846

نمونہ عبارت

یہ اس رسالے کی اوپر دو اصل اور چند فرع کے ہے۔ اصل پہلی بیچ بیان علم عروض کے کہ اس میں ایک مقدمہ اور پانچ فرع ہیں۔

مقدمہ : جان تو! کہ شعر کے معنی لغت میں ”گفتگو باز ناں کردن“ ہیں، اور اصطلاح میں اہل بلاغت کی کلام موزوں، مہکنی کو کہتے ہیں کہ قصداً متکلم سے سرزد ہو۔ مگر نہ اس کو شعر نہ کہیں گے، جیسے بعض آیتیں قرآن کی کہ موزوں ہیں۔

تبصرہ و کیفیت

فنون لطیفہ میں شعر و شاعری کے متعلق ابتداً بہت کم کتابیں تالیف ہوئی ہیں، اور چونکہ ان سے اکثر اہل مذاق واقف ہیں اس لیے زیادہ نمونوں کے لکھنے کی اس خصوص میں ضرورت نہیں۔ یہ کتاب سلطان المطالع لکھنؤ میں بہ اہتمام داروغہ مد علی 1266ھ/ 1851 میں چھاپی گئی ہے۔

نمبر شمار 35 : تصنیف: حملا ت حیدری

تواریخ گزیدہ، جنگ نامہ نواب حیدر علی والی میسور

مصنف : مترجمہ شیخ احمد علی گوپاموی

سنہ تصنیف : 1263ھ/ 1846

نمونہ عبارت

نوج کشی کرنا جنرل ہارس کا سری رنگا پنٹم پر بہ موجب حکم لارڈ مارکٹن بہادر اور مشورے ابوالقاسم خاں سوشتری اور مشیر الملک بہادر دیوان حیدر آباد کے، لڑائیاں واقع ہوئی سلطان اور اس سپہ سالار کے درمیان، مسخر ہو جانا دارالسلطنت کے قلعے کا، شہید ہونا سلطان (حیدر علی) کا جو 1213ھ (1798) میں واقع ہوا۔

ان دنوں سلطان عالی مقام نے (جو ملکی کاموں کو بے صلاح و مشورہ انجام کیا کرتا اور اس باب میں خیر خواہوں کا کہنا سنا اس کی جناب میں مقبول نہیں ہوتا تھا) دو سفیر تحفے ہدیوں سمیت ایک کو زماں شاہ کے پاس مع خط محبت نمط بھیج کر آئین دوستی تازہ کیا، اور دوسرے کو سلطان

روم کے حضور میں روانہ کیا، اس عرصے میں مورس بندر سے کئی فرانسیسی جن کا موشر بوسی سرغہ تھا حضور میں آن پہنچے۔ چونکہ انگریز اور فرانسیسی کے درمیان سات برس سے ان کی دلاتوں میں جنگ و حرب کا ہنگامہ برپا ہو رہا تھا۔ اس لیے یہاں ان فرانسیسیوں کے وارد ہونے سے انگریزوں کے دل میں دھڑکا پیدا ہوا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ڈر کر سلطنت خداداد کی بیخ کنی کے لیے تدبیریں کیں، اور فرانسیسی کو اپنی چڑھائی کرنے کا بہانہ ٹھہرایا، مشیر الملک اور میر عالم کی صلاح سے شرح واریہ روداد لارڈ مارکٹن بہادر کے پاس جو کلکتے میں تھا لکھ بھیجا، لارڈ ممدوح تو ایسی فرصت کے وقت کا طالب ہی تھا۔ جھٹ پٹ گورے کی چار پلٹنیں ہمراہ لے، شعبان کے مہینے میں مدراس میں داخل ہوا اور یہاں سے اس نے فوجیں اکٹھی کر جرنیل ہارس کے ساتھ سری رنگاچتم کو مقرر کر لینے کے قصد پر آگے روانہ کر دیں، ادھر حیدر آباد سے کرنل راپٹ اور کرنل ڈالسن بھی چار پلٹن سمیت آ کر جرنیل مذکور سے ملحق ہو گئے اور میر عالم آٹھ ہزار سوار ساتھ لے اور روشن راے مع جیسے پلٹن انگریزی کی فوج میں آئے۔

اب لارڈ موصوف نے اتمام حجت کے لیے حضور میں سلطان کے پے در پے نئی متوب اس مضمون کے بھیجے کہ اتفاق اور دوستی کے آئین میں عہد شکنی پر کربانہی جائز نہیں، مقتضا محبت خلوص کا تو یہ ہے کہ پہلے تو ان کئی فرانسیسی تازہ واردوں کو اس مخلص کے حوالے فرمائیے، اور دوسرا اہتمام یہ ہے کہ انگریز بہادر کی طرف کا وکیل بارگاہ سلطان میں حاضر رہا کرے، اور تیسرا یہ کہ کوڑیاں بندر، منگور، تھاور وغیرہ قلعے جو جہازوں کے آنے جانے کی جگہ ہیں، سرکار انگریز بہادر کو چھوڑ دیجیے۔

نمبر شمار 36 : تصنیف : تاریخ یوسفی (سفر نامہ انگلستان یوسف خاں کبیل پوش)

مصنف : یوسف خاں کبیل پوش حیدر آبادی

سنہ تصنیف : 1263ھ / 1847

نمونہ عبارت

آغاز حال مولف: یہ فقیر بیچ سنہ اشعارہ سواٹھائیس عیسوی مطابق سنہ بارہ سو چوالیس ہجری کے حیدر آباد وطن خاص اپنے کو چھوڑ کر عظیم آباد، ڈھاکا، مچھلی بندر، مندراج، گورکھپور، نیپال، اکبر آباد، شاہ جہاں آباد وغیرہ دیکھتا ہوا بیت السلطنت لکھنؤ میں پہنچا۔ یہاں یہ مددگار نصیبی

اور یادری کپتان ممتاز خاں، منکس صاحب بہادر کے، ملازمت نصیر الدین حیدر بادشاہ سے عزت پانے والا ہوا۔ شاہ سلیمان جاہ نے ایسی عنایت اور خاوندی میرے حال پر اختلاف پر مبذول فرمائی کہ نہیں تابہ بیان اور یارے گویائی۔ رسالہ خاص سلیمانی میں عہدہ جماعہ داری کا دیا، بعد چند روز کے صوبہ داری اس رسالے کی دے کر در ماہہ بڑھایا۔ بندہ چین سے زندگی بسر کرتا اور شکرانہ منعم حقیقی کا بجالاتا، ناگہاں شوق تحصیل علم انگریزی کا دامن گیر حال ہوا، بہت محنت کر کے تھوڑے دنوں میں اسے حاصل کیا، بعد اس کے بیشتر کتابوں تواریخ کی سیر کرتا۔ دیکھنے حال شہروں اور راہ و رسم ملکوں سے محفوظ ہوتا۔

اکبارگی سنہ اٹھارہ سو چھتیس عیسوی میں دل میرا طلب گار سیاحی جہان خصوص ملک انگلستان کا ہوا۔ شاہ سلیمان جاہ سے اظہار کر کے رخصت دو برس کی مانگی۔ شاہ گردوں بارگاہ نے بصد عنایت و انعام اجازت دی، عاجز تسلیمات بجالایا، اور راہی منزل مقصود کا ہوا، تھوڑے دنوں بعد دارالامارۃ کلکتے میں پہنچا۔ پانچ چھ مہینے وہاں کی سیر کرتا رہا۔ بعد ازاں جمعرات کے دن تیسویں تاریخ مارچ کے مہینے سنہ اٹھارہ سو ستتیس عیسوی میں جہاز پر سوار ہو کر بیت السلطنت انگلستان کو چلا۔ نام جہاز کا ”ازایلہ“ کپتان اس کا ڈیڈ برن صاحب مع اپنی بی بی کے تھا۔ جہاز وزن میں چھ سو ٹن کا کنارے گنگا پر لگا تھا، یہاں سے دریائے شور پینچے تک اس کی اعانت کو دھوکے کا جہاز مقرر ہوا۔ تھوڑے دنوں میں اپنے زور سے ہمارے جہاز ازایلہ کو گنگا سے کھینچ کر سمندر میں لے گیا وہاں سے جہاز ہمارا چل نکلا۔

تبصرہ و کیفیت

یہ سفر نامہ پنڈت دھرم نرائن کے اہتمام سے مطبع العلوم مدرہ دہلی میں چھپا ہے جس کا سنہ طباعت 1847ء ہے۔ کتاب کا حجم 297 صفحہ ہے، اور اکثر صحت کتابت کا خیال رکھا گیا ہے۔ مگر املا میں یاے معروف و مجہول کا ایک قلم لحاظ نہیں کیا گیا۔ زبان عام فہم ہے۔ البتہ پرانی ترکیبیں جا بجا موجود ہیں۔ جن پر انتقال دہنی اور توجہ نظر کے لیے لکیریں (—) کھینچ دی ہیں۔

روم کے حضور میں روانہ کیا، اس عرصے میں مورس بندر سے کئی فرانسیسی جن کا موشر بوی سرغنہ تھا حضور میں آن پہنچے۔ چونکہ انگریز اور فرانسیسی کے درمیان سات برس سے ان کی ولایتوں میں جنگ و حرب کا ہنگامہ برپا ہو رہا تھا۔ اس لیے یہاں ان فرانسیسیوں کے وارد ہونے سے انگریزوں کے دل میں دھڑکا پیدا ہوا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ڈر کر سلطنت خداداد کی بیخ کنی کے لیے تدبیریں کیں، اور فرانسیسی کو اپنی چڑھائی کرنے کا بہانہ ٹھہرایا، مشیر الملک اور میر عالم کی صلاح سے شرح دار یہ روداد لارڈ مارکٹن بہادر کے پاس جو کلکتے میں تھا لکھ بھیجا، لارڈ ممدوح تو ایسی فرصت کے وقت کا طالب ہی تھا۔ جھٹ پٹ گورے کی چار پلٹنیں ہمراہ لے، شعبان کے مہینے میں مدراس میں داخل ہوا اور یہاں سے اس نے فوجیں اکٹھی کر جرنیل ہارس کے ساتھ سری رنکا پٹنم کو سفر کر لینے کے قصد پر آگے روانہ کر دیں، ادھر حیدر آباد سے کرنل راپٹ اور کرنل ڈالسن بھی چار پلٹن سمیت آ کر جرنیل مذکور سے ملحق ہو گئے اور میر عالم آٹھ ہزار سوار ساتھ لے اور روشن راے مع چھ پلٹن انگریزی کی فوج میں آئے۔

اب لارڈ موصوف نے اتمام حجت کے لیے حضور میں سلطان کے پے در پے ہی متوب اس مضمون کے بھیجے کہ اتفاق اور دوستی کے آئین میں عہد شکنی پر کمر باندھنی جائز نہیں، مقتضائے محبت خلوص کا تو یہ ہے کہ پہلے تو ان کئی فرانسیسی تازہ واردوں کو اس مخلص کے حوالے فرمائیے، اور دوسرا التماس یہ ہے کہ انگریز بہادر کی طرف کا وکیل بارگاہ سلطان میں حاضر رہا کرے، اور تیسرا یہ کہ کوڑیال بندر، منگور، تھادر وغیرہ قلعے جو جہازوں کے آنے جانے کی جگہ ہیں، سرکار انگریز بہادر کو چھوڑ دیجیے۔

نمبر شمار 36 : تصنیف : تاریخ یوسفی (سفر نامہ انگلستان یوسف خاں کبیل پوش)

مصنف : یوسف خاں کبیل پوش حیدر آبادی

سنہ تصنیف : 1263ھ / 1847

عمود عبارت

آغاز حال مولف: یہ فقیر بیچ سنہ اشعارہ سوانحائیکس عیسوی مطابق سنہ بارہ سو چوالیس ہجری کے حیدر آباد وطن خاص اپنے کو چھوڑ کر عظیم آباد، ڈھاکا، مچھلی بندر، مندرراج، گورکھپور، نیپال، اکبر آباد، شاہ جہاں آباد وغیرہ دیکھتا ہوا بیت السلطنت لکھنؤ میں پہنچا۔ یہاں یہ مددگار نصیبی

اور یادری کپتان ممتاز خاں، منکس صاحب بہادر کے، ملازمت نصیر الدین حیدر بادشاہ سے عزت پانے والا ہوا۔ شاہ سلیمان جاہ نے ایسی عنایت اور خاوندی میرے حال پر اختلاف پر مہذول فرمائی کہ نہیں تابیب بیان اور یارے گویائی۔ رسالہ خاص سلیمانی میں عہدہ جماعہ داری کا دیا، بعد چند روز کے صوبہ داری اس رسالے کی دے کر در ماہہ بڑھایا۔ بندہ چین سے زندگی بسر کرتا اور شکرانہ منعم حقیقی کا بجالاتا، تاگہاں شوق تحصیل علم انگریزی کا دامن گیر حال ہوا، بہت محنت کر کے تھوڑے دنوں میں اسے حاصل کیا، بعد اس کے بیشتر کتابوں تواریخ کی سیر کرتا۔ دیکھنے حال شہروں اور راہ و رسم ملکوں سے محفوظ ہوتا۔

اکبر لگی سنہ اٹھارہ سو چھتیس عیسوی میں دل میرا طلب گار سیاحی جہان خصوص ملک انگلستان کا ہوا۔ شاہ سلیمان جاہ سے اظہار کر کے رخصت دو برس کی مانگی۔ شاہ گردوں بارگاہ نے بصد عنایت و انعام اجازت دی، عاجز تسلیمات بجالایا، اور راہی منزل مقصود کا ہوا، تھوڑے دنوں بعد دارالامارہ کلکتے میں پہنچا۔ پانچ چھ مہینے وہاں کی سیر کرتا رہا۔ بعد ازاں جمعرات کے دن تیسویں تاریخ مارچ کے مہینے سنہ اٹھارہ سو ستتیس عیسوی میں جہاز پر سوار ہو کر بیت السلطنت انگلستان کو چلا۔ نام جہاز کا ”ازایلہ“ کپتان اس کا ڈیڈ برن صاحب مع اپنی بی بی کے تھا۔ جہاز وزن میں چھ سو ٹن کا کنارے گنگا پر لگا تھا، یہاں سے دریائے شور پینچنے تک اس کی اعانت کو دھوکے کا جہاز مقرر ہوا۔ تھوڑے دنوں میں اپنے زور سے ہمارے جہاز ازایلہ کو گنگا سے کھینچ کر سمندر میں لے گیا وہاں سے جہاز ہمارا چل نکلا۔

تبصرہ و کیفیت

یہ سفر نامہ پنڈت دھرم نرائن کے اہتمام سے مطبع العلوم مدرہ دہلی میں چھپا ہے جس کا سنہ طباعت 1847ء ہے۔ کتاب کا حجم 297 صفحہ ہے، اور اکثر صحت کتابت کا خیال رکھا گیا ہے۔ مگر املا میں یاے معروف و مجہول کا ایک قلم لحاظ نہیں کیا گیا۔ زبان عام فہم ہے۔ البتہ پرانی ترکیبیں جا بجا موجود ہیں۔ جن پر انتقال دہنی اور توجہ نظر کے لیے لکیریں (—) کھینچ دی ہیں۔

روم کے حضور میں روانہ کیا، اس عرصے میں مورس بندر سے کئی فرانسیسی جن کا موشر ہوی سرغنہ تھا حضور میں آن پہنچے۔ چونکہ انگریز اور فرانسیسی کے درمیان سات برس سے ان کی دلاتوں میں جنگ و حرب کا ہنگامہ برپا ہو رہا تھا۔ اس لیے یہاں ان فرانسیسیوں کے وارد ہونے سے انگریزوں کے دل میں دھڑکا پیدا ہوا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ڈر کر سلطنت خدا داد کی بیخ کنی کے لیے تدبیریں کیں، اور فرانسیسی کو اپنی چڑھائی کرنے کا بہانہ ٹھہرایا، مشیر الملک اور میر عالم کی صلاح سے شرح دار یہ روداد لارڈ مارگٹن بہادر کے پاس جو کلکتے میں تھا لکھ بھیجا، لارڈ مدوح تو ایسی فرصت کے وقت کا طالب ہی تھا۔ جھٹ پٹ گورے کی چار پلیٹنیں ہمراہ لے، شعبان کے مہینے میں مدراس میں داخل ہوا اور یہاں سے اس نے فوجیں اکٹھی کر جرنیل ہارس کے ساتھ سری رنکا پٹم کو مسخر کر لینے کے قصد پر آگے روانہ کر دیں، ادھر حیدر آباد سے کرنیل راپٹ اور کرنیل ڈالسن بھی چار پلیٹن سمیت آکر جرنیل مذکور سے ملحق ہو گئے اور میر عالم آٹھ ہزار سوار ساتھ لے اور روشن راے مع چھ پلیٹن انگریزی کی فوج میں آئے۔

اب لارڈ موصوف نے اتمام حجت کے لیے حضور میں سلطان کے پے در پے نئی متوب اس مضمون کے بھیجے کہ اتفاق اور دوستی کے آئین میں عہد شکنی پر کمر باندھنی جائز نہیں، مقتضا محبت غلوں کا تو یہ ہے کہ پہلے تو ان کئی فرانسیسی تازہ واردوں کو اس قلعے کے حوالے فرمائیے، اور دوسرا اہتمام یہ ہے کہ انگریز بہادر کی طرف کا وکیل بارگاہ سلطان میں حاضر رہا کرے، اور تیسرا یہ کہ کوڑیاں بندر، منگور، تھادر وغیرہ قلعے جو جہازوں کے آنے جانے کی جگہ ہیں، سرکار انگریز بہادر کو چھوڑ دیجیے۔

نمبر شمار 36 : تصنیف : تاریخ یوسفی (سفر نامہ انگلستان یوسف خاں کمبل پوش)

مصنف : یوسف خاں کمبل پوش حیدر آبادی

سنہ تصنیف : 1263ھ / 1847

نمونہ عبارت

آغاز حال مولف: یہ فقیر سچ سنہ اشعارہ سواٹھائیس عیسوی مطابق سنہ بارہ سو چوالیس ہجری کے حیدر آباد وطن خاص اپنے کو چھوڑ کر عظیم آباد، ڈھاکا، مچھلی بندر، مندرج، گورکھپور، نیپال، اکبر آباد، شاہ جہاں آباد وغیرہ دیکھتا ہوا بیت السلطنت لکھنؤ میں پہنچا۔ یہاں یہ مددگار نصیبی

اور پادری کپتان ممتاز خاں، مکس صاحب بہادر کے، ملازمت نصیر الدین حیدر بادشاہ سے عزت پانے والا ہوا۔ شاہ سلیمان جاہ نے ایسی عنایت اور خاوندی میرے حال پر اختلاف پر مبذول فرمائی کہ نہیں تاب بیان اور پارے گوپائی۔ رسالہ خاص سلیمانی میں عہدہ جماعہ داری کا دیا، بعد چند روز کے صوبہ داری اس رسالے کی دے کر در ماہہ بڑھایا۔ بندہ چھین سے زندگی بسر کرتا اور شکرانہ منعم حقیقی کا بجالاتا، ناگہاں شوق تحصیل علم انگریزی کا دامن گیر حال ہوا، بہت محنت کر کے تھوڑے دنوں میں اسے حاصل کیا، بعد اس کے بیشتر کتابوں تواریخ کی میر کرتا۔ دیکھنے حال شہروں اور راہ و رسم ملکوں سے محفوظ ہوتا۔

اکبر کی سنہ اٹھارہ سو چھتیس عیسوی میں دل میرا طلب گار سیاحتی جہان خصوص ملک انگلستان کا ہوا۔ شاہ سلیمان جاہ سے اظہار کر کے رخصت دو برس کی مانگی۔ شاہ گردوں بارگاہ نے بعد عنایت و انعام اجازت دی، عاجز تسلیمات بجالایا، اور راہی منزل مقصود کا ہوا، تھوڑے دنوں بعد دارالامارہ کلکتہ میں پہنچا۔ پانچ چھ مہینے وہاں کی سیر کرتا رہا۔ بعد ازاں جمعرات کے دن تیسویں تاریخ مارچ کے مہینے سنہ اٹھارہ سو ستیس عیسوی میں جہاز پر سوار ہو کر بیت السلطنت انگلستان کو چلا۔ نام جہاز کا ”ازابیلہ“ کپتان اس کا ڈیڈ برن صاحب مع اپنی بی بی کے تھا۔ جہاز وزن میں چھ سو ٹن کا کنارے گنگا پر لگا تھا، یہاں سے دریائے شور پینچے تک اس کی اعانت کو دھوئیں کا جہاز مقرر ہوا۔ تھوڑے دنوں میں اپنے زور سے ہمارے جہاز ازابیلہ کو گنگا سے کھینچ کر سمندر میں لے گیا وہاں سے جہاز ہمارا چل نکلا۔

تبصرہ و کیفیت

یہ سفر نامہ پنڈت دھرم نرائن کے اہتمام سے مطبع العلوم مدرہ دہلی میں چھپا ہے جس کا سنہ طباعت 1847ء ہے۔ کتاب کا حجم 297 صفحہ ہے، اور اکثر صحت کتابت کا خیال رکھا گیا ہے۔ مگر املا میں یا بے معروف و مجہول کا ایک قلم لحاظ نہیں کیا گیا۔ زبان عام فہم ہے۔ البتہ پرانی ترکیبیں جا بجا موجود ہیں۔ جن پر انتقال و ہنی اور توجہ نظر کے لیے لکیریں (—) کھینچ دی ہیں۔

نمبر شمار 37 : تصنیف : ترجمہ شمشیر خانی موسوم بہ سرور سلطانی
مصنف : مرزا رجب علی بیگ سرور لکھنوی
سنہ تصنیف : 1264ھ / 1847

نمونہ عبارت

زادیاں اخبار و حاکمان آثار متفق ہیں کہ پہلے جس نے گلزار بے ثبات میں روش
سلطنت نکالی۔ تخت و تاج کی بنا ڈالی، عدل و داد کو رواج دیا، محصول و خراج لیا، وہ کیومرث تھا۔ بیٹا
اس کا سیامک نام تھا۔ اس کو عبادت کے سوا اور نہ کچھ کام تھا، دیو نے اس کو مارا، کیومرث کو بہت
قلق ہوا، ہوشنگ سیامک کا بیٹا تھا، اس نے باپ کے خون کا بدلہ لیا، دیو کو قتل کیا۔ تیس برس
کیومرث نے سلطنت کی، پھر دارفنا سے رحلت کی، یہ قول فردوسی ہے۔

اس نام کی تحقیق میں کیومرث کاف فارسی اخیر تافوقانی اور ائمہ اخبار نے اختلاف لیا
ہے۔ امام غزالی نے اس وادی سے رم کیا ہے۔ بزرگ ترین اولادِ صلیبی آدم لکھا ہے۔ بعضے کہتے ہیں
ولیم بن الاؤ بن سام بن نوح ہے۔ اور مصنف روضۃ الصفا لکھتا ہے کہ یافث بن نوح کا بیٹا ہے۔
عرب اس کو عامر بن جم کیومرث کہتے ہیں۔ اور علمائے مجوس آدم اسی کو جانتے ہیں گلشاہ کہہ کے مانتے
ہیں۔ ہزار برس کا سن اور چالیس برس سلطنت کے دن۔

تبصرہ و کیفیت

اس نمونے کا انتخاب سیر المصنفین جلد اول، مولفہ مولوی محمد یحییٰ
صاحب تہا سے کیا گیا ہے۔ یہ قول ان کے اس کتاب میں 196 صفحات
ہیں، اور دو مہینے میں یہ ترجمہ ختم کیا گیا ہے، اور پہلی مرتبہ 1857 میں مطبع
نول کشور سے اس کی طباعت ہوئی۔

نمبر شمار 38 : تصنیف : مطلع القمرین فی احکام العیدین
مصنف : سید احمد ابن سید درویش
سنہ تصنیف : 1264ھ / 1847

نمونہ عبارت

عبارت سرورق: یہ ہندی رسالہ مطلع القمرین فی احکام العیدین نام بتایا ہوا سید احمد ابن سید درویش ابن سید نور اللہ ابن سید علی محمد قادری حنفی کا، جو شامل ہے جزئیات و کلیات پر، مسائل عیدین کے، اس ہندستان میں ایسی تفصیل و تحقیق سے ہندی زبان میں کوئی اور رسالہ دیکھنے میں نہیں آیا، سورج کی ستائیسویں بار سے پینسٹھویں ہجری (مئی 1849) میں کشن راج کے چھاپے خانے میں چھاپے کیا، جہتیں اس کی دو ہزار چلر ہیں۔ چھپوائے مولوی احمد حسین صاحب، فرزند مفتی امیر اللہ صاحب مرحوم و مغفور کے ہیں۔

دیباچہ بعد حمد و نعت

اما بعد! سید احمد ابن سید درویش..... قادری مشرباً، حنفی مذہباً، کہتا ہے کہ ان دنوں جو بارے چوسٹھواں سال ہے ہجرت سے، ایک سید نام دار، نیک سیرت، برد بار، دریاے نرزاگی، گل سرسبد گلشن دانائی، نہنگ دریاے دلاوری، شیر بیشہ بہادری، رستم دل، شیر آغلن، شریک دوستان و رنج و محن، سید محمود سلمہ اللہ الودود، بڑے مبالغے سے التماس کیے کہ ایک رسالہ عیدین کے احکام میں کرنا نکی روزمرے میں نفع عام کے واسطے بتایا چاہیے، تا عوام مرداں اور عورتاں کو نماز عیدین کے مسائل اور قربانی کے احکام سہل میں معلوم ہو جاویں، اور ثواب اس کا آپ کو ملے۔ ہر چند اس عاصی نے قلب استعداد و فقدان فرصت کا عذر کیا، پر اس نے نہ مانا۔ ناچار اس کے بنانے میں شروع کیا۔

تبصرہ و کیفیت: اس نمونے میں کرنا نکی یا جنوب ہند کے انداز تحریر اور روزمرے کے علاوہ جو خصوصیت قابل غور اور توجہ طلب ہے وہ اپنی نوعیت تاریخی کے لحاظ سے ایک نئی معلومات ہے۔ یعنی املاے اردو کی بعض خصوصیات کے متعلق عموماً یہ مشہور ہے کہ پنجاب کے ڈائریکٹر تعلیمات مسٹر ہالرائڈ کی تحریک و ترویج سے اس عہد کے اہل قلم نے یاے معروف و مجہول اور دو چشمی (ھ) یا کھلی ہوئی (،) ہائے ہوز کی

کتابت کا خاص التزام کیا تھا، اور گویا موجودہ المائے اردو کی اصلاح و ترمیم اسی وقت سے شروع ہوئی ہے۔ لیکن زیر نمونہ کتاب کو دیکھ کر یہ راز کھلتا ہے کہ اب سے 98 برس پہلے جنوب ہند (دکن) میں اس جدتِ املا کی بنیاد بھی پڑ چکی تھی۔ مذکورۃ الصدر عبارت، بعض ان المائے خصوصیات کے علاوہ جن کا راقم الحروف پابند ہے، بحرفہ و بشانہ اصل مطبوعہ کتاب کی نقل ہے۔

اس کتاب میں عموماً وہ الفاظ جن میں دو چشمی یا کھلی ہوئی ہائے ہوز آئی ہے۔ یا معروف و مجہول تختانی واقع ہے۔ ان سب حرفوں کو اسی التزام سے لکھا ہے جس کی پابندی آج بالاکثر اہل قلم میں کی جاتی ہے۔ مزید برآں اردو تلفظ کا لحاظ کرتے ہوئے ہائے مفتی کو بہ حالت امالہ یائے تختانی سے اور بغیر امالہ الف سے لکھا ہے۔ مثلاً چھاپہ خانہ کو چھاپے خانہ، اور بارہ کو بار۔ اسی طرح یائے تختانی کے تیسرے تلفظ (یائے ماقبل مفتوح) میں بھی یہ التزام و امتیاز قائم رکھا ہے کہ معروف و مجہول (ی۔ے) کے علاوہ ایسا تختانی کو خط نسخ سے ملا جلا (ہے) لکھا ہے۔ تلفظ کے صحیح پڑھنے کا یہ اہتمام کیا ہے کہ (65) ہیں سنہ تحریر کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ انسانی اور فطری سہو و خطا نے کاتب کو کہیں کہیں بہکا دیا ہے مگر یہ نسیان الشاذ کا معدوم کے حکم سے زیادہ نہیں۔ بواہید حالات کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ اردو زبان کی ابتدائی ترویج کی طرح المائے اردو کا مصلح بھی جنوب ہند کو نہ مانا جائے۔

یہ کتاب چھوٹی تقطیع پر 124 صفحات میں ختم ہوئی ہے اور کتب خانہ نواب صدر یار جنگ مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی رئیس حبیب گنج، ضلع علی گڑھ میں موجود ہے۔

نمبر شمار 39 : تصنیف : علم الحساب عرف مکتب نامہ

مصنف : مولوی سیح الزماں ابن مولوی نور محمد

سن تصنیف : 1265ھ / 1848

مضمون عبارت

پوشیدہ نہ رہے کہ اس کتاب میں لڑکوں کے واسطے نصیحتوں کی تھوڑی سی باتیں اور حکایتیں، اور حساب کے ضروری قوانین وغیرہ اوپر چار بابوں کے لکھے گئے۔ اور نام اس کتاب کا مکتب نامہ رکھا ہے۔ باب پہلا بیچ نصیحت کے۔ باب دوسرا بیچ حکایات عجیب و غریب کے۔ باب تیسرا بیچ تحریر خطوں اور رقعوں کے۔ باب چوتھا بیچ حساب کے۔ لڑکوں کو لازم ہے کہ اس کتاب کو دل لگا کر پڑھیں اور اس کے مطلب کو خوب سمجھ کر یاد رکھیں، تاکہ علم سے بہرہ ور ہوں اور سعادت و دارین سے باخبر۔ باب پہلا مشتمل اوپر چھیالیس نصیحتوں کے۔ اور فون (ن) اس باب میں نشانی نصیحت کی ہے۔

نمبر شمار 40 : تصنیف : تذکرۃ الکالمین

مصنف : ماسٹر رام چندر

سن تصنیف : 1266ھ / 1849

مضمون عبارت

حال دہلیکی جی مہاراج: صاحبان دانش و بینش پر ظاہر ہو کہ زمانہ قدیم میں ایسے ایسے فاضل اور کامل شخص قوم ہنود میں گزرے ہیں کہ وہ فضیلت میں اچھے اچھے حکمائے فرنگ اور یونان کے سے کم نہیں تھے۔ چنانچہ ہنود میں دہلیکی جو کہ مصنف پاک کتاب رامائن کے ہیں۔ بہت مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ اہل فرنگ نے اس بات سے کہ یہ بڑے نامی گرامی شخص ہنود میں گزرے ہیں، ان کے حال کی تحقیقات کی۔ چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ چندرہ، مولہ برس پیشتر سن عیسوی کے دہلیکی جی کے قدوم کی برکت سے باغ ہستی کو رونق تھی۔ بیان کرتے ہیں کہ دہلیکی جی ایک غریب کے گھر پیدا ہوئے تھے، اور اس باعث سے کہ ان کے مربی مغل تھے، انھوں نے بڑی عمر تک تربیت نہیں پائی، اور بے علم رہے، جب کہ بڑی عمر ہوئی تو ان کو فرض پڑا کہ اپنے ماں باپ کی

پرورش کریں، لاچار انھوں نے پیشہ ہنگی اور قزاقی کا اختیار کیا۔ اور ایک جنگل میں رہنا شروع کیا، اور اضلاع ہنگی اور کرشنا گڑھ میں جو مسافر کہ گزرا اس کو لوٹنا اور قتل کرنا اختیار کیا۔

ایک روز تین برہمن جن کو ہمارے بزرگ برہما اور وشنو اور نارو کہتے ہیں اس جنگل میں گزرے۔ والہنگی جی نے جب ان تینوں برہمنوں کو دیکھا مستعدان کے قتل کے ہوئے اور چاہا کہ ان کو جان سے ہلاک کر کر ان کا مال لے لیجے لیکن ان برہمنوں نے کہا کہ اے والہنگی تو ہماری بات سن لے بعد ازاں تجھ کو اختیار ہے۔ والہنگی نے قبول کیا، تب انھوں نے کہا کہ اے والہنگی تو جو رب العالمین کے بندوں کو مارتا ہے اور ستاتا ہے اور اس گناہ عظیم میں داخل ہوتا ہے، اس کا کیا باعث ہے۔ اس نے جواب دیا کہ واسطے پرورش اپنے ماں اور باپ اور کنبے کے یہ کام کرتا ہوں۔ تب ان برہمنوں نے یہ کہا کہ ایک بات تو اپنے ماں باپ سے پوچھ آ کہ تو جو گناہ کرتا ہے اور جانیں تلف کرتا ہے، تیرے گناہ کے وہ بھی شریک ہوں گے یا نہیں۔ یعنی جب کہ تجھ کو تیرے اعمال کی سزا ہوگی تو تیرے شریک تیرے ماں اور باپ بھی رہیں گے یا نہیں۔

یہ بات والہنگی نے قبول کی اور ان تینوں برہمنوں کو تین درختوں سے بہ خوبی مضبوط باندھ کر اپنے گھر اس سوال کا جواب استفسار کرنے چلا گیا، جب وہ گھر پہنچا اس نے اپنی والدہ اور باپ سے پوچھا کہ میں جو تمہارے واسطے یہ گناہ کرتا ہوں اس کے تم بھی شریک ہو یا نہیں۔ انھوں نے صاف جواب دیا کہ ہم اس باپ میں تیرے شریک نہیں۔ جو کوئی جیسا فعل کرے گا اس کا عوض رب العالمین خاص اس شخص کو جس نے فعل مذکور کیا ہے دے گا۔ یہ سن کر والہنگی جی کے دل میں اثر پیدا ہوا اور دل میں خیال کیا کہ میں اتنا گناہ ناحق کرتا ہوں، کس واسطے کہ میرا کوئی شریک نہیں۔ اور واپس آن کر ان تینوں برہمنوں مذکور کو درخت سے کھول کر خلاص کیا، اور ان کے رو برو توبہ کی کہ ایسی حرکت اور فعل نالائق پھرنہ کروں گا۔ جب سے والہنگی جی مہاراج نے اس امر کو ترک کیا، اور قادر مطلق کی جناب میں توبہ کی اور پشیمان ہوا۔ اور اب توجہ ان کی اس بات پر ہوئی کہ کسی طرح سے علوم و فنون میں کمال حاصل کرنا چاہیے۔ چنانچہ علم کی تلاش میں وہ تپ بن میں جو کہ ایک جنگل آٹھ میل کے فاصلے پر چتر کوٹ سے ہے چلے گئے۔ (چتر کوٹ الہ آباد کے قریب ہے) اور ان دنوں رکیٹر لوگ یعنی بڑے فاضل و عالم خدا رسیدہ شخص اس جنگل میں اللہ

تعالیٰ کی یاد میں رہا کرتے تھے۔ وہاں جا کر والہیکی جی مہاراج نے ایک رکیشر سے علم حاصل کیا اور نہایت کمال حاصل کیا۔ لیکن مدت تحصیل علم بہ خوبی تحقیق نہیں ہے۔ بعد تحصیل کے وہ اسی جنگل میں رہا کرتے اور یاد حق اور تحصیل علوم فلسفہ میں مشغول۔ ہمیں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس زمانے سے والہیکی جی نے اشعار تصنیف کرنے شروع کیے لیکن ان کی استعداد فن شاعری میں بہت کامل تھی۔ جب مہاراج رام چندر ساسی (سوامی) نے راون والی لکا یعنی سیلون پر فتح پائی اور واپس واسطے لینے راج اجودھیا کے آئے تو تمام رکیشر واسطے مبارک باد کے گئے۔ اس وقت میں مہاراج والہیکی جی بھی تشریف رام چندر مہاراج کے پاس لے گئے۔ کہتے ہیں کہ سیتا جی قبیلہ رام چندر ساسی نے وقت بن باس یعنی جلا وطنی میں بچ جنگل تپ بن کے والہیکی جی مہاراج کے گھر کورہ کر رونق اور فخر دیا۔ ہم کو نہیں معلوم کہ یہ رکیشر کب مرے اور کس سال میں ان کی زندگی کا انجام ہوا۔ ان کی تصنیفات میں سے نہایت مشہور اور پاک کتاب رامائن ہے۔

تبصرہ و کیفیت

مولف تذکرۃ الکالمین (ماسٹر رام چندر) دہلی کالج کے انگریزی ماسٹر تھے۔ مولوی محمد حسین آزاد، مولوی نذیر احمد اور مولوی ذکا اللہ، ان کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ماسٹر صاحب نے مذہب عیسوی اختیار کر لیا تھا۔ یہ کتاب اقامت دہلی ہی میں آپ نے تالیف کی ہے۔ یونان، روما اور انگلستان کے نامور فلاسفہ اور شعرا اور پھر چند فارسی شعرا اور نیز ہندستان کے شاعر والمیک کا ذکر کیا ہے۔ شکر اچارج اور مہندس باسکر کا مذکور بھی اس کتاب میں موجود ہے۔ اس کی پہلی طباعت 1849 میں ہوئی ہے۔ اسی لحاظ سے سنہ مذکور اس کا زمانہ تالیف قرار دیا گیا۔ ممکن ہے کہ اس سے دو ایک برس پہلے تالیف کی ہو۔ تیسری طباعت 1877 میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے ہوئی ہے۔ ”اصول علم بیات“ اور ”عجائب روزگار“ یہ دو کتابیں بھی انھیں مولف کی 48-1847 میں دہلی سے شائع ہوئی تھیں۔

(سیر المصنفین حصہ اول)

نمبر شمار 41 : تصنیف : موضح اللسان، حصہ اول، مطبوعہ

مصنف : مولوی کریم الدین دہلوی

سنہ تصنیف : 1268ھ / 1851

نمونہ عبارت

دو برس سے مجھ کو یہ خیال تھا کہ چونکہ سرکار گورنمنٹ پریسیڈنسی آگرے کا ارادہ زبان اردو کی ترویج اور پھیلانے کا ہے، تو اس ارادے کی تائید کے واسطے تو بھی کوشش کر۔ گرچہ سرکار عالی مقدار کے دربار میں مجھ جیسے بے شمار ہیں، اور مثل بھی مشہور ہے کہ نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ پر تب بھی چونکہ نمک خوار اس سرکار فیض آثار کا ہوں اور مدرسے آگرہ میں جو کہ مقام اشاعت علوم و فنون کا ہے، مدرسے اول اردو کہلاتا ہوں، اگرچہ بالتصریح نامور اس اشاعت کا نہیں ہوا ہوں۔ پر حقیقت میں ارادے سرکار کے بر لانے میں جو کہ میرے عہدے سے تعلق اور لگاؤ رکھتا ہے، ضمناً نامور ہو گیا ہوں، جس طرح سے ہو سکے کوشش کروں۔ یہ سوچ کر یوں ٹھہرائی کہ مبتدیوں اور نوآموزوں کو اس زبان کی طاقت، بروقت ہونے اس کے قواعد کے ہو سکتی ہے۔ اور سوائے اس کے کوئی صورت نظر نہیں آتی کیونکہ جب جڑ ہی مضبوط نہ ہوگی تو پھول پھل کس طرح سے لگیں گے۔

شمار 42 : تصنیف : شرح اندر سہا

مصنف : سید آغا حسن امانت لکھنوی

سنہ تصنیف : 1268ھ / 1851

نمونہ عبارت

سبب تالیف اندر سہا: بندہ خاکسار و بیچ مدال آوارہ طبیعت سید آغا حسن متخلص بہ امانت کو شعر و سخن کا ہمیشہ سے ذوق تھا، موزوں کرنے کا شوق تھا، نوحہ سلام کہنے کا ورد تھا، دلگیر کا شاگرد تھا، القصہ انتہائے شوق طبیعت میں ایک واسوخت عاشقانہ کہ مطبوع زمانہ ہے، طولانی بہ کمال فکر و جاں فشانی کہا گیا اور صحبت قرار دے کر مجمع خلایق میں پڑھا گیا۔ غل تعریف کا خوب ہوا سب کو مرغوب ہوا۔ مشتاق خلقت ہوئی، چھپنے کی صورت ہوئی، چھپ کر روانہ دور دور ہوا، فضل

خدا سے ہر شہر میں مشہور ہوا، بعد اس کے خانہ نشینی اختیار کر کے دن بھر کمرے میں بیٹھ کر مرثیہ یا غزل کہتا تھا۔ اور شب کو شام سے دو پہر رات گئے تک صحبت میں شاگردوں اور احباب کا مجمع رہتا تھا، مگر دل میں درپردہ عشق کی آگ تھی، طبیعت کو حسن سے لاگ تھی، وضع کے خیال سے کہیں جاتا تھا نہ آتا تھا، زبان کی وابستگی سے گھر میں بیٹھے بیٹھے جی گھبراتا تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ حاجی مرزا عابد علی یگانہ ازلی رفیق شفیق، مونس و غم خوار، قدیمی جاں نثار، شاگردِ اول موزوں طبیعت تخلص عبادت عاشقِ نکلام امانت، انھوں نے ازراہ محبت کہا کہ بے کار کا بیٹھے بیٹھے گھبراتا عبث ہے، ایسا کوئی جلے (ٹانک یا تھیز) کے طور پر طبع زاد نظم کیا چاہیے کہ دو چار گھڑی دل لگی کی صورت ہووے، اور خلق میں شہرت ہووے۔

آخر الامر موافق ان کی فرمائش کے بندہ اس کے کہنے پر آمادہ ہوا، دم بدم شوق زیادہ ہوا، چونکہ یہ جلسہ کہنا سب کو مرغوب تھا، مگر اپنے نزدیک معیوب تھا، اس لحاظ سے اپنا تخلص بدل کر اس میں استاد تخلص کیا، لیکن لوگوں نے غزلوں کے سبب سے بندے کا کلام دریافت کر لیا، غرض کہ چودھویں تاریخ شوال کی 1268 ہجری میں اندر سجا اس جلسے کا نام رکھ کر بجائے چار باب، چار پریاں قرار دے کر شروع کیا، شہرت گھر گھر ہوئی۔ اہل محلہ کو خبر ہوئی، دو شخص اس جلسے کی تیاری پر آمادہ ہوئے، ہجوم حد سے زیادہ ہوئے۔ رفتہ رفتہ بعد ہزاروں ہزار شور و فساد اور حجت و تکرار کے ڈیڑھ برس میں جلسہ تیار ہوا مگر اپنے نزدیک بے کار ہوا کہ کس ریاض سے ایک درخت لگایا۔ آخر کو اس سے رنج کا پھل پایا۔ خیر جو ہوا سو بہتر ہوا، اپنا تو یہ قول ہے:

”تقدیر سے گلہ ہے کسی سے گلہ نہیں“

تبصرہ و کیفیت

عام طور سے اندر سجا امانت نظم میں مشہور ہے۔ سید مسعود حسن صاحب رضوی ایم اے لکچرار لکھنؤ یونیورسٹی نے اپنے ایک محققانہ مضمون کے ساتھ اس کی شرح نثر کو جو خود امانت کی لکھی ہوئی ہے۔ اپریل 1927 کے رسالہ اردو اورنگ آباد دکن میں چھپوا کر اردو کے لیے بہترین تاریخی

سرمایہ بہم پہنچا دیا ہے۔ استاد امانت رعایت لفظی اور انشا پردازی کی عام مصنوعات میں اتنے مشہور ہیں کہ اس خصوص کے لیے مزید تشریح تحصیل لا حاصل ہے۔

نمبر شمار 43 : تصنیف : محاسن العمل الا فضل

مصنف : مفتی سید عنایت احمد متوطن دیوبند ساکن کاکوری

استاد مولوی لطف اللہ علی گڑھی و شاگرد مولوی بزرگ علی مارہروی

سنہ تصنیف : 1270ھ / 1854

متممہ عبارت

بیان مذمت ترک نماز کا بہ سبب نوکری کچہری کے : اکثر آدمی نماز اس طرح قضا کرتے ہیں کہ کچہری میں نوکر ہوتے ہیں، وقت نماز کے کچہری کے کام میں مشغول رہتے ہیں، اٹھ کر نماز نہیں پڑھ لیتے۔ سو نوکران کچہری دو قسم کے ہیں۔ ایک حکام، جیسے منصف، صدر امین، صدر الصدور، ڈپٹی کلکٹر۔ دوسرے عملے کے لوگ، جیسے خشی، سرشتہ دار، محرر۔ حکام کو تو اپنے کام میں اختیار ہوتا ہے جس وقت جی چاہے اٹھ کر نماز پڑھ لیں۔ کمال محرومی قسمت اور ضعف ایمان کی بات ہے کہ باوجود اختیار اور عدم مانع کے نماز نہ پڑھے اور عملے کا یہ حال ہے کہ حاکمان زمانہ صوم و صلاۃ کے مانع نہیں ہیں، اور جو لوگ کہ نماز پر مستعد ہیں، حالانکہ عہدہ سرشتہ داری اور خشی گری وغیرہ پر جو رو بروئے حاکم رہنے کے کام میں، مامور ہیں، نماز قضا نہیں کرتے اور یہ وقت آنے نماز کے موقع سے جا کر نماز پڑھ لیتے ہیں، سب مسلمان بھائیوں کو خدا اے تعالیٰ توفیق دے کہ ایسے عذر کو حیلہ قرار دے کے نماز نہ چھوڑیں۔

نمبر شمار 44 : تصنیف : تاریخ رشید الدین خانی مطبوعہ مطبع خورشید یہ دکن 1297ھ / 1879

مصنف : مولوی غلام امام خاں ترین المتخلص بہ: بحر حیدر آبادی

سنہ تصنیف : 1270ھ / 1854

متممہ عبارت

امابعد اس خوشہ چین خرمن اساتذہ متقدمین و متاخرین خادم الطلحہ نائب اشتر غلام امام

خاں ترین استخلص بہ: بھرا بن محمد منور خاں ملک غفر اللہ عنہما نے (1270ھ) بارہ سے ستر ہجری نبوی میں بیچ عہد قطب دائرۂ زماں ناصر اہل ایماں بحر اللہ علم الہدیٰ اعلیٰ حضرت خلائق پرورد کرم گستر والی دکن رافع و محن میر فرخندہ علی خاں ناصر الدولہ بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و افاض علی العالمین برہ و احسانہ کے حسب الحکم قد رشیم فروزندہ چتر اجلال طرازندہ بساط اقبال..... نواب معلی القاب اقتدار الدولہ بہادر جنگ محمد رشید الدین خاں بہادر دام اقبالہ کے خلاصہ احوال فرماں روایان ہندو دکن کا رجبہ ہائے کبار اور سلاطین والا اقتدار سے ضمیمہ کیفیت ورود و نزول افسران فرہنگ اہل فرہنگ کے اور جملہ سوانحات آشتی و جنگ ان کے رؤسان سے اس دیار کے ابتدا سے عروج سے انتہائے زوال تک ہر ایک ریاست جداگانہ کے کتب قدیم و جدید سے جمع فریق اور اخبارات حال کے انتخاب کر کے سلیس فقرات ہندی میں یہ ایک کتاب مختصر تیار کی ہے۔ تار باب امارت اور اصحاب متانت کو وقت تقریر اور تدبیر کے کار آمد ہو، اور نام اس کا اسم گرامی پر جناب ممدوح کے رشید الدین خانی ہے اور مادہ تاریخ بھی رشید الدین خانی اور اس کتاب میں ایک مقدمہ اور تین دفتر ہیں، اور دوسرے دفتر کے آخر میں ایک خاتمہ ہے، اور تیسرا دفتر مشتمل ہے اوپر دو مقالوں کے اور مقالہ ثانی متضمن ہے دو عنوانوں کے تین۔

نمبر شمار 45 : تصنیف : رسالہ ”ہینے کا علاج“

مصنف : ہلیو سنڈیمین جوائنٹ مجسٹریٹ، الہ آباد

سنہ تصنیف : 1270ھ / 1853

مضمون عبارت

سب زمینداروں اور دوسرے لوگوں کو جن کے پاس یہ رسالہ پہنچے، صاحب جینٹ مجسٹریٹ بہادر کا سلام۔ وہ مرض جس کا ذکر میں کرتا ہوں ہمیشہ ہے۔ اس لفظ کے معنی قے کرنا اور دست آنا ہے، جس میں ہمیشہ کم و بیش ڈرانے کی خاصیت رہتی ہے اور بہت سے عالم و فاضل اور طبیب اس غرض پر کہ مرض مذکور کو روکیں اور باز رکھیں اور چنگا بھی کریں بڑی دل دہی سے اس کی خاصیت دریافت کرنے کو متوجہ ہوئے ہیں۔ صاحبان موصوف اپنی خیر خواہ کوششوں میں یہاں تک کامیاب ہوئے ہیں کہ کمپنی بہادر کے لشکری ہسپتالوں اور ضلع کے جیل خانوں اور سرکاری دوا

خانوں اور دارالشفائوں میں جہاں بیماروں کی خبر گیری و حفاظت ہینے کے پہلے ہی حملے کے بعد جھٹ پٹ ہوتی ہے، موت بہت ہی شاذ و نادر نظر آتی ہے۔ اس میں دیری کرنا ہمیشہ خطرناک ہے، اور اکثر اوقات قاتل ہے۔

تبصرہ و کیفیت

یہ دس صفحے کا رسالہ الہ آباد کے مشن پریس میں غالباً ایک مرتبہ طبع ہوا ہے۔ کم یابی اور نایابی کے خیال سے بہ طور یادگار اس کا نمونہ لکھ دیا گیا ہے۔

نمبر شمار 46 : تصنیف : مختصر تاریخ انگلستان

مصنف : اہل کاران دفتر لٹنٹ گورنر ممالک مغربی

سنہ تصنیف : 1271ھ / 1854

مضمون عبارت

جاننا چاہیے کہ زمانہ یو قلموں میں ہر ایک کے واسطے اوج و حقیض لازم پڑے ہیں۔ پستی سے بلندی ہے اور بلندی سے پستی۔ اب سننا چاہیے حقیقت اس قوم کے عروج کی۔ رادیاں آثار قدیمہ نے اس طرح بیان کی ہے کہ انگلستان کا ملک ابتدا میں قوم گال یعنی فرانس کے متوطنوں سے آباد ہوا، چنانچہ اب تک اس قوم کے لوگ اس ملک کے کئی قطعوں میں پائے جاتے ہیں اور ان میں بعضے ہنوز اپنی وہی قدیم زبان بولتے ہیں۔ اگلے وقتوں میں کسی کو اس جزیرے کی خبر نہ تھی، مگر انیس سو برس کا عرصہ ہوا، اس وقت روم کے بادشاہ قیصر جولیس نے اس پر عزیمت کی۔ اس زمانے میں اس قطعے کو ”برطانیکا“ کہتے تھے اور وہاں کے متوطن علم و ہنر سے عاری تھے۔ بعضے ان میں سے جانوروں کے پوستیں پہنتے تھے اور بعضے ننگے مادر زادر جتے تھے، نہ کچھ پہننے اوڑھنے کی عقل تھی، نہ کھانے پینے کی تمیز۔ اور بدن کو اکثر رنگوں سے چیتا کرتے تھے اور خوراک اپنی سمندر کی مچھلی اور صحرائی جانوروں کے شکار پر رکھتے تھے، اس واسطے بتیار اس قوم میں پہلے سے چلے آتے ہیں۔

نمبر شمار 47 : تصنیف : قصہ سورج پور (پہلا حصہ)

مصنف : منشی چرونی لال وسید روشن علی تحصیل دار مہاجن، ضلع مہرا

سنہ تصنیف : 1272ھ / 1855

نمونہ عبارت

ہے سننے کے قابل یہ قصہ ندیم
کہ ہر حرف اس کا ہے درِ یتیم

دریائے گنگ کے کنارے پر ایک گاؤں سورج پور نام آباد تھا، اور اس میں سالہا سال سے قوم راج پوت گوت بنسٹھا کر وہاں کا دخل اور قبضہ تھا، کل رقبہ اس گاؤں کا پچیس سو بیگھا تھا، من جملہ اس کے ایک ہزار سات سو بیگھا مزدور اور چار سو بیگھا قابلِ زراعت، چار سو بیگھا بخر غیر ممکن میں آبادی تھی، اور ایک بڑا تالاب بھی اس گاؤں میں تھا، اس گاؤں میں دو تھوک تھے، ایک روپے سنگھ کا اور دوسرا سونے سنگھ کا، سونے سنگھ کی زمین بستی سے پورپ کی طرف اور روپے سنگھ کے تھوک کی زمین پچھم کی طرف تھی۔ ان دونوں تھوکوں کی زمین ایک دوسرے سے علاحدہ تھی۔ لیکن سوائے اس کے چار سو بیگھا دھرتی غیر ممکن دونوں تھوک کے شملات تھی۔ سونے سنگھ کے تھوک میں ایک ہزار بیگھا دھرتی مزدور، اڑھائی سو قابلِ زراعت، ہنگی ساڑھے بارہ سو، اور روپے سنگھ کے تھوک میں سات سو بیگھا مزدور، ڈیڑھ سو بیگھا قابلِ زراعت، سب ساڑھے آٹھ سو بیگھا دھرتی تھی۔ جو کہ رقبہ اس گاؤں کا کچھ منقسم اور کچھ غیر منقسم اور کچھ شملات دونوں تھوک کا تھا، اس باعث سے یہ گاؤں از قسم پٹی داری غیر مکمل سمجھا جاتا تھا۔

تبصرہ و کیفیت

1857 کے عہد سے پہلے اردو کی ترویج یا واقفیت عامہ کے لیے گورنمنٹ کے ایما سے اکثر ایسے چھوٹے چھوٹے رسالے جن سے وقتی اور معاشرتی فوائد اہل ملک کو حاصل ہوں تقسیم کیے جاتے تھے۔ یہ قصہ دیہاتوں اور اُن پڑھ زمین داروں کو پنواریوں کی چالوں اور فریبوں سے بچانے کی غرض سے شائع کیا گیا تھا۔ جس کو پڑھ کر نہ صرف کاشت کاری کے اصول و قواعد اور کاشت کی اقسام وغیرہ کا علم ہوتا ہے بلکہ اخلاقی حیثیت سے بھی بہت سی مفید باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ علی الخصوص پنواریوں کی بدنام جماعت کے جھگڑوں اور ان کی فریب کاریاں کا کچا چننا بھی سامنے آ جاتا

ہے۔ چنانچہ اس قصے میں ایک گاؤں کے چند زمین داروں اور پٹی داروں اور زلی کاشت کاروں کا حال لکھتے ہوئے پنواری کی چالاکیوں سے نیک، جاہل، اور ناواقف دیہاتیوں کے دام فریب میں پھنس جانے کا مختصر سا خاکا کھینچا گیا ہے۔ چونکہ اب اس قسم کی کتابوں کی اشاعت مفقود ہے اس لیے بہ طور یادگار دو ایک نمونے ایسے درج کر دیے گئے جو تاریخی حیثیت سے غیر مفید نہیں۔

نمبر شمار 48 : تصنیف : مثنیٰ کرت

مصنف : لالہ مثنیٰ لال اکروال رئیس مارہرہ (ایضہ)

سنہ تصنیف : 1273ھ/1857

نمونہ عبارت

پریشرنے اس خلوص اندھکار (اندھیرا) میں اول پرش و پرکرت پیدا کیا، یعنی پرش خود پرکرت استری، یعنی مایا پیدا ہوئی کہ پرکرت کو شکست اور اوکالی و جکونت بھی کہتے ہیں۔ بعد پرکرت کے مہت یعنی نور پیدا کیا، بعدش اینکار (شعاع پر تو) سہ قسم۔ یکے سے کہ سورج وغیرہ دیوتا، انس اس کے ہیں۔ دوم رنج کہ من و بھوت اندری (حواس خمسہ) وغیرہ اس سے پیدا ہوئے۔ سیوم ختم کہ وجود ہر پنج تت (جوہر) کا ہے۔ بعد اس کے پانچ تت مع گن یعنی فعل پیدا کیے۔ اول سہ گن، اکاس۔ بعدش اکاس، یعنی آسمان، پس ازاں بائے یعنی ہوا مع سپر ش گن (چھونے کی حس) ہوا۔ پس ازاں پنج آگ، یعنی آتش مع روپ گن، پس ازاں جل یعنی آب مع رس گن۔ پس ازاں پر تھی یعنی خاک کہ کوہ وغیرہم خاک ہے۔ مع گھنڈا گن (قوت شامہ) آں بعدش ہر پنج تت دہر پنج گن شاں یک جسم ہو کر پانچ گیان اندری، گوش، بینی، زبان، جسم، کھال یعنی پوست بدن۔ و پنج کرم اندری، منہ، ہاتھ، پاؤں، عضو بول، عضو براز۔ و چار انکرن (حواس باطنی) من، بدھ، چیت، اینکار۔ بعد اس کے جان داخل کی کہ یہ پتلا پچیس تت کا ہے مع پرش و پرکرت ستائیس تت کہتے ہیں خود مرکب بہ شکل انسان ہو کر اٹھا اور پر اب نام ہو کر کل عالم آپ میں دکھایا۔ بشن نام بھی نام اسی کا ہے۔ اور شروع او پر ب مہا بھارت میں لکھا ہے کہ سوائے اندھکار تاریک کچھ نہ تھا۔ اول ایک بیضہ یعنی انڈا کہ تخم کل مخلوقات کا ہے پیدا ہوا۔ برہما جی اس سے پیدا ہوئے۔

تبصرہ و کیفیت

یہ کتاب کسی ادبی نامور کی لکھی ہوئی نہیں ہے، اس کا اندراج یہاں صرف اس لیے کیا گیا ہے کہ گزشتہ زمانے میں بھی کہیں کہیں ایسے صاحب قلم پائے جاتے ہیں، جو عربی خواں کی عربی آمیز عبارتوں کی طرح اردو سنسکرت کا اشتعال بھی ناموزوں نہیں سمجھتے تھے۔

نمبر شمار 49 : تصنیف : ریاض الابصار مشہور بہ طلسم سبع سباع (ترجمہ بوستان خیال)

مصنف : بدرالدین عرف خولجہ امان دہلوی

سنہ تصنیف : حدود 1273ھ / 1857

مضمون عبارت

پچیس ٹولیدہ بیان کج زبان بدرالدین عرف خولجہ امان، بھد گونہ عجز و نیاز عرض پرداز ہے کہ جس وقت حدائق الانظار رخنہ خامہ ترجمہ نگار مسوع بساط بوستان انجمن دولت و اقبال اور معروض باریابان سراپردہ جاہ و جلال ہوئی، پیش گاہ سرکار ابد پائیدار سے بہ کلمات تحسین و آفریں سرفراز اور حسن خدمت کے جلدوں میں عطیہ صلہ گراں اور خلعت زر نقد سے مشرف و ممتاز ہوا۔ یہ معائنہ جو ہر شناسی و قدر دانی سری و دربار دولت مدار ترجمہ نگار نے جلد تر ریاض الابصار کو بہ زیور ترجمہ آرائش دے کر نذر حضور و افراسرور گزرائی۔ امید کہ یہ ناطورہ تالیف جدید بھی مثل جملہ جلد گزرائیدہ بہ حصول نقد سرخ روئی پزیرائی اور خلعت سرسبز احسن جیب و دامان مراد پڑ کرے، اور چاکر موردی اسی وسیلہ جزیلہ کے سبب گاہ مذکور بارگاہ فلک کارگاہ و سرمایہ اندوز اعزاز و تقاض ہووے۔ خدا کا شکر کہ اداے شکر خداوند نعمت کے پردے میں اداے شکر نعمت خدا ہوا، یعنی شکر نعمت خداوند کیا۔ شکر خدا ادا ہوا۔ الحال زبان دعا خوانی و ہنگام آمین سرائی ہو۔

”آغاز جلد سوم و چہارم، معز الدین نامہ کہ آں را بہار دویم قصہ بوستان خیال و گلشن اولی نامند، مشتمل است بر حال جمشید خود پرست و دیگر سلاطین عالم مختلف الہد اہب مع واقعات شاہزادہ معز الدین نصرت قرین و فتح نمودن طلسم سبع سباع از مد اقبال و بر آمدن ازاں طلسم عالی با سامان صاحب قرانی و جلوس خسروانی“

بعد حمد و سپاس ملک العلام و نعت و درود سید الانام علیہ السلام مسودہ اوراق قصہ عجیب و ترجمہ نگار افسانہ غریب ناظرین و الا تمکین اور سامعین نکتہ چیں کی خدمت باسعادت میں گزارش کرتا ہے کہ ابتدائے جلد اول یعنی شروع قصے میں معز الدین نامہ کے یہ حال بیان ہوا ہے کہ شہزادہ معز الدین والا قدر عالی مقدار نے بعد فتح کرنے محکمانہ عالیات کے مال و اسباب غنائم مع عرض داشت متضمن روداد جنگ و جدال بہ طریق ہدیہ امیر نجم الدین دلاور کے ہاتھ اپنے پدر بزرگوار سلطان اسماعیل المنصور بقوۃ اللہ کی خدمت میں ارسال کیا، اور سلطان اسماعیل نے اس عرضی کا جواب بایں مضمون شاہ زادے کو رقم فرمایا کہ تم اسی قدر تنخیر ممالک پر قناعت کرو اور ہمارے پاس چلے آؤ۔

نمونہ عبارت داستان

اب عاقب حرانی کا حال سنو! اول بیان ہوا ہے کہ عاقب حرانی حکومت کے علاوہ فن عیاری میں بھی نہایت مستعد و چالاک ہے، اس نے ایک شب قصد کیا کہ خبر و اخبار کے واسطے حریف کے لشکر میں چلے اور دیکھیے کہ وہ حکیم خسار منکوس کس کام میں مشغول ہے۔ آخر عاقب حرانی ایک نقب کی راہ سے جس کا دہن بیرون شہر باغ میں تھا باہر نکلا، اور بہت ہوشیاری سے جم قدر کے لشکر میں پہنچا، قضا را، اس وقت ایک خدمت گار خاص خسار منکوس کا کسی کام کے واسطے خیمے سے نکلا تھا۔ عاقب نے اس خدمت گار کی گردن میں اس طرح کند بند کی کہ حلق سے آواز تک نہ نکلی۔ بعد ازاں اس کا پستارہ باندھ کر ایک خرابے میں رکھ آیا۔ اور اپنی صورت اس خدمت گار کی شکل سے تبدیل کی، بلکہ اسی کا لباس پہنا اور خدمت گاروں کی صف میں وارد ہو گیا، ایک لمحے کے بعد خیمے کے اندر گیا، سنتا ہے کہ خسار منکوس کوئی عمل پڑھ رہا ہے، عاقب نے درگاہ خدا میں دعا کی بار خدا یا اس وقت ایسی کوئی صورت پیدا ہو کہ میں اس خسار منکوس مردود کو اس کے اعمال بد کی سزا دوں اور خود زندہ اور سلامت شہر میں پہنچوں۔

ہنوز عاقب دعا میں مصروف تھا کہ یکایک بادتند ایسی چلی کہ تمام لشکر کے چراغ بجھ گئے حتی کہ خسار منکوس کے خیمے کی بھی شمع خاموش ہو گئی۔ خسار منکوس نے آواز دی کہ کوئی آدمی شمع روشن کر جائے عاقب جو اسی وقت کا منتظر تھا دلیرانہ خیمے میں گیا اور اس نے بہ اس چالاک کی قتل ہائے سحر پر بے ہوشی چھڑکی کہ خسار منکوس کو اس تاریکی میں اصلاً آگئی نہ ہوئی۔

تبصرہ و کیفیت

خواجه امان مرزا غالب کے قریب تر عزیز تھے۔ میر تقی خیال کی مشہور کتاب بوستان خیال (فارسی) کا ترجمہ تقریباً غدر کے زمانے کے لگ بھگ انھوں نے کیا ہے۔ جیسا کہ مرزا غالب نے اسی عہد کے خطوط میں دو ایک جگہ ظاہر کیا ہے۔ اس ترتیب و تالیف کے وقت مجھے اس ترجمے کی مکمل جلدیں نہیں ملیں اس لیے سند تالیف کا صحیح تعین نہ لکھ سکا۔

یہ ترجمہ مہاراجہ شیو دان سنگھ والی الور کی فرمائش سے کیا گیا۔ اس نمونے کی عبارت میں تھوڑی سی طوالت اس لیے روا رکھی گئی کہ اس عہد کی قصہ خوانی کا انداز بیان ایک مستند کی زبانی معلوم ہو سکے۔ بوستان خیال کا ایک اور اردو ترجمہ آغا جہو لکھنوی نے بھی کیا ہے، جس کا نمونہ اپنے موقع ترتیب پر درج ہوا ہے۔

نمبر شمار 50 : تصنیف : مرآۃ العروس

مصنف : مولوی حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں دہلوی

سنہ تصنیف : 1283ھ / 1867

نمونہ عبارت

انتخاب خط دور اندیش خاں: اصغری خانم! میری صلاح یہ ہے کہ تم گفتگو اور نشست و برخاست میں بھی اپنے میاں کا ادب ملحوظ رکھنا، مذہب میں میاں بی بی کے متعلق بہت احکام ہیں، اور چونکہ تم نے قرآن کا ترجمہ اور اردو کے بہت سے رسالے پڑھے ہیں، امید کرتا ہوں کہ وہ احکام تھوڑے بہت ضرور تمہارے خیال میں ہوں گے، ان احکام کا مجموعہ خانہ داری کے لیے بڑا دستور العمل ہے۔ مگر افسوس ہے لوگ خدا رسول کے حکموں کی تعمیل میں تنہا نہیں کرتے اور اسی سے انواع و اقسام کی خرابیاں پیش آتی ہیں۔ میں نے حدیث کی کتاب میں پڑھا تھا کہ اگر خدا کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرنا روا ہوتا تو پیغمبر صاحب فرماتے ہیں کہ میں بی بی کو حکم دیتا کہ اپنے میاں کو سجدہ کیا کرے۔ اسی ایک بات سے تم خیال کر سکتی ہو کہ میاں اور بی بی میں کیا نسبت ہے۔

اب اس کے ساتھ ملکی رواج کو ملاؤ کہ بی بی نہ تو میاں کو چھوڑ سکتی ہے نہ بدل سکتی ہے نہ اس سے کسی وقت اور کسی حال میں بے نیاز ہو سکتی ہے، تو سوائے اس کے کہ بچے دل سے آپ اس کی ہو رہے اور اطاعت سے خوشامد سے جس طرح ممکن ہو اس کو اپنا کر لے۔ عافیت کی، عزت و آبرو کی دوسری کوئی تدبیر نہ ہے اور نہ ہونی ممکن ہے۔ کیا وجہ کہ شادی بیاہ ایسے چاؤ سے ہوتا ہے اور چوتھی کے بعد ہی بہو سے ساس نندوں کا بگاڑ ہو جاتا ہے۔

یہ مضمون غور کے قابل ہے بیاہ کے پہلے تک لڑکا ماں باپ میں رہا اور صرف انہیں کے ساتھ اس کا تعلق تھا۔ ماں باپ نے اس کو پرورش کیا اور یہ توقع کرتے رہے کہ بڑھاپے میں ہماری خدمت کرے گا۔ بیاہ کے بعد بہو، ڈولی سے اترتے ہی فکر کرنے لگتی ہے کہ میاں آج ماں باپ کو چھوڑ دیں۔ پس لڑائی ہمیشہ بہوؤں کی طرف سے شروع ہوتی ہے۔ اگر بہو کنبے میں مل کر رہے اور کبھی ساس کو نہ معلوم ہو کہ بیٹے کو ہم سے چھڑانا چاہتی ہے تو ہرگز فساد پیدا نہ ہو۔

تبصرہ و کیفیت

نمونہ نمبر 1 کے سوا اور نمونے جو آئندہ پیش ہونے والے ہیں، ان میں ڈراما، ٹانگ وغیرہ کے عنوانوں سے بھی اہل قلم کا انداز تحریر دکھایا گیا ہے۔ ڈراما وغیرہ سے پہلے قصص و حکایات کا رواج موجود تھا۔ چونکہ قصص و حکایات اور ڈراما میں اصولاً بہت فرق ہے، نیز اول الذکر اکثر مبسوط اور ضخیم تالیف ہے اس لیے ایسے قصوں اور افسانوں کو ڈراما سے جدا رکھ کر عام تصنیف و تالیف کے عنوان میں شامل کیا گیا۔

نمبر شمار 51 : تصنیف : تاریخ خورشید جاہی مطبوعہ 1297ھ/1880

مصنف : مولوی غلام امام خاں تریں حیدر آبادی

سنہ تصنیف : 1284ھ/1867

نمونہ عبارت

بعد تشریف فرما ہونے (وصال) حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عالم ظاہر سے

اکرم الاکرین خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہوئے، پھر ہر صدی میں ایک بادشاہ دیں پناہ موید من اللہ صاحب عزم ذی جرات مہذب الدین رائج دین متین ستودہ صفات ملجی منہیات دوا کہ جس کے فرمان تمام حکام گردن کش اقالیم سب سے بایں گزرا اور ظلم و تعدی ہوئے نفسانی سے اپنے دست بردار، طرف عدالت و نصفت کے مائل اور انتظام مملکت میں شاغل رہے۔ اب فی زمانہ کہ بادشاہ اسلام جانشین آبا ئے کرام مجد زماں افضل الدولہ میر تہنیت علی خاں بہادر غل اللہ نظام الملک آصف جاہ خامس کہ جس کی نظر فیض اثر سے سر، زر خالص بنے، فرماں روا ئے شش صوبہ دکن ہے۔ شش جہت میں ثانی اس کا نہ کوئی ایسا حاکم باذل نہ فرماں روا ئے عادل ہے، جو جو کام کہ اس حامی دین سے تقویت دین کے ہوئے ہیں شرح اس کی احاطہ بیان سے باہر، زبان خامے کی قاصر ہے۔ سخاوت میں نظیر نہیں۔ ایسا رعایا پر در شفقت فرما کوئی صاحب تاج و سریر نہیں، غلہ اللہ و ضاعف جل شانہ خاص الخاص داماد نے اس اورنگ آراء سلطنت حیدر آباد کے کہ وہ نبیرہ نواب مغفور و مہرور امیر کبیر شمس الدولہ شمس الملک شمس الامرا تیغ جنگ محمد فخر الدین خاں بہادر نور اللہ تربتہ اور فرزند ارجمند سحاب کرم عالی ہم مسند آراء بزم جاہ و جلال شمشیر ابدار میدان رزم صباحت و اقبال اقتدار الملک وقار الامرا محمد رشید الدین خاں بہادر زاد اقبالہم کے ہیں، نام نامی اور خطاب گرامی ان آفتاب سپہر سعادت دار جندی نیز برج دانش و ہوش مندی کا خورشید جاہ خورشید الامرا خورشید الملک، خورشید الدولہ تیغ جنگ محمد علی الدین خاں بہادر ہے دامت اجلالہم سنہ ہذا میں کہ ایک ہزار و دو سو چوراسی 1284 ہجری (1867) ہے۔ اس کترین عقیدت گزین پیرو علمائے دین مولوی محمد امام خاں ترین ریاضی داں ملک تخلص کو فرمایا کہ ایک کتاب علم تاریخ میں مختصر مفید واسطے ملاحظہ اوقات گرامی ہمارے اور فوائد عام خلایق کے لکھ کر گزرا نو، تاہم اس کو حلیہ طبع سے آراستہ کر کے انعام ارباب استعداد کا کریں۔

چونکہ بعد تحریر کتاب لاثانی رشید الدین خانی کے کہ اس وقت تخلص نامہ نگار کا ہجرت تھا، ان ایام میں فرصت حاصل تھی۔ حسب فرمان واجب الاذعان کے کمر سعی کی میان جان کے باندہ کر ارادہ کیا ہے حسبی اللہ نعم الوکیل اور پیشتر اس میں دو مقدمات کہ رشید الدین خانی میں نہ تھے، نوک ریز قلم ہیں اور بعض بر بنائے ضرورت اور نسبت کلام کے لکھے ہوئے بھی داخل ہوئے

ہیں۔ اور چونکہ اس میں احوال صوبہ جات کا براسہ نہ تھا، اس واسطے اس کی ابتدا صوبہ جات سے کی گئی ہے۔ اور ذکر اولیاؤں کا اور سوانحات بادشاہان ایران و توران اور روم کے مندرج و مندرج ہیں۔ اور مفصل کیفیت حال چہارہ سال کی 1270 ہجری (1854) سے زمانہ ہذا تک بیان کی گئی ہے اور نام اس کا اسم گرامی پر ممدوح کے خورشید جاہی ہے۔ اور مادہ تاریخ ”تاریخ جلیل“ ہے اور اس میں ایک مقدمہ اور چار چاند، اور پہلے چاند میں دو شعاع، اور دوسرے چاند میں ایک ضو ہے۔ اور اس ضو میں دو نیر ہیں۔ اور نیز دوم میں جھے قطب اور آخرت میں تیسرے چاند کے تین ہلال ہیں اور بعد چوتھے چاند کے دو کوب ہیں۔ اور آخر پر خاتمہ۔

اور یہ بھی واضح ہو کہ یہ کتاب اور کتاب رشید الدین خانی ہر چند کہ ہر ایک حد ذات میں اپنے کلام تام ہے۔ لیکن ہر دو مثل لازم و ملزوم کے ہیں، جو کوئی اس کا مطالعہ کرے چاہیے کہ اس کو بھی دیکھے اور جو اس پر نظر کیا ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمادے۔ تا عجب انتکابات اور غرائب تحویلات سے اس فن شریف کے خوب مطلع ہوگا۔

تبصرہ و کیفیت

یہ دونوں تاریخیں یعنی نمونہ نمبر 44 اور نمونہ نمبر 51 ایک ہی خاندان اور ایک ہی مولف کی لکھی ہوئی ہیں اور اگرچہ ان دونوں کی تالیف میں چودہ برس کا آگاہی ہے، لیکن مطبع میں ایک ساتھ چھاپی گئی ہیں۔ اس طرح کہ متن (وسط) میں رشید الدین خانی اور حاشیے پر خورشید جاہی ہے۔ یہ کتاب تاریخ دکن میں معتبر و مستند سمجھی جاتی ہے۔

بادجود اس تفاوت زمانی کے مولف کی طرز تحریر میں کوئی فرق نظر نہیں آتا جو روش چودہ برس پہلے تھی وہی چودہ برس بعد موجود ہے۔ البتہ اطائی ترکیب اس زمانے کے موافق بعض الفاظ میں پائی جاتی ہے۔ مثلاً یائے معروف و مجهول اور امالہ ہائے ہوز (بہ حالت ترکیب قاعدہ کو قاعدے لکھا ہے) نیز دو چشمی ”ھ“ اور کھلی ہوئی ہائے ہوز کا حسب رواج حال التزام رکھا ہے۔

نمبر شمار 52 : تصنیف : مظہر آدم (ترجمہ سبحة الرجان مصنفہ آزاد بلگرامی) (مطبوعہ)

مصنف : مترجم مولوی شمس الدین

سنہ تصنیف : 1285ھ / 1869

نمونہ عبارت

بعد حمد خدا و نعت محمد مصطفیٰ کے متمسک (حاصل کرنے والا) بہ طریق کلامی آزاد حسینی واسطی بلگرامی خدائے تعالیٰ آرزوؤں کے ہر نوں کو اس کے جال میں پھنسا دے اور حمایتوں کی ڈالیوں کو اس کی طرف جھکا دے آئینہ منائر صافی و طبائع زاک (پاک) پر منطبع (منقش) کرتا ہے، سخن دروں کا ذکر زمانے کی بقا تک باقی رہتا ہے۔ بدیں وجہ میری خاطر میں چار مطلب نے خطور (گزر) کیا، اول یہ کہ ہندوستان لطافت بیان کا ذکر جو کہ تفسیر و احادیث میں وارد ہوا ہے اس کو جمع کروں، دوم یہ کہ ہندوستان نہایت اقتراں کے عالموں کا تذکرہ، مگر نہ اس طرح پر علی الاطلاق (عموماً) بلکہ دے (وہ) بزرگ جو تصانیف رالقبہ (عمدہ) و اشعار فائقہ (بلند) سے باقیات صالحات (اچھی یادگاریں) رکھتے ہیں، علی الخصوص دے لوگ جن کی نشانیاں ہم تک پہنچیں اور ان کی برکتیں ہم پر عائد ہوئیں، لکھ کر ارم کی شاخوں کے اهتزاز سے درختوں کو عطر آگئیں کروں، لیکن ان شخصوں کے ذکر مکارم سے کہ جو گزر گئے اور کچھ اپنی نشانی نہ چھوڑ گئے کہ وہ ہم تک پہنچتیں معذور ہوں۔ اور ان کی توصیف میں خاموش ہونے پر مجبور۔

تبصرہ و کیفیت

حسان الہند میر غلام علی آزاد بلگرامی نے عربی زبان میں کتاب سبحة الرجان فی آثار ہندوستان تصنیف کی ہے اور عرصہ ہوا کہ وہ مطبع نول کشور لکھنؤ میں چھپ گئی ہے، اسی کتاب کے ایک حصے کا اردو ترجمہ مولوی شمس الدین نے کسی ہندو والی ریاست کی فرمائش سے کیا ہے۔

اس ترجمے کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اہل قلم جن کو عربی و فارسی میں کافی لیاقت ہوتی تھی۔ ابتداً اردو نویسی میں کس قدر الجھن

پیدا کر دیا کرتے تھے۔ حالانکہ اسی عہد میں بہت سے اہل قلم پوری سلاست کے ساتھ داد و فصاحت دے رہے تھے۔ مگر عام توجہ نہ ہونے یا عدم مہارت کی وجہ سے سلیس اردو کو عمومیت حاصل نہ تھی۔

اس دور پنجم میں زبان اور انداز بیان کے لحاظ سے اہل نظر کو یہ امتیاز خصوصی نظر آئے گا کہ 1801 سے 1870 تک بہ کثرت اردو کی طرزِ انشاء مقفی، مسجع، یا ست بندشوں اور الجھی ہوئی پرانی ترکیبوں سے وابستہ ہوگی۔ اور اس کے بعد کی تصانیف سلاست و روانی میں موجودہ عہد کے مطابق ہوں گی۔ اس صورت میں جامع ادراک پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ جب یہ نمایاں فرق موجود تھا تو اس دور کے دو حصے کیوں نہ کر دیے گئے۔ اس کے دو جواب ہیں۔

اول یہ کہ چونکہ ہر دور کا عرصہ سو برس تک مقرر کر دیا ہے اس لیے اس التزام کا ترک مناسب نہیں معلوم ہوا۔ دوسرا اصلی سبب یہ ہے کہ عربی و فارسی کی مزاولت کے سبب سے اکثر عربی داں اہل قلم ایسے پائے جاتے ہیں جنہوں نے انیسویں صدی کے آخر تک اردو نویسی میں تو غلط حاصل نہیں کیا بلکہ وہی انداز پسند کیا جیسا کہ اس دور کے ابتدائی نمونوں میں نظر آتا ہے۔ اس صورت میں یک بام و دو ہوا کے مصداق یہ امر کہ 1870 کے بعد جو پرانی طرز کے نمونے ملتے ہیں ان کو چھوڑ دیا جائے اور اگر نہ چھوڑا جائے تو یہ دکھا کر کہ اس عہد کا پہلا انداز بیان ختم ہو گیا پھر اسی انداز کی تحریریں پیش کی جائیں، قابل پسند نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ یہ دیکھ کر انیسویں صدی کا آخری حصہ چہارم اگرچہ ارتقائی حیثیت سے اردو کے لیے رفعت بخش ہے مگر چونکہ اس صدی کا حصہ غالب پرانی انشاء پردازی کا حامل ہے، لہذا قلت کو کثرت پر ترجیح نہ دینی چاہیے۔ بایں ہمہ ناظرین کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس نمونے کے بعد جتنے نمونے پیش کئے جائیں گے ان میں ہر حیثیت سے

انشائے اردو کے وہ تمام ارتقائی مناظر نظر افروز ہوں گے، جن کی تقلید آج دور ششم میں بھی ہو رہی ہے اور ہونی چاہیے۔ اس دور کے ختم ہونے کے بعد جن لفظی مترادفات کی فہرست دی جائے گی وہ سب اسی طرز سے متعلق ہوگی جو 1801 سے شروع ہو کر آخر ربع صدی تک بالعموم مروج و مستعمل تھی۔

نمبر شمار 53 : تصنیف : چند پند (مطبوعہ)

مصنف : مولوی حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں بریلوی

سنہ تصنیف : 1285ھ/1869

نمونہ عبارت

تم کو سمجھنا چاہیے کہ گو آدمی سب ایک طرح کے ہیں، دوکان، دوہاتھ، دو آنکھیں، دو پاؤں، ایک ناک، ایک سر، سب کے برابر ہیں۔ پھر بھی آدمیوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کوئی باپ ہے، کوئی بیٹا۔ کوئی استاد ہے، کوئی شاگرد ہے۔ کوئی آقا اور مالک ہے، کوئی نوکر اور خادم، کوئی مولوی کوئی جاہل، کوئی حاکم، کوئی طبیب، کوئی دکان دار، کوئی مزدور، پس اگر سب آدمی درجے میں برابر ہوں تو دنیا کا انتظام ٹوٹ جائے۔ اس واسطے ہر ایک کے واسطے خاص درجے اور خاص رتبے مقرر ہیں۔ بیٹے کو باپ کا اور شاگرد کو استاد کا اور نوکر کو مالک کا اور رعایا کو حاکم کا اور بیمار کو طبیب کا حکم ماننا لازم اور واجب ہے، عمر اور رشتے اور ذات اور منبر اور لیاقت اور دولت اور حکومت سے درجہ معلوم ہوتا ہے، جس کی عمر زیادہ ہو یا جو رشتے میں بڑا ہو یا جو ذات میں شریف ہو، جیسے مسلمانوں میں سید، اور ہنود میں برہمن یا جس کو لیاقت زیادہ ہو جیسے مولوی اور پنڈت یا جو دولت مند یا حاکم ہو، سب قابل ادب ہیں۔

نمبر شمار 54 : تصنیف : آیات بینات (حصہ اول) مطبوعہ آفرین پریس مرزا پور، بہ خط نائپ

مصنف : نواب محسن الملک سید مہدی علی خاں تحصیل دار مرزا پور

سنہ تصنیف : 1287ھ/1870

نمونہ عبارت

جاننا چاہیے کہ خداے عزوجل نے ہماری ہدایت کے واسطے اپنا محبوب پیغمبر بھیجا اور اپنا

خاص کلام اس پر نازل کیا، اور چراغ رہنمائی کا اس کے ہاتھ میں دیا، اور اپنی کمال مہربانی سے شرک اور کفر کی تاریکی سے نکال کر ہمارے دلوں کو نور ایمان سے روشن کیا۔ پس ایمان اور اسلام ایک ایسی نعمت ہے کہ ہم اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ لیکن شیطان نے بعد ایمان کے اکثر مسلمانوں کو بہکایا اور ان کے دلوں کو باطل عقیدوں سے پھر تاریک کر دیا، اور مسلمانوں میں ایسا تفرقہ ڈال دیا کہ بہتر فرقے گمراہ ہو گئے، جن کی نسبت ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی خبر دی تھی، پس ہم لوگوں کو فقط اسلام کے نام پر خوش ہونا اور صرف توحید اور نبوت کے اقرار پر اپنے کو ناجی سمجھنا نہ چاہیے بلکہ ہر عقیدے کی تحقیق کرنا اور ہر اعتقادی مسئلے کی تطبیق کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے دینا ضروری ہے اور یہ ممکن نہیں کہ جو شخص اپنے سچے اور صاف دل سے صرف اپنی نجات کی امید پر خدا کی کتاب کو دیکھے اور تعصب اور عناد کو دخل نہ دے، وہ حق اور باطل میں تمیز نہ کر سکے، اور ایسے حق کے طالب کو خدا گمراہی میں پڑا رکھے۔ ہاں جو کوئی پہلے سے سچائی کا طالب نہ ہو اور مذہبی تعصب میں گرفتار ہو اور سوائے مجاہدے اور مکابرے کے اسے اور کچھ منظور نہ ہو اور اپنے آبائی دین و مذہب کو تقلیداً سچ جانتا ہو وہ بے شک اپنی گمراہی میں پڑا رہے گا اور اپنے دل کو باطل عقیدوں سے کبھی پاک و صاف نہ کر سکے گا۔

نمبر شمار 55 : تصنیف : خطبات احمدیہ

مصنف : سر سید احمد خاں

سنہ تصنیف : 1287ھ / 1870

نمونہ عبارت

عجائبات دنیا میں سب سے زیادہ عجیب وہ خیال ہے جس کو لوگ مذہب کہتے ہیں۔ مذہب اس امتیاز کا نام ہے جو انسان کے افعال سے علاقہ رکھتا ہے اور جس کے سبب انسانوں کے افعال اچھے یا برے یا نہ اچھے نہ برے خیال کیے جاتے ہیں، کیونکہ اگر انسان کے افعال میں یہ تمیز نہ ٹھہرائی جاوے تو کسی مذہب کا وجود باقی نہیں رہتا، تمام خیالات جو انسان میں پیدا ہوتے اور تمام یقین جو انسان کسی چیز پر رکھتا ہے، اس کا نشانہ خیالات اور یقین کے سوا کچھ اور چیزیں ہوتی ہیں، جو ان خیالات اور یقین کے اسباب سمجھی جاتی ہیں، مگر تعجب یہ ہے کہ وہ خیال جس کو مذہب کہتے ہیں

بغیر کسی خارجی اسباب کے اور بغیر تجربہ امتحان کے اور بدون کسی معقول ثبوت کے یکا یک دل میں اٹھتا ہے اور اس لیے وہی اس کا مخرج سمجھا جاتا ہے اور پھر اس پر ایسا یقین ہوتا ہے کہ کسی آنکھ دیکھی چیز پر بھی نہیں، اس تعجب پر اور تعجب یہ ہے کہ اس بن دیکھی چیز اور اُن کبھی بات اور بے دلیل خیال کا لوگوں کی طبیعت پر ایسا سخت اثر ہوتا ہے کہ وہ اثر انسان کے تمام افعال پر اور قدرتی جذبات پر جو انسان میں خدا نے پیدا کیے ہیں، غالب ہو جاتا ہے اور جو جوش اور ولولہ اس از خود پیدا ہوئے خیال سے انسانوں کی طبیعتوں پر ہوتا ہے اور کسی چیز سے نہیں ہوتا، گو کہ اس دوسری چیز کے صحیح اور یقینی ہونے کے لیے کسی ہی عمدہ عمدہ دلیلیں اور کیسے ہی قطعی ثبوت موجود ہوں۔

تبصرہ و کیفیت

مذہبی خیالات اور اصول و عقائد کو عام فہم اور دل نشیں بنانے کے لیے اس سے بہتر اور سلیس اردو کا نمونہ اس سے پہلے کہیں نہ ملے گا۔ یہی خصوصیت سرسید کی اردو کا امتیازی شان ہے۔ یہ بات خیال میں رہے کہ سرسید چند ہندی بھاشا کے الفاظ جیسے بن دیکھے، اُن سمجھے اور دو ایک پرانی اردو ترکیبیں مثلاً کر کر یا جاوے آوے اپنی تحریر و تقریر میں عادی استعمال کیا کرتے تھے، جس طرح کہ اب بھی پرانے لوگ بول جاتے ہیں۔ علاوہ اس کے فی زمانہ بعض اہل قلم ان متروکات کو مجتہدانہ حیثیت سے رد کرتے ہیں۔

نمبر شمار 56 : تصنیف : اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام

مصنف : نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی

سنہ تصنیف : حدود 1288ھ / 1872

نمونہ عبارت

عورتوں کی حالت : آں حضرت صلعم کی تعلیم سے عورتوں کی حالت اس درجہ بہتر ہو گئی کہ آپ سے قبل تمام مصلحین اور انبیاء کی تعلیم سے یہ توقع نہیں ہو سکتی تھی۔ تمام ملک عرب میں کثرت ازدواج کی کوئی حد نہ تھی، طلاق کا کوئی اصول نہ تھا۔ بعض قبائل میں یہ ناپاک ظالمانہ و وحشیانہ رسم جاری تھی کہ وہ اپنی شیر خوار لڑکیوں کو اس لیے قتل کر ڈالتے تھے کہ انھیں سرے بننے کی

ذلت نہ سہی پڑے۔ ان کے دلوں میں عورتوں کی مطلق وقعت نہ تھی۔ بات چیت میں بھی کسی قسم کی تعظیم کا اظہار نہیں کرتے تھے.....

قرآن مجید کی تعلیم نے رفتہ رفتہ ان کی ذلیل حالت کو سدھارنا شروع کیا۔ سب سے اول تو کثرت ازدواج کو چار تک محدود کیا، یہ اجازت بھی اس شرط کے ساتھ ہے کہ شوہر کو پورا یقین ہو کہ ان سب کے ساتھ عدل کا برتاؤ کرے گا اور پھر اس امر کا اظہار کر دیا کہ ایک سے زیادہ بیویوں کے ساتھ عدل کرنا ممکن ہے اگرچہ مرد ایسا کرنے پر آمادگی ظاہر کریں اور اس طرح درحقیقت کثرت ازدواج کو موقوف کر دیا۔

تبصرہ و کیفیت

مولوی چراغ علی 1844 میں پیدا ہوئے اور 1895 میں فوت ہوئے۔ ریاست حیدر آباد دکن سے نواب اعظم یار جنگ خطاب پایا۔ بہت باخبر اور فاضل بزرگ تھے۔ ان کی تصانیف و مضامین بہ کثرت ہیں۔ انگریزی میں ایک کتاب ”ریفارمنڈر مسلم رول“ لکھی تھی، جس کے کچھ حصے کا اردو ترجمہ خود انھوں نے کیا، جس کو انجمن ترقی اردو نے چھاپ دیا ہے۔ یہ نمونہ اسی خود نوشت تحریر سے اخذ کیا گیا۔

نمبر شمار 57 . تصنیف : مبادی الحکمت

مصنف : مولوی حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں دہلوی

سنہ تصنیف : حدود 1288ھ / 1871

نمونہ عبارت

اب وقت وہ پہنچا اور وہ زمانہ آ گیا کہ مشکل سے مشکل مضمون اور پیچیدہ مطلب پر بھی ہم اپنی ہی زبان میں مباحثہ اور مناظرہ کرتے رہیں، پس کیا ایسی حالت میں زبان اردو منطق کی حاجت مند نہیں؟ سخت حاجت مند ہے۔ دعوے کا اثبات، حق کا مطالبہ، استحقاق کی حفاظت، دلیل

کی استواری، مطلب کی تائید، اعتراض کی تردید، الزام کا دفعیہ، فریب کی پردہ دہی، مغالطے کا افشا، حتیٰ کہ احتیاق حق و ابطال باطل، منطق نہیں تو کچھ بھی نہیں، یہی حاجت دیکھ کر میں نے اس رسالہء اردو میں ضروری مسائل علم منطق جمع کیے۔ باتیں وہی ہیں جو قطبی اور اس سے فروتر کتابوں میں ہیں، طرز ادا میرا ہے اور ایک انگریزی رسالہ منطق جناب افضل العلماء ایم کیشن صاحب بہادر دام اقبالہم نے عنایت فرمایا تھا، کچھ اس سے اخذ کر لیا ہے۔ یوں عربی اور انگریزی مل کر ایک شان خاص پیدا ہو گئی ہے۔

حد اوسط

قیاس کے دو مقدموں میں حد اوسط کا مکرر ہونا انتاج (نتیجہ دینا) کے لیے شرط اعظم ہے۔ اس میں کبھی کبھی مغالطہ بھی واقع ہوا کرتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ بادی النظر میں تو حد اوسط مکرر معلوم ہوتی ہے، جو لفظ صغریٰ میں ہے وہی کبریٰ میں ہے، مگر ایک میں اس لفظ کے حقیقی معنی مراد ہوتے ہیں۔ دوسرے میں مجازی۔ یا ایک میں لغوی اور دوسرے میں منقول۔ یا یہ کہ وہ لفظ مشترک ہے ایک میں کچھ دوسرے میں کچھ۔ مقولات شعر تمام تر اسی طرح کے مغالطات سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں، مثلاً۔

مکن در خانہ سازی طول اندک عرض من بشنو

کہ ایں را قصری نامند باید مختصر کردن

شاعر اپنے مخاطب کو تفکیک عمارت کی رائے دیتا ہے اور اس کی دلیل یہ بیان کرتا ہے کہ یہ قصر ہے اور جتنے قصر ہیں ان کو اختصار لازم ہے، نتیجہ یہ ہے کہ اس عمارت کو اختصار لازم ہے۔ یہاں لفظ قصر مثلاً مغالطہ ہے کہ اس کے معنی لغوی بیشک کم کرنے کے ہیں، مسافر کا قصر، صلات کا قصر، بالوں کا قصر، بلکہ قصور بہ معنی خطا سب اسی مادے سے ہیں، لیکن قصر کے دوسرے معنی حویلی اور محل کے بھی ہیں، پس لفظ قصر مشترک ہوا، صغریٰ میں ایک معنی مراد لیے اور کبریٰ میں دوسرے۔ یا مثلاً۔

گر اب کے پھرے شیخ جی کعبے کے سفر سے

تو جانو پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

پھرنا، مراجعت اور واپس آنا، ایک معنی تو یہ ہیں۔ اور ایک چیز سے بد عقیدہ ہونا، دوسرے معنی یہ

ہیں۔ اور اللہ کے گھر سے پھرنا، مہلکے سے نجات پا کر سلامت نکل کر آنا۔ تیسرے معنی یہ ہیں یا مثلاً۔

ہوس میں کعبے کی کیوں شیخ بت خانے سے گمراہ ہے

یہاں تو کوئی صورت بھی ہے وہاں اللہ ہی اللہ ہے

اللہ ہی اللہ ہے دو محاوروں میں مستعمل ہوتا ہے۔ یا یہ کہ سوائے خدا کے اور کچھ نہیں، دوسرا یہ کہ کچھ بھی نہیں۔

نمبر شمار 58 : تصنیف : زر کامل عیار ترجمہ معیار الاشعار (مطبوعہ)

مصنف : تدبیر الدولہ سید مظفر علی خاں اسیر لکھنوی

سہ تصنیف : مطبوعہ 1289ھ/1873

مجموعہ عبارت

بعد حمد و سپاس خدائے عزوجل..... کہتا ہے۔ فقیر حقیر سید مظفر علی اسیر کہ دریں ولا اکثر دوستان صادق الولا اور آشنایان با صدق و صفا فقیر خانے میں جمع ہوئے اور بیشتر تذکرہ اشعار اردو اور ابیات فارسی کا اور مسائل علم عروض اور قوافی کا بایک دیگر رہا۔ چنانچہ صحیفہ رشیدہ اثنی کتاب معیار الاشعار تصنیف عالم کامل فخر امجد دامنش رئیس الحکما استاد الکمال محقق طوسی علیہ الرحمہ کہ اسی صناعت میں ہے اور اس پر بعضے کلائے اصحاب خلّت و براعت نے اثنی مولوی سعد اللہ صاحب نے حاشیہ لکھا ہے اور انصاف کو بالائے طاق رکھ کر جا بجا اعتراض کیے ہیں، اور شرح مہدی علی زکی مشتمل بہ ملک اشعار کی بھی ہے۔ بارہا صحبت میں پڑھا گیا، بعضے مطالب زیادہ حاشیہ اور شرح سے ذہن میں آئے، اور معلوم ہوا کہ بعض مقامات کتاب کی صحت سے بھی رہ گئے ہیں۔

لہذا یہ تکلیف بعض احباب اور بہ مفاد و کان حقاً علینا نصر المومنین احقر العباد نے مطالب نو و کہن عبارت اردو میں بہ طریق ترجمہ لکھے اور نام اس کا زر کامل عیار در ترجمہ معیار الاشعار رکھا، اور کہیں کہیں عبارت حاشیہ و شرح بھی بیچنے لکھ دی اس لیے کہ دریافت کرنا اس کا مبتدیوں کو سہل ہو، اور جس جس مقام میں عبارت متن پیچیدہ اور حاشیہ و شرح میں بہ سبب عدم فہم کے خلاف واقع ہو گیا ہے۔ منتہیوں پر حال اس کا منکشف ہو جائے۔ طرز تحریر یہ ہے کہ م ارشارہ عبارت متن کا اور ف عبارت اپنے ترجمے سے اور ح نشان حاشیہ کا اور ش غلامت شرح کی وباللہ التوفیق۔

نمبر شمار 59 : تصنیف : قواعد العروض
مصنف : سید غلام حسنین قدر بلگرامی
سنہ تصنیف : حدود 1288ھ / 1871

نمونہ عبارت

عالم کی شائستہ قوموں نے فن عروض کو علم ادب کا ایک جز جانا ہے اور اکثر قواعد صرفی و نحوی کی سلاک میں اس کو بھی مدون کیا ہے۔ اس پر یہ تماشا کہ ہمارے ہندوستانی احباب اس فن سے کوسوں بھاگتے ہیں، جب گھیر کر راہ پر لاؤ تو مولوی معنوی پر ہاتھ صاف کرنے کو آستینیں چڑھاتے ہیں کہ۔

من نہ دائم فاعلاتن فاعلات
شعری گویم بہ از آب حیات

اور نہیں سمجھتے کہ یہ صرف بزرگوں کا انکسار تھا۔

ہندوستان کا چھوٹے سے چھوٹا مقام کوئی ایسا نہ ہوگا جس میں دو ایک شاعر موجود نہ ہوں۔ شاعروں کی یہ کثرت اور موجودات ہے کہ اب نیا تخلص بھی نسخہ کیا د آب حیات ہے۔ اس مردہ دلی کی حالت میں بھی ہم تخلص شعرا کا شمار کرنا قیامت میں ایک ایک نام کے ستر ستر ہزار مُردوں کا قبر سے ابھرنا ہے۔ اس پر یہ قیامت کہ ان میں اکثر برائے نام موزوں طبع ہیں۔

نمبر شمار 60 : تصنیف : رسم الخط (اردو) مطبوعہ
مصنف : مولوی حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں دہلوی
سنہ تصنیف : 1289ھ / 1872

نمونہ عبارت

خوش خطی ایک ہنر ہے، جس کی قدر ہر ایک زمانے میں ہوتی رہی ہے، بلکہ ان دنوں میں چونکہ چھاپے خانے کثرت سے جاری ہیں، خوش خطی کی اور بھی زیادہ قدر و منزلت ہے۔ ابتدا میں اگر لڑکے جی لگا کر اس کا اہتمام کریں تو تھوڑی محنت سے سوا خط درست ہو سکتا ہے،

کچھ یہ ضرور نہیں کہ اس کے واسطے خاص استاد ہو اور تمام وقت مشق اور اصلاح میں صرف کیا جائے۔ چھپی ہوئی کتابیں ہمیشہ خوش خط لکھی ہوئی ہوتی ہیں، کسی کتاب کو دیکھ کر نقل کرنا اور اس کے سے حروف بنانے کی کوشش کرنا، خوش خط ہو جانے کے واسطے عمدہ اور سہل تدبیر ہے۔ حروف کے جوڑ توڑ، نوک پلک، کشش، دائرہ، مرکز، سب جزئیات کو خیال رکھنا، اور اپنی کی ہوئی نقل کو اصل سے مقابلہ کر کے فرق و اختلاف پر نظر کرنی چاہیے۔ اگر اسی طرز پر چند روز متواتر مشق کی جائے تو آخر کو اصل سے حرف ملنے لگیں گے۔ لڑکوں کا دستور ہے کہ جب ان کو حرف بنانا آ جاتے ہیں تو گھسیٹ کر چلتے ہیں، نام کے دستخط بنانے کا دلولہ اور جلد لکھنے کی ہوس شروع سے ان کے خط کو بگاڑ چلتی ہے، اور خط کا دستور ہے کہ جب ہاتھ بگڑا پھر درست ہو جانا مشکل ہو جاتا ہے، جیسے گھوڑا کہ جب اس کو بد رفتاری کی عادت ہوگئی تو اس میں قدم بہت دنوں کی محنت میں لگتا ہے، پس ابتدا میں ہمیشہ ہاتھ کو روکے، قلم کو سنبھالے ہوئے آہستہ لکھنا چاہیے تاکہ حروف کی صورت ٹھیک بنتی جائے۔ اور التزام کے ساتھ آدھ گھنٹہ مشق کے واسطے خاص کر لینا چاہیے۔ جب ایک خاص شان پر ہاتھ بیٹھ جائے تو بعد کو جلدی میں بھی وہی شان باقی رہے گی۔ خوش خطی بجائے خود کوئی علم نہیں، نہ اس سے عقل کو تیزی ہوتی ہے نہ اخلاق کی درستی، نہ معلومات کو ترقی، بلکہ خوش خطی کو صرف مصوری یا نقاشی کا ایک شعبہ سمجھنا چاہیے۔ یہ تو کسی طرح مناسب نہیں کہ انسان تحصیل علم پر اس کو ترجیح دیں، تاہم یہ عام پسند اور ہر دل عزیز ہنر ایسا بھی نہیں کہ لڑکے اس سے بے بہرہ رہیں۔

نمبر شمار 61 : تصنیف : انتخاب یادگار

مصنف : فشی امیر احمد، امیر مینائی

سنہ تصنیف : حدود 1290ھ / 1873

مجموعہ عبارت

محمد و نعت و مناقب کے بعد فقیر سراپا تقصیر امیر احمد مینائی متخلص بہ امیر ابن مولوی کرم محمد مینائی لکھنوی متخلص بہ کرم غفر اللہ القدر عرض کرتا ہے..... کہ ایک دن بندگان حضور (نواب کلب علی خاں والی رام پور) کو خیال آیا کہ ایک تذکرہ شعرائے ماضی و حال کا ایسا تیار ہو کہ اس

سے خاص اس دارالریاست کے متوطن اور متوسل شاعروں کی مختصر کیفیتِ سخن گوئی کی حقیقت نقشِ صفحہ روزگار ہو، اسی ضمن میں اعزاز اس بیچ مدائ کا بھی منظور ہوا۔ لہذا یہ بیچ میرزا اس خدمت پر مامور ہوا، اور محض بہ اقتضائے عطوفتِ حسروانی آغاز سے انجام تک برابر حضور نے التفات فرمایا۔ تب یہ تذکرہ ایک سال میں تمامی پر آیا، اگر تاخن امداد حضور گرہ کشائی نہ فرماتا، ممکن نہ تھا کہ ایسا تذکرہ جامع جس میں راست راست بے کم و کاست عن داقات تاریخی ہیں ترتیب پاتا، اس مہم کا سرانجام ہوتا محض نتیجہ توجہ سرکار ابد قرار ہے۔ اس بے حقیقت کی سعی مانند حرکتِ خامہ بدست نامہ نگار ہے، حق یہ ہے کہ بندگانِ عالی نے صد ہا اموات بے نام و نشان کو زندہ فرمایا ہے درحقیقت اعجازِ سبحانی دکھایا۔

نمبر شمار 62 : تصنیف : سخن شعرا

مصنف : مولوی عبدالغفور خاں نساخ ماکن کلکتہ

سنہ تصنیف : 1291ھ / 1874

مضمون عبارت

بیچ میرزا ابو محمد عبدالغفور خالدی متخلص بہ نساخ ڈپٹی مجسٹریٹ و ڈپٹی کلکٹر ضلع راج شاہی معروف بہ رام پور بوالیہ ابنِ منشی قاضی فقیر محمد مرحوم صاحب جامع التواریخ وکیل عدالت عالیہ صدر دیوانی کلکتہ، ابن قاضی محمد رضا مغفور متوطن ضلع فرید پور، باش گزیں دارالامارۃ کلکتہ نکتہ فہمان سخن سنجانِ زمن کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ یہاں ہنوز باغچہ عمر میں نسیم شعور کی آمد آمد اور فرشِ ہزہ رشادِ فضائے سن و سال میں ممتد بھی نہ تھا کہ سر میں سودائے گل رویانِ مضامین پیدا ہوا، اول غنچہ لبانِ معانی کا شیرا ہوا، کلام اساتذہ کا شوق رہا۔ غیروں کے سخن سے ذوق رہا تھوڑے دنوں میں بہت سے دواوینِ نظر سے گزرے، عرصہ قلیل میں تذکرہ ہائے کثیر دیکھے۔ سبھوں نے دادِ سخن دی ہے، جاں فشانی و جاں کاہی کی ہے..... میں نے بھی چاہا کہ شریعتِ تالیف سے کوزے بھروں اور اس قد کو کمر کروں۔ یعنی اس طرح کا تذکرہ لکھوں، جس میں اشعارِ آبدار میں اطناب و اعجاز ہو اور احوالِ شعرا میں اختصار و ایجاز۔ اور حالاتِ انبائے زماں کو بہ قدر طاقت بشری جامع اور حشو و زوائد کو مانع ہو۔ محمد اللہ کہ یہ ناوکِ عزم ہدف مراد میں دو سارا ہوا کہ بارہ

برس کی محنت میں یہ تذکرہ شعرائے ریختہ منشی بنام تاریخی 'خن شعرا' تیار ہوا۔

نمبر شمار 63 : تصنیف : گلستان بے خزاں معروف بہ نغمہ عندلیب

مصنف : حکیم میر قطب الدین باطن اکبر آبادی

سنہ تصنیف : 1291ھ/1874

مجموعہ عبارت

دوریں دلائل سے خوراپا رحیق خن دو جگہ آراستہ ہوتی ہے، اور ہر ایک شراب خوار فکر مضمون کی طبیب نوہ رنگین رنگیں سے پیراستہ ہوتی ہے۔ ہر صبحی کش مست و قافق صہبائے خن بے لیت و لعل، شیشہ رواق اشتیاق زیر بغل۔ اس رند نے بھی سائکین بادہ پیر مغاں سے لیا، دل عشق منزل کو مست رواق خن کر دیا۔ اس عالم بے خودی میں تذکرہ تذکرہ ہارہتا جس مست کے دل میں جو آتا سو کہتا، چنانچہ "گلشن بے خار" تالیف نواب مصطفیٰ خاں متخلص بہ شیفہ جوادل سے آخر تک دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت ہیں نوابی پر فریفتہ سب کو حقارت سے یاد کیا، اپنی اوقات کو برباد کیا، بجز سات شخصوں کے ہر ایک کی نسبت عبارت جو آمیز ہے اور ان کی زبان کی چھری دور است از دست و چشم بے آمد پر بہت تیز ہے۔

بزرگش نہ خوانند اہل خرد

کہ نام بزرگاں بڑشتی برد

اور عبارت تذکرہ کی وہ مثل کہ آدھا تیر آدھا تیر، تذکرہ اردو عبارت فارسی۔ یہ ان کی اور ان کی استاد کی عقل کا پھیر۔ ایسی بے انصافیاں جب نظر آئیں تو عاصی حکیم سید قطب الدین متخلص بہ باطن نے ایک تذکرہ بہ جواب گلشن بے خار بہ عبارت اردو جمع کیا، جس کا نام رکھا 'گلستان بے خزاں'۔

نمبر شمار 64 : تصنیف : مجموعہ فیض صغیر مسی بہ رشحات صغیر

مصنف : سید فرزند احمد صغیر بلگرامی

سنہ تصنیف : 1293ھ/1876

مجموعہ عبارت

چشم بدور یہ رسالہ الفاظ مؤنث و مذکر کے بیان میں ہے اور سبب تالیف یہ ہے کہ

اس زلہ ربائے ماندہ خوش کلائی سید فرزند احمد صغیر ابن سید عبدالحی عرف میر سید احمد بن حکیم مولوی سید غلام یحییٰ حسینی واسطی بلگرامی نے بعد سیاحت بلاد و امصار اور اختلاط صغار و کبار کے دیکھا کہ خلائق کو تانیث و تذکیر الفاظ میں اختلاف کثیر واقع ہے، شاعری کا نیک و بد ایک طرف، آج کل مذکر و مونث کے لالے پڑے ہیں، لکھنؤ اور دہلی سے جتنا ادھر ادھر بڑھے ہر لفظ چھ مہینے زچہ مہینے مادہ نظر آتا ہے۔

نمبر شمار 65 : تصنیف : سموات (غیر مطبوعہ)

مصنف : شمس العلماء ڈاکٹر مولوی حافظ نذیر احمد خاں دہلوی

سنہ تصنیف : 1293ھ / 1876

مجموعہ عبارت

کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حیات داں کیلڈیا کے گزرے تھے۔ اس کا یقین ہم کو بالکل اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ بڑے وسیع میدانوں میں رہتے تھے، اور اس ملک میں موسم بھی ایسا معتدل رہا کرتا ہے کہ خاصی طرح کھلے میدانوں میں لوگ راتیں بسر کر سکتے ہیں۔ پس ہمیشہ آسمان صاف میں اجرام فلکی کی شان دار صورتیں ان کے پیش نظر رہا کرتی تھیں، اور ایسی حالت میں ان کو حیات داں ہونا ہی چاہیے تھا۔ اور وہ تھے بھی۔ اگر آب و ہوا کی صعوبت اور ہوائے محیط زمین کی مختلف حالتیں جو ہم کو اکثر آسمان کی دید کی مافع ہوا کرتی ہیں نہ ہوں اور شائستہ و مہذب معاشرت و تمدن کے مخمضے بھی فرصت دیں تو ہم سب بھی کیلڈیا کے گذریوں کی طرح حیات داں ہو سکتے ہیں۔ آسمان کو دیکھنے سے بادی النظر میں ستارے خاصے الگ الگ دکھائی دیتے ہیں، مگر دیکھو تو وہ سفید سفید دھندلے بخارات کی طرح جھلکتی ہوئی کیا چیز ہے، جو ٹپکے کے مانند آسمان کے گردا گرد لپٹی ہوئی ہے۔ اسی کو کہکشاں کہتے ہیں۔ یہ کہکشاں ستاروں کا ایک بادل ہے، اور جس قدر نظر اس کے قریب آتی جاتی ہے ستارے اور بھی گھج گھج معلوم ہوتے جاتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر ایسے چھوٹے ہیں کہ آنکھ سے ان کا امتیاز بہ وقت ہوتا ہے۔ کہکشاں کی راہ میں ستاروں کا جھوم یوں آنکھ سے متمیز نہیں ہوتا۔ مگر بڑے پلے کی دور بین کے ذریعے سے دیکھا جائے تو خوب صاف نظر آتا ہے۔ کہکشاں کو کچھ اور مت سمجھو بہت سے بے شمار ستاروں یعنی آفتابوں کا لہا پر تلا

کہکشاں ہے اور بس۔ ہم نے ستاروں کو عموماً آفتاب کہا۔ اس واسطے کے آگے چل کر ثابت کر دیں گے کہ روشن سے روشن ستارے سے لے کر مدھم سے مدھم ستارے تک ہر ستارہ ایک آفتاب ہے۔ الغرض یہ کہکشاں جہانوں کا بڑا بھاری انبوہ اور ازدحام عظیم ہے۔ اور اگر یہ مقولہ صحیح ہے کہ جو ستارے کہکشاں سے باہر واقع ہیں وہ بھی اکثر اسی کے ٹکڑے ہیں تو گویا کہکشاں تمام عالم کا لٹافہ ہے اور واقع میں یہ لاکھوں آفتابوں کا جتنا متعدد اور جداگانہ گردہوں میں منقسم ہے اور پھر وہ گردہ بھی اور ایسی چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ ہر ٹولی کے حصے میں دو یا تین آفتاب ہیں۔ ان میں ہر ایک ٹولی کتنی دور تک پھیلی ہوئی ہے اور سب ٹولیاں کتنی دور ہیں اس کا ٹھیک جواب بڑے سے بڑا محاسب بھی نہیں دے سکتا۔ یہاں شمار بے کار ہے، اور عدد قاصر۔

اس مقام پر ہم ایک بات اور بھی کہے دیتے ہیں جس کو سن کر بہت سے لوگ تعجب کریں گے، وہ یہ کہ ہمارا آفتاب بھی اس کہکشاں کا ایک ستارہ ہے۔ گویہ امر بہ خوبی ثابت ہو چکا ہے مگر یہ مقام اس کے بیان کا نہیں۔ انشاء اللہ موقع مناسب پر مذکور ہوگا۔

نمبر شمار 66 : تصنیف : فسانہ آزاد

مصنف : پنڈت رتن ناتھ سرشار لکھنؤ

سنہ تصنیف : 1294ھ / 1877

مضمون عبارت

”ثریا بیگم کا مکان“: کوٹھے پر چوکا بچھا ہے، اور اس پر فرش مکلف۔ اس کے قریب ایک نازک پلنگڑی پر ثریا بیگم سادی اور ملکی پوشاک پہنے بہ آرام تمام لیٹی ہیں۔ ابھی حمام سے آئی ہیں، لباس عطر میں بسا ہوا۔ ادھر ادھر پھولوں کے ہار اور کجرے رکھے ہیں، باغ سے حنا کی خوشبو آتی ہیں، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آہستہ آہستہ چل رہی ہے۔ مگر امارت کے چو نچلے، مہری پٹھالیے جھل رہی ہے۔ آب دار خانے والی گڑگڑی لائی تو عباسی مہری نے چمک کر کہا، اوئی، اتنی بوڑھی ہوئی مگر سلیقہ نہ آیا۔ اے بیچوان لاؤ بوا! جس میں آنچ دور رہے۔ تھوڑی دیر میں بیچوان آیا۔ گنگا جمنی حقہ، بیش بہا بیچوان۔ محلی دنگی۔ محلی زیر انداز۔ دوسرا تمباکو مشک بو، بیچوان عرق بہار اور انواع و اقسام کی خوشبو کی چیزوں سے بسا ہوا تھا۔ سنگ پشب کی مہنال، تھوڑی ہی دیر میں تمام محل مہک

اٹھا۔ ثریا بیگم نے آہستہ آہستہ پینا شروع کیا۔ کہا بیچوان مردوں کے لیے موزوں ہے۔ ہمیں تو گڑگڑی ہی پسند ہے۔ خبردار آج سے بیچوان نہ لانا، آب دار خانے والی نے کہا۔ حضور یہ عباسی کل کی چھوکری مجھ کو ڈپٹے لگی۔ واہ گڑگڑی نہیں، بیچوان لاؤ۔ ہم نے کہا اچھا حضور، لونڈی تو جانتی تھی کہ حضور ایک کش بھی نہ لیں گی۔ وہی ہوا۔ اب حضور ٹھہریں، میں اور بھرے لاتی ہوں، ایک چارمنٹ کے عرصے میں آب دار خانے والی ایک ذرا سی گڑگڑی لائی۔ ذرا سانچہ۔ ذرا سی چم۔ لا کر کہا، حضور اس کو پیئیں۔

خواجہ بدیع کی گفتگو کا ایک ٹکڑا

اما بعد بری گوید۔ امیدوار مغفرت۔ ایزد منان۔ غریب بے نوا خواجہ بدیع الزماں سلمہ الرحمن کہ ایام دیرینہ سے اس بیچ مداں کا شعار فن سپہ گری جرات تھا۔ باپ گراس کٹ تھا۔ دادا چڑی مار تھا۔ بدیع آخر خاندان پیدا ہوا۔ عالی شان اور والا دود مان پیدا ہوا۔ جب زمانہ برسر کار ہوا تو دگلے والی چلن کا رسال دار ہوا۔ اس پر ایک شاعر نے جل بھن کر جھوکی اور میں نے ہاتھوں ہاتھ داد بخن دی۔ ہر چند کہ اس کا قول جاں کاہ ہے، الا بندہ بھی شاعر ذی جاہ ہے۔

پدرش ہمہ عمر کاشت کاری ی کرد
جدش ز تورناں بر آری می کرد
عموش دود بکار مذکوریاں
ایں مرغلہ کے رسال داری ی کرد

نمبر شمار 67 : تصنیف : آب حیات

مصنف : شمس العلماء محمد حسین آزاد دہلوی

سن تصنیف : 1297ھ / 1880

نمونہ عبارت

آزاد ہندی نہاد کے بزرگ فارسی کو اپنی تیغ زبان کا جو ہر جانتے تھے۔ مگر تخمیناً سو برس سے کل خاندان کی زبان اردو ہے۔ بزرگوں سے لے کر آج تک زبانوں کی تحقیقات میں

کمال سرگرمی اور جستجو رہی۔ اب چند سال سے معلوم ہوتا ہے اس ملک کی زبان ترقی کے قدم برابر آگے بڑھا رہی ہے۔ یہاں تک کہ علمی زبانوں کے عمل میں دخل پیدا کر لیا۔ اور عن قریب بارگاہِ حلم میں کسی درجہ خاص کی کرسی پر جلوس کیا جا رہی ہے۔ ایک دن اسی خیال میں تھا اور دیکھ رہا تھا کہ کس طرح اس نے ظہور پکڑا۔ کس طرح قدم بہ قدم آگے بڑھی۔ کس طرح عہد بہ عہد اس درجے تک پہنچی۔ تعجب ہوا کہ ایک بچہ شاہ جہانی بازار میں پھرتا ملے۔ شعرا اسے اٹھالیں اور ملکِ سخن میں پال کر پرورش کریں۔ انجام کو یہاں تک نوبت پہنچے کہ وہی ملک کی تصنیف و تالیف پر قابض ہو جائے۔ اس حالت میں اس کے عہد بہ عہد کی تبدیلیاں اور ہر عہد میں اس کے باکمالوں کی حالتیں نظر آئیں جن کی دقت بہ دقت کی تربیت اور اصلاح نے اس بچے کو انگلی پکڑ کے قدم قدم آگے بڑھایا اور رفتہ رفتہ اس درجے تک پہنچایا کہ جو آج حاصل ہے۔ صاف نظر آیا کہ ہر عہد میں وہ جدا جدا رنگ بدل رہا ہے اور اس کے باکمال تربیت کرنے والے دقت بہ دقت ترکیب اور الفاظ سے اس کی رفتار و اطوار میں اصلاحیں کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس لحاظ سے پانچ جلدیں سامنے آئے کہ مسلسل اور متواتر قائم ہوئے اور برخاست ہوئے۔ ایک نے دوسرے کو رخصت کیا اور اپنا رنگ نیا جمایا یہاں تک کہ پانچویں جلد کا بھی دور آیا جو کہ اب پیش نظر موجود ہے۔

ہر ایک جلد میں صدر نشین اور ارکانِ انجمن نظر آئے کہ جن میں عہد بہ عہد کے بزرگوں کی رفتار گفتار وضع لباس جدا جدا ہے، مگر اصلاح کے قلم سے کسی کا ہاتھ خالی نہیں اور اس کام کو ہر ایک اپنا فرض سمجھے ہوئے ہے۔ باوجود اس کے اہل مجلس بھی شوق کے دامن پھیلائے ہیں اور قبول کے سینوں پر رکھے ہیں۔ زبانِ مذکور کی ہر جلد میں نئی صورت نظر آئی۔ کبھی بچہ، کبھی لڑکا، کبھی نوجوان۔ مگر یہ معلوم ہوا کہ دیکھتا ہے تو انہیں کی آنکھوں سے دیکھتا ہے، اور بولتا ہے تو انہیں کی زبان سے بولتا ہے۔

نمبر شمار 68 : تصنیف : ریاض الانوار

مصنف : مولوی حافظ محمد عمر ملقب بہ شاہ سراج الحق دہلوی

سنہ تصنیف : 1300ھ / 1882

نمونہ عبارت

اما بعد! فقیر حقیر سراپا قصور سراسر تقصیر خاک پائے اناام احقر محمد عمر الملقب بہ شاہ سراج الحق..... نبیرہ و خادم سجادہ جدی و مرشدی جناب مولانا حافظ شاہ عبدالعزیز صاحب الملقب بہ شاہ مقبول احمد قادری قدس اللہ اسرارہ بہ خدمت اصحاب بصارت و ارباب بصیرت عرض رساں ہے کہ زمانہ حیات فیض سمات جناب غفران مآب سے احقر کو خیال اس امر کا تھا کہ چند اوراق مشتمل پر حالات اکتساب علوم صوری و معنوی و برنے کیفیت مجاہدات و ریاضات شاذہ و بندے خواری کریمہ کرامات جسیمہ آں جناب ولایت مآب قلم بند کر کے طالبان صادق الاعتقاد و مریدان الانقیاد و ناظرین شائقین تذکرہ اولیا کبار و مقبولان کردگار کی خدمت میں ہدیہ تحفہ پیش کروں۔ چنانچہ بہ زمانہ حیات حضور مغفور چند سطور حالات مذکور زیب قلم کر کے بہ نظر تصحیح خدمت میں حاضر کیے اور داعی اجازت تحریر و کشف مانی الضمیر کا ہوا۔ اس وقت زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ ”ابھی توقف کرو اس امر کا کوئی وقت آنے والا ہے۔“

احقر نے موافق ارشاد واجب الانقیاد موقوف ارشاد و اجازت پر رکھ کر ارادہ مانی الضمیر کو ملتوی کیا۔ دریں دلا بعد ارتحال جناب غفران مآب کے اکثر مریدان خاص واردات مند ان بااختصاص خصوصاً جناب الطاف مآب مکرئی مولوی محمد عبدالکریم وکیل ہمیر پور نے باصرار ارشاد فرمایا کہ میں نے کچھ حالات حضرات شجرہ سلسلہ قادریہ کے زبان اردو میں لکھے ہیں ان کی تکمیل بدوین انضمام حالات حضرت قبلہ و کعبہ مرشد پاک ممکن نہیں تو بہ سعی خود حضور مغفور کے احوال فیض اشتمال زبان اردو میں قلم بند کر کے مجھ کو دے تا بعد تکمیل کے شائع و ذائع کروں۔ چونکہ یہ خاکسارے مدت دراز سے خواہاں اس امر کا تھا، مولوی صاحب موصوف کے فرمانے سے زیادہ خیال دامن گیر حال ہوا۔ مگر بلا اجازت حضور مغفور قلم نہ اٹھا سکا۔ الحمد للہ علی احسانہ شب پنج شنبہ تاریخ 29 محرم الحرام 1299ھ (نومبر 1881) بعد نماز تہجد قریب صبح صادق خواب میں دولت زیارت سے مشرف ہوا۔ دیکھا کہ حضور مغفور حجرہ اندرونی بالائے مسجد میں چار پائی پر آرام فرماتے ہیں اور یہ خادم دست بستہ باادب محاذی پائیں کھڑا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اگر ارشاد ہو تو پائے مبارک دباؤں، حضور نے منع فرمایا۔ پھر خادم نے عرض کیا کہ حضور اکثر

مریدان باعقیدت اپنے اپنے مرشدوں کے حالات معرض تحریر میں لا کر مریدان عقیدت کیش کو فائدہ پہنچاتے ہیں، اگر ارشاد ہو تو یہ خاکسار بھی جناب کے حالات بھی قلم بند کرے۔ فرمایا۔ ”ہاں لکھو“ خواب سے بیدار ہو کر شکر خدا بجالایا اور بہ عزم بالجزم قصد معصم کیا۔ آج روز جمعہ یکم ماہ صفر المظفر ہے۔ وقت طلوع آفتاب 1299ھ (دسمبر 1881) بعد نماز اشراق کے لکھنا شروع کیا۔

تبصرہ و کیفیت

یہ دور، ادوار ماسبق کے مقابل میں بہت وسیع اور کامیاب دور ہے۔ ہر حیثیت سے اردو نے اس صدی میں اپنی رفتار کو ہموار اور طریز گفتار کو استوار بنایا ہے۔ مندرجہ بالا 68 نمونے جو دور پنجم میں دکھائے گئے ہیں، زبان، طرز بیان سلاست و فصاحت، اور تمام انشا پرداری کی خصوصیات کے اندازہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔ بہت ممکن تھا کہ اس دور میں نمونوں کی تعداد دوئی بلکہ چوگنی بڑھا دی جاتی، جس سے بہ جز طوالت ضخامت کوئی خاص فائدہ نہ تھا۔ ان پیش کردہ نمونوں میں جو خاص امتیاز نظر آتا ہے وہ ترتیب دور کے لحاظ سے ضرور قابل غور ہے۔ یعنی ابتدائے دور 1201ھ سے پون صدی تک اردو زبان کی ترکیب انشا اپنے دور ماقبل سے قریب تر نظر آتی ہے۔ ڈھیلی ڈھیلی بندشیں صلات و اضافات فی بے ربطیاں، بعض ترکیبوں کی الجھنیں غرض پرانی قسم کے تمام اسالیب موجود ہیں۔ لیکن اس صدی کے تقریباً تین ٹلٹ گزر جانے کے بعد جس سلاست و روانی کو آج پسند کیا جاتا ہے اس کے نمونے بھی بہ کثرت ملنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس نمایاں فرق کو دیکھ کر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ایسے متغائر اور متباہن انداز بیان کو دو حصوں (ادوار) میں کیوں منقسم نہ کر دیا گیا۔ ایسا نہ کرنے کا سبب راقم کے خیال میں یہ ہے کہ چونکہ دور پنجم میں اگر دس نمونے پرانی ترکیبوں کے ملتے ہیں تو اسی زمانے میں بلا ثقافت

دو نمونے اس طرز کے بھی پائے جاتے ہیں، جس کا آغاز اس دور کی پون صدی کے بعد عموماً ہوا ہے اور اسی کے ساتھ آخری دور سلیس کے بعد بھی بعض تحریریں ایسی ملتی ہیں جن میں پرانی انشا پردازی اپنی جھلک دکھا رہی ہے۔ ان صورتوں میں اس صدی کے ایسے امتزاجی انداز کا تجزیہ فضول سمجھا گیا۔

نثر اردو نے جب تک شمالی ہند میں کتابی صورت اختیار نہیں کی تھی اس وقت تک اس کی تحریروں میں بہ کثرت دکنی لب و لہجہ اور ہندی بھاشا یا دوسری پراکرتوں کے الفاظ شامل رہتے تھے، لیکن دور پنجم میں ابتدائی 25، 30 سال کے بعد ان کی جگہ فارسی و عربی تراکیب و الفاظ نے حاصل کر لی اور کہا جاسکتا ہے کہ اس اضافہ و ترمیم کے بعد اردو زبان میں خاص وقار اور علمی شان نظر آنے لگی۔

دور پنجم کے وہ اہل قلم جو مسٹر جان گلکرسٹ کی سرپرستی میں اردو کی خدمت کے لیے منتخب کیے گئے تھے، ان میں میرامن دہلوی، سر بہادر علی حسینی، شیرعلی افسوس، حیدری، حمسین جیسی چند ہستیاں بہت مشہور ہیں۔ لیکن ان سب اہل قلم کا زمانہ تیرہویں صدی ہجری کے نصف اول تک ختم ہو گیا تھا اور ان کی تصانیف میں زیادہ تر تراجم یا قصوں اور کہانیوں کی کتابیں نظر آتی ہیں۔ خالص علمی یا تاریخی تالیفیں جن کا مذاق آخری صدی سے شروع ہوا، نہ ہونے کے برابر ہیں۔ تیرہویں صدی کے ربیع چہارم سے کچھ پہلے جن اہل قلم نے اردو زبان کو سلاست و فصاحت سے آراستہ کیا، ان میں مرزا اسد اللہ خاں غالب کا پہلا نمبر ہے لیکن ان کی نثر تحریروں کے نمونے خطوط تک محدود ہیں اور ان میں بھی جا بجا جمع و قوافی کا زنجیر تراکیب الفاظ کو جکڑے ہوئے نظر آتا ہے۔ صرف سر سید احمد خاں کی تحریریں ایسی پائی جاتی

ہیں جن کو (آثار الصنادید کے سوا) موجودہ (چودھویں صدی) اردو کا صحیح رہنما کہا جاسکتا ہے۔ سرسید کی ایک خصوصیت امتیازی یہ بھی ہے کہ جب سے انھوں نے اردو میں لکھنا شروع کیا، اس کے بعد آخر وقت تک کسی اور زبان کو اپنی تالیف و تصنیف کا ذریعہ نہیں بنایا۔ ان کے معاصر یا متعاقب جتنے اہل قلم اردو کے سرپرست ہوئے ان میں نواب محسن الملک، سید مہدی علی خاں، شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد خاں، مولوی چراغ علی، شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ، شمس العلماء مولانا حالی اور آخر میں شمس العلماء مولانا شبلی زیادہ مشہور و معروف ہیں۔

اس دور کی زبان میں محاورات و انداز بیان کا ترک و اختیار مندرجہ ذیل نقشے سے معلوم ہوگا۔ جس میں تھوڑے سے الفاظ بہ طور نمونہ لکھے گئے ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ نصف صدی اول میں بعض پرانی ترکیبیں مستعمل ہوتی تھیں، جن کا اثر نصف صدی آخر میں یک قلم زائل ہو گیا۔ اور رباع چہارم میں زیادہ تر عربی و فارسی کے الفاظ اور مختصر مختصر فارسی ترکیبیں شامل ہونا شروع ہو گئیں۔ اور گویا اسی وقت سے اردو نے علمی زبان بننے کا جائز استحقاق حاصل کیا۔

الفاظ دور پنجم		شمار
لفظ قدیم	لفظ حال	
ادپر	پر	1
تھے وہ کافر	وہ کافر تھے	2
ساتھ ظلم کے	ظلم سے	3
جادے	جائے	4
تحقیق	بالتحقیق	5

6	پس البتہ	بے شک
7	واسطے ان کے کے	ان کے لیے
8	تمہارے اندر	تم میں
9	بولے	کہا
10	اپنے نام کر	اپنے نام سے
11	پادیں	پائیں
12	کری	کی
13	ساتھ فصاحت کے	فصاحت سے
14	کرے	کیے
15	نظر کیا	نظر کی
16	کر کر	کر کے
17	آدے	آئے
18	مت پکڑ	نہ پکڑ
19	بچ ذکر	بہ ذکر۔ یاد کر میں
20	جدی وجدی	جدا جدا
21	زر بھیج	ارسال زر
22	لمبر	نمبر
23	ہودے	ہو
24	دیکھا میں نے	میں نے دیکھا
25	ماندی	علیل
26	ہاتھ لگی تھی	دست یاب ہوئی
27	خوش آدے	پسند آئے
28	لپٹے ہوئے ہیں	شامل ہیں
		قصوں میں قصے لپٹے ہوئے ہیں

29	فرمانے سے	حسب الکلم
30	یوں کر ہے	یوں ہے
31	آن پہنچا	آ پہنچا
32	دھیان میں چڑھی	خیال آیا
33	اس لیے	تاکہ
34	جان تو	واضح ہو
35	یا کہ	یا غلطی یا کہ زیادتی نہ ہو دے
36	تعریف کیے گئے ہیں	معروف ہیں
37	ہاتھ مبارک سے	دست مبارک سے
38	اما بعد	بعد۔ پھر۔ پس۔ اب
39	پیچھے مرنے کے	مرنے کے بعد
40	نپٹ	بہت

چھٹا دور: عام تصنیف و تالیف

1301ھ/1883ء تا 1348ھ/1930ء

نمبر شمار 1 : تصنیف : تاریخ بگرام (جغرافیہ)

مصنف : سید فرزند احمد صغیر بگرامی

سنہ تصنیف : 1301ھ/1883ء

مؤثر عبارت

راشع اولا کہ بگرام وہ مقام ہے کہ جس کی شناخت کے لیے کچھ نشان اور ہتا دینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں اتنا لکھ دینا ضروری ہے کہ صوبہ اوڈھ متعلقہ ہند میں قنوج شہر مشہور سے سمت شمال مائل بہ مشرق پانچ کوس کے فاصلے پر قصبہ بگرام واقع ہے اور دریائے گنگ قنوج اور بگرام کے بیچوں بیچ بہتا ہے۔ حضرت آزاد بگرامی کتاب آثار الکرام میں لکھتے ہیں کہ طولی اہلہ بگرام کا ایک سو چھتیس درجہ اور پچپن دقیقہ ست قبلہ اور پانچ دقیقہ مغرب سے جانب شمال ہے اور مسافت درمیان مکہ اور بلد کے 35 درجہ اور 53 دقیقہ ہے۔ اور مسافت درمیان مکہ اور بلد کے فرسخوں کے اعتبار سے سات سو نو اسی فرسخ ہے۔ بگرام عہد شاہی میں سرکار خیر آباد مضاف صوبہ اختر نگر اوڈھ مشہور تھا اور اب عہد انگریزی میں قصبہ ضلع ہردوئی کے متعلق ہو گیا ہے اور ہردوئی بگرام سے سات آنٹھ کوس ہے۔

نمبر شمار 2 : تصنیف : افادہ تاریخ
مصنف : حکیم سید ضامن علی جلال لکھنوی
سنہ تصنیف : 1302ھ / 1884

مضمون عبارت

بعد اس کے عرض کرتا ہے بیچ مدائ کج بیجاں خوشہ چین خرمین اہل سخن نابلد کو چہ ہر علم و فن کمترین بندگان ایزد متعال سخندوران ماضی و حال حکیم سید ضامن علی جلال لکھنوی کہ جو کہ آج تک کوئی رسالہ قواعد تاریخ گوئی و شرح اقسام تاریخ میں اس شرح و بسط کے ساتھ کہ مورخ یعنی تاریخ گو کو قواعد و قوانین تاریخ گوئی سے آگاہی دینے کے لیے کافی دوانی ہو جاتا، نہیں لکھا گیا اور بعض احباب کو بھی اس امر میں نہایت مصر پایا.....

ناچار جس قدر کہ اس بیچ مدائ کو قواعد مذکورہ سے آگاہی و اطلاع تھی اور جو کچھ اپنے اساتذہ محقق سے اس باب میں پایہ تحقیق کو پہنچا تھا بتقدیم قلم لایا اور بنا اس رسالہ مختصرہ کی ایک مقدمے اور تین باب اور ایک خاتمے پر کہ وہ بھی مشتمل چند فائدوں پر ہے قائم کی جاتی ہے۔ اور نام تاریخی اس رسالے کے آغاز تالیف کا مادۃ التاریخ اور ختم تالیف کا افادہ تاریخ رکھا جاتا ہے۔ وهو الموفق والمستعان

نمبر شمار 3 : تصنیف : سرمایہ زبان اردو (لغت)
مصنف : حکیم سید ضامن علی جلال لکھنوی
سنہ تصنیف : 1304ھ / 1886

مضمون عبارت

حمد خدائے سخن آفریں و نعت خاتم المرسلین و منقبت سید الوصیین کے بعد عرض کرتا ہے فقیر بیچ مدائ کج بیجاں خرمین سخندوران کا ادنیٰ خوشہ چین خواں پایہ فصحاء اردو زبان کا زلہ ربائے کمترین احقر بندگان ایزد متعال حکیم سید ضامن علی لکھنوی متخلص بہ جلال کہ جب سے اردوئے معلیٰ نے اپنے علم ایجاد کو میدان گاہ سخن میں بلند کیا۔ کسی سخندور اردو زبان نے کوئی لغت ایسا کہ جامع ہو جملہ مفردات و مرکبات یعنی لغات و محاورات و کنایات و مصطلحات و مثل ہائے

زبان اردو کا اور بعضے ان لغات اردو کا جن کو جملہ یا بعض فصحاء متاخرین نے استعمال ترک کر دیا ہے اور بعضے ان لغات کا جن میں باہم فصحا میں اختلاف ہے۔ یعنی کچھ فصیح کسی طرح ان لغات کو بولتے ہیں اور کچھ فصیح کسی طرح بولتے ہیں آج تک نہیں لکھا گیا۔ پس بنا بریں مولف مستہام بہ سعی بلغ و کوشش و استقراءے تام چند سال کی مدت میں جامع اس کتاب جامع کا ہوا۔ بدیں نہج کہ جملہ محاوروں اور کنایوں اور اصطلاحوں اور شکلوں کے معانی اور محل استعمال لکھ دیے اور بیشتر کے اسناد و نظائر کلام نظم شعراے نامور و معتبر اردو زبان سے اخذ کر کے تحت میں معانی و مقامات استعمال کے درج کیے اور جن محاوروں اور کنایوں وغیرہ کی فارسی یا عربی دستیاب ہوئی وہ بھی بعد صل معنی و بیان محل استعمال کے لکھ دی اور جو محاورے کے مختص تھے عورتوں کے ساتھ یا مشترک تھے مرد زن میں، ان کی اطلاع بھی جا بجا کی گئی۔ اور محاورات خواص اور محاورات عوام یعنی بازار یوں کے محاوروں پر بھی آگاہی دی گئی اور نام اس تالیف کا 'سرمایہ اردو زبان' رکھا گیا۔

امید دیدہ و ران با انصاف و بالغ نظر ان والا اوصاف سے یہ ہے کہ جہاں کہیں مولف سراپا خطا سے خطا واقع ہوئی ہو، حتی الامکان وہاں اصلاح فرمائیں، ورنہ ذیل عنود و امن عطا سے چھپائیں، و هو الموفق والمستعان۔

تبصرہ و کیفیت

مولف مذکور (جلال لکھنوی) مشاہیر شعراے لکھنؤ میں تھے جن کو مسلم الثبوت مانا گیا ہے اور ان کی نظمیں ہر حیثیت سے اردو کی فصاحت و سلاست کا نمونہ ہیں۔ ان کی قابلیت علمی بھی مستند مانی گئی ہو۔ اس نثر تالیف میں اگرچہ کوئی غلط لفظ بے موقع محاورہ نہیں مگر وہ روانی اور شستہ بیانی مفقود ہے جس کو دوسرے نثر نویسوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بعض وہ حضرات جن کو فارسی و عربی کی مزاولت زیادہ رہتی تھی، چودھویں صدی کے ابتدائی دور میں بھی تیرھویں صدی کی زبان لکھا کرتے تھے۔

نمبر شمار 6 : تصنیف : مصنفات
مصنف : مولوی حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں
سنہ تصنیف : 1303ھ/1885
نمونہ عبارت

جتلا کے باپ کی تو پہلے ہی سے یہ رائے تھی کہ اس کو شروع سے مدرسے میں بٹھایا جائے، مگر عورتوں کو جتلا کی اتنی مفارقت بھی گوارا نہ ہوئی۔ ناچار پورے چھپے برس میاں جی کو نوکر رکھ کر اس کو گھر ہی پر تعلیم کرایا۔ اب میاں جی کا بھی سرمایہ معلومات ہو چکنے پر آیا اور فارسی کی درسی متداول کتابیں سب جتلا کی نظر سے نکل گئیں اور بات صاف تو یہ ہے کہ جتلا کے سر میں اب اور ہوا بھری ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں ڈھونڈتی تھیں یاروں کے جلے، دوستوں کی صحبتیں اور وہ گھر پر میسر نہ تھیں۔ باپ نے کچھ اور سوچا، جتلا نے کچھ اور۔ غرض سب کی صلاح سے جتلا مدرسے میں داخل ہوا۔ گو جتلا نے چھ برس کتب میں تعلیم پائی مگر کتب کیا تھا برائے نام۔ اس کا جی بھٹنے کے لیے چار پانچ ریزگی لڑکے اور بٹھالیے گئے تھے۔ یعنی بہ حساب چودہ برس کی عمر تک جتلا بھونرے میں پلا اور دنیا کی کسی قسم کی ہوا اس کو نہ لگنے پائی۔ اب جو مدرسے کی عربی جماعت میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا لڑکوں کا جنگل کہ سات سات آٹھ آٹھ برس کی عمر سے لے کر بیس بیس پچیس پچیس برس تک کے اچھے خاصے جوان ہر ذات کے ہر پیشے کے چار ساڑھے چار سولہ کے ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔

نمبر شمار 7 : تصنیف : رویائے صادقہ
مصنف : مولوی حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں دہلوی
سنہ تصنیف : 1303ھ/1890
نمونہ عبارت

لاحول و لا قوة الا بالله العلیٰ العظیم۔ کیا دھوکا ہوا ہے، ہم مدت تک اسی خیال میں رہے کہ صادقہ اور یوسفی دو سگی بینش تھیں۔ اب تحقیق ہوا کہ ایک عورت کے دو نام ہیں، اور اصلی ایک بھی نہیں۔ اس کو میکے ہی میں لوگ صادقہ کہنے لگے تھے، اس واسطے کہ اس نے ساری عمر

نہ کبھی جھوٹا خواب دیکھا، اور نہ اپنے جی سے بنا کر کوئی خواب بیان کیا۔ بیاہی گئی تو سسرال کی طرف سے یوسفی بیگم کا خطاب ملا۔ اس لیے کہ کثرت سے خواب دیکھتے دیکھتے اس کو تغیر میں آیا ملک ہو گیا تھا کہ اس کی رائے تیر بہ ہدف ہوتی تھی۔

نمبر شمار 8 : تصنیف : ادعیۃ القرآن (ہفت سورہ دودہ سورہ)

مصنف : مولوی حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں دہلوی

سنہ تصنیف : 1317ھ / 1899

مضمون عبارت

معلوم نہیں کہ پنج سوروں کا رواج کیوں اور کس سے اور کب سے چلا، مگر بہت پرانے پنج سورے دیکھنے میں آئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پنج سوروں کا رواج کم از کم سیکڑوں برس پہلے سے چلا آتا ہے۔ خیال دوڑانے سے اس کے سوا کوئی اور وجہ سمجھ میں نہ آئی کہ سارے قرآن کی تلاوت دیر طلب کام ہے۔ کسی اتفاقی طور پر اپنی رائے سے سورہ یٰسین، الرحمن، جابرک الذی، واقعہ، منزل، پانچ سورتیں منتخب کر کے ان کا ورد بنا لیا، اور اپنے زعم میں سارے قرآن کی تلاوت سے سبک دوش ہو بیٹھا۔ قرآن فی نفسہ کچھ ایسی بڑی ضخیم کتاب نہیں اور نہ شارع کی طرف سے جلدی کی تاکید ہے۔ مگر لوگوں کی ہمتیں دین کے بارے میں ایسی پست ہو گئی ہیں کہ حافظوں کا تو مذکور نہیں جو قرآن پڑھ سکتے ہیں، ان میں بھی جیسا چاہیے تلاوت کا التزام نہیں، پنج سورے کے موجد نے انگلی میں لہو لگا کر شہیدوں میں ملنا چاہا۔ لوگوں کو حیلہ ہاتھ آیا، پنج سورے چل پڑے، ہم تو سرے سے قرآن ہی کو قابل انتخاب نہیں سمجھتے۔

قرآن الحمد سے لے کر والناس تک سارے کا سارا انتخاب ہے، مگر لوگوں نے فرمائش کی ہم نے اس خیال سے کہ خیر قرآن کا نام تو ہے، متداول پنج سورے میں سورہ فتح اور براء دو سورتیں بڑھا کر اول ہفت سورہ چھپوایا اب سورہ اخلاص یعنی قل هو اللہ اور معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس، تین سورتیں اور زیادہ کر کے وہ سورہ بنا دیا۔ اس وہ سورے کے ورد کا مضائقہ نہیں، مگر سارے قرآن کی تلاوت کا فرض تو اس سے ساقط ہونے کا نہیں۔

نمبر شمار 4 : تصنیف : مایغنیکی فی الصرف

مصنف : مولوی حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں

سنہ تصنیف : 1310ھ/1892

نمونہ عبارت

میں نے اس رسالے کے جمع کرنے میں نہ تو کوئی نیا قاعدہ باندھا، نہ کوئی نیا مسئلہ ایجاد کیا۔ پھر کیا تو کیا کیا؟ اتنا کیا کہ ج

متابع نیک ہر دکاں کہ باشد

ادھر ادھر سے جوڑ جوڑ کر مطالب کو اپنے طور پر مرتب کر دیا۔ ترتیب جو میں نے اختیار کی ہے، میرے گمان میں نئی اور قریب الفہم ہے۔ اول تو میں نے یہ ثابت کیا کہ الفاظ میں گروہ بندی ہے۔ جتنے الفاظ میں چند حرف مشترک ہوں اور ان کے معانی میں بھی کوئی امر مشترک پایا جائے وہ الفاظ ایک گروہ یا ایک باب ہیں۔ اور حروف مشترک۔

مادہ باب۔ مادہ باب میں جو جو تغیرات جس جس غرض سے کیے جاتے ان کو صرف میں نے قواعد کے طور پر منضبط کر دیا۔ معلوم یہ ہوا کہ تغیرات اکثر خاص حروف مادہ باب پر زیادہ کرنے سے ہوتے ہیں۔

نمبر شمار 5 : تصنیف : الاجتہاد

مصنف : شمس العلماء حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں

سنہ تصنیف : 1325ھ/1908

نمونہ عبارت

”میں کیوں مسلمان ہوں“: شاعروں نے آدمی کو فانوس خیال کے ساتھ ٹھیک تشبیہ دی ہے۔ وہ تنہائی میں کچھ نہ کچھ خیال کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ اکیلے آپ ہی آپ باتیں کرتے چلے جاتے ہیں، جیسے کوئی ان سے ہم کلام ہے۔ آدمی کی یہ عادت خواب میں بھی نہیں چھوٹی۔ یاد نہ رہنے کی تو اور بات ہے، ورنہ آدمی سوتے میں بھی خیالات سے فارغ نہیں ہوتا۔ اسی عادت کے مطابق ایک دن بیٹھے بیٹھے مجھے یہ خیال آیا کہ

”میں کیوں مسلمان ہوں“ کچھ ایسا پیچھے پڑا کہ ہر چند میں اس کو ٹالنا چاہتا تھا، ٹلنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ یہاں تک کہ کئی سال متواتر میں اسی خیال میں غلطاں پیچاں رہا۔ خیال نے ایسی وسعت پکڑی کہ تھا تو میں ایک مگر ایسا معلوم ہوا کہ ایک سے دو ہو گیا ہوں، ایک حیثیت سے سائل اور دوسری حیثیت سے مجیب۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ایسا خیال کبھی دوسرے مسلمانوں کو بھی آتا ہے یا نہیں۔ مگر آنا چاہیے۔ بلکہ مسلمانوں کی خصوصیت نہیں، میں تو کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص کو جو مذہب کی ضرورت کو سمجھ کر کسی خاص مذہب کا معتقد ہو۔ کبھی نہ کبھی اپنے نفس سے پوچھنا چاہیے کہ وہ کیوں مثلاً ہندو، یا عیسائی، یا یہودی، یا پارسی، یا کیا یا کیا ہے۔ ایسا خیال کرنے سے قوی امید ہے کہ وہ حق کو دریافت کر لے گا..... میں نے سوال و جواب کی شکل میں گفتگو کو قلم بند کر لیا ہے۔ اس شخص ہے سائل کا اور مجیب کا۔

۱۱: بنی آدم کے اختلاف حالت کو اختلاف مذہب میں کیا دخل؟

۱۲: خدا شناسی جس کا مذکور ہوتا رہا ہے وہ تو واقع میں اصل مذہب ہے اور اس میں بنی آدم کے اختلاف کی وجہ بھی تم سن چکے ہو، اسی اختلاف کے رفع کرنے کو خدا نے وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجے۔ آدم کی نسل کو خدا نے کچھ ایسی برکت دی تھی کہ آدم کی اولاد یوماً فیوماً ماسعۃً فمساءً فناً بڑھتی اور پھیلتی جاتی تھی۔ ایک وقت خاص تک لوگ بعض واقعات گزشتہ کو زبانی یاد رکھتے رہے، اسی اثنا میں بہت سی باتیں بھولی بسر ہو گئیں۔ کتابت کافن تو کہیں مدتوں میں جا کر ایجاد ہوا ہے۔ جس سے یادداشت میں بڑی مدد ملی۔

غرض ہم کو پیغمبروں کا شمار معلوم نہیں کہ کون کس زمانے اور کس ملک میں مبعوث ہوا۔ مگر قرآن سے اتنی بات ثابت ہے کہ شروع سے پیغمبروں کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوا۔ اور قرآن میں جو معدودے چند کا مذکور ہے وہ ان مختلف المذاہب قوموں کے لحاظ سے جو زول قرآن کے وقت ملک عرب میں بستے اور ان پیغمبروں کو فرستادہ خدا مانتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ جتنے پیغمبر ہو گزرے ہیں سب کے سب خدا کے بارے میں اسلامی عقائد سکھاتے سمجھاتے رہے، تم لوگ باوجود اس کے اپنے تئیں ان کی امت اور قبیعہ کہتے ہو۔ ان کا مسلک چھوڑ کر لگے شرک اور بت پرستی کرنے۔

نمبر شمار 6 : تصنیف: محسنات

مصنف : مولوی حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں

سنہ تصنیف : 1303ھ/1885

مسموٰۃ عبارت

بتلا کے باپ کی تو پہلے ہی سے یہ رائے تھی کہ اس کو شروع سے مدرسے میں بٹھایا جائے، مگر عورتوں کو بتلا کی اتنی مفارقت بھی گوارا نہ ہوئی۔ ناچار پورے چھ برس میاں جی کو نوکر رکھ کر اس کو گھر ہی پر تعلیم کرایا۔ اب میاں جی کا بھی سرمایہ معلومات ہو چکنے پر آیا اور فارسی کی درسی متداول کتابیں سب بتلا کی نظر سے نکل گئیں اور بات صاف تو یہ ہے کہ بتلا کے سر میں اب اور ہوا بھری ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں ڈھونڈھتی تھیں یاروں کے جلے، دوستوں کی صحبتیں اور وہ گھر پر میسر نہ تھیں۔ باپ نے کچھ اور سوچا، بتلا نے کچھ اور۔ غرض سب کی صلاح سے بتلا مدرسے میں داخل ہوا۔ گو بتلا نے چھ برس مکتب میں تعلیم پائی مگر مکتب کیا تھا برائے نام۔ اس کا جی بھلنے کے لیے چار پانچ ریزگی لڑکے اور بٹھالیے گئے تھے۔ یعنی بہ حساب چودہ برس کی عمر تک بتلا بھونرے میں پلا اور دنیا کی کسی قسم کی ہوا اس کو نہ لگنے پائی۔ اب جو مدرسے کی عربی جماعت میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا لڑکوں کا جنگل کہ سات سات آٹھ آٹھ برس کی عمر سے لے کر بیس بیس پچیس پچیس برس تک کے اچھے خاصے جوان ہر ذات کے ہر پیشے کے چار ساڑھے چار سولہ کے ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔

نمبر شمار 7 : تصنیف: رویائے صادقہ

مصنف : مولوی حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں دہلوی

سنہ تصنیف : 1303ھ/1890

مسموٰۃ عبارت

لاحول و لا قوة الا بالله العلیٰ العظیم۔ کیا دھوکا ہوا ہے، ہم مدت تک اسی خیال میں رہے کہ صادقہ اور یوسفی دو سگی بہنیں تھیں۔ اب تحقیق ہوا کہ ایک عورت کے دو نام ہیں، اور اصلی ایک بھی نہیں۔ اس کو میکے ہی میں لوگ صادقہ کہنے لگے تھے، اس واسطے کہ اس نے ساری عمر

نہ کبھی جھوٹا خواب دیکھا، اور نہ اپنے جی سے بنا کر کوئی خواب بیان کیا۔ بیاہی گئی تو سسرال کی طرف سے یوسفی بیگم کا خطاب ملا۔ اس لیے کہ کثرت سے خواب دیکھتے دیکھتے اس کو تعبیر میں ایسا ملکہ ہو گیا تھا کہ اس کی رائے تیر بہ ہدف ہوتی تھی۔

نمبر شمار 8 : تصنیف : ادعیۃ القرآن (ہفت سورہ دودہ سورہ)

مصنف : مولوی حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں دہلوی

سنہ تصنیف : 1317ھ / 1899

مموۃ عبارت

معلوم نہیں کہ پنج سورتوں کا رواج کیوں اور کس سے اور کب سے چلا، مگر بہت پرانے پنج سورے دیکھنے میں آئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پنج سورتوں کا رواج کم از کم سیکڑوں برس پہلے سے چلا آتا ہے۔ خیال دوڑانے سے اس کے سوا کوئی اور وجہ سمجھ میں نہ آئی کہ سارے قرآن کی تلاوت دیر طلب کام ہے۔ کسی اتفاقی طور پر اپنی رائے سے سورہ لیسین، الرحمن، تبارک الذی، واقعہ، منزل، پانچ سورتیں منتخب کر کے ان کا ورد بنالیا، اور اپنے زعم میں سارے قرآن کی تلاوت سے سبک دوش ہو بیٹھا۔ قرآن فی نفسہ کچھ ایسی بڑی ضخیم کتاب نہیں اور نہ شارع کی طرف سے جلدی کی تاکید ہے۔ مگر لوگوں کی ہمتیں دین کے بارے میں ایسی پست ہو گئی ہیں کہ حافظوں کا تو مذکور نہیں جو قرآن پڑھ سکتے ہیں، ان میں بھی جیسا چاہے تلاوت کا التزام نہیں، پنج سورے کے موجد نے انگلی میں لہو لگا کر شہیدوں میں ملنا چاہا۔ لوگوں کو حیلہ ہاتھ آیا، پنج سورے چل پڑے، ہم تو سرے سے قرآن ہی کو قاتل انتخاب نہیں سمجھتے۔

قرآن الحمد سے لے کر والناس تک سارے کا سارا انتخاب ہے، مگر لوگوں نے فرمائش کی ہم نے اس خیال سے کہ خیر قرآن کا نام تو ہے، متداول پنج سورے میں سورہ فتح اور براء دو سورتیں بڑھا کر اول ہفت سورہ چھپوایا اب سورہ اخلاص یعنی قل هو اللہ اور معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس، تین سورتیں اور زیادہ کر کے وہ سورہ بنا دیا۔ اس وہ سورے کے ورد کا مضائقہ نہیں، مگر سارے قرآن کی تلاوت کا فرض تو اس سے ساقط ہونے کا نہیں۔

نمبر شمار 4 : تصنیف : مایغنیکی فی الصرف

مصنف : مولوی حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں

سنہ تصنیف : 1310ھ / 1892

نمونہ عبارت

میں نے اس رسالے کے جمع کرنے میں نہ تو کوئی نیا قاعدہ باندھا، نہ کوئی نیا مسئلہ ایجاد کیا۔ پھر کیا تو کیا کیا؟ اتنا کیا کہ ع

متاع نیک ہر دکاں کہ باشد

ادھر ادھر سے جوڑ ہوڑ کر مطالب کو اپنے طور پر مرتب کر دیا۔ ترتیب جو میں نے اختیار کی ہے، میرے گمان میں نئی اور قریب الفہم ہے۔ اول تو میں نے یہ ثابت کیا کہ الفاظ میں گروہ بندی ہے۔ جتنے الفاظ میں چند حرف مشترک ہوں اور ان کے معانی میں بھی کوئی امر مشترک پایا جائے وہ الفاظ ایک گروہ یا ایک باب ہیں۔ اور حروف مشترک۔

مادہ باب۔ مادہ باب میں جو جو تغیرات جس جس غرض سے کیے جاتے ان کو صرف میں نے قواعد کے طور پر منضبط کر دیا۔ معلوم یہ ہوا کہ تغیرات اکثر خاص حروف مادہ باب پر زیادہ کرنے سے ہوتے ہیں۔

نمبر شمار 5 : تصنیف : الاجتہاد

مصنف : شمس العلماء حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں

سنہ تصنیف : 1325ھ / 1908

نمونہ عبارت

”میں کیوں مسلمان ہوں“: شاعروں نے آدمی کو فانوس خیال کے ساتھ ٹھیک تشبیہ دی ہے۔ وہ تنہائی میں کچھ نہ کچھ خیال کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ اکیلے آپ ہی آپ باتیں کرتے چلے جاتے ہیں، جیسے کوئی ان سے ہم کلام ہے۔ آدمی کی یہ عادت خواب میں بھی نہیں چھوٹی۔ یاد نہ رہنے کی تو اور بات ہے، ورنہ آدمی سوتے میں بھی خیالات سے فارغ نہیں ہوتا۔ اسی عادت کے مطابق ایک دن بیٹھے بیٹھے مجھے یہ خیال آیا کہ

”میں کیوں مسلمان ہوں“ کچھ ایسا پیچھے پڑا کہ ہر چند میں اس کو ٹالنا چاہتا تھا، ٹلنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ یہاں تک کہ کئی سال متواتر میں اسی خیال میں غلطاں بیچاں رہا۔ خیال نے ایسی وسعت پکڑی کہ تھا تو میں ایک مگر ایسا معلوم ہوا کہ ایک سے دو ہو گیا ہوں، ایک حیثیت سے سائل اور دوسری حیثیت سے مجیب۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ایسا خیال کبھی دوسرے مسلمانوں کو بھی آتا ہے یا نہیں۔ مگر آنا چاہیے۔ بلکہ مسلمانوں کی خصوصیت نہیں، میں تو کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص کو جو مذہب کی ضرورت کو سمجھ کر کسی خاص مذہب کا معتقد ہو۔ کبھی نہ کبھی اپنے نفس سے پوچھنا چاہیے کہ وہ کیوں مثلاً ہندو، یا عیسائی، یا یہودی، یا پارسی، یا کیا یا کیا ہے۔ ایسا خیال کرنے سے قوی امید ہے کہ وہ حق کو دریافت کر لے گا..... میں نے سوال و جواب کی شکل میں گفتگو کو قلم بند کر لیا ہے۔ اس شخص سے سائل کا اور تم مجیب کا۔

س: بنی آدم کے اختلافِ حالت کو اختلافِ مذہب میں کیا دخل؟

م: خدا شناسی جس کا مذکور ہوتا رہا ہے وہ تو واقع میں اصل مذہب ہے اور اس میں بنی آدم کے اختلاف کی وجہ بھی تم سن چکے ہو، اسی اختلاف کے رفع کرنے کو خدا نے وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجے۔ آدم کی نسل کو خدا نے کچھ ایسی برکت دی تھی کہ آدم کی اولاد یوماً فیوماً ساعة فساعة آناً فاناً بڑھتی اور پھیلتی جاتی تھی۔ ایک وقت خاص تک لوگ بعض واقعات گزشتہ کو زبانی یاد رکھتے رہے، اسی اثنا میں بہت سی باتیں بھولی بسر ہو گئیں۔ کتابت کافن تو کہیں مدتوں میں جا کر ایجاد ہوا ہے۔ جس سے یادداشت میں بڑی مدد ملی۔

غرض ہم کو پیغمبروں کا شمار معلوم نہیں کہ کون کس زمانے اور کس ملک میں مبعوث ہوا۔ مگر قرآن سے اتنی بات ثابت ہے کہ شروع سے پیغمبروں کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوا۔ اور قرآن میں جو محدودے چند کا مذکور ہے وہ ان مختلف المذہب قوموں کے لحاظ سے جو نزول قرآن کے وقت ملک عرب میں بستے اور ان پیغمبروں کو فرستادہ خدا مانتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ جتنے پیغمبر ہو گزرے ہیں سب کے سب خدا کے بارے میں اسلامی عقائد سکھاتے سمجھاتے رہے، تم لوگ باوجود دے کہ اپنے تئیں ان کی امت اور قبیع کہتے ہو۔ ان کا مسلک چھوڑ کر لگے شرک اور بت پرستی کرنے۔

نمبر شمار 6 : تصنیف: محسنات

مصنف : مولوی حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں

سنہ تصنیف : 1303ھ/1885

نمونہ عبارت

بتلا کے باپ کی تو پہلے ہی سے یہ رائے تھی کہ اس کو شروع سے مدرسے میں بٹھایا جائے، مگر عورتوں کو بتلا کی اتنی مفارقت بھی گوارا نہ ہوئی۔ ناچار پورے چھٹے برس میاں جی کو نوکر رکھ کر اس کو گھر ہی پر تعلیم کرایا۔ اب میاں جی کا بھی سرمایہ معلومات ہو چکنے پر آیا اور فارسی کی درسی متداول کتابیں سب بتلا کی نظر سے نکل گئیں اور بات صاف تو یہ ہے کہ بتلا کے سر میں اب اور ہوا بھری ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں ڈھونڈھتی تھیں یاروں کے جلسے، دوستوں کی صحبتیں اور وہ گھر پر میسر نہ تھیں۔ باپ نے کچھ اور سوچا، بتلا نے کچھ اور۔ غرض سب کی صلاح سے بتلا مدرسے میں داخل ہوا۔ گو بتلا نے چھ برس مکتب میں تعلیم پائی مگر مکتب کیا تھا برائے نام۔ اس کا جی بھلنے کے لیے چار پانچ ریڑگی لڑکے اور بٹھالیے گئے تھے۔ یعنی بہ حساب چودہ برس کی عمر تک بتلا بھونرے میں پلا اور دنیا کی کسی قسم کی ہوا اس کو نہ لگنے پائی۔ اب جو مدرسے کی عربی جماعت میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا لڑکوں کا جنگل کہ سات سات آٹھ آٹھ برس کی عمر سے لے کر بیس بیس پچیس پچیس برس تک کے اچھے خاصے جوان ہر ذات کے ہر پیشے کے چار ساڑھے چار سو لڑکے ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔

نمبر شمار 7 : تصنیف: رویائے صادقہ

مصنف : مولوی حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں دہلوی

سنہ تصنیف : 1303ھ/1890

نمونہ عبارت

لاحول و لا قوة الا بالله العلی العظیم۔ کیا دھوکا ہوا ہے، ہم مدت تک اسی خیال میں رہے کہ صادقہ اور یوسفی دو سنگی بہنیں تھیں۔ اب تحقیق ہوا کہ ایک عورت کے دو نام ہیں، اور اصلی ایک بھی نہیں۔ اس کو میکے ہی میں لوگ صادقہ کہنے لگے تھے، اس واسطے کہ اس نے ساری عمر

نہ کبھی جھوٹا خواب دیکھا، اور نہ اپنے جی سے بنا کر کوئی خواب بیان کیا۔ بیاہی گئی تو سسرال کی طرف سے یوسفی بیگم کا خطاب ملا۔ اس لیے کہ کثرت سے خواب دیکھتے دیکھتے اس کو تغیر میں ایسا ملکہ ہو گیا تھا کہ اس کی رائے تیر بہ ہدف ہوتی تھی۔

نمبر شمار 8 : تصنیف : ادعیۃ القرآن (ہفت سورہ وودہ سورہ)

مصنف : مولوی حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں دہلوی

سنہ تصنیف : 1317ھ / 1899

نمونہ عبارت

معلوم نہیں کہ پنج سورتوں کا رواج کیوں اور کس سے اور کب سے چلا، مگر بہت پرانے پنج سورے دیکھنے میں آئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پنج سورتوں کا رواج کم از کم سیکڑوں برس پہلے سے چلا آتا ہے۔ خیال دوڑانے سے اس کے سوا کوئی اور وجہ سمجھ میں نہ آئی کہ سارے قرآن کی تلاوت دیر طلب کام ہے۔ کسی اتفاقی طور پر اپنی رائے سے سورۃ یٰسین، الرحمن، جبارک الذی، واقعہ، منزل، پانچ سورتیں منتخب کر کے ان کا ورد بنا لیا، اور اپنے زعم میں سارے قرآن کی تلاوت سے سبک دوش ہو بیٹھا۔ قرآن فی نفسہ کچھ ایسی بڑی ضخیم کتاب نہیں اور نہ شارع کی طرف سے جلدی کی تاکید ہے۔ مگر لوگوں کی ہمتیں دین کے بارے میں ایسی پست ہو گئی ہیں کہ حافظوں کا تو مذکور نہیں جو قرآن پڑھ سکتے ہیں، ان میں بھی جیسا چاہیے تلاوت کا التزام نہیں، پنج سورے کے موجد نے انگلی میں لہو لگا کر شبیدوں میں ملنا چاہا۔ لوگوں کو حیلہ ہاتھ آیا، پنج سورے چل پڑے، ہم تو سرے سے قرآن ہی کو قابل انتخاب نہیں سمجھتے۔

قرآن الحمد سے لے کر الناس تک سارے کا سارا انتخاب ہے، مگر لوگوں نے فرمائش کی ہم نے اس خیال سے کہ خیر قرآن کا نام تو ہے، متداول پنج سورے میں سورۃ فتح اور براء دو سورتیں بڑھا کر اول ہفت سورہ چھپوایا اب سورہ اخلاص یعنی قل هو اللہ اور معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس، تین سورتیں اور زیادہ کر کے وہ سورہ بنا دیا۔ اس وہ سورے کے ورد کا مضائقہ نہیں، مگر سارے قرآن کی تلاوت کا فرض تو اس سے ساقط ہونے کا نہیں۔

نمبر شمار 9 : تصنیف : الحقوق والفرانس
مصنف : شمس العلماء حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں دہلوی
سنہ تصنیف : 1324ھ / 1908

مجموعہ عبارت

ایمان بالقدر: رہا مسئلہ تقدیر، تو یہ ایسا مشکل مسئلہ ہے کہ عوام تو عوام اکثر خواص بھی اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ سارا اشکال خود آدمی کی خاص طرح کی بناوٹ کا ہے کہ آدمی نہ تو کنکر پتھر کی طرح مجبور محض ہے، جہاں پڑا، پڑا ہے، کوئی اس کو جگہ سے بلائے تو بے اور نہ باختیار مطلق ہے کہ جو چاہے کر گزرے۔ آدمی کی اس حالت کو پیش نظر رکھ کر تقدیر کے معنی سمجھنے کے ہیں۔ تقدیر کی نسبت لوگوں کا عام خیال تو یہ ہے کہ آدمی کو بُرا بھلا جو کچھ پیش آتا ہے اور جو کچھ پیش آنے والا ہے۔ پہلے سے خدا نے اس کے لیے ٹھہرا دیا ہے یہاں تک کہ اس کا جنتی اور دوزخی ہونا بھی۔ دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنی ہیں کہ انسان جو کچھ بھی کرتا ہے اپنے اختیار سے نہیں کرتا اور اسی لیے نیکی کی جزا کا مستحق اور بدی کی سزا کا مستوجب بھی نہیں۔ بے شک کٹ جنتی کے لیے بڑی گنجائش ہے اور اس خیال کی تائید میں بہت سی باتیں پیش کی جاسکتی ہیں جن سے انسان کی مجبوری ظاہر ہوتی ہے۔ مگر یہ لوگ انسانی زندگی کے دوسرے پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں، اور نہیں دیکھتے کہ انسان کچھ اختیار بھی رکھتا ہے اور اسی اختیار کی بنا پر وہ دنیا میں اپنے افعال کا جواب دہ سمجھا جاتا ہے۔ دنیا میں یہ قاعدہ جاری ہے تو آخرت میں کیوں نہ ہو۔ دنیا اور آخرت میں نقل اور اصل کی نسبت ہے۔ اور ایک کا دوسرے کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ اچھا پھر تقدیر کو کیا سمجھنا چاہیے؟ تو لفظ تقدیر نکلا ہے قدر سے جس کے معنی اندازے کے ہیں۔ پس تقدیر کے معنی اندازہ ٹھہرانے کے ہوئے جو معنی اَنَا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْتُهُ بِقَدَرٍ (یعنی ہم نے تمام چیزوں کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے) کے ہیں، وہی معنی تقدیر کے ہیں۔ اس کو ایک مثال سے بہ آسانی سمجھو گے۔ ہم نے ایک درزی کو کپڑے کا تھان دیا کہ اس میں سے جتنے بن سکیں ہمارے کرتے بنا دو۔ تو درزی پہلے آگا، پیچھا، کلیاں، چوبغلے، آستینیں، ہر ایک چیز کا اندازہ کر لیتا ہے تب قطع کرتا ہے۔ لغت کی رو سے اسی کا نام تقدیر ہے۔ معمار تعمیر سے پہلے مکان کا نقشہ بناتا ہے،

بڑھئی چوکی کے لیے لکڑی کی تراش کا اندازہ کرتا ہے۔ یہ سب تقدیر ہے۔ اسی طرح خدا نے جو چیز بھی پیدا کی ایک اندازے کے ساتھ پیدا کی، یہی اس چیز کی تقدیر ہوئی..... پس اس صورت میں تقدیر پر ایمان لانے کے یہ معنی ہیں کہ مخلوقات عالم کو خدا نے جیسا چاہا بنایا اور بہت درست بنایا۔

نمبر شمار 10 : تصنیف : ترجمہ قرآن (پارہ: 8، رکوع: 3)

مصنف : شمس العلماء مولوی حافظہ ڈاکٹر نذیر احمد خاں دہلوی

سن تصنیف : 1312ھ / 1895

موضوع عبارت

پھر ہم جنات اور بنی آدم دونوں سے مخاطب ہو کر پوچھیں گے: اے گروہ جن وانس کیا تمہارے پاس تمہیں میں کے پیغمبر نہیں آئے کہ تم سے ہمارے احکام بیان کریں۔ اور تمہارے اس روز قیامت کے پیش آنے سے تم کو ڈرائیں۔ وہ عرض کریں گے ہم اپنے اوپر آپ ہی گواہی دیتے ہیں یعنی اپنے گناہ کا اقرار کرتے ہیں اور واقع میں دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکے میں رکھا اور اب انہوں نے آپ ہی اپنے اوپر گواہی دی یعنی اقرار کیا کہ بے شک وہ کافر تھے۔ اے پیغمبر، پیغمبروں کو بھیج بھیج کر حجت تمام کرنا، اس سبب سے ہے کہ تمہارا پروردگار مبسوتوں کو ظلم و زبردستی سے ہلاک کرنے والا نہیں کہ ادھر ان کو ہلاک کر مارے اور ادھر وہاں کے رہنے والے خدا کے منشا سے بے خبر ہوں۔ اور جیسے جیسے عمل کیے ہیں انہیں عملوں کے رو سے سب لوگوں کے درجے ہوں گے اور جو کچھ لوگ دنیا میں کر رہے ہیں تمہارا پروردگار اس سے بے خبر نہیں۔

تبصرہ و کیفیت

ممکن ہے کہ بعض طبیعتیں ایک جگہ ایک ہی مصنف کے اتنے نمونے پڑھ کر گھبرا گئی ہوں، اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس عہد کے مصنفین و مولفین و مترجمین میں کسی ایک شخص نے مختلف عنوانات پر شمس العلماء حافظ نذیر احمد صاحب کی طرح کتابیں نہیں لکھیں۔ اور چونکہ اس کتاب میں حتی الوسع تمام مضامین کے نمونے دکھانے منظور ہیں، اس لیے ایسے مصنف کے نمونوں کو چھوڑ دینا جس کا انداز تحریر نہ صرف امتیازی ہو بلکہ عموماً پسند کیا

جاتا ہونا مناسب تھا۔ مصنف ممدوح عربی و فارسی کی اعلیٰ قابلیت کے ساتھ انگریزی میں بھی کافی معلومات رکھتے تھے۔ اور پھر اردو ادب کی خدمات اور ترویج کے پورے موید و عامل تھے۔ سرسید اور بعض دوسرے اہل قلم کی طرح ان کی اردو میں اگرچہ عام سادگی اور سہولت نہ تھی مگر طبیعت کی جولانی اور دماغی قابلیت نے اخذ و اختراع کا مادہ اتنا پایا تھا کہ باوصف استعمال الفاظ عربی و غیرہ اپنے مطلب کو اس خوبی سے ادا کرتے ہیں کہ مدعاے تحریر ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ راقم نے اس نمونے میں نہ ان کی تمام مصنفات کو نقل کیا ہے اور نہ ایسی تحریریں منتخب کی ہیں جن میں عربی فارسی اور انگریزی الفاظ کی بھرمار ہے۔ بہت احتیاط سے وہی عبارتیں لکھی ہیں جن میں اجنبی الفاظ زیادہ نہیں آئے ہیں، پھر بھی دوسرے معاصرین اہل قلم کے مقابلے میں بھاری بھاری لغات موجود ہیں، مگر ساتھ ہی اس کے خالص اردو کے ایسے محاورے بھی بہ کثرت موجود ہیں جن کی مثال دوسروں کی تحریروں میں کم ملے گی۔

نمبر شمار 11 : تصنیف: دوحہ الابصار ترجمہ معز الدین نامہ و تفریح الاحرار و مہدی نامہ

(جلد اول و دوم و نیم بوستان خیال)

مصنف : مرزا محمد عسکری عرف چھوٹے آغا لکھنوی و نواب مرزا محسن علی خاں عرف آغا جیو متخلص بہ ہندی لکھنوی و پیارے مرزا و مرزا علی خاں لکھنوی

سنہ تصنیف : 1303ھ / 1886

موضوع عبارت

تحریر مرزا محمد عسکری عرف چھوٹے آغاز : راویان اخبار پیشین و قاتلان آثار مقررہ بہ یقین۔ صفحہ تاریخ پر اس طرح تحریر کرتے ہیں کہ نسب صاحب قراں واجب التسلیم شاہزادہ معز الدین ابوتیم کا بعد دس پشتوں کے سید الصادقین حضرت عبداللہ جعفر بن محمد صادق علیہ السلام سے ملتا ہے، اور صاحب مرآۃ الجنان حمد اللہ متوفی نے ذکر ان کے نسب شریف کا کتاب عنوان التاریخ میں اس طرح نقل کیا ہے کہ مہدی صاحب قراں کے جد کلاں تھے وہی اس قبیلے سے پہلے تخت نشین ہوئے۔

تحریر کا پر داز ان مطبع نول کشور بابت جلد مذکور: قبل ازیں سوائے جلد اول و دوم کے کہ مقدم المرام تھیں، خواجہ بدر الدین عرف خواجہ امان مغفور دہلوی نے بہ انداز بول چال دہلی کے پانچ جلدوں کا اردو ترجمہ کیا تھا کہ ان کی زندگی نے وفات کی اور کتاب نام تمام رہی۔ جو کہ اتمام کو پہنچانا ایسی کتاب نغز و نایاب کا کہ جس کا نظیر آج ہندوستان میں نہیں ہے ضروری نظر آیا۔ و مزید براں اصرار اہل شوق کا دوبارہ ترجمہ اردو جلد اول و دوم اس داستانِ نادر البیان کے افزوں پایا۔ لہذا لکھنؤ کے نثر نگاروں اور ناظموں کی آبرو و عزت مرزا محمد عسکری صاحب عرف چھوٹے آغا صاحب نے ترجمہ اردو جلد اول و دوم بوستانِ خیال کا کہ جس کا نام مہدی نامہ ہے اور جس میں ذکر اجداد و الانزا و صاحبِ قرآنِ عالی جناب شاہزادہ معز الدین کامیاب کا ہے، اور تذکرہ جد امجد صاحبِ قرآنِ کبیتی ستاں جو پہلے تخت نشینِ سلطنت ہوئے، یعنی احوال سلطان ابو القاسم محمد مہدی جد صاحبِ قرآن و صاحبِ خروجِ زماں، اور حالِ ملکہ عالیہ خاتون مادر صاحبِ قرآنِ عالی شان کا ہے، نہایت عرق ریزی سے عمدہ سلیس زبان میں ترجمہ فرمایا۔

تحریر مترجم دوحۃ الابصار، سبب تصنیف قصہ ہذا: میر تقی خیال متوطن گجرات گردشِ گردونِ دوں سے پریشاں حال ہو کے عہدِ سلطنت میں محمد شاہ بادشاہ کے شہرِ دہلی میں وارد ہوئے، ان کی منظور نظر ایک زنِ مطربہ تھی، شب کو اکثر یہ وہ ان سے قصصِ تازہ کی فرمائش کیا کرتی تھی۔ یہ پیاس خاطر اپنی محبوبہ کے روز ایک قصہ تازہ اپنی طبیعت سے ایجاد کر کے سنا دیتے تھے۔ ان کے مکان کے عقب میں کچھ لوگ جمع ہوتے تھے اور داستانِ امیر حمزہ کی بیان کی جاتی تھی۔ میر تقی بھی کبھی کبھی تفریناً شریکِ جلسہ ہوتے تھے۔ ایک روز بعد ختمِ داستانِ اہالیانِ جلسہ نے داستانِ امیر حمزہ کی نہایت تعریف کی، لیکن داستانِ گو نے میر تقی کو سنا کے کہا، جی ہاں داستان کے مرتب کرنے کے واسطے خداوند عالم قابلیت پیدا کرے تو ممکن ہے ورنہ تحصیلِ علوم و فنون سے اگر کوئی شخص داستانِ مرتب کرنا چاہے تو محال ہے۔ یہ بات میر تقی کو نہایت ناگوار معلوم ہوئی۔ کہا، کیا کہتے ہو، صاحبانِ علم و فضل کے روبرو ایسے خیالات کی کیا حقیقت ہے۔ یہ کہو کہ ان کو علوم کی کتابوں کی تصنیف سے اس قدر فرصت کہاں کہ وہ ان مخرقات میں وقت اپنا ضائع کریں، بعض نے ان کے اقوال سے اتفاق کیا، اور بعض نے اختلاف بعدہ جلسہ برخواست ہوا، چونکہ ہر روز حسب

فرمائش اپنی محبوبہ کے قصص تازہ کی فکر تھی، اب زیادہ تر خیال کو وسعت دینے کی ضرورت ہوئی۔ تاہم کہ تھوڑے ہی عرصے میں چند اجزاء اس کتاب کے مرتب کر کے اس جلسے میں گئے اور بعد ختم داستان امیر حمزہ اہالیان جلسہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ چند اجزاء ایک قصہ تازہ کے دست یاب ہوئے ہیں۔ اجازت ہو تو سناؤں سب نے متفق اللفظ کہا۔ بسم اللہ ضرور پڑھیے۔ جب پڑھا تمام حاضرین جلسہ محو ہو گئے اور ہر طرف سے صدائے تحسین بلند تھی اور آپس میں کہتے تھے کہ واقعی اس طرح کا قصہ آج تک نہیں سننے میں آیا۔ یہ قصہ مصنوعی نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ یہ کوئی واقعہ اصلی ہے۔ تاہم کہ اس کی خبر بادشاہ وقت تک پہنچی دربار میں طلب کیے گئے۔ بادشاہ نے مراتب اعزاز و احترام مرغی رکھ کے خلعت فاخرہ سے ممتاز فرمایا اور بعد تعین مواجب مناسب حکم طوالت اس قصہ عجیب کے واسطے دیا، غرض کہ ایک مدت مدید کے بعد یہ قصہ تکمیل کو پہنچا۔

طرز تحریر داستان

شبہ کشانی چہرہ عرائس معنی و بیاں و نقش طراز ان حالات گزشتہ دوراں، لوح دفتر سخن پر اس رنگ سے طرّاحی کرتے ہیں کہ بعد گزرنے تین سو برس حضرت خیر الودا کی ہجرت باسعادت سے المصور بقوت اللہ بن احمد بن محمد سلطان اسطیعیل ملک مغرب کے بادشاہ ہوئے اور دار الخلافت اپنا شہر افریقہ خاص مقرر فرمایا۔ مورخان صادق البیان نے کتب تواریخ میں زہب رقم کیا ہے کہ سلطان اسطیعیل بادشاہ جلیل عدل و داد میں متصف تھا اور رعایا برائیا اس کے عدل و داد سے نہایت شکر گزار تھی۔ اول مہدی نامے کی عبارت میں یہ مضمون آیا ہے کہ عبدالعزیز مغربی جب شاہزادہ معز الدین کے جد کلاں ابوالقاسم اور جد ثانی قائم الملک سے ہزیمت خوردہ بہ حال خراب ملک فرنگ میں پہنچا اور وہاں اس کا عقد کار دوس فرنگی کی کنیز سے جو نہایت حسن و جمال میں بے نظیر تھی واقع ہوا اور وہ خود بھی عیسائی ہو گیا اور اس کنیز سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ تھوڑے عرصے میں عبدالعزیز نے انتقال کیا اور کار دوس فرنگی نے اس بچے کا نام بیکانوس رکھا جب وہ بچہ جوان ہوا تو کار دوس اس کو ملک زرکلاہ شاہ فرنگ کی خدمت میں لے گیا، اور تمام حال اس کا بیان کیا۔ بادشاہ فرنگ نے جو عبدالعزیز بادشاہ کی حقیقت سنی، اس لڑکے کو فرزند، شاہزادہ مغرب مجھ کر کسی سردار لشکر کو جس کا نام فلیسام تھا واسطے تعلیم کے سپرد کیا۔ اور جب فنون سپہ گروہ میں طاق

بلکہ شہرہ آفاق ہوا تو ایک روز بادشاہ فرنگ بیکانوس سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ تم بافوج جرار و لشکر قہار کے ملک مغرب کو جاؤ اور اس کو فتح کرو اور مذہب عیسائی کو رواج دو اور جہاں تک ہو سکے دین محمدی کو مناد۔

طرز تحریر تفریح الاحرار

آغاز داستان مسرت عنوان کہ ازل سے آخر تک مشتمل ہے اوپر حال فرخ مال بادشاہ جم جاہ سلطان عالم پناہ خورشید لوا فتح طلسم بیضا مبطل بنیاد کفار سرکوب اہل عناد و اشرار عالی خاندان والا دودمان زوج ملکہ شمسہ، تاج دار عذب البیان شہر یار واجب التعظیم شاہزادہ معز الدین ابونیم کے اور نیز عجائبات و واقعات طلسم اور افساں ہائے نو آئین و داستان ہائے رنگین رزم و بزم سے متعلق ہے۔ جب سلطان والا شان خرد پرور صاحب قران اکبر شاہزادہ معز الدین ابونیم واجب التعظیم نے کتاب تاریخ الاعظم شاہ نامہ بزرگ کو ابتدا سے انتہا تک بالتصریح سنا، نہایت درجہ سرور حاصل ہوا۔ بعد اس کے ثواب فاتحہ و درود ارواح مطہرہ صاحب قران اعظم گردوں چشم اور صاحب قران اصغر فلک قدر و جناب حکیم استلیوس آلمی و حکمائے بانیان طلسم کو بخشاد و دیگر مستحقان بارگاہ فلک اشتباہ کو بہ عطاءئے منصب و خلعت و زر و جواہر مالا مال فرمایا۔ اس وقت پادری ایدروس اپنی کرسی زرنگار سے اٹھا اور پہلے ثا و صفت بادشاہ جم جاہ و خسرو عالم پناہ کی بجالایا اور عرض کی۔

تہمرہ و کیفیت

اس نمونے کے عنوان میں بہ سلسلہ تصنیف و تالیف افسانے بھی شامل ہیں، افسانے کا انگریزی نام ناول ہے۔ ناول کے رواج سے پہلے جس رنگ و عبارت میں قصے لکھے جاتے تھے ان کے نمونہ اولین فسانہ عجائب و آرائش محفل وغیرہ ہیں۔ اسی زمانے کے لگ بھگ خواجہ بدر الدین امان دہلوی نے بوستان خیال کی طولانی تالیف کا ترجمہ کیا وہ ترجمہ اہل دہلی کے روزمرہ میں ہے اور یہ پیش کردہ نمونے لکھنؤ کی طرز ہے باقی قصہ ایک ہے۔ ان افسانوں اور موجودہ زمانے کے ناولوں کی طرز ادا میں جو فرق ہے وہ آئندہ معلوم ہوگا۔

نمبر شمار 12 : تصنیف: مقدمہ دیوان حالی
مصنف : شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی
سنہ تصنیف : 1310ھ / 1893
موضوع عبارت

سب سے بڑی دلیل اس بات کی (کہ نئے اور اعلیٰ سے اعلیٰ خیالات بھی اوّل
اوّل اسی زبان اور اسی روزمرہ میں ادا ہونے چاہئیں جس میں پرانے اور پست خیالات
ادا کیے جاتے ہیں) یہ ہے کہ کلام الہی میں تمام روحانی اور اخلاقی باتیں ویسے ہی محاورات
و تشبیہات و استعارات و تمثیلات میں بیان کی گئی ہیں جن میں شعرائے جاہلیت عشقیات و
خمریات اور تفاخر و مدح و ذم وغیرہ کے مضامین بیان کیا کرتے تھے۔ یہ ممکن ہے کہ کسی قوم
کے خیالات میں دفعتاً ایک نمایاں ترقی اور وسعت پیدا ہو جائے مگر زبان میں دفعتاً وسعت
پیدا نہیں ہو سکتی۔ بلکہ نامعلوم طور پر بیان کے اسلوب آہستہ آہستہ اضافہ کیے جاتے ہیں،
اور ان کو رفتہ رفتہ پبلک کے کانوں سے مانوس کیا جاتا ہے۔ اور قدیم اسلوب جو کانوں
میں رچ گئے ہیں ان کو بدستور قائم و برقرار رکھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر علم کی ترقی سے
بہت سے قدیم شاعرانہ خیالات محض غلط اور بے بنیاد ثابت ہو جائیں تو بھی جن الفاظ کے
ذریعے سے وہ خیالات ظاہر کیے جاتے تھے وہ الفاظ ترک نہیں کیے جاتے۔ فرض کر دو کہ
آسمان کا وجود اور اس کا گردش کرنا، زمین کا ساکن ہونا، پانی اور ہوا کا بسیط ہونا،
عناصر کا چار میں منحصر ہونا۔ جام جم کا جہاں نما ہونا۔ ظلمات میں چشمہ حیواں کا غغی ہونا۔
سیرغ اور دیو پری کا موجود ہونا اور بہت سی باتیں علم انسانی کی ترقی سے غلط ثابت
ہو جائیں تو بھی شاعر کا یہ کام نہیں ہے کہ ان خیالات سے بالکل دست بردار ہو جائے
بلکہ اس کا کمال یہ ہے کہ حقائق و واقعات اور سچے اور نیچرل خیالات کو انھیں غلط اور
بے اصل باتوں کے پیرائے میں ادا کرے اور اس ظلم کو جو قدما باندھ گئے ہیں ہرگز نہ
ٹوٹنے دے۔ ورنہ وہ بہت جلد دیکھے گا کہ اس نے اپنے منتر میں دی انجھر بھلا دیے
ہیں جو دلوں کو تسخیر کرتے تھے۔ بہر حال جو لوگ اردو شاعری کو ترقی دینا یا یوں کہو کہ اس کو

صفحہ روزگار پر قائم رکھنا چاہتے ہیں ان کا فرض ہے کہ اصنافِ سخن میں عموماً اور غزل میں خصوصاً اس اصول کو ملحوظ رکھیں کہ سلسلہ سخن میں نئے اسلوب جہاں تک ممکن ہو کم اختیار کیے جائیں اور غیر مانوس الفاظ کم برتے جائیں مگر نامعلوم طور پر رفتہ رفتہ ان کو بڑھاتے رہیں۔

نمبر شمار 13 : تصنیف : تاریخ ہندوستان

مصنف : خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکا اللہ دہلوی

سنہ تصنیف : 1313ھ / 1896

نمونہ عبارت

سلطان سکندر لودی کے عہد میں ہندوؤں کا فارسی پڑھنا اور سنسکرت سے کتابوں کا فارسی میں ترجمہ ہونا: سلطان سکندر (متوفی 923ھ / 1517) کے عہد سے پیشتر مسلمان بادشاہوں کے زمانے میں ہندوؤں میں فارسی زبان پڑھنے کا رواج نہ تھا۔ جب سلطان کو نوکری کے لیے فارسی خواں ہندوؤں کی ضرورت ہوئی تو اس نے فرمایا کہ ”کدام ہندو بچہ ایست کہ فارسی می داند“ جواب ملا کہ کوئی نہیں، تو اول اس نے برہمنوں کو بلا کر فارسی پڑھنے کی درخواست کی، برہمنوں نے یہ عرض کیا کہ مہاراج ہم کو اپنے دھرم کرم و دیا سے کہاں فرصت ہے جو فارسی پڑھیں۔ پھر چھتریوں سے یہی کہا گیا تو انھوں نے کہا کہ ہم اہل سیف ہیں اہل قلم بننا نہیں چاہتے۔ پھر ویش سے یہی کہا، تو انھوں نے کہا کہ ہم تجارت پیشہ ہیں اپنے پیٹھے کو چھوڑ کر دوسرا پیشہ کیوں کر اختیار کر سکتے ہیں۔ پھر شودروں میں سے کاستھوں سے جو پہلے سے سنسکرت کی لکھائی کی اجرت سے اوقات بسر کرتے تھے یہ کہا تو انھوں نے بسر و چشم قبول کیا۔ اپنے حاکموں کو زبانِ دانی کے سبب سے مسلمانوں کے عہدِ سلطنت میں ان کا پہلے سے زیادہ عروج ہو گیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں ہندوؤں کو مسلمانوں کے علوم سے ایسی آگاہی ہو گئی کہ وہ ان علوم کا درس دینے لگے۔ پنڈت ڈوگری تو شاعر بھی ہو گئے، جن کا یہ مطلع ہے۔

دل خوں نہ سدے چشم تو خنجر نشدے گر

رہ گم نہ شدے زلف تو ابر نشدے گر

بادشاہ کو تصنیفات کا ایسا شوق تھا کہ وہ ہر علم میں کتابیں علماء سے تصنیف کراتا۔ اس نے

”اگرچہ“ ویدک کا ترجمہ سنسکرت سے فارسی زبان میں کرایا۔ اس نے خراسان اور ہندستان کے طبیوں کو جمع کیا دونوں طرح کی طب کی کتابوں سے مضامین کو اس نے انتخاب کرایا اور اس کا نام طب سکندری رکھا، جو ایک معجز کتاب علم طب میں سمجھی گئی۔
تبصرہ و کیفیت

ترقی پذیر اردو کے مصلحین میں خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکا اللہ صاحب مرحوم کا نام بھی صفحات تاریخ میں ہمیشہ روشن رہے گا۔ دوسرے مصنفین کی طرح عبارت آرائی اور رنگین بیانی سے الگ رہ کر جس سادگی اور متانت سے آپ نے اردو زبان میں مواد تاریخ جمع کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ جس تاریخ کا انتخاب نمونے میں دکھایا گیا ہے اس کی 9، 10 جلدیں ہیں اور بڑی تحقیق و قابلیت سے لکھی گئی ہیں۔ اہل نظر اس تحقیق و تربیت کو وقعت سے دیکھتے ہیں۔

نمبر شمار 14 : تصنیف: علم الکلام
مصنف : شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی
سنہ تصنیف : 1320ھ / 1902

عمومہ عبارت

یہ وہ کلام ہے جو فلسفے کے مقابلے میں ایجاد ہوا، اور درحقیقت ہم کو اسی علم کلام کی تاریخ لکھنی مقصود ہے۔ عقائد میں بحث و نظر کی بنیاد جس طرح شروع ہوئی تم اوپر پڑھ آئے ہو۔ بنو امیہ کے زمانے تک یہ مباحثے اور مناظرے مسلمانوں ہی میں محدود رہے، لیکن عباسیوں کے عہد میں یہ دائرہ زیادہ وسیع ہوا۔ عباسیہ کے زمانے میں تعلیم کو نہایت وسعت ہوئی۔ بجوی، یہودی، عیسائی وغیرہ اسلامی درس گاہوں میں علوم عربیہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور اس وجہ سے مسلمانوں کے مذہبی خیالات اور اعتقادات سے واقف ہونے کا ان کو موقع ملتا تھا۔ اس کے ساتھ عباسیوں نے (بنو امیہ کے برخلاف) لوگوں کو مذہبی آزادی دے رکھی تھی، جو شخص جو چاہتا تھا کہہ سکتا تھا۔ اس طرح دوسری قوموں کو جرأت اور موقع حاصل ہوا کہ اسلامی عقائد پر رد و قدح کر سکیں۔ ان

سب پر یہ مستزاد ہوا کہ خلیفہ منصور نے دنیا کی تمام زبانوں کی علمی اور مذہبی کتابیں عربی زبان میں ترجمہ کرائیں، ان کو پڑھ کر مسلمانوں میں سیکڑوں آدمیوں کے عقیدے متزلزل ہو گئے۔ مورخ مسعودی نے مروج الذهب، قاہر باللہ کے حال میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن المفتح وغیرہ نے فارسی اور پہلوی زبانوں سے مانی ابن دیسان، مرقیوں (ائمہ مجوس) کی کتابوں کے ترجمے کیے اور اس کے ساتھ خود مسلمانوں میں سے ابن ابی العرجاء، حماد مجرد، یحییٰ بن زیادہ مطیع بن ایاس نے ان کتابوں کی تائید میں جو تصنیفات کیں اس کا یہ اثر ہوا کہ لوگوں میں زندقہ اور الحاد پھیل گیا۔ یہ اسباب اس بات کے مقتضی تھے کہ علمائے اسلام نے جس طرح اسی قسم کی ضرورتوں سے نحو، لغت، تفسیر، بلاغت اور دیگر فنون، مدون اور ایجاد کیے تھے اسی طرح خود اپنی خواہش سے علم کلام بھی ایجاد کرتے۔ لیکن کلام کی یہ اور زیادہ خوش قسمتی تھی کہ سلطنت کی طرف سے بھی تحریک ہوئی۔ یعنی خلیفہ مہدی (ہارون رشید کا باپ) نے جو 774 میں تخت نشین ہوا تھا، علمائے اسلام کو حکم دیا کہ مذہب اسلام پر جو شبہات کیے جاتے ہیں اس کے جواب کے لیے کتابیں تصنیف کی جائیں۔ تاہم اس وقت تک یہ علم، علم کلام کے نام سے موسوم نہیں ہوا تھا۔ مامون الرشید کے زمانے میں جب معتزلہ نے فلسفے میں مہارت حاصل کی اور فلسفیانہ مذاق پر اس فن کی تدوین کی تو انھوں نے اس کا نام علم کلام رکھا۔

نمبر شمار 15 : تصنیف: نیرنگ خیال

مصنف : شمس العلماء محمد حسین آزاد دہلوی

سنہ تصنیف : 1307ھ / 1890

نمونہ عبارت

اردو انگریزی انشا پردازی پر کچھ خیالات: اگر زبان کو فقط اظہار مطالب کا وسیلہ ہی کہیں تو گویا وہ ایک آواز ہے کہ جو کام ایک گونگے بے چارے یا بچے نادان کے اشارے سے ہوتے ہیں۔ وہی اس سے ہوتے ہیں، لیکن حقیقت میں اس کا مرتبہ ان لفظوں سے بہت بلند ہے، زبان حقیقت میں ایک معمار ہے۔ کہ چاہے تو باتوں باتوں میں ایک قلعہ فولادی تیار کر دے جو کسی توپ خانے سے نہ ٹوٹ سکے، اور چاہے تو ایک بات میں اسے خاک میں ملا دے۔ جس میں ہاتھ

ہلانے کی بھی ضرورت نہ پڑے۔ زبان ایک جادوگر ہے، جو طلسمات کے کارخانے الفاظ کے منتروں سے تیار کر دیتا ہے اور جو اپنے مقاصد چاہتا ہے ان سے حاصل کر لیتا ہے۔ وہ ایک نادر مرصع کار ہے کہ جس کی دست کاری کے نمونے کبھی شاہوں کے سروں کے تاج اور کبھی شہزادیوں کے نوکھے ہار ہوتے ہیں، کبھی علوم و فنون کے خزانوں سے زرد و جواہرات کی قوم کو مالا مال کرتے ہیں، وہ ایک چالاک عیار ہے جو ہوا پر گرہ لگاتا ہے اور دلوں کے قفل کھولتا اور بند کرتا ہے۔ یا مصور ہے کہ نظر کے میدان میں مرقع کھینچتا ہے یا ہوا میں گلزار کھلاتا ہے۔ اور اسے پھول گل، طوطی دہلیز سے سجا کر تیار کر دیتا ہے۔ اس نادر دست کار کے پاس مانی اور ہنر ادکی طرح، مو قلم اور رنگوں کی پیالیاں دھری نظر نہیں آتی ہیں، لیکن اس کے استعاروں اور تشبیہوں کے رنگ ایسے خوش نما ہیں کہ ایک بات میں مضمون کو شوخ کر کے لال چہچہا کر دیتا ہے۔ پھر بے اس کے کہ بوند پانی اس میں ڈالے ایک ہی بات میں اسے ایسا کر دیتا ہے کہ کبھی تاریخی، کبھی گلزاری، کبھی آتش، کبھی ایسا بھینا بھینا گلابی، بو قلموں اور رنگا رنگ اور پھر سرتا پا عالم نیرنگ۔

جس زبان میں ہم تم باتیں کرتے ہیں اس میں بڑے بڑے نازک قلم مصور گزر گئے ہیں۔ جن کے مرقع آج تک آنکھوں اور کانوں کے رستے سے ہمارے تمہارے دلوں کو تازہ کرتے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ آج کل گویا ان کے قلم گھس گئے ہیں۔ اور پیالیاں رنگوں سے خالی ہو گئی ہیں، جس سے تمہاری زبان کوئی نئی تصویر یا باریک کام کا مرقع تیار کرنے کے قابل نہیں رہی، اور تعلیم یافتہ قومیں اسے سن کر کہتی ہیں کہ یہ نا کامل زبان ہر قسم کے مطالب ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتی۔

میرے دوستو! یہ قول ان کا حقیقت میں بے جا نہیں ہے، ہر ایک زبان تعلیم یافتہ لوگوں میں جو عزت پاتی ہے تو دو سبب سے پاتی ہے، اول یہ کہ اس کے الفاظ کے خزانے میں ہر قسم کے علمی مطالب ادا کرنے کے سامان موجود ہوں، دوم اس قسم کی انشا پردازی ہر رنگ اور ہر ڈھنگ میں مطالب کے ادا کرنے کی قوت رکھتی ہو۔ ہماری زبان میں یہ دونوں صفتیں ہیں مگر ناتمام ہیں اور اس کے سبب ظاہر ہیں۔

نمبر شمار 16 : تصنیف: یادگار غالب
مصنف : شمس العلماء خوجہ الطاف حسین حالی پانی پتی
سنہ تصنیف : 1312ھ / 1896

نمونہ عبارت

مرزا غالب نے گل رعنا کے دیباچے میں لکھا ہے کہ: ”میں نے اڈل اردو زبان میں شعر کہنا شروع کیا تھا اس لیے ہم بھی پہلے ان کے اردو دیوان کا ذکر کرتے ہیں جس روش پر مرزا نے ابتدا میں اردو شعر کہنا شروع کیا تھا، قطع نظر اس کے کہ اس زمانے کا کلام خود ہمارے پاس موجود ہے۔ اس روش کا اندازہ اس حکایت سے بہ خوبی ہوتا ہے۔ خود مرزا کی زبانی سنا گیا ہے کہ میر تقی میر نے جو مرزا کے ہم وطن تھے ان کے لڑکپن کے اشعار سن کر یہ کہا تھا کہ ”اگر اس لڑکے کو کوئی کامل استاد مل گیا اور اس نے اس کو سیدھے راستے پر ڈال دیا تو لا جواب شاعر بن جائے گا۔ ورنہ مہمل بننے لگے گا۔ مرزا کے ابتدائی اشعار دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تو طبیعت کی مناسبت سے اور زیادہ تر ملا عبد الصمد کی تعلیم کے سبب فارسیت کا رنگ ابتدا ہی میں مرزا کی بول چال اور ان کی قوت متحکمہ پر چڑھ گیا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اکثر ذکی الطبع لڑکے ابتدا میں سیدھے سادھے اشعار کی نسبت مشکل اور پیچیدہ اشعار کو، جو بغیر غور و فکر کے آسانی سے سمجھ میں نہیں آتے، زیادہ شوق سے دیکھتے اور پڑھتے ہیں۔ مرزا نے لڑکپن میں بیدل کا کلام زیادہ دیکھا تھا، چنانچہ جو روش مرزا بیدل نے فارسی میں اختراع کی تھی، اسی روش پر مرزا نے اردو میں چلنا اختیار کیا تھا۔ جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں:

طرز بیدل میں ریختہ لکھنا

اسد اللہ خاں قیامت ہے

ان کے دیوان میں ایک ٹکٹ کے قریب بہت سے اشعار ایسے پائے جاتے ہیں جن پر اردو زبان کا اطلاق مشکل سے ہو سکتا ہے:

شمار سب مرغوب بہ مشکل پسند آیا

تماشائے بیک کف بردن صد دل پسند آیا

ہوائے سیر گل، آئینہ بے مہر کی قاتل
 کہ انداز بہ خون غلطیدن بکل پسند آیا
 شب شمار چشم ساقی رستخیز اندازہ تھا
 تا محیط بادہ صورت خانہ خمیازہ تھا

ان اشعار کو مہمل کہو یا بے معنی مگر اس میں شک نہیں کہ مرزا نے وہ نہایت جاں کاہی اور جگر کاوی سے سرانجام کیے ہوں گے۔ مرزا کے حق میں جو پیشین گوئی میر تقی نے کی تھی اس کی دونوں شقیں ان کے حق میں پوری ہوئیں۔ ظاہر ہے کہ مرزا ازل اول ایسے رستے پر پڑ لیے تھے کہ اگر استقامت طبع اور سلامت ذہن اور بعض صحیح المذاق دوستوں کی روک ٹوک اور نکتہ چیں ہم عصروں کی خردہ گیری اور طعن و تعریض سد راہ نہ ہوتی تو وہ شدہ شدہ منزل مقصود سے بہت دور جا پڑتے۔

نمبر شمار 17 : تصنیف : جعفر و عباسہ (ناول)

مصنف : حکیم محمد علی خاں مرحوم طبیب میو سیٹلی، ہردوئی و ایڈیٹر مرتع عالم

سن تصنیف : 1308ھ / 1891

نمونہ عبارت

”اقتباس از باب اول“: اس میں کوئی شک نہیں کہ خدائے برحق نے انسان کو زبان ایک نعمت علمی دی ہے، بشرطیکہ خود آدمی اس کی قدر بھی کرے، اور محل موقع دیکھ کر اس سے کام لے۔ ورنہ وہ زہر کی بجھی ہوئی برہنہ اور بے پناہ ایک تلوار ہے، جو ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں دے دی گئی ہے۔ جو اچھے برے، اپنے عزیز، دوست، دشمن میں مطلق امتیاز نہیں کرتا۔ جو سامنے آ جاتا ہے اس پر آنکھ بند کر کے ایک ہاتھ جٹا دیتا ہے، اور یہ نہیں سمجھتا کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ تلواروں کے کاری زخم مندمل ہو جاتے ہیں، مگر تیغ زبان کے اوچھے زخم بھی کبھی التیام کی صورت نہیں دیکھتے۔ اسی زبان سے آدمی، آدمی کا دوست، اسی سے دشمن، اسی سے اچھا، اسی سے برا، اسی سے مومن اور اسی سے کافر ہو جاتا ہے، جو چاہے اس سے کہہ لے اور جیسا چاہے بن جائے۔ مگر مقتضائے عقلمندی یہی ہے کہ جو کچھ کہے سمجھ کر کہے ورنہ زبان سے جو کچھ نکل جاتا ہے پھر وہ چھوٹے ہوئے تیر کی طرح ہاتھ

سے نکل جاتا ہے۔ اور اکثر اوقات اس کا خراب نتیجہ انسان کے ساتھ وہی سلوک کر جاتا ہے جو اس نجومی کی حماقت آمیز پیشین گوئی اس کی جان کے ساتھ کر گئی۔ امرا و سلاطین کی قربت اگرچہ آدمی کو مراتب عالی پر پہنچا دیتی ہے مگر اسی کے ساتھ ان کی جان بھی خطرے میں پھنس جاتی ہے۔ ان صحبتوں اور درباروں میں اپنی زبان کھولنا، ان کی طبیعت کا میلان دیکھنا بہت ہوشیاری اور احتیاط کا کام ہے۔ ان کی نازک اور آزاد طبیعتیں کبھی اس کو پسند نہیں کرتی ہیں کہ کوئی ان کی رائے کے خلاف ایک کلمہ بھی کہے۔ ان کے شکی مزاج ان کے سامنے بدشگونی اور فال بد زبان سے نکالنے کو بہت برا سمجھتے ہیں، اور ان کے پاس بیٹھ کر ذری ذری سی خطاؤں پر انسان کی ساری عمر کی عزت آبرو خاک مذلت میں ملا دی جاتی ہے اور بات بات پر زبان منہ سے نکال لی جاتی ہے۔

منجم کا ادھر قتل ہونا تھا اور ادھر ہارون رشید کے مزاجی تغیر کا بدلنا تھا۔ اس کے پہلو میں چپ بیٹھنے والے روٹھے ہوئے دل نے جلدی سے ایک انگڑائی لی۔ سستی کم ہوئی۔ خیالات نے عالم کے انقلابات کی طرح پلٹا کھایا اور موت کا روح فرسا اندیشہ جو نجومی کی پیشین گوئی سے پیدا ہوا تھا، اسی طرح دل سے نکل کر روانہ باشد ہوا۔ جس طرح عیش و ستم میں پھنس کر اہل دنیا کے دل سے آنے والی موت کا خیال نکل جاتا ہے۔ چہرے کا اڑا ہوا رنگ اڑے ہوئے ہوش و حواس کی طرح اصلی رنگ ڈھنگ پر آنے لگا اور ہاتھوں سے نکلی ہوئی طبیعت پھر قابو میں آنے لگی۔

نمبر شمار 18 : تصنیف : شوقین ملکہ (ناول)

مصنف : مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی

سنہ تصنیف : 1323ھ / 1905

مضمون عبارت

انتخاب باب چہارم ”عماد الدین زنگی کی شہادت“ : آدھی رات کا وقت تھا، تارے خوب کھلے ہوئے تھے۔ نرطاز اور نسر واقع دونوں سمت الراس سے گزر کے افق مغرب کی طرف بڑھ گئے تھے، اور کہکشاں بھی سمت الراس سے ہٹ گئی تھی۔ اور باد جود تاروں کے اندھیرا غالب تھا۔ ادھر اتنا بکی کمپ کے آس پاس طلوع کے سوا گشت کر رہے تھے۔ ہر گردہ اور ہر فوج کے لوگ موتے تھے تو کچھ جاگتے تھے۔ بعض بعض منجلیقیں بھی چل رہی تھیں، جن کے دھڑاکے کی آوازیں رہ رہ

کے بلند ہوتی تھیں اور رات کے سناٹے میں زیادہ دور تک گونجتی تھیں۔ پہرے والوں کی آوازیں اگر محاصرہ کرنے والوں کے مختلف جتھوں میں سے بلند ہوتی تھیں تو قلعے کی فسیل پر سے بھی سنی جاتی تھیں۔ لڑائی کا سلسلہ جاری ہونے کی وجہ سے اگرچہ رات ویسی خاموش نہ تھی جیسی کہ عموماً ہوا کرتی ہے مگر پھر بھی سلطان کو اپنے گرد و پیش آج معمول سے زیادہ سناٹا نظر آتا تھا، اور آج کی خاموشی ہمیشہ سے بڑھی ہوئی تھی۔ اسے کئی مرتبہ وحشت سی ہوئی، نظر اٹھا کے ادھر ادھر دیکھا، اور پھر تلاوت میں مشغول ہو گیا۔ مگر پھر کچھ دل گھبرا یا، صیغہ ربانی کو بوسہ دے کے اور آنکھوں سے لگا کے گردانا، اور جا کے پٹنگ پر لیٹ رہا۔ ابھی آنکھ اچھی طرح نہیں لگی تھی اور کچھ غنودگی سی تھی کہ یکایک کچھ آہٹ معلوم ہوئی، گھبرا کے چونکا مگر چونکنے سے پیشتر ہی خود اسی کے ایک نمک حرام غلام کا خنجر اس کے سینے میں تیرا ہوا تھا۔ سلطان زنگی چونکہ نہایت ہی بہادر اور جواں مرد بادشاہ تھا۔ لہذا اس موقع پر بجائے اس کے کہ شور و غل کرے تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا جو معمولاً پٹنگ کے پاس ہی رکھی رہا کرتی تھی۔ مگر دیکھا تو تلوار نہ تھی۔ دغا بازوں نے اسے پہلے ہی سے ہٹا دیا تھا، اب اس نے جوش میں آ کے اٹھنے کا ارادہ کیا مگر دو تین غلاموں نے جھپٹ کے پکڑ لیا اور ساتھ ہی اس غلام نے جس نے پہلا حربہ کیا تھا خنجر کے اور دو تین کاری ہاتھ مارے، اور جب یقین ہو گیا کہ اب بادشاہ میں کچھ دم نہیں رہا ہے تو خیمے سے نکل کے بھاگے، قلعے کے پھانک کے نیچے پہنچ کے شور کیا کہ سلطان زنگی موت کی آخری سانسیں لے رہا ہے تو ایک کہرام مچ گیا۔

نمبر شمار 19 : تصنیف: خیالات آزاد

مصنف : نواب سید محمود آزاد۔ ڈپٹی کلکٹر پٹنہ و انسپکٹر جنرل رجسٹریشن کلکتہ و رئیس ڈھاکا

سنہ تصنیف : 1304ھ / 1886

مضمون عبارت

بادشاہ نسب امراض: ہمارے اس عنوانِ ندرت نشان کے دیکھنے سے غالباً ناظرین ظرافت قرین گھبرائیں گے، مگر ہم کو یقین ہے کہ ان کی تشویش ساری تحریر کے مطالعے سے مبدل بہ تحقیق ہو جائے گی۔ اور بہت سے تعجب انگیز امراض کی مطول فہرست ان کے ہاتھ آئے گی۔ ہم نے اپنے تجربے میں بعض ذہین قابل اور شوخ طبع احباب کو دیکھا کہ انھوں نے اپنے چہرے

کے بعض خوش نما یا بدنما داغ کی تعبیر اور رنگ زیب پھوڑے سے کی۔ ایسے پر بہار، داغ دار حضرات سے جو اس پھوڑے کی تفصیلی کیفیت پوچھی گئی تو انھوں نے بیان کیا کہ اس قسم کا پھوڑا، اکثر حسین اور خوش رونو جوان کو ہوا کرتا ہے، اور اس کا داغ، علامت حسن میں گنا جاتا ہے، خواہ وہ دوسرے کی آنکھ اور تجویز میں خوش نما معلوم ہو یا نہ ہو۔ اور رنگ زیب پھوڑے کے داغ بتانے سے اس معمولی داغ میں ایک قسم کی غیر معمولی زینت اور عظمت آ جاتی ہے، اور اس کی خوبی کا قبول کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس سے زیادہ تحقیق اس بادشاہ نسب مرض کی نسبت ان لوگوں سے نہیں ہوئی جو داغ کو باغ کی طرح دیکھتے ہیں۔ ہم نے اس لفظ کی تحقیق کے لیے قبل دیکھنے کتب لغت کے جو اپنے خیال سے کام لیا تو یہ بات ذہن میں آئی کہ شاید کسی زمانے میں بادشاہ کے چہرے پر کوئی پھوڑا نکلا ہو، زخم کے خشک ہو جانے کے بعد جب کہ کوئی بدنما داغ یا نشان باقی رہ گیا اور اطباء سے اس کا مٹانا ممکن نہ ہوا تو مصاحبین امرا اور وزرا نے اس نشان عظمت نشان کی زینت و خوبی کی بے حد تعریف شروع کر دی اور اس زمانے کے اطباء نے بھی اس جدید مرض کو اپنی تصانیف میں بہ مد مرض مبارک داخل کر دیا۔

اس کے بعد سے جب کسی کے چہرے پر کوئی نشان یا داغ ہوا اور اس کی بدنمائی سے وہ گھبرایا فوراً اس نے اور رنگ زیب پھوڑے کی عیب پوش پٹی اس پر باندھ اپنی خوب صورتی کی تائید مزید میں اس کو استعمال کیا۔ اطباء وقت نے کچھ معمولی علامتیں بھی اس حسن افروز پھوڑے کی کتابوں میں لکھ دی ہوں گی۔ مگر شاید آج بہت کم لوگ ان کو جانتے ہیں۔ اور رنگ زیب پھوڑا اب اکثر ذلت انگیز اور حقارت خیز امراض چھپانے کا ایک محفوظ سرپوش ہے، اور خدا جانے کن کن داغوں اور نشانوں کی مدحت سرشت تاویل اس نام سے کی جاتی ہے، اور کتنے بدنما اور ذلت افزا داغوں کے نام یہ شایہ بیماری آتی ہے۔ بعد اس کے ہم نے اپنی رائے کی تائید کے لیے ایشیا ٹک سوسائٹی، اپنے دقیانوسی کتب خانے اور بھی چند پرانے مخزن کتب قدیمہ میں نہایت توجہ اور مشقت سے اس مرض کی تلاش اور تحقیق شروع کی۔ دو تین برس کی تلاش میں الحمد للہ اب یہ عقدہ حل ہوا اور تحقیق کا ایک دریا ہماری نظر کے آگے موج مار گیا۔ ہمارے اپنے کتب خانے اور بعض قدیم اور نای کتب خانوں میں فن طب کی نہایت قدیم اور

بیش بہا چند کتابیں ہماری نظر سے گزریں، جن کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس قسم کے امراض میں اورنگ زیب (یا اورنگ زیبی) پھوڑا نہایت متاخرین امراض میں سے ہے۔ اور اس قسم کے بادشاہ نسب امراض کی ایک بہت بڑی فہرست ہے اور ان کی نسبت ان کتابوں میں خاص فصلوں میں حکمانے بڑی شرح و بسط کے ساتھ بحث کی ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت کے زائل ہو جانے کے باعث یہ امراض بھی رفتہ رفتہ معدوم ہوتے گئے اور آخر کار نہ مرض رہے نہ معالج۔ اس زمانے کے اہلخانے تو شاید ان کتابوں کو دیکھا بھی نہیں ہے۔ لیکن اہلخانے قدیم نے ان بادشاہ امراض کی کیا کیا نازک، غیر ممتاز، اور دل فریب علامتیں لکھی ہیں کہ جن کے دیکھنے سے ان بزرگواروں کی قابلیت اور جودِ طبع کا بہ خوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

اللہ اللہ، سلاطین ماضیہ ایشیائی کی کیا جلالت اور عظمت تھی کہ مرض میں ان کی مجرد نسبت سے ایک خصوصیت طبی پیدا ہو جاتی تھی، اور اس خصوصیت اور عظمت کا اثر آج تک اس قدر باقی رہ گیا ہے کہ اورنگ زیب سا پھوڑا داغ دار اور گل دار چہروں کا نقاب عظمت و زینت مآب بنا ہوا ہے ایک زمانہ وہ تھا کہ امراض کو سلاطین کی نسبت سے عزت حاصل ہوتی تھی اور ایک زمانہ یہ ہے کہ ہندوستان میں بہت سے واقف کار اور تجربہ کار شرفا بہت سے بادشاہ نسب لوگوں سے نسبت کرنے کو مصیبت و ذلت سمجھتے ہیں، گو وہ زبان سے اس کا اقرار نہ کریں۔ اب ہم ان بادشاہ نسب امراض کی جو ہماری تحقیق میں آئے ہیں، ایک فہرست مع فہرست کتب ذیل میں درج کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ جن حضرات کو ہم سے زیادہ فرصت اور سرمایہ کتب طبیہ ہے وہ ہماری اس تحقیق کو اپنی تائید سے اور زیادہ چمکائیں گے اور اہل ہند کی معلومات کو اس تاریخی مسئلے کی نسبت بڑھا کر ملک کو فائدہ پہنچائیں گے۔

اورنگ زیب پھوڑے کے ہم قالب امراض: کے کاؤسی کاہوس۔ تانا شاہی مالی خویلا۔ شدادی داد۔ چنگیز خانی بول الدم۔ شیر شاہی خارش۔ تیمور شاہی نفرس۔ سلیم شاہی گھیکا۔ فنا شاہی بواہیر۔ خلجی فالج۔ جشیدی رعشہ۔ بطلی موسیٰ ذیابیطس۔ رونی جلندھر۔ کالا پہاڑی بخار۔ رنجیتی ناخنہ۔

لندھوری ہیمنہ۔ نرودی آتشک۔ فرعونی رعونت۔ محمد شامی بحیہ الصوت۔ حجاجی ایلاؤس۔ یزیدی سوزاک۔ مروانی قونج۔ اردشیر ذبل۔ شاہ جہاں پھنسی۔ فرخ سیر دردسر۔ دارا شکوہ ریاچ افرسہ۔ (کوزہ پشتی) عظیم الشان سرطان۔ نور جہاں جھانیں۔ نادر بوا سیر۔ جہاں گیر اختلاج۔ منصور ماسور۔

شواہد کتب

معالجہ السلاطین فی امراض الحماطین۔ مخزن الامراض۔ فرہنگ دقیانوس۔ قرا با دین عادل شامی۔ نوادر اتہ عالی۔ تجربات جعفری۔ معالجات حکیم عبید زاکانی۔ شفاء السلطان صاحب قرانی ہندیہ العلاج ملا دو پیازہ ریگستانی۔ سفرۃ الامراض فنا شامی۔ لغات الامراض علامہ بیمارستانی قاضی الارواح حکیم غوث خاں سوداوی۔ مفاہیج الاموات ملا غسال الدین گورستانی۔ ہضہ الحلل فی حقائق الحلل حکیم فتح خاں اسہالی۔ قارورۃ القول فی تقریر البول حکیم مثانیہ الدولہ ریگستانی باؤ پدارتھ۔ مصنفہ بحث جی پدماند پر پون نگری۔

تبصرہ و کیفیت

مسلمانوں کے اولین طبقہ انگریزی خواں میں جناب آزاد کی ظرافت نویسی اور جدت طرازی بے حد مقبول و مطبوع ہو چکی ہے، اودھ پنچ (لکھنؤ) کے خاص نامہ نگاروں کی انجمن میں صدارت کے مسند نشین تھے، ان کی طبایعوں کے جوہر خیالات آزاد اور سوانح عمری آزاد کے پڑھنے سے کھلتے ہیں۔ بہت سے پیش نظر چمنستان سخن میں طرح طرح کی رنگینیاں اور نکل فشانیاں نوعیت خاص کا سہرا اپنے سر پر باندھے ہوئے ہیں۔ اختراع و ایجاد اور نئے القاب و محاورات کی ترجمانی ایسے دلچسپ اور خاطر نشیں انداز میں کی گئی ہے کہ باوجود اجنبیت الفاظ پرانی لکیر کے فقیر بھی ان سے بھڑکنے نہیں پاتے۔ راقم حروف کو اس موقع پر اتنے اور ایسے خیالات کا اظہار اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ آج کل جن اختراعات لفظی کو نو عمر انگریزی خواں پسند کرتے ہیں، وہ عام پسند ہونے

کے قابل نہیں۔ خصوصاً وہ ترکیبیں جو اصول ادب کی ضروری پابندیوں سے آزاد بنائی جاتی ہیں، جن کی مثالیں اسی سلسلے میں آئندہ ملیں گی۔ جناب آزاد کی اکثر تحریریں دلدادگانِ حسنِ فرنگ کی بے نقاب تصویریں ہیں جن کا اندراج کم از کم اس کتاب میں مناسب نہیں۔ بہت غور و تامل کے بعد دو چار نمونے منتخب کیے گئے ہیں جن کو اپنے اپنے موقع و محل پر ناظرین دیکھیں گے، اور چونکہ اب ان کی مطبوعات کم یا ب ہیں اس لیے یہ انتخابی طوالت ملائت کا باعث نہ ہوگی۔

نمبر شمار 20 : تصنیف : دیباچہ رباعیات شہباز

مصنف : نواب مولوی سید محمود آزاد، انسپکٹر جنرل رجسٹریشن کلکتہ و رئیس ڈھاکا

سن تصنیف : 1308ھ / 1890

مجموعہ عبارت

دیباچہ الزبایات : آج کل اردو نظم و نثر کی حالت میں حیرت انگیز اور ترقی خیز انقلاب ظاہری اور باطنی طور پر واقع ہو رہا ہے۔ مغربی انشا پردازی کا عمانِ رحمت نشان زور شور سے ہمارے خشک اور خزاں دیدہ مرغِ زارِ ادب کی طرف اٹھا آ رہا ہے۔ ہجومِ منفعت لڑم خیالات مغربی اور روشِ ہائے جدیدہ کی ہمارے ملک کے سخن دانوں کی محفلوں میں دھوم ہے۔ سخن گوئیوں اور سخن بنجیوں کے مذاقِ رنگِ شفق کی طرح جلد جلد بدل رہے ہیں۔ پرانی روشوں اور قدیم طرزوں کے عاشقِ نثر انقلاب سے متوالے ہو کر شاہراہِ انشا پردازی پر بے خلل نئی چالیں چل رہے ہیں۔ روشِ قدیم انشا کی اصلاح کا ہر چار طرف شور ہے۔ پرانے قیودِ شاعری کے بہ ضرورت اور بلا ضرورت توڑ ڈالنے پر بڑا زور ہے۔ شعرا عرائسِ مضامین کے سنگار کے اسبابِ ولایتی مشاطہ کی اونچی دکانوں سے فیاضانہ قیمت دے کر لے رہے ہیں نثار، مکالے۔ سروالٹر اسکاٹ، گولڈ اسمتھ، کارلائل ڈیکن، تھمپکے اور سوفٹ کی معنی خیز اور فصاحت ریز نثر کی طرزیں اڑا کر خوب خوب دادِ انشا پردازی دے رہے ہیں۔ تجربہ کار اور مشاق ناظموں نے بے وفائی کے ماتے پر کلنگ

کا ٹیکا لگا کر نہایت سنگ دلی سے اپنی پرانی روشِ سخن پردازِی کو ملک کے مذاقِ جدید کی متواتر، دل آزار، اور پر اثر چغلیوں سے مجبور ہو کر چھوڑ دیا ہے۔ اور خیالی انگلستان میں ولایتی پری و شان مضامین جادو اثر کی اداؤں سے متاثر ہو کر فرطِ جوش میں بہ مصداقِ کلِ جدید لذیذ بعض باکار اور منفعت بار مضمون نگاری کی طرز کو جذبِ شوق کی بے اختیاری میں اختیار کر لیا ہے۔ ہر پرانے خیال کے باجے سے نئے ساز کی آواز ایک نئے راگ میں آرہی ہے۔ قوم کے شلمہ مذاقِ سخن آفرینی کو نئی روشوں کی خوشبو بڑی تیزی سے باوصا کی سبک سوار یوں پر سوار ہو کر صبح و شام غیر محسوس انداز سے جارہی ہے۔ نئی روشوں کے بادۂ پرنگالی کے سرور لذت سور سے خم خانہ خیال کے طرزِ ریز ہال میں جدید انداز سے مہذب حال و قال ہے۔ نئی روش کے نئے مدرسوں، مولفوں، مصنفوں اور پریس کے نا تجربہ کار اور نو مشق قائم مقاموں کا نئی انشا پردازِی کے شوق کی پرلذت مضطرب ساز اور ہوش ربا گدگدی سے اکثر غلط اور صحیح ترجمے کی مزے دار غیر محسوس زحمت سہتے سہتے برا حال ہے۔ ایسے وقت میں ہمارے ملک کے قابلِ فوجوانوں کے سرمایۂ نازش و ناز جناب مولوی سید محمد عبدالغفور شہباز کا نادر، نو طرز اور دل پسند مجموعہ رباعیات ہم لوگوں کی دلی توجہ اور ہمدردی انگیز التفات کا مستحق ہے۔

نمبر شمار 21 : تصنیف : عجائبات امریکہ

مصنف : مترجمہ منشی اللہ دت، سابق ایڈیٹر اخبار پنجاب گزٹ سیال کوٹ

سنہ تصنیف : 1311ھ / 1894

مضمون عبارت

پانچواں باب : ہم ان لوگوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ جو گیند کھیلا کرتی ہے جس کے لیے ان کی قوم بڑی مشہور ہے، ملے۔ ان میں سے بعض پیدل تھے۔ بعض سوار تھے اور سواروں کے پیچھے ان کی خوش پوشاک عورتیں تھیں۔ یہ بہت مضبوط اور توانا قوم ہے اور ان کی ٹانگیں اور رانیں خوب موزوں ہیں۔ وہ بھڑکیلے رنگوں اور آراستگیوں کی بڑی مشتاق ہیں۔ چنانچہ جب ان کو جنگلات میں فاصلہ دراز پر دیکھیں تو وہ چمکتی اور خیالی چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک کے سر کے گرد قرمزی رنگ کا رد مال بندھا ہوا تھا، اور مرغ کی دم کے کالے پردوں کی کلنی اس کے سر پر

لگی ہوئی تھی، اور ایک نے پروں کی تہ ملنے کے سبب اپنی گہڑی میں ایک درخت کے چمکیلے خوشے کو لگایا ہوا تھا۔

چھٹا باب: صبح کے وقت وہ جماعت جس کے پیچھے ہم جا رہے تھے، اس دریا سے بھی جو جنگل میں سے ہو کر سیدھا دریائے ارکنا میں سے جا ملتا تھا گزر گئے۔ دو غلہ جو ہمارے ہمراہ تھا، کچھ دیر تک سوچتے ہوئے بول اٹھا کہ آج شکاری جن کا تعاقب ہم کر رہے ہیں اس راستے پر گئے ہیں۔ سوائے اس نو جوان جاہل دو غلے کے اس کے ساتھ رہنے کو کوئی محافظ یا ساتھی نہ تھا۔ اور اگر کوئی ساتھی تھا تو وہ نو جوان انڈین تھا۔ ایک لادو گھوڑا اور دو سواری کے گھوڑے اور اس کے ساتھ تھے۔ جن کو لے کر وہ اس جنگل کے درمیان جس میں بھیئیں اور جنگل کی روئیدگی بہ کثرت آگئی ہوئی تھی جانے والے تھے۔

دوران سفر میں جب کہ ہم ایک جنگل سے گزر رہے تھے ہمیں ایک متروک بھوکوں سے مردہ ہوا کتا ملا، جو راستے پر چلا آتا تھا اور اس کی آنکھیں سرخ اور حالت وحشیانہ معلوم ہوتی تھی۔ گواگلے بندو قیوں کے وہ بہت قریب آ گیا لیکن اس نے کسی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا۔ ایک بے پرواہی سے گھوڑوں کے درمیان چلا گیا۔ ہر کوئی پاگل کتا کہہ کر پکارنے لگا، اور ایک بندوق والے نے نشانہ باندھا، لیکن کمشنر کے حکم سے جو بڑا رحم دل آدمی تھا، باز آیا۔ اس نے کہا وہ اندھا ہے اور کسی انڈین کا کتا معلوم ہوتا ہے۔ اور بو، کو سونگھتے ہوئے اس کے پیچھے جا رہا ہے۔ ایسے وفادار حیوان کو مارنا بڑی بے رحمی ہوگی۔ سپاہی نے پھر بندوق کندھے پر اٹھالی اور کتا گھوڑوں کے درمیان سے بلا ضرر نکل گیا اور اپنی ناک زمین کی طرف کیے ہوئے اس سراغ پر چلا گیا اور کتے کی نادر مثل پیش کر گیا۔

تبصرہ و کیفیت

زندہ دلاں پنجاب کی خدمت اردو ہر طرح قابل اعتراف ہے۔ مگر راقم حروف مخلصانہ اتنی بات ضرور کہے گا کہ ایسے الفاظ کم از کم اپنی تصنیفات سے الگ رکھنے چاہئیں جن کو اہل زبان کا سواد اعظم نہیں بولے۔ مثلاً اس نے پہنا ہوا تھا۔ پرواہ۔ ہوا ہوا تھا۔ وغیرہ وغیرہ

نمبر شمار 22 : تصنیف : تنقیح حقوق نسواں المعروف بہ صیانت الایمان

مصنف : مولوی سید عبدالغنی عظیم آبادی بہاری

سنہ تصنیف : 1315ھ / 1898

نمونہ عبارت

مصنف رسالہ نے جو عقلی بحثیں تردید دلائل عقلیہ کے عنوان میں لکھی ہیں سب کی سب چند مغالطوں پر مبنی ہیں۔

پہلا مغالطہ یہ ہے کہ مجموعی فضیلت اور افرادی فضیلت میں خلط بحث کیا گیا اور دونوں کے فرق کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے۔ مردوں کی فضیلت کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ ہر ایک مرد ہر ایک عورت سے افضل ہے، بلکہ یہ معنی ہیں کہ چونکہ نوع انسان کی صنف ذکور میں سے اکثر افراد صنف اول صنف ثانی سے افضل ہے۔ مثلاً یہ جو کہا جاتا ہے کہ پنجاب کے سکھ بنگالیوں سے قوی و بہادر ہوتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ سکھوں میں سے اکثر فرد بنگالیوں کے اکثر فرد سے قوت و بہادری میں زیادہ ہیں، یا یہ جو واقعہ ہے کہ انگلستان والے ہندوستانوں سے علم و دولت میں زیادہ ہیں تو اس سے کوئی عقل والا یہ نہیں سمجھتا ہے کہ انگلستان کے خدمت گار، سائیس اور بھنگی بھی ہندستان کے بی۔ اے، ایم۔ اے سے علم میں اور محروا ہارس کے مہاجنوں اور سیٹھوں سے دولت میں بڑھے ہوئے ہیں۔ ایسے ہی کلموں کے بارے میں انگریزی کا یہ مقولہ ہے کہ ”استثنا سے خود قاعدے کا ثبوت ہوتا ہے۔ پس مفصل علیہ کے تھوڑے سے ایسے فردوں کا پایا جانا جو مفصل کی سی ماہہ النزاع بیاں خوبیاں رکھتے ہوں ایسے کچے کو توڑ نہیں سکتا۔“

دوسرا مغالطہ یہ ہے کہ فرقہ ذکور اور اناٹ کے تقابل میں اس اصول کا خیال نہیں رکھا گیا ہے کہ جہاں ایک صنف یا گروہ کا مقابلہ دوسری صنف یا گروہ سے کیا جاتا ہے تو وہی صورتیں صحیح مقابلے کی ہو سکتی ہیں۔ یا تو مجموعے کو مجموعے کے مقابلے میں دیکھا جائے۔ یا اگر فرد فرد کا مقابلہ کیا جائے تو ہر ایک صنف و گروہ میں سے ایسے ہی افراد لیے جائیں جن میں سے ہر ایک صنف متنازعہ فیہا کے سوا کل امور میں برابر ہو۔ مثلاً اتہات المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ و حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ، جناب

علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت صدیق رضی اللہ کے مقابلے میں دیکھنا چاہیے نہ کہ ابو جہل و ابولہب وغیرہ کے۔ اور رابعہ بصریہ و میمونہ السودا کو حضرت جنید و شبلی سے ملانا چاہیے نہ کہ نرود و فرعون سے۔ علی ہذا تیراہ۔ افغانستان و ترکستان کی عورتوں کا مقابلہ وہیں کے مردوں سے کرنا چاہیے نہ کہ بنگالہ اور شمالی افریقہ کے مردوں سے۔

تیسرا مغالطہ جس سے مصنف رسالہ نے اپنے جوابات میں بہت کام نکالے اور جس کو بار بار مختلف لفظوں میں ذکر کیا ہے۔ یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کی قوت جسمانی و دماغی دونوں کا فرق خلقی و فطری نہیں ہے۔ بلکہ ”خاص خاص قسم کے تمدن و معاشرت نے ہزار ہا صدیوں کے بعد اس قدر فراق پیدا کر دیا ہے جیسا کہ مختلف اقوام میں اس قسم کے عارضی فرق امتداد زمانہ سے پیدا ہو گئے ہیں۔“ ادنیٰ تاہل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ قول بالکل دھوکا ہے اور سچائی سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا۔

تبصرہ و کیفیت

صوبہ بہار، اگرچہ چند سال سے بنگال کا جزو نہیں رہا ہے، تاہم وہاں کی عام طرز معاشرت و مدنیت اڑیسہ اور کلکتے سے زیادہ فرق نہیں رکھتی، لیکن طریقہ باند و بود سے قطع نظر کر کے سلیقہ گفت و شنید کو دیکھا جائے تو صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ سے ملحقہ نظر آتا ہے۔ خصوصاً ضلع عظیم آباد پٹنہ ہر حیثیت سے ممتاز ہے۔ ایک دو نہیں سیکڑوں اہل قلم آج سے نہیں بلکہ مدت بعید سے فصیح و سلیس اردو نگار وہاں پائے جاتے ہیں۔ اس دعوے کے ثبوت میں غائر تلاش و جستجو کی ضرورت نہیں، تمام ہندوستان میں وہاں کے اہل قلم اپنی مقبول تصانیف کی بدولت پھیلے ہوئے ہیں۔ من جملہ ان کارناموں کے پیش نظر نمونہ ہی اثبات دعویٰ کے لیے حجت کافی ہے۔ اس کے مصنف متعدد اور مفید کتابوں کے مترجم و مولف ہیں، مزید تعارف کے لیے یہ اطلاع مناسب ہے کہ پٹنہ کے مشہور اخبار الپنج کے بانی اور پہلے ایڈیٹر آپ ہی تھے۔ چونکہ اس مجموعے میں نثر اردو کی تاریخی حالت دکھائی

مقصود ہے اور عام صوبوں کے مختلف نمونوں کی کثرت زیادہ ہوتی جاتی ہے اس لیے صوبے دار ہر صنف کے نمونوں کا پیش کرنا طولِ مُبیل سمجھا گیا۔
 ورنہ بمصرین اردو میں کون ہے جس کو شمس العلماء مولوی سید امداد امام صاحب اثر، سید علی محمد شاہ، حافظ فضل حق صاحب آزاد اور حضرت صفیر مرحوم بلگرامی وغیرہ کی سرپرستی اردو پر نظر نہیں۔

نمبر شمار 23 : تصنیف : نگارستان، مطبوعہ 1342ھ/1924

مصنف : نیاز محمد خاں نیاز فتح پوری، ایڈیٹر نگار

سنہ تصنیف : 1330ھ/1913 مطبوعہ رسالہ نقاد، آگرہ

نمونہ عبارت

”ایک پارسی دوشیزہ کو دیکھ کر“: سیر کرنے والی عالم نور کی شہزادی، ایک نور پاش،
خراں پیکر آتش، اک بے خبر، مصروف تماشا روشنی کی پتلی، ایک گلابی رنگ میں ڈوبی ہوئی برق
 متحرک مجھ میں اپنے اشارہ مبہم سے ایک انجذابِ مضطر پیدا کر رہی ہے، اور میں ہوں کہ اس
 قوتِ مجہول کی طرف کھنچا جا رہا ہوں۔

روشنی کی تیز کرنیں، مجھے اک مودب قاصدے پر روکے ہوئے تڑپ رہی ہیں۔ تڑپاری
 ہیں، وہ برق پاش نگاہیں، وہ حیات سوز نظریں میرے اعماقِ دل سے ہو کر گزر رہی ہیں اور میں
 اس کے شعلے بے رنگ کی پرستش کر رہا ہوں۔

آہ یہ نزہت بارہستی، یہ مصفا ترکیب عناصر، یہ شاداب حسن رواں میرے وجود کو
 میری روح لرزاں کو مسحور کر رہا ہے، اپنی آنکھوں کے خندہ سیال سے اپنے بالوں کی بوئے شگفتگی
 سے، اپنی شان بے خبری سے اپنے خرام وقار سے، اپنے کان کے متبسم آویزی سے اپنی بلوریں
 کلائیوں سے، اپنی گوری گردن سے، میری روح پاس پاس ہو کے، اپنے نقطہ کشش سے مل رہے
 ہیں، اور خاک ہو ہو کر اس کے نازک قدموں کے نیچے فنا ہوتی جا رہی ہے۔

اے نقری آواز والی دوشیزہ ہائے ہر سانس کے ساتھ سینے کو ابھار کے دماغ سے قوت

احساس چھین لینے والی تصویر خراماں، اے شانوں پر چھوٹی ہوئی زلفوں کے پر لگا کر اڑنے والی پری، اے کالی پتلی والی، لابی پلکوں والی، نازک کمر والی، ٹھہر، ٹھہر، میں بھی تیرے ساتھ تیرے سک خرام وجود کے ساتھ، تیرے یاسینی شباب کے ساتھ چلتا ہوں تو چلتی چلتی کھڑی ہو کر نغمہ نہ سن، تو خود اک شعر ہے ذی حیات، موسیقی ہے خراماں، تو مجھے دیکھ کر ایسی نہ بن کہ گویا مجھے نہیں دیکھتی، میری روح بے آرزو، اک آرزوئے بے روح ہے، جس کو ہوائے مٹ جانے اور برباد ہو جانے کے اور کچھ نہیں آتا۔ اپنے وجود کا صدقہ نہ بہت اپنی ہستی کا صدقہ نہ اکت ایک زخم کاری اور خدا کرے، تیری شکستگی قائم رہے تجھ کو یہ تیری آگینی مبارک ہو، اور مجھ ایسے، مجھ ایسی روح والے لاکھوں روز تیرے اس حسن دشوار پر قربان ہوتے رہیں۔

تبصرہ و کیفیت

یہی وہ اردو رویشیں ہیں جن کی دیکھا دیکھی محض ضد اور قوی پاس داری کی وجہ سے بعض ہندو اہل قلم نے بھی منکرت کے کریہہ اور سنگلاخ الفاظ سے اردو کو لڈھڑکنا شروع کر دیا۔ کاش بلخائے مسلم اس نکتے پر نظر کرتے۔

نمبر شمار 24 : تصنیف: تذکرہ

مصنف : ابوالکلام احمد مخی الدین آزاد

سنہ تصنیف : 1337ھ/1919

نمونہ عبارت

انسان کے لیے معیار شرافت جو ہر ذاتی اور خود حاصل کردہ علم و عمل ہے نہ کہ اسلاف کی روایات پاریہ اور نسب فروشی کا غرور باطل۔ ہم کو ایسا ہونا چاہیے کہ ہماری نسبت سے ہمارے خاندان کو لوگ پہچانیں، نہ یہ کہ اپنی عزت کے لیے خاندان کے شرف رفتہ کے محتاج ہوں؟

ارباب ہمت نے ہمیشہ اپنی راہ خود نکالی ہے اور اپنی عظمت و رفعت کی تعمیر صرف اسی سامان سے کی ہے جو خود ان کا بنایا ہوا تھا۔ نپولین کا ایک قول مجھے نہیں بھولنا۔ فتح پر ویشیا کے بعد جب فریڈریک اعظم کی قبر پر گیا تو دیکھا کہ فریڈریک کی تلوار قبر پر لٹک رہی ہے۔ نپولین نے تلوار اتار کر ایک

ساتھی کے حوالے کی اور کہا کہ پیرس کے عجائب خانے کی نذر کروں گا۔ یہ سن کر جنرل نے کہا ”اگر مجھ کو ایسی با عظمت اور تاریخی تلوار ملتی تو میں کبھی کسی دوسرے کو نہ دیتا“ پولین نے کہا ”کیا میرے پاس میری تلوار نہیں ہے؟“

خاندان کے فخر کا بت بھی دنیا کے عہد جاہلیت کی ایک یادگار مشہوم ہے، اور اسلام نے انسان کے بہت سے بنائے ہوئے بتوں کے ساتھ اس کو بھی توڑ دیا تھا، بہت ممکن ہے کہ کل کو ایک نو مسلم چار اپنے حسن عمل سے وہ مرتبہ پائے جو شیخ الاسلام کی اولاد کو نصیب نہ ہو، یہ کل کو ہونے والی بات ہے، اور آج بھی دنیا میں دیکھ رہے ہیں کہ ”عمل“ کا فرشتہ کتنے ہی بڑوں کو چھوٹا کرتا ہے اور کتنے ہی چھوٹوں کو بڑا بناتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی فطرتی ترقی اور قدرتی حقوق کے قیام کے لیے نسب و خاندان کے امتیاز باطل سے بڑھ کر اور کوئی ردک نہیں ہو سکتی، یہی چیز ہے جو انسان کو اس کی ذاتی قوتوں کے استعمال اور ان کے ثمرات سے محروم رکھنا چاہتی ہے، اور اس خلاف فطرت راہ کی طرف رہ نمائی کرتی ہے کہ ایک شخص کو باوجود عدم استحقاق ذاتی مستحق شرف سمجھا جائے اور دوسرے کو باوجود استحقاق ذاتی محروم کر دیا جائے۔ اسلام نے اِنَّا اَكْرَمُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اتَّفَقْتُمْ اور لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کے قانون عام کا اعلان کر کے اسی مہلک انسانیت روگ کو مٹانا چاہا، اور قرآن نے بتلایا کہ دنیا کی تمام قدیم صداقتیں بھی اسی قانون کی طرف دعوت دیتی رہی ہیں۔ پس الحمد للہ کہ نہ اس کی طلب ہے اور نہ اس پر اعتماد، اور نہ نا اہلوں کے اس فریب عزت اور سیراب شرف کی ضرورت طلب جس کو ہر مقصود کی ہے وہ توفیق عملی ہے، اور اگر کچھ اعتماد ہے تو اپنی عجز و شکستگی اور اس کی نظر کرم کی عاجز نوازیوں پر۔

ان اوراق پریشان کی تالیف کا باعث ایک دوست عزیز کا اصرار تھا، اب وہ مصر ہیں کہ خود اپنے خیالات بھی قلم بند کروں، اس تمام داستان سرائی کے اہتمام سے ان کا اصلی مقصد یہی تھا، ہر چند معذرت کی مگر مسموع نہ ہوئی۔ ناچار تعمیل فرمائش کے لیے مستعد ہونا پڑا۔ کئی سو صفحے روشن دلائل سلف کے تذکرہ آثار و مناقب سے نورانی ہو چکے ہیں۔ اب دو چار صفحے اپنی سیر رویوں سیر بختیوں کے سوادِ تحریر سے بھی سیاہ کرنا ہوں کہ تعرف الاشیاء باضدادہا۔

یہ غریب الدیار عہد، وفا تا آشنائے عصر بیگانہ خویش، و نمک پروردہ ریش معمورہ
 تمنا، و خرابہ حسرت کہ موسوم بہ احمد مدعو بہ ابی الکلام ہے۔ ذوالحجہ 1305ھ مطابق 1888
 میں ہستی عدم سے اس عدم ہستی نما میں وارد ہوا، اور تہمت حیات سے متہم۔ والد مرحوم نے
 تاریخی نام ”فیروز بخت“ رکھا تھا۔ میرے خاندان میں تین مختلف خاندان جمع ہوئے ہیں اور
 تینوں خاندان ہندستان و حجاز کے ممتاز بیوسو علم و فضل اور اصحاب ارشاد و ہدایت میں سے
 ہیں۔ میری والدہ حضرت شیخ محمد بن ظاہر وتری مفتی مدینہ منورہ کی بھانجی تھیں جو گزشتہ دور کے
 اکثر علما حجاز کے استاد حدیث اور شیخ عبداللہ سراج کے بعد مکہ معظمہ کے آخری محدث تھے۔
 میرے دادا مولانا محمد ہادی دہلی مرحوم کے ایک مشہور خاندان علم و فضیلت سے تعلق رکھتے
 تھے۔ والد مرحوم کے نانا رکن المدرسین مولانا منور الدین اپنے عہد کے مشاہیر علم و درس اور
 اصحاب طریقت و سلوک میں سے تھے۔ ان کا شمار حضرت شاہ عبدالعزیز کے اجلہ متلاندہ میں
 تھا، اور سلطنت مغلیہ کے آخری رکن المدرسین تھے۔ ان کے والد مولانا رشید الدین صوبہ
 لاہور کے قاضی القضاۃ اور احمد شاہ ابدالی کی جانب سے نائب السلطنت پنجاب کے مشیر تھے،
 اور ان کے والد شیخ صدر الدین ہرات کے مشائخ طریقت میں معدود، اور وہاں کے خاندان
 قضا کے ایک رکن تھے۔ آبائی وطن دہلی مرحوم ہے۔ مگر وطن مادری سرزمین مطہر طیبہ، و دار الحجۃ
 سید الکونین، و شہرستان نبوت و وحی ہے۔ قبلہ عبادت گزاران عشق و کعبہ نیاز مندان شوق۔ علی
 صاحبہا الصلوٰۃ و التحیۃ۔ مولد و منشا طفولیت وادی غیر ذی زرع عند بیت اللہ الحرام ہے یعنی
 مکہ معظمہ زاد اللہ شرفا و کرمہ۔ محلہ قدوہ۔ متصل باب السلام۔

تبصرہ و کیفیت

عصر حاضر میں مولوی ابوالکلام آزاد کو آسان سے آسان اور
 مشکل سے مشکل زبان بولنے اور لکھنے پر یکساں قدرت حاصل ہے۔ یہ نمونہ
 ان کی آسان اور سلیس اردو کا ہے۔ دوسرے موقع پر وہ انداز بھی پیش کیا
 جائے گا جس کی طرز تحریر انھیں کے لیے مخصوص ہے اور اس کی غلط تقلید سے
 بعض اہل قلم جادہ اعتدال سے ہٹ گئے ہیں۔

نمبر شمار 25 : تصنیف : مصطلحات اردو
مصنف : منشی اشرف علی اشرف لکھنوی
سنہ تصنیف : 1307ھ / 1890
مجموعہ عبارت

اشرف! زباں آوری سے منہ موڑو، جو کچھ کہنا ہے کہو، سچی بات تو یہ ہے کہ زبان اردو وہ پیاری اور ہر دل عزیز زبان ہے کہ جس نے ایک عالم کے دلوں کو لبھا لیا ہے۔ روئے زمین پر اپنا سکھ دیا ہے۔ تمام زبانیں اس کے سامنے بے کام ہو گئی۔ اردوئے معلیٰ کا طوطی بولنے لگا۔ جہاں میں ہر طرف ڈنکا بجنے لگا۔ سارے جہاں میں جہاں دیکھیے، اردو ہی اردو ہے۔ اخبارات اسی زبان میں جاری ہوئے، کتابیں تالیف ہوئیں، شعرائے ہند نے تو اور بھی فصاحت و بلاغت کوٹ کوٹ کر بھردی، عمدہ عمدہ محاورات اور اصطلاحات ایجاد کیے۔ تھخہ تھخہ کنایات و اشارات پیدا کیے کہ سن کر دل پھڑک جائے۔ ایک مدت تک عروج ہی ہوتا گیا مگر اب تھوڑے عرصے سے اس اردو پر آفت آگئی ہے، نئے طرز کے لوگ برباد کیے ڈالتے ہیں، موٹی موٹی لفظیں بھدے بھدے محاورے اس میں ملائے ہیں۔ بے ترکیبی سے نئی نئی ترکیبیں اختراع کی ہیں۔ روز بہ روز بھونڈی بھونڈی بندشیں ایجاد ہوتی ہیں۔ یہ قول شخصے اگرچہ گندہ مگر ایجاد بندہ کہ جس سے اردو کا ستیا ناس ہوتا جاتا ہے۔

نمبر شمار 26 : تصنیف : کاشف الحقائق معروف بہ بہارستان سخن (جلد اول)

مصنف : شمس العلماء مولوی سید امداد امام اثر متوطن نوروہ

سنہ تصنیف : 1315ھ / 1897

مجموعہ عبارت

یہ رسالہ نہ بہ سبیل تذکرہ لکھا جاتا ہے اور نہ علم عروض سے اس کو کسی طرح کا تعلق ہے۔ اس رسالے کے ملاحظے سے حضرات ناظرین پر روشن ہوگا کہ شاعری کیا شے ہے۔ اس کی کئی قسمیں ہیں، ہر قسم کا کیا تقاضا ہے، اور دونوں سے کیا نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ قصیدہ، مثنوی، غزل، رباعی، مراثی وغیرہ کا کیا انداز ہونا چاہیے..... شاعری کی تعریف آئندہ آتی ہے، مگر یہاں چند امور جو شاعری سے متعلق ہیں، اندراج پاتے ہیں۔

ارباب واقفیت سے پوشیدہ نہیں ہے کہ شاعری کا احاطہ اس قدر وسیع ہے کہ اس کے اندر مضامین اللہ و ماسوئی اللہ سب کی گنجائش دیکھی جاتی ہے، اسی سے شاعری کی عظمت اور بلند پائی عیاں و آشکارا ہے، شاعری کو ایسے مضامین سے جیسے توحید، عدل، ذات، صفات، وجود، عدم، قدم، حدوث، کون، فساد، جبر، اختیار، تقدیر، تدبیر، بقا، فنا، جزا، سزا، حشر، نشر، جعل، خلق، زمان، مکان، صورت، ہیولی، جوہر، عرض، روح، جسم، ثواب، عذاب، دنیا، عقبی، حافظہ، خیال، وہم، عقل، ہوش، ایمان، خلوص، حیا، وفا، قہر، غضب، حلم، صبر، رضا، شکر، ہمت، شجاعت، سخاوت، مردت، حسد، بغض، جبین، فحل، حرص، طمع، ہوا، ہوس، حسرت، عشق، جنون، رنج، ملال، رغبت، نفرت، رشک، غرور، شمس، قمر، کواکب، ثوابت، سیار، قوس، قزح، بروج، قطب، ہوا، برق، باراں، جبال، بحور، سبزہ زار، دست، ہاموں، صحرا، وحش، طیور، حجر، شجر وغیرہ وغیرہ ہیں۔ کافی طور پر مطلع رہنا چاہیے۔ پس جب اس طرح کے مختلف انداز کے مضامین احاطہ شاعری میں داخل ہیں تو ضرور ہے کہ ایسے مضامین کی تقسیم کوئی علمی طور پر عمل میں لائی جائے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ اگر کسی شاعر نے کسی مضمون کو باندھا ہے تو وہ از روئے تقسیم کے کس قسمت میں داخل ہوتا ہے اور جب مختلف اقسام کی شاعری کا مختلف تقاضا ہے تو اسی تقسیم کے رد سے یہ امر بھی دریافت میں آ سکتا ہے کہ آیا وہ مضمون اس قسم شاعری کے تقاضے کے موافق اپنے محل پر بندھا ہے یا نہیں۔ اس تقسیم کے سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ماسو اللہ یعنی مخلوقات خداوندی پر ہم لوگ غور کریں اور دیکھیں کہ ماسو اللہ کی خلقت کس نہج پر واقع ہوئی ہے، چنانچہ ہم فلسفی کی آنکھ سے ماسو اللہ کو دیکھتے ہیں تو مخلوقات خداوندی کو دو نہج پر واقع پاتے ہیں۔

نمبر شمار 27 : تصنیف: فن شاعری

مصنف : مرزا سلطان احمد فرزند اکبر مرزا غلام احمد قادیانی

سنہ تصنیف : 1325ھ / 1907

ضمیمہ عبارت

”شاعری کی ضرورت“ دونوں صورتوں میں یہ سوال ہو سکتا ہے۔

نثر کی کیا ضرورت ہے؟ شاعری کی کیا ضرورت ہے؟

جو جواب ضرورت نثر کے مقابلے میں ہے، وہی جواب ضرورت شاعری کے مقابلے میں بھی دیا جاسکتا ہے۔ نثر کی اس واسطے ضرورت ہے کہ ہم اپنے ذخائر علمی کی حفاظت اور اظہار بہ جزا اس کے نہیں کر سکتے یا ہم اپنے خیالات کا اظہار اس کے ذریعے سے کرتے ہیں اور وہ ہمارے کل برے بھلے معلومات کی ضامن اور کفیل ہے۔

شاعری کی اس واسطے ضرورت ہے کہ ہم مضامین نثری کی تلخیص اور تخصیص اس کے ذریعے سے کرتے اور ایک نفیس صورت میں اسے لوگوں تک موثرانہ پیرائے میں پہنچاتے ہیں اور اس کے ذریعے سے ہماری قوتِ مخیلہ جوش میں آتی ہے۔ نثر عام مضامین پیش کرتی ہے اور شاعری وہ خاص مضامین جمع کر کے دکھاتی ہے جس سے دنیا اور دنیا کی زندگی کا فلسفیانہ اصول ظاہر اور معلوم ہوتا ہے اور اس سے ہماری مایوسی کا اظہار اور ہماری تفریح اور صوفیانہ زندگی کی بنیاد پڑتی ہے۔

نمبر شمار 28 : تصنیف : شعر العجم (حصہ اول)

مصنف : شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی

سنہ تصنیف : 1325ھ / 1900

موضوع عبارت

شعر کی حقیقت : چونکہ مدت سے علم کی کمی اور طبیعتوں کی بد مذاقی نے شمر کی حقیقت پر پردہ ڈال دیا ہے، اس لیے ضرور ہے کہ پہلے شمری حقیقت سے بحث کی جائے تاکہ ایک صحیح معیار قائم ہو.....

شاعری کی حقیقت اور اس کی ماہیت پر سب سے پہلے ارسطو نے بحث کی، چنانچہ اس نے خاص اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی جس کا نام ”بوطیقا“ ہے، اس کتاب کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا، اور ابن رشد نے اس کی تلخیص کی۔ اس تلخیص کے جتہ جتہ حصے پروفیسر شیخوپورس نے اپنی کتاب علم الادب میں جو بیروت میں چھپ گئی ہے، شامل کیے ہیں۔ افسوس ہے کہ چونکہ مسلمانوں نے ارسطو کی ادبی تصنیفات کی طرف التفات نہیں کیا، اس لیے شاعری کے متعلق ارسطو کے جو خیالات تھے وہ مسلمانوں میں بالکل پھیل نہ سکے۔ کتب ادبیہ میں شاعری کی جو تعریف کی گئی ہے اور

وہی عام و خاص کی زبانوں پر جاری ہے کہ ”کلام موزوں اور متکلم نے بہ ارادہ موزوں کیا ہو“۔ لیکن یہ تعریف درحقیقت عامیہ تعریف ہے، آج تو یہ مسئلہ بالکل فیصل ہو چکا ہے، لیکن قدما کے کلام میں بھی اس کے اشارے بلکہ تصریحات پائی جاتی ہیں کہ شاعری صرف وزن و قافیہ کا نام نہیں۔

کتب ادبیہ میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ حضرت حسان بن ثابت کے صغیر اس بنچے کو بھڑنے کاٹ کھایا، وہ حسان کے سامنے روتا ہوا آیا کہ مجھ کو ایک جانور نے کاٹ کھایا ہے۔ حسان نے جانور کا نام پوچھا، وہ نام سے واقف نہ تھا، حسان نے کہا، اچھا اس کی صورت کیا تھی؟ بنچے نے کہا۔ کانہ ملتف ببردی حبرہ یعنی ”گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ خط خط چادروں میں لپٹا ہوا ہے۔“ چونکہ بھڑوں کے پروں پر رنگین دھاریاں ہوتی ہیں اس لیے خط خط چادر سے تشبیہ دی۔ حسان اچھل پڑے اور خوشی کے جوش میں کہا کہ واللہ صار ابنی الشاعر یعنی خدا کی قسم میرا بیٹا شاعر ہو گیا۔“ فقرہ موزوں نہ تھا لیکن چونکہ نہایت عمدہ تشبیہ تھی۔ حسان نے سمجھا کہ بنچے میں شاعری کی قابلیت موجود ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل عرب کے نزدیک شعر کی اصلی حقیقت کیا تھی۔ شعرائے فارس کے نزدیک بھی شاعری دراصل تخیل کا نام تھا۔ نظامی عروضی سرقندی جو بہت بڑا شاعر اور نظامی گجوی کا معاصر تھا اپنی کتاب چہار مقالہ میں لکھتا ہے:

اس تعریف کا ماحصل یہ ہے کہ شاعری اس کا نام ہے کہ مقدمات موزوں کی ترتیب سے اچھی چیز بدنام اور بری چیز خوش نما ثابت کی جائے، جس سے محبت و غضب کی قوتیں مشتعل ہو جائیں۔

نمبر شمار 29 : تصنیف : امیر اللغات (حصہ اول)

مصنف : منشی امیر احمد امیر میناکی

سنہ تصنیف : 1309ھ / 1819

مجموعہ عبارت

میں نے ہوش سنبھالا، آنکھیں کھولیں تو یہ دیکھا کہ اچھے اچھے اہل زبان اور زبان داں سرزمین سخن کے فرماں روا ہیں، انھیں صحبتوں میں اردو زبان کی چھان بین کا شوق مجھے بھی ہوا، اور اسی زمانے میں یہ آرزو پیدا ہوئی اور بڑھ کر بے چین کرنے لگی کہ اردو الفاظ کے بکھرے ہوئے

موتیوں کی ایک خوش نما لڑی بناؤں۔ اتنے میں لکھنؤ کی سلطنت مٹ گئی اور غدر ہو گیا، وطن کی تباہی اور گھر بار کے لئے سے چندے حواس ہی جمع نہ ہو سکے الفاظ کیسے! لیکن اس آرزو کی آگ دل میں سلگتی رہی، یہاں تک کہ فردوس مکاں نواب محمد یوسف علی خاں بہادر والہی رام پور نے مجھے طلب فرما کر عزت کا خلعت اور اطمینان کا سرمایہ دیا۔ تب میں پھر اپنی تمنا کے سلسلے کو بڑھانے لگا مگر اس زمانے میں رام پور کی عدالت دیوانی مجھ سے متعلق تھی، نواب فردوس مکاں اپنے کلام میں بھی مشورہ فرماتے تھے اور فن شاعری کے شغلے جو نئی نئی شکلوں سے پیش آتے تھے وہ یوں بھی کم فرصتی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اتنی مہلت تو میں نہ پاسکا کہ اپنے ارادے کو پورا کروں تاہم کچھ کچھ شغل چلا گیا۔ جب غلد آشیاں نواب کلب علی خاں بہادر کا عہد آیا تب فرصت کی کمی اور بڑھی، لیکن کچھ ہی ہوا یہاں وہی دھن بندھی رہی۔

1884 میں علوم کے قدردان سر آفرڈ لائل صاحب بہادر ولفٹن گورنر ممالک مغربی و شمالی و چیف کمشنر اودھ نے نواب غلد آشیاں طالب شاہ سے اردو کے ایک جامع لغت کی فرمائش کی۔ نواب غلد آشیاں نے مجھے حکم دیا، یہاں تو یہ تمنا ہی تھی فوراً ”آنکھ“ کے لفظ کا ایک نمونہ تیار کیا۔ خدا سے امید ہے کہ یہ لغت اردو زبان کے متعلق مدرسوں اور مکتبوں میں طلبہ کو مطالعہ کتب میں ماسٹروں اور معلموں کو درس و تدریس میں شعرا کو ضروریات شاعری میں، نثریوں کو نثر نگاری میں، غیر زبان داں کو تکمیل زبان میں اور عام طور پر ہر مشتاق زبان کو فائدہ پہنچائے گا۔ کچھ یوں اور دفتروں میں بکار آمد ہوگا، غیر ملک والوں کو ہندوستانیوں کے امور خانہ داری اور ان کے طریقہ زندگی، ان کے اخلاق، ان کی رسمیں، ان کے خیالات وغیرہ وغیرہ کا پتہ دے گا۔ جہاں اختلاف ہوگا وہاں فیصلہ کرنے میں مدد دے گا۔ اس لیے کہ مولف نے اپنے معلومات کے علاوہ بہت سے مستند اور لائق لوگوں کے تصانیف نظم و نثر میں جو کچھ متفرق طور پر تھا اس کو اس میں یکجا کر دیا ہے۔

تبصرہ و کیفیت

دورِ پنجم کی کتاب ”انتخاب یادگار“ نمبر 61 بھی امیر مینائی کی مولفہ کتاب ہے۔ انیس برس کے نقاد ستو زمانی سے جس قدر فرق زمانی ہوا ہے اس کا اندازہ اس کتاب (امیر اللغات) کے انداز بیان سے کیا جاسکتا

ہے۔ یہ اثر عام طور سے بیسویں صدی (دور ششم) میں پایا جاتا ہے۔ کے
صرف دو حصے (الف مقصورہ و ممدودہ) مولف مرحوم کی زندگی میں طبع ہوئے
تھے، وہی اس وقت موجود ہیں، باقی حصص لغت غیر مطبوعہ سنے جاتے ہیں۔

نمبر شمار 30 : تصنیف : فرہنگ آصفیہ

مصنف : خاں صاحب مولوی سید احمد دہلوی

سنہ تصنیف : 1326ھ / 1908

مضمون عبارت

فرہنگ آصفیہ میں کیا کیا ہے؟ : تذکیر و تانیث کی تمیز اہل دہلی و لکھنؤ کے موافق اس
میں موجود ہے، زبانوں کا فرق اور ان کی اصلیت کا پتا اس سے لگتا ہے۔ عام محاورے اس میں درج ہیں۔
خاص خاص محاورے اس میں داخل ہیں۔ فقیروں کی صدائیں اس میں سن لو۔ سودے والے کی آوازیں
اس میں دیکھ لو۔ دل لگی اس میں ہے، طرافت اس میں ہے۔ بعض بعض موقعوں پر جوار یوں، ٹنگوں،
دلاکوں، چابک سواروں، بد معاشوں مختلف پیشہوروں کے وہ ملتے جلتے روز مرے جن کے جاننے سے اکثر
انسان دھوکا کھا جاتا ہے، بہ ترتیب حروف اس کتاب میں شامل کر دیے ہیں۔ جو لفظ جس درجے کے
آدمیوں میں مروج ہے وہ انھیں کے نام سے لکھا گیا ہے۔ عورتوں کی بولی اس میں نہیں چھوڑی۔ جاہلوں
کی باتوں سے اس میں پرہیز نہیں کیا۔ ہاں اگر چھوڑا ہے تو مغلطات اور فحش چھوڑا ہے۔
تبصرہ و کیفیت

اردو زبان میں اس وقت جتنی کتب لغت لکھی گئی ہیں ان میں
فرہنگ آصفیہ کے سوا کوئی کتاب تمام حروف کی ترتیب پر اس تفصیل و تشریح
کے ساتھ حاوی نہیں، اگرچہ اس میں کہیں کہیں فاش غلطیاں اور خامیاں رہ
گئی ہیں، پھر بھی بہ کثرت مترادف اور مفید الفاظ کا ذخیرہ اس میں موجود
ہے۔ چار جلدوں میں یہ کتاب منقسم ہے مگر اب بہت کم یاب ہے۔
(قوی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی سے تین جلدوں میں شائع ہو
گئی ہے۔ مرتب)

نمبر شمار 31 : تصنیف : مصباح القواعد

مصنف : مولوی فتح محمد جالندھری

سنہ تصنیف : 1322ھ / 1904

نمونہ عبارت

حروفِ جمعی: انسان کی زبان سے جو مختلف آوازیں نکلتی ہیں، ان کو لفظ کہتے ہیں، اور زبان و دہان کے اختلاف جنش سے آوازوں میں جو فرق پیدا ہوتے ہیں ان کا نام حرف ہے۔ انہیں حرفوں کو جو منہ اور زبان اور گلے میں ذرا ذرا فرق سے نئے نئے پیدا ہو جاتے ہیں۔ حرفِ جمعی یا حروفِ ہجا کہتے ہیں..... بعض حرف ایسے ہیں کہ ایک زبان میں آتے ہیں دوسری میں نہیں آتے، تو جس زبان میں آتے ہیں خاص اس زبان کے حرف کہلاتے ہیں۔ جیسے ٹ، ج، ذ، ص، ض، ط، ظ، ع، ق۔ یہ نو حرف خاص عربی زبان کے ہیں، اس لیے کہ فارسی زبان میں نہیں آتے۔ اور حرف پ، چ، ژ، گ، خاص فارسی کے حرف ہیں، اس لیے کہ عربی میں نہیں بولے جاتے۔ مگر ہندوستانی زبان کے مقابلے میں حروفِ تسعہ خاصہ عربی میں سے ق اور حروفِ اذبعہ خاصہ فارسی میں سے پ، چ، گ ان چار حرفوں کی کچھ خصوصیت نہیں، اس لیے کہ یہ حرف جیسے عربی اور فارسی زبان میں بولے جاتے ہیں، ویسے ہی ہندوستانی زبان میں بولے جاتے ہیں، جیسے تڑاق۔ پڑاق، چلنا، گلنار۔ ژ البتہ فارسی سے مخصوص ہے۔ ٹ، ڈ، ژ اور تمام وہ حروف جن میں ہ کی آواز ملی ہوئی ہوتی ہے۔ خاص ہندوستانی زبان کے حرف ہیں اس لیے کہ یہ حروف نہ عربی میں آتے ہیں نہ فارسی میں، صرف ہندوستانی زبان میں بولے جاتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں پر جو حروف زبان عربی یا فارسی یا ہندی سے مخصوص بیان کیے گئے ہیں، وہ انہیں زبانوں کے لحاظ سے مختص ہیں۔ ورنہ یہ حرف اور زبانوں میں بھی آتے ہیں۔ مثلاً چ اور ق ترکی زبان میں آتے ہیں، اور ٹ، ڈ انگریزی میں بھی۔

نمبر شمار 32 : تصنیف: قواعد اردو

مصنف : مولوی عبدالحق بی اے آنریری سکریٹری انجمن ترقی اردو

سنہ تصنیف : 1330ھ / 1914

نمونہ عبارت

”ہجا“: یہ حرف جو ہر ملک کے لیے مخصوص کیے گئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آوازیں آب و ہوا وغیرہ کے وجوہ سے ان لوگوں کے گلوں سے بہ آسانی نکلتی ہیں، مگر دوسرے ممالک کے لوگ انھیں وجوہ سے ان کو ادا نہیں کر سکتے، یا بہ دقت ادا کرتے ہیں۔ انسان کا گلا آلہ موسیقی کے اصول پر بنا ہے اور اسی طور سے اس میں تار بھی بندھے ہوئے ہیں۔ سانس کے ہوا میں ملنے سے زبان، تالو، ہونٹ، دانت، اور خلائے دہن کی مدد سے آواز میں مختلف قسم کی تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اردو، فارسی، عربی حروف پر اگر نظر ڈالی جائے تو گویا وہ دیکھنے میں مختلف آوازوں کی علامت ہیں۔ لیکن درحقیقت ان حروف کے نام سے کوئی سادہ آواز پیدا نہیں ہوتی، بلکہ وہ خاصے الفاظ ہیں۔ مثلاً الف۔ عین۔ جیم وغیرہ وغیرہ حروف نہیں بلکہ پورے الفاظ ہیں چہ جائے کہ ان سے سادہ آوازوں کا کچھ بھی خیال پیدا ہوتا ہو۔ اس کی وجہ بلاشبہ یہ ہے کہ اس زمانے کی یادگار ہیں جب کہ اس قسم کی تحریر ایجاد نہیں ہوئی تھی، بلکہ لوگ اپنے خیالات، تصویر میں بنا بنا کر ظاہر کرتے تھے۔ اڈل اڈل تو جس شے کا بیان کرنا مقصود ہوتا تھا اس کی تصویر بنا دیتے تھے، مثلاً گائے یا عورت کا بنانا مقصود ہے تو وہ گائے یا عورت کی تصویر کھینچ دیتے تھے۔ دوسرے دور میں یہ اصلاح ہوئی کہ شے سے اس کا فعل ظاہر کرنے لگے مثلاً آنکھ سے نظر یا دو ٹانگوں سے رفتار مراد لینے لگے۔ تیسرے دور میں یہ ہوا کہ شے سے اس کی ممتاز خصائص یا ظاہری علامت سے اصل شے مراد لی جانے لگی۔ مثلاً لومڑی کی تصویر سے مکاری، یا تخت سے سلطنت مقصود ہوتی تھی۔ چوتھے دور میں ایک شے کے اظہار میں یہ ترکیب کرنے لگے کہ اس شے کے بولنے میں جو آوازیں پیدا ہوتی تھیں، ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک ایک تصویر بناتے تھے۔ مثلاً اگر کرا لکھتا ہو تو پہلے گھننے کی تصویر بنائیں گے کیونکہ کئی گھننے کو کہتے ہیں اور پھر سورج کی۔ کیونکہ سورج کو کہتے ہیں۔ بعد ازاں یہ ہوا کہ یہی تصویریں مختلف اصوات کی قائم مقام ہو گئیں۔ اور انھیں تصویروں کی یادگار یہ حروف ہیں، جو اب بھی کسی قدر ان سے مشابہ ہیں۔ مثلاً الف۔ الف کے معنی نیل کے سر کے ہیں، چونکہ ’ا‘ کی آواز اس لفظ کے آغاز میں تھی، تو

اس آواز کے ظاہر کرنے کے لیے گائے کا سر بنا دیتے تھے، بعد ازاں خود یہ لفظ بجائے 'ا' کی آواز کے تحریر میں ایک حرف قرار پایا اور یہی وجہ ہے کہ فارسی، عربی، عبرانی زبانوں کے حروف درحقیقت الفاظ ہیں جس کی ابتدا کے حروف اس کی مناسب آواز کی بجائے کام دیتے ہیں۔ اسی طرح 'ب' درحقیقت بیت سے ہے جس کی ابتدائی شکل ایک مکان مستطیل کی سی تھی اور اس کے نیچے نقطہ ایک شخص کا تھا جو مکان کے دروازے کے سامنے بیٹھا تھا، اب رفتہ رفتہ اس کی شکل ایسی ہو گئی اور وہ آدمی نقطہ رہ گیا۔

نمبر شمار 33 : تصنیف : آئین اردو

مصنف : مولوی محمد زین العابدین فرجاد کوٹانوی

سنہ تصنیف : 1346ھ/1926

مجموعہ عبارت

”حروف ہجا“: ہر زبان والوں نے اپنی ضرورت کے موافق جو علامتیں اور سہارے اپنے مدعا کے لکھنے اور محفوظ رکھنے کے لیے بنائے ہیں، ان کو حروف ہجا یا حروف جہی کہتے ہیں۔

اردو، یہ زبان قدیم اور خالص نہیں بلکہ متحدہ زبانوں سے مل کر بنی ہے، اس زبان کے جزو اعظم تین زبانیں ہیں، ایک ہندی یعنی پراکرت زبان جو سنسکرت سے ماخوذ ہے، سب سے زیادہ اسی کے الفاظ اردو میں ہیں، مگر بہ مقابلہ فارسی کے زیادہ ہیں۔ تیسری فارسی زبان اس کے الفاظ بہ مقابلہ ہندی اور عربی کے کم ہیں۔ ترکی الفاظ فارسی کے ملاپ سے اردو میں بھی آئے، اور زبانوں کے الفاظ سہولت تجارت اور ذرائع تبادلہ خیالات کی وجہ سے داخل ہوئے۔ آج کل ان دونوں اسباب کے سوا حکومت کی زبان ہونے کی وجہ سے اور نیز مخزن علوم جدیدہ ہونے کے باعث انگریزی دخل ہو رہی ہے۔ اس لیے اردو میں ہندی اور عربی اور فارسی تینوں زبانوں کے حروف ملتے جلتے ہیں۔ ان کی تعداد تریپن (53) ہے، لیکن اگر ہائے مخلوطی کو جس کو دو چشمی ہے بھی کہتے ہیں اور جو بلا دوسرے حرف کی آواز کی مدد کے آواز نہیں دیتی، اور جس کی علاحدہ صورت اس طرح (ھ) لکھتے ہیں، الگ نہ گئی جائے تو یہ تعداد باون (52) حرفوں کی رہ جاتی ہے۔

اس مقصد کے حصول کا عام طریقہ وعظ و پند ہے۔ اس سے زیادہ مستند طریقہ یہ ہے کہ فن اخلاق میں اعلیٰ درجے کی کتابیں لکھی جا کر تمام ملک میں پھیلائی جائیں اور لوگوں کو ان کی تعلیم دلائی جائے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ لوگوں سے بہ جبر محاسن اخلاق کی تعمیل کرائی جائے اور ردائل سے روکے جائیں۔

یہی طریقے ہیں جو ابتدا سے آج تک تمام دنیا میں جاری ہیں، اور آج اس انتہائی ترقی یافتہ دور میں بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا جاسکتا، لیکن سب سے زیادہ صحیح، سب سے زیادہ کامل، سب سے زیادہ عملی طریقہ یہ ہے کہ نہ زبان سے کچھ کہا جائے، نہ تحریری نقوش پیش کیے جائیں، نہ جبر و زور سے کام لیا جائے، بلکہ فضائل اخلاق کا ایک پیکر مجسم سامنے آجائے جو خود ہمہ تن آئینہ عمل ہو، جس کی ہر جنبش لب ہزاروں تصنیفات کا کام دے اور جس کا ایک ایک اشارہ ادا سرسلطانی بن جائے۔ دنیا میں آج اخلاق کا جو سرمایہ ہے سب انھیں نفوسِ قدیمہ کا پرتو ہے، دیگر اور اسباب صرف ایوانِ تمدن کے نقش و نگار ہیں۔

کیفیت

مصنف مرحوم کی یہ آخری اور ناتمام تالیف ہے، جس کی اشاعت ان کے انتقال سے پانچویں برس شروع ہوئی ہے۔ اس مبارک تالیف کا آغاز طباعت علیا حضرت نواب سلطان جہاں بیگم فرماں روا نے بھوپال کے گراں قدر عطیات کا مرہون احسان ہے۔ سیرۃ النبی کا حصہ اول مولف مرحوم کی حیات، میں بہ صورتِ مہیہ نقش پذیر ہو چکا تھا۔ اسی حصے سے یہ نمونہ عبارت نقل کیا گیا ہے۔ باقی جلدیں (جن میں اب تک دو حصے اور شائع ہو چکے ہیں) مرحوم کے فخر التلاذہ مولوی سید سلیمان ندوی کی ترتیب دی ہوئی ہیں۔

نمبر شمار 36 : تصنیف : فلسفہ یا مثال

مصنف : شمس العلماء مولوی ذکا اللہ دہلوی

سنہ تصنیف : 1316ھ / 1898

مضمون عبارت

”ضرب الامثال کی اصل“: ضرب الامثال کی تعریفیں جو اد پر ہم نے کی ہیں ان پر گو اعتراض ہوں، مگر اس میں کوئی بات اعتراض کی نہیں ہے کہ ضرب المثل کی اصل عام پسندی ہے جس کے بغیر مثل بن ہی نہیں سکتی۔ اکثر ضرب المثلوں کے مصنف نہیں معلوم، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم مثل کی یہ تعریف کریں کہ وہ مصنف کے بغیر تصنیف ہوئی ہیں۔ وہ خود بہ خود نہیں پیدا ہو گئیں بلکہ وہ ایک احوال گزشتہ کو بتلاتی ہیں کہ کسی نہ کسی وقت ایک حادثہ یا واقعہ پیش آیا جس کی نسبت کسی نے کچھ کہا، یا ایک حال کی دوسرے حال کے ساتھ کسی نے مثال دی اور اس میں ایک غرابت و لطافت ایسی تھی کہ عوام کو پسند آئی۔ پس جس وقت ویسا ہی سانحہ اور واقعہ پیش آیا ہے یا ویسی ہی تشبیل دینی ہوتی ہے تو اس مثل کو عام و خاص بولتے ہیں، تاکہ سننے والے کے ذہن میں جو امر متخیل تھا وہ متیقن ہو جائے غائب بہ منزلہ مشاہدے کے ہو جائے۔

نمبر شمار 37 : تصنیف : تذکرہ آثار الشعراء ہنود

مصنف : منشی دجی پرشاد بٹاش

سنہ تصنیف : 1302ھ / 1885

مضمون عبارت

شائقین سخن کو مژدہ ہو کہ یہ دوسرا حصہ تذکرہ الشعراء ہنود کا ان کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور مولف کا مقصد اس کی تالیف سے سوائے بقائے نام انبائے جنس کے اور کچھ نہیں ہے۔ ہندوؤں کی فارسی شاعری کا احوال تو اول حصے میں حوالہ قلم ہو چکا ہے اور اس جلد میں ان کی اردو شاعری کا بیان ہے۔ اول اردو شاعر ہندوؤں میں منشی ولی رام ولی تخلص قوم کا سٹھ ہوئے ہیں، یہ حضرت شاہ جہاں بادشاہ کے عہد میں تھے۔ ان کے بعد رائے آنند رام تخلص اور مہاراجہ رام نرائن موزوں نے اس شاعری کو کچھ وسعت دی، مگر جو ترقی اور سرمیزی اس کی رائے سرپ سنگھ دیوانہ اور کاکاجی پروانہ کی ذات سے ہوئی وہ بہت عجیب اور لاٹانی تھی۔ کیونکہ رائے سرپ سنگھ دیوانہ نے تو اپنی استاد سے اس کے اثر کو بذریعہ اپنے شاگردوں کے کہ ازاں جملہ ایک جعفر علی حسرت جو میاں قلندر بخش جرأت کے استاد تھے، دور دور پہنچایا۔ اور کاکاجی پروانہ نے اپنی قدردانی اور فیاضی

سے اس کی مربی گری کی، پھر تو یہاں تک نوبت پہنچی کہ اس کا جابجا رواج ہو گیا اور دہلی دکھنؤ دو بڑے مرکز اس کے قرار پائے۔ جہاں بادشاہوں کی سرپرستی اور صلہ بخشی سے بڑے بڑے استاد اہل زبان پیدا ہوئے، جن کی سحر طرازی اور نکتہ پردازى سے اردو کی شاعری نے وہ فروغ پایا کہ تمام ہندوستان میں اس کا آفتاب اوج اقبال پر چمک رہا ہے۔ اور گاؤں تک کے لوگ مثل ذروں کے اس کے جمال یا کمال اور نور لایزال سے فیض پائے ہوئے ہیں، چنانچہ آج صرف ہندوؤں میں بہت ایسے شاعر شیوا زبان موجود ہیں کہ جن کی شاعری کو ہندو اور مسلمان دونوں پسند کرتے ہیں، بھلا کون ایسا ہوگا جو بصیر، جو ہر، فرحت، دقار اور وہی وغیرہ کے دل کش اور پسندیدہ شعروں کو سن کر داد نہ دے گا۔ ہم اس بیان کو زیادہ طول دنیا نہیں چاہتے۔ ناظرین آگے چل کر خود دیکھ لیں گے، کیونکہ مشکل آنست کہ خود بیوید نہ کہ عطار بگوید۔

ہاں اتنا ضرور ہے کہ مسلمانوں کی بہ نسبت ہماری قوم میں عمدہ شاعروں کی تعداد کم ہے، سبب اس کا یہ ہے کہ پچاس برس اول تو ہماری قوم کے لوگ معاش کی ضرورت سے اردو کی بہ نسبت فارسی کو زیادہ پسند کرتے تھے، اور اب انگریزی بہت پسند کرتے ہیں، پس اردو کی شاعری جس قدر ان پچاس برسوں میں ہم لوگوں کے اندر مروج ہوئی گو کافی نہ تھی پر اس قدر تو ضرور تھی کہ پچاس برس اول جو مسلمانوں کا خیال ہندوؤں کی اردو شاعری اور زبان دانی کی نسبت تھا وہ اس سے بہت کچھ بدل گیا تھا، یا تو ایک دن وہ تھا کہ انشاء اللہ خاں نے اپنی کتاب میں ہندوؤں کو خالی از فصاحت لکھا، ایک دن ایسا آیا کہ مرزا غالب جیسے استاد مسلم الثبوت نے پنڈت دیاندر کی مشنری گلزار نسیم کو سراپا بلاغت کہا اور نسیم کے بعد جو نای ہندو شاعر ہوئے وہ فصیح بھی تھے اور بلیغ بھی۔ اس مجموعے میں پانچ سو اکیس شاعروں کا کلام ہے۔ گو قیاس چاہتا ہے کہ یہ تعداد بہ اعتبار کثرت اور لیاقت علم و فضل ہندوؤں کے جو آج دیکھنے میں آتی ہے بہت کم ہے، کیونکہ اس سے زیادہ تو اس وقت ہندو موجود ہوں گے، لیکن جب صرف اسی قدر کی محنت تلاش اور دشواریابی پر خیال آتا ہے تو بے اختیار یہ شعر زبان حال سے نکل جاتا ہے۔

یوں لائے اس کے کوچے سے دل اپنا ڈھونڈ کر

دیکھا جہاں پڑا کوئی نکڑا اٹھا لیا

نمبر شمار 38 : تصنیف : گلزارِ سخن
مصنف : بابو جگن ناتھ پرشاد فیض تحکیم
سنہ تصنیف : 1327ھ/1908
نمونہ عبارت

گلزارِ سخن نکل بند حقیقی کی صنعتِ کاملہ کا ادنیٰ ظہور ہے۔ یہی باعث ہے جو یہ گلزار اس قدر پر نور ہے۔ نہ معبودِ حقیقی، طوطیاں سخن کی زبان میں اس قدر حلاوت اور شیرینی بخشتا نہ اس چمن کا نقشہ صلوٰۃ قرطاس پر کھینچتا ہے۔ صنعت اور قدرت اور خجے عنایت و رحمت، نغمہ سنجان گلشن معانی اور زمزمہ آراء گلزارِ خوش بیانی آئیں اور اس گلستانِ سدا بہار کی سیر فرمائیں، کیونکہ انھیں کے خرمن سخن سے یہ انبار لگایا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ ذخیرہ گل گلزارِ سخن کے نام سے پکارا گیا ہے۔
تبصرہ و کیفیت

اس تذکرے کے مولف 1908 میں کھنڈوا ضلع نماڑ (ملک متوسط) کے اکسٹرا اسٹنٹ اور نائب مہتمم بندوبست تھے۔ یہ تذکرہ اپنی جامعیت کے لحاظ سے نومشتق شعرائے اردو کے لیے بکار آمد ہے۔ علاوہ انتخابات منظومات جس میں اکثر اصنافِ سخن شامل ہیں۔ توانی و عروض وغیرہ کے ابواب بھی ہیں۔

نمبر شمار 39 : تصنیف : راز حیات (انجیلِ عمل)
مصنف : خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام
سنہ تصنیف : 1339ھ/1821
نمونہ عبارت

یہ چند اوراق جو میں نے کتاب کی شکل میں لکھوا دیے ہیں یہ صرف منہ سے نکلی ہوئی صوت نہیں، بلکہ دل جگر خون ہو گئے ہیں۔ یہ اسی خون کے قطرے ہیں جو لفظوں کی شکل میں کاغذ پر آ بیٹھے ہیں۔ کیا ظلم عظیم ہے، تمدن و ترقی انسان پر یورپ کی جو تصنیف اٹھاتا

ہوں، ان سب میں میں اسی تعلیم کی اک خفیف سی جھلک دیکھتا ہوں جو اپنے کامل رنگوں میں کتاب حید کی سطروں میں آجلوہ آگلن ہوتی ہے۔ بسا اوقات میں نے ایسی مغربی تصانیف آہوں اور آنسوؤں کے ساتھ پڑھیں دل میں درد اٹھا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ یہی الفاظ اکثر زبان پر آئے کہ اے بارالہا ان مغرب کی تصانیف میں جو راز ہائے زندگی ظاہر کیے گئے ہیں۔ وہ تو اس راز حیات سے کوئی نسبت ہی نہیں رکھتے جو لوح قرآن میں محفوظ ہیں۔ پھر حاملان قرآن کو کیا ہوا، اس کے جواب میں خود قرآن نے ہی یہی جواب دیا کہ ”انھوں نے مجھے چھوڑا خدا نے انھیں چھوڑا۔“

نمبر شمار 40 : تصنیف: ارض القرآن

مصنف : مولوی سید سلیمان ندوی

سنہ تصنیف : 1344ھ / 1923

مضمون عبارت

اس تصنیف کا مقصد یہ ہے کہ قدیم و جدید معلومات کی تطبیق کے ساتھ ارض القرآن (عرب) کے حالات مذکورہ کی اس طرح تحقیق کی جائے کہ قرآن مجید کی صداقت اور معترضین کی لغزش علی الاعلان آشکار ہو جائے، اس موضوع کی اہمیت اور ضرورت سے شاید کسی مسلمان کو انکار نہ ہوگا۔ قرآن مجید میں عرب کی بیسیوں قوموں، شہروں اور مقامات کے نام ہیں، جن کی ہر قسم کی صحیح تاریخ سے نہ صرف عوام بلکہ علماء تک ناواقف ہیں اور نہایت عجیب بات ہے کہ تیرہ سو برس میں ایک کتاب بھی مخصوص اس فن پر نہیں لکھی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف خود مسلمانوں کو ان حالات سے ناواقفیت رہی، اور دوسری طرف غیروں کو انھیں افسانہ کہنے کی جرأت ہوئی۔

تورات میں ہزاروں اشخاص، اقوام، بلاد اور مقامات کے نام ہیں جو تقوادی زمانہ اور تغیرات کی بنا پر مجہول اور ناپید ہو گئے ہیں، لیکن علمائے نصاریٰ کی ہمت سزاوارد آفریں ہے کہ وہ ارض تورات اور انسائیکلو پیڈیا آف بائبل کے ذریعے سے تین ہزار برس کے مردہ نام اپنی مسیحیت سے زندہ کر رہے ہیں۔

قرآن مجید میں ہیں تیس اقوام و اشخاص سے زیادہ نہیں، تاہم ان کی تحقیق کے لیے مخصوص طور سے کوشش نہیں کی گئی، عموماً یہ مباحث تفسیر کے ضمن میں لکھے گئے یا تاریخ عمومی میں مقدمے کے طور پر مذکور ہوئے۔ حالانکہ اس کی اہمیت مستقل بحث و تصنیف کی محتاج تھی۔

مقام عبرت ہے کہ ہماری مذہبی کتاب کی تحقیق و کاوش میں بھی اغیار نہایت کوشش و جاں فشانی سے مصروف ہیں، جرمن، فرنگ، اٹالین اور انگلش مستشرقین نے تاریخ عرب قبل اسلام پر محققانہ کتابیں لکھیں، یونانی و رومانی تصنیفات سے جو عرب قبل اسلام کے حالات سے پر ہیں انتخاب و خلاصہ کیا، قرآن مجید نے جن اقوام و بلاد کا ذکر کیا ہے ان کے کھنڈروں کا مشاہدہ کیا۔ ان کے کتبہات کو حل کیا اور ان سے عجیب و غریب نتائج مستنبط کیے۔

نمبر شمار 41 : تصنیف : تذکرہ ہزار داستان (ختم خانہ جاوید)

مصنف : لالہ سری رام ایم. اے. دہلوی

سنہ تصنیف : 1325ھ / 1908

مجموعہ عبارت

اس تذکرے کی پہلی جلد پیش نظر ہے۔ اس وقت کو جب میں نے دھڑکتے ہوئے دل اور کانپتے ہوئے ہاتھ سے اس کا اول جز لکھا تھا، آج پورے سترہ برس ہو گئے۔ گو سترہ برس کہنے میں دو لفظ اور سننے میں ایک بات ہے مگر اس برق رفتار زمانے میں کسی کام کو انجام تک پہنچانا در حقیقت نہایت دشوار کام ہے۔ تعلیم کی تکمیل، امتحانات کی تیاری، ملازمت کی پابندی، خاندانی سائنحات، تفکرات و کمزوریاں اور دائمی مریض رہنے کے باعث یہ تذکرہ اس عرصے تک تعویق اور التوائے اشاعت میں پڑا رہا۔ مگر پھر بھی اس کا کچھ نہ کچھ کام ہوتا ہی رہا۔ میرے دل کی کسی ہی حالت کیوں نہ ہوئی، ناپسند واقعات زندگی نے کتنا ہی مجبور کیوں نہ کیا، مجھے مختلف بیماریوں نے کتنا ہی کیوں نہ گھیرا، گرم و سرد زمانہ نے کتنا ہی جی سرد اور دماغ بے کار کیوں نہ کیا، لیکن اس تذکرے کی تکمیل کا جن میرے سر سے نہ اترا اور اس کی اشاعت کی دھن عاشقانہ دھن بن کر میرے دل و دماغ کو ابھارے گئی۔

تبصرہ و کیفیت

1930 تک اس تذکرہ فہم خانہ جاوید کی چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں، جن میں بہ ترتیب حروف تہجی ان شعرا کا تذکرہ ختم ہوا ہے جن کے تخلص حرف نش تک پہنچے ہیں۔ اس ضمن میں تذکرے میں جتنے شاعروں کا کلام اور حال جمع ہوا ہے اس بسط و شرح کے ساتھ اور کسی تذکرے میں نہیں ملتا۔ فی الحقیقت مولف تذکرہ نے اس سرمائے کے فراہم کرنے میں اپنی عمر، اپنی صحت اور اپنی دولت جس شغف، جس کاوش، جن فراغ دلی سے صرف کی ہے اس کی مثال اگر نایاب نہ ہو تو کم یاب ضرور ہے۔ جس تالیف و تصنیف کا دار و مدار انتخاب کتب اور اوراق گردانی صحائف پر ہو، اس کی دقتیں وہ لوگ نہیں سمجھ سکتے جو صرف مطالعہ کتب کے اہل ہیں۔ پھر ایسی صورت میں کہ مولف دوسرے مشاغل میں بھی انہماک رکھتا ہو، مزید برآں صحت کی طرف سے بھی مطمئن نہ ہو۔ راقم آثم کو بذات خود مولف فہم خانہ جاوید کی مشکلات اور حالات کا علم ہے۔ باوجود ملازمت کی پابندیوں اور ضروریات ذاتی کے کسی وقت ان کو اس کام سے غافل نہیں پایا۔ یہ مجموعہ شاعروں کی ایک ایسی تاریخ ہے جس میں کامل، ناقص، اعلیٰ، ادنیٰ، کہنہ مشق، نو مشق، عزت نشیں اور ہنگامہ آرا غرض کہ ہر صنف اور قسم کے شاعر و شاعر کا نام اور تخلص اور کم از کم دو ایک شعر مندرج ہیں۔ حروف تہجی کے اعتبار سے تقریباً ابھی آدھی کتاب کی اشاعت باقی ہے۔ مگر چند سال سے مولف اپنی صحت کی طرف سے بہت غیر مطمئن حالت میں ہیں۔ خدا کرے ان کو صحت کاملہ حاصل ہوتا کہ اس مفید کام کا اتمام انھیں کے ہاتھ سے نقش پذیر ہو۔

اس تذکرے میں جہاں بے شمار یا بافراط شعرا کے اذکار ہیں، وہاں بعض معروف شعرا کے ایسے حالات بھی درج ہو گئے ہیں، جن کی صحت میں تاہل ہے۔ مثلاً مولوی شاہ ولی اللہ والد ماجد شاہ عبدالعزیز

دہلوی کا اردو شاعر ہوتا۔ یا سراج اور نگ آبادی کا تذکرہ بغیر تحقیقات کے درج ہو جاتا۔ اسی طرح بعض غیر معروف اور غیر واقعی شعرا کا مذکور۔ مگر میں جانتا ہوں کہ ایسی فروگزاشتیں مولف کی طویل علالت اور بعض حالات کی مجبوریوں سے ہوئی ہیں، جن کی صحت و ترمیم آخر جلد میں یا دوسری اشاعت میں ممکن ہے۔ افسوس کہ اس کاپی کی تصحیح کے زمانے میں مولف کے انتقال کی خبر سن گئی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

نمبر شمار 42 : تصنیف : موازنہ انیس و دہیر

مصنف : شمس العسا مولوی شبلی نعمانی

سنہ تصنیف : 1324ھ / 1906

مجموعہ عبارت

شاعری کس چیز کا نام ہے؟ کسی چیز کا، کسی واقعے کا، کسی حالت کا، کسی کیفیت کا اس طرح بیان کیا جائے کہ اس کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جائے، دریا کی روانی، جنگل کی ویرانی، باغ کی شادابی، سبزے کی لہک، پھولوں کی مہک، خوشبو کی لپٹ، نسیم کے جھونکے، دھوپ کی سختی، گرمی کی تپش، جاڑوں کی ٹھنڈ، صبح کی شکفتگی، شام کی دلاویزی، یارنج و غم، غیظ و غضب، جوش و محبت، افسوس و حسرت، عیش و طرب، استعجاب و حیرت، ان چیزوں کا اس طرح بیان کرنا کہ دینی کیفیت دلوں پر چھا جائے اس کا نام شاعری ہے۔

اسی کے ساتھ الفاظ میں فصاحت، سلاست، روانی بندش میں چستی، اور چستی کے ساتھ بے تکلفی، دلاویزی اور برجستگی، لطیف اور نازک تشبیہات اور استعارات، اصول بلاغت کے مراعات ان تمام اوصاف میں کون سی چیز مرزا دبیر میں پائی جاتی ہے۔ فصاحت ان کے کلام کو چھو بھی نہیں گئی، بندش میں تعقید اور اغلاق، تشبیہات اور استعارات اکثر دور از کار۔ بلاغت نام کو نہیں، کسی چیز یا کسی کیفیت یا حالت کی تصویر کھینچنے سے وہ بالکل عاجز ہیں۔ خیال آفرینی اور مضمون بندی البتہ ہے، لیکن اکثر جگہ اس کو سنبھال نہیں سکتے۔ ہماری غرض یہ نہیں کہ ان کے کلام میں سرے سے یہ باتیں پائی ہی نہیں جاتی۔ وہ نہایت پرگو تھے، ان کے اشعار کا شمار ہزاروں کیا

لاکھوں تک ہے۔ اخیر اخیر میں وہ میر انیس کی تقلید بھی کرنے لگے تھے اس بنا پر ان کے کلام میں جا بجا شاعری کے لوازم اور خاصے پائے جاتے ہیں، لیکن گفتگو قلت اور کثرت میں ہے۔

نمبر شمار 43 : تصنیف : المیزان، تبصرہ موازنہ انیس و دبیر

مصنف : چودھری سید نظیر الحسن رئیس مہاجن، متھرا

سنہ تصنیف : 1325ھ / 1907

نمونہ عبارت

دلی جوش جو شاعر سے جذبات صادقہ کا نقشہ کھچوا دیتا ہے اس کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ”مضمون بے ساختہ الفاظ اور موثر پیرائے میں بیان کیا جائے، جس سے معلوم ہو کہ شاعر نے ارادے سے مضمون نہیں باندھا بلکہ خود مضمون نے شاعر کو مجبور کر کے اپنے تئیں اس سے بندھوایا ہے۔ ایسا جوش شاعر کے ہر قسم کے کلام میں عام اس سے کہ اپنی حالت بیان کرے یا دوسرے کی خوشی کا بیان کرے یا غم کا۔ تعریف کرے یا مذمت سب میں پایا جاتا ممکن ہے۔ شاعر کی ذات میں ہر چیز سے متاثر ہونے، ہر شخص کی خوشی و غم میں شریک ہونے، اور ہر ایک کے جذبات سے متکلیف ہو جانے کا ایک خدا دا ملکہ ہوتا ہے۔ وہ بے زبان ملکہ بے جان چیزوں کی حالت ان کی زبان حال سے ایسا ہی بیان کر سکتا ہے کہ اگر ان میں گویائی ہوتی تو وہ بھی اپنی حالت اس سے زیادہ بیان نہ کر سکتیں۔

پس فصیح و بلیغ شاعر کا اصلی جوہر یہ ہے کہ وہ جس واقعے کا ذکر کرے اس کے اطراف و جوانب و متعلقات کا اس خوبی کے ساتھ خیال رکھے کہ جس جس واقعے کے ساتھ جو امور ہمیشہ پیش آتے رہتے ہیں۔ الفاظ مناسب بعینہ ان کی تصویر کھینچ دیں، تاکہ آنکھوں کے سامنے وہی سماں بندھ جائے ورنہ واقعے کی اصلی تصویر کھینچنے سے جس قدر بعد ہوگا اسی قدر تاثیر میں کمی آجائے گی۔ مرزا دبیر صاحب نے چونکہ طبیعت نہایت گداز پائی تھی اس لیے پہلے تو وہ خود ہر کیفیت سے متاثر ہو جاتے تھے اور جب ان کے دل پر چوٹ لگتی تھی تو زبان سے درد انگیز الفاظ نکلتے تھے اور سننے والوں کے دل پر بھی وہی حالت طاری ہو جاتی تھی جو خود ان کے دل پر پیدا ہوئی تھی، پس ان کے اشعار گویا ان کے اندر دنی احساس کی اصلی تصویریں ہوتے ہیں۔

نمبر شمار 44 : تصنیف: حیات انیس

مصنف : مولوی سید امجد علی اشہری

سنہ تصنیف : 1325ھ / 1907

مضمونہ عبارت

میر انیس کی شاعری میں ایک بڑا کمال یہ ہے کہ جس موقع پر جو الفاظ خاص اثر دے سکتے ہیں۔ وہی الفاظ استعمال کرتے ہیں، اور بی بی اور کنیز اور آقا و خادم، چھوٹے، بڑے کے مخصوص ادب کے لیے جو الفاظ مناسب ہیں وہی صرف کرتے ہیں۔ میر انیس ثقیل لفظوں اور تعقید کلام کو بالکل ناپسند کرتے ہیں، اور ان کو کیسا ہی مضمون ہاتھ لگے لیکن جب تک وہ فصیح لفظوں کو ڈھونڈ نہیں لیتے اس مضمون کو داخل نظم کرنے پر متوجہ نہیں ہوتے۔ میر انیس کا کلام بلاغت کی جان، سلاست کی روح، اور فصاحت کی کان ہے۔ میر انیس فصیح لفظوں کو اس خوبی سے ترتیب دیتے ہیں جیسے جڑیا گینوں کو نہایت صحیح مناسبت کے ساتھ تھیوڑوں میں بٹھاتا ہے۔ میر انیس کا روز مرہ اتنا صاف اور مجھا ہوا ہے جو لکھنؤ جیسے شہر میں بے مثل مانا جاتا رہا ہے۔ ان کی روز مرہ کی بول چال پر تمام لکھنؤ منا ہوا ہے جو ان کی شاعری کی جان ہے۔

نمبر شمار 45 : تصنیف: واقعات انیس

مصنف : میر مہدی حسن احسن لکھنوی

سنہ تصنیف : 1326ھ / 1908

مضمونہ عبارت

شاعری فی نفسہ کیا ہے اور لوازم شاعری کس قدر ہیں۔ اس وقت ہم اس سے بحث نہیں کریں گے۔ ارسطو سے لے کے موجودہ زمانے کے عالی دماغ اہل قلم تک اس لفظ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اور اتفاقاً رموز شاعری نے اس مضمون پر اپنی معلومات کے دریا بہا دیے ہیں۔ مجھے اس وقت صرف میر انیس کی قسم شاعری سے غرض ہے اور ان کی شاعری کی مدح سرائی کے لیے دنیا کی ڈکٹری میں بڑی تلاش سے ایک لفظ ملتا ہے یعنی فصاحت، اور اس

لفظ کی تشریح میں علوم متنوعہ مستعمل ہیں۔ فصاحت کی طنائیں ان کے ہاتھ میں ہیں اور حسب ضرورت گھٹنا بڑھا رہے ہیں۔ دنیا کے اہل الرائے متفق ہیں کہ ان کی شاعری اکتسابی نہ تھی، وہ شاعر وہی تھے، انھوں نے اردو علم ادب کے خزانوں کی مہریں توڑ ڈالیں، اور بیش بہا جواہرات پر قبضہ کر لیا، وہ اس خزانے کو ملک کے ہر گوشے پر تقسیم کر گئے۔ اہل زبان ان کے احسانات سے گراں بار ہیں۔ انھوں نے شاعری کی سنگلاخ زمین کے چپے چپے پر ایسی داغ بیل ڈالی جس کے سہارے سے آج فصحاء زبان اردو منزل مقصود کے راستے طے کر رہے ہیں اور انھیں نشانات سے تحقیق کی آخری منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔

نمبر شمار 46 : تصنیف: یادگار انیس

مصنف : مولوی امیر احمد علوی کا کوردی پبشر ڈپٹی کمشنر

سنہ تصنیف : 1344ھ / 1926

مجموعہ عبارت

میر صاحب اور ان کے باکمال ہم عصروں کے سو سو پچاس پچاس مرثیے پڑھے جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قسام ازل نے میر صاحب کی فطرت میں ایک خالص جوہر ودیعت رکھا تھا جو دوسرے شعرا کے یہاں کم یاب ہے اور اسی نعمت کے مناسب اور بجا استعمال نے انیس کو مجلس کمال کا مسند نشین بنایا، اس جوہر کا مختصر نام ”مصور“ یا واقعہ نگاری ہے، جس کو لکھنو کے عوام ان الفاظ سے تعبیر کرتے تھے کہ ”حفظ مراتب جیسا ان کے کلام میں ہوتا ہے وہ انھیں کے ساتھ مخصوص ہے یعنی ”موقع ہو جہاں جس کا عبارت ہووے“ انگلستان کے ایک فلاسفر کا قول ہے کہ شاعری فطرت کی پوشیدہ دلچسپیوں کے چہرے سے نقاب اٹھا دیتی ہے اور اس کے اثر سے ہم کو مانوس چیزیں انوکھی معلوم ہونے لگتی ہیں۔ میر صاحب جس حالت یا جذبے کو بیان کرتے اس کی تصویر کھینچ دیتے اور بہت سی چھوٹی چھوٹی باتیں جن پر معمولی شاعر کی نظر بھی نہیں پہنچتی وہ بغور و تعمق دیکھ لیتے، اور ان کا اظہار ایسی سادہ زبان اور مناسب الفاظ میں کرتے کہ کلام انوکھا معلوم ہوتا تھا اور سہل متبع کا خطاب پاتا تھا۔ تصویر کشی کا کمال یہ ہے کہ نقشہ اصل کے مطابق ہو، لیکن میر صاحب کی کھینچی ہوئی

تصویر اصل سے بہتر ہو جاتی تھی۔ مثلاً شبنم کے قطرے دیکھ کر انسان کے جذبات پر وہ اثر نہیں پڑ سکتا جو اس تصویر سے پڑتا ہے:

کھا کھا کے اوس اور بھی سبز ہوا

تھا موتیوں سے دامن صحرا بھرا ہوا

تبصرہ و کیفیت

نمبر 41 سے نمبر 45 تک کے نمونے ایک موضوع اور ایک ہی شخص کے متعلق ہیں، جن کے نمونے ایک مقام پر اس لیے دکھائے گئے کہ ایک ہی زمانے کے ایک بحث پر مختلف اہل قلم کا انداز تحریر بہ آسانی معلوم ہو جائے۔ آخری تالیف، یادگار انیس کے سوا باقی چاروں کتابوں کی اشاعت یکے بعد دیگرے قریب قریب دو تین سال کے فاصلے سے ہوئی ہے۔ اگرچہ کتاب نمبر 42 اور نمبر 44 میں کسی جگہ سنہ طباعت مذکور نہیں، لیکن دیباچے کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ جس ترتیب سے ان کا اندراج اس جگہ کیا گیا ہے اسی ترتیب سے ان کی طباعت و اشاعت ہوئی ہے۔ اس وقت تک اہل ادب اور نیز بعض تعلیم گاہوں میں موازنہ انیس و دبیر کی شہرت کافی ہو چکی ہے نیز اس کی متعدد مرتبہ کی اشاعت اس کی عام پسندی کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہے۔ جہاں تک فن مرثیہ گوئی اور اصول شاعری وغیرہ کا تعلق ہے کہا جاسکتا ہے، کہ موازنہ انیس و دبیر سب سے بہتر تالیف ہے اور جس قدر ذاتی حالات و واقعات کی نسبت ہے واقعات انیس کو سند صحت مل سکتی ہے۔ کیونکہ مؤخر الذکر میر انیس کے ایک خاندانی فرد کی مرتبہ کتاب ہے۔ باقی دونوں کتابیں علم کلام اور چند معمولی اور خیالی انداز سے مالا مال نظر آتی ہیں۔ البتہ آخری کتاب موجودہ مذاق زمانہ کے لحاظ سے ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔

موازنہ انیس و دبیر کی تردید میں ردالموازنہ اور حیات و دبیر کی طرح

بعض کتابیں شائع ہوئی ہیں، مگر چونکہ یہ کتاب صرف علم کلام کی تاریخ نہیں اس لیے زیادہ نمونے ضروری نہیں سمجھے گئے۔

نمبر شمار 47 : تصنیف: واقعات مملکت بیجا پور
مصنف : مولوی بشیر الدین احمد خلف شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد دہلوی
سنہ تصنیف : 1332ھ / 1914

نمونہ عبارت

”عید نورس“: ابراہیم عادل شاہ بڑا رنگیلا بادشاہ تھا، اس نے ایک نئی عید نورس کی نکالی، یعنی جس چاند میں نویں تاریخ جمعہ کو آن پڑتی عید منائی جاتی تھی۔ اور تمای بڑے بڑے امرا مجلس رقص و سرود میں شریک ہوتے تھے، اور چونکہ بادشاہ کو خود فن موسیقی کا بہت شوق تھا، سب گاتے بجاتے تھے۔ اس دن دربار عام ہوتا تھا اور سارے شہر کے امرا اور شوقین جمع ہوتے تھے۔ شہر کے تمام نای گرامی قوال، گویے، کتھک، طوائف سب ہی آتے تھے۔ ملک و گلاب وغیرہ انواع و اقسام کے عطریات اور خوشبوئیں لٹکائی جاتی تھیں۔ ہر قسم کے فواکہ نادر اور انواع و اقسام کے لذیذ اور پر لطف کھانے پکڑتے تھے جن سے تمام لوگ دسترخوان شامی سے بہرہ اندوز ہوتے تھے۔ خدمت گار، شاگرد پیشہ اور فقرا اور مساکین اور عامہ خلایق کو بھی کھانا کھلایا جاتا تھا۔ جتنے امرا کو سرفرازیں ہوتی تھیں، نورس کی عید میں ہی ہوتی تھیں۔ بادشاہ خود بھی نہایت خوش آواز تھا اور گانے کا شیدائی تھا، بچپن سے اسے فن موسیقی کا شوق تھا، جس کی وجہ سے اس فن کا استاد ہو گیا تھا۔ قریب چار ہزار گویوں اس کے دربار میں حاضر رہتے تھے، جن میں بیشتر اپنے فن کی معراج الکمال تک پہنچے ہوئے اور مشہور زمانے کے نامور استاد تھے۔

نمبر شمار 48 : تصنیف: شعر الہند

مصنف : مولوی سید عبدالسلام ندوی

سنہ تصنیف : 1343ھ / 1925

نمونہ عبارت

مل کے نزدیک شاعری، عزت گزینی اور گوشہ نشینی کا نتیجہ ہے، اس لیے جب وہ گوشہ

تنہائی سے نکل کر امراءِ سلاطین کے درباروں میں قدم رکھتی ہے تو اپنے اصلی مرکز سے دور ہو جاتی ہے۔ بالخصوص عاشقانہ شاعری پر جو تمام تر وارداتِ قلبیہ کا مجموعہ ہوتی ہے، درباری تعلقات کا سخت معز اثر پڑتا ہے اور درباروں کے مادی تکلفات اس کی روحانی لطافت کو بالکل فنا کر دیتے ہیں۔ اگرچہ عام خیال یہ ہے کہ عاشقانہ شاعری کے لیے محاسنِ اخلاق سے زیادہ رندی اور ادبائی کی ضرورت ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ عاشقانہ شاعری سے زیادہ کوئی چیز اوصافِ حمیدہ کی محتاج نہیں، قناعت، خودداری، بلند حوصلگی، فراخ مشربی، آزادی اور پاکیزگی غرض وہ تمام اوصاف جو ایک صوفی منش شخص کے لیے درکار ہیں، عاشقانہ شاعری کا عنصر اور انھیں سے وہ لطیف جذبات اور بلند خیالات پیدا ہوتے ہیں جو عاشقانہ شاعری کا آب و رنگ ہیں، لیکن جو شاعر دربار شاعی میں قدم رکھتا ہے اس کو لازمی طور پر ان اوصاف سے دست بردار ہونا پڑتا ہے اس لیے اس کی شاعری، درد، اثر، جوش اور سوز و گداز سے بالکل تہی دامن ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ گوشہ نشین میر کے کلام میں جو گری، تاثیر اور غلوت گزریں دروئے کلام میں جو متانت اور ثقاہت پائی جاتی ہے اردو زبان کے درباری شعرا یعنی ذوق و سواد اور انشا کے کلام میں اس کا شاہد بھی نہیں پایا جاتا۔

تبصرہ و کیفیت

ندوة العلماء کی کوششوں سے جس گلشنِ علم و عمل کا وجود قائم ہوا اس کے برومند فوہالوں کی چمن بندیوں نے حسب امید دنیائے ادب میں ایک خاص فضا پیدا کر دی ہے۔ انھیں چمن آفرینیوں کی پھلواریوں میں وہ چند سر بر آوردہ ہستیاں ہیں جن میں مولف شعر الہند بھی شامل ہیں۔ دارالمصنفین، اعظم گڑھ سے ہر سال ایسی تازہ تازہ مفید تصنیفات و تالیفات شائع ہوتی رہتی ہیں جن کو علم و ادب کی روح و رواں کہنا ہرگز مبالغہ نہیں۔

شعر الہند دو حصوں پر منقسم ہے۔ اقتباس بالا جلد اول سے کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اصولاً اپنے موضوع کے لیے نہایت مفید اور بہ غایت پسندیدہ تالیف ہے۔ البتہ مولف نے بعض موقعوں پر اپنی ذاتی یا انفرادی رائے اس انداز سے ظاہر کی ہے جس کو پڑھ کر اختلاف کا ہنگامہ برپا ہو سکتا ہے۔ نیز

بعض شعرا کے حالات پر کافی غور و تامل نہیں کیا ہے اور ایسے واقعات لکھ گئے ہیں جو تاریخی حیثیت سے قابل گرفت ہیں۔ مثلاً جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ ”انشا اور جرات نے تو کوئی مثنوی ہی نہیں لکھی..... اور لکھنؤ میں ناخ و آتش نے تو مثنوی کو ہاتھ ہی نہیں لگایا۔ حالانکہ انشا کے مجموعہ کلام میں اتنی اتنی اور نئے نئے اشعار کی متعدد مثنویاں موجود ہیں۔ جیسی کہ میر تقی میر نے کھٹل اور ہاتھی وغیرہ کے متعلق کہی ہیں۔

سب سے زیادہ تعجب اس جرأت پر ہوتا ہے کہ مثنوی حسن و عشق یا صرف حسن جس میں شیخ قلندر بخش جرأت نے حسن اور بخش کے واقعات عشق لکھے ہیں اور جس کے اشعار کی تعداد ایک ہزار سے کم نہیں۔ اس کے شائع ہو جانے کے باوجود یہ کہنا کہ جرأت نے کوئی مثنوی نہیں لکھی!! کس قسم کی تحقیقات ہے۔ اسی طرح شیخ ناخ نے بھی ایک مبسوط مثنوی لکھی ہے جس میں چار ہزار اشعار ہیں اور سید سراج نام ہے۔ بعض معاصرین موجودہ کے متعلق جس مشکلانہ انداز بیان سے ایک طرف فیصلہ کیا گیا ہے مناسب وقت نہ تھا، چنانچہ اس کا اثر دیکھا گیا کہ شعر الہند کی اشاعت کے بعد چند مخالف آوازیں سنی گئیں۔ اگرچہ یہ مسلم ہے کہ کسی قسم اور کسی بحث کی کتاب ہو سب کے سب اس کی موافقت میں سر تسلیم خم نہیں کرتے، تاہم مولف کو حتی الامکان اصولاً اپنے موضوع سے الگ نہ ہونا چاہیے۔

نمبر شمار 49 : تصنیف : ازالہ اوہام

مصنف : مرزا غلام احمد قادیانی

سنہ تصنیف : 1308ھ / 1890

نمونہ عبارت

اب رہی یہ بات کہ الہام بے اصل اور بے سود اور بے حقیقت چیز ہے جس کا ضرر

اس کے نفع سے بڑھ کر ہے، سو جاننا چاہیے کہ ایسی باتیں وہی شخص کرے گا جس نے کبھی اس شراب طہور کا مزہ نہیں چکھا اور نہ یہ خواہش رکھتا ہے کہ سچا ایمان اس کو حاصل ہو بلکہ رسم اور عادت پر خوش ہے اور کبھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا کہ مجھے خداوند کریم پر یقین کہاں تک حاصل ہے اور میری معرفت کا درجہ کس حد تک ہے اور مجھے کیا کرنا چاہیے کہ تائیدی اندرونی کمزوریاں دور ہوں اور میرے اخلاق اور اعمال اور ارادوں میں ایک زندہ تبدیلی پیدا ہو جائے اور مجھے وہ عشق اور محبت حاصل ہو جائے جس کی وجہ سے میں بہ آسانی سفر آخرت کر سکوں اور مجھ میں ایک نہایت عمدہ قابل ترقی مادہ پیدا ہو جائے۔ بے شک یہ بات سب کے فہم میں آ سکتی ہے کہ انسان اپنی اس غافلانہ زندگی میں جو ہر دم تحت اللہ کی طرف کھینچ رہی ہے اور علاوہ اس کے تعلقات زن و فرزند اور تنگ و ناموس کے بوجھل اور بھاری پتھر کی طرح ہر لحظہ نیچے کی طرف لے جا رہے ہیں۔ ایک بالائی طاقت کا ضرور محتاج ہے جو اس کو چچی بینائی اور سچا کشف بخش کر خدائے تعالیٰ کے جمال باکمال کا مشتاق بنا دیوے۔ سو جاننا چاہیے کہ وہ بالائی طاقت الہام ربانی ہے۔

نمبر شمار 50 : تصنیف : سماع الاسماء ثابت بالا حایث والآیات

مصنف : مولوی حکیم محمد عبدالقیوم والد ماجد مولوی عبدالماجد بدایونی

سنہ تصنیف : 1318ھ / 1901

نمونہ عبارت

ہوش و حواس والا انسان سمجھ سکتا ہے کہ راحت رساں چیز سے تلذذ اور تاملات شے سے ایذا و درد ناکی بلکہ سح، بھر و دیگر تمام اور اکات جان کے ساتھی یعنی فی الحقیقت روح کے صفات و لوازم اصلہ ہیں۔ گو بعض اوقات مجازاً یہی صفات روحیہ بدن کی طرف بھی نسبت کر دیے جاتے ہیں، اور جس طرح موت بدن کو مڑا گلا کر مٹی کر دیتی ہے اسی طرح روح پر موت کا اثر مرتب نہیں ہوتا، اور اگرچہ ترکیب انسانی میں روح و جسم دونوں شریک ہیں لیکن پھر بھی روح کا پایہ بھاری اور نمبر بڑھا ہوا ہے۔ اور انسانیت کا جزو اعظم روح ہی ہے اور اسی کو غلبہ اور قوت حاصل۔ مگر عبرت خیز اور حیرت انگیز انقلاب زمانہ دیکھیے کہ انسانیت سے گزرے ہوئے حضرات سارا دار و مدار اسی کالبد خاکی اور گوشت و پوست کے ٹھیکڑ پر ٹھہرا کر اصلی و حقیقی چیز

کے لمبا میٹ کر دینے پر اپنی تمام قوت صرف کیے دیتے ہیں، جسم خاکی و فانی کو حقیقت انسانیت کا جزو اعظم اور اصل مان کر اس کے تغیر و فنا کے ساتھ تمام ادراکات کا خاتمہ سمجھ لیا ہے، گو صاف طور پر نہ کہیں مگر اصل منشا اور منہبائے غرض یہی مفہوم ہے کہ دنیاوی زندگی کا منشا صرف مدت معبود کے پورا کر لینے کا نام ہے و بس۔ جس کے بعد مرکز مٹی اور معدوم محض ہو جاتا، نہ عذاب نہ ثواب، نہ جزا نہ سزا۔ مر گئے یعنی تمام بکھیروں سے نجات مل گئی۔ مگر مصیبت اور میزھی کھیر یہ ہے کہ اگر کھل کر صاف طور پر اپنے حبسِ باطنی اور مافی الضمیر کو ظاہر کر دیں تو زبان کترنے والے بھی تیز مقرضیں لیے سامنے کھڑے ہیں۔

چار طرف سے لعنت کی بوچھاڑ ہوئی جاتی ہیں، مسلمانوں کے روپے سے مستفید ہونے کا ذریعہ مفتود ہوا جاتا ہے، اور عوام اہل اسلام دامِ تزویر میں نہ پھنسیں گے۔ روٹی کیسے چلے۔ وہی مثل صادق ہوئی جاتی ہے کہ ”دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔“ ناچار تاویل کے پردے میں قرآن و حدیث کے انکار کی راہ نکالی، توحید کی آڑ میں دین و ایمان پر ہاتھ صاف کرنے کی ٹھہرائی۔

پیارے بھائیو! آپ جانتے ہیں کہ جس زور شور کے ساتھ اس فتنہ دجالیہ نے اپنے منہوس اور بد بخت قدم کا پھیرا کیا تھا، اسی طرح سچے مذہب کے حافظ حقیقی اور اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور دیگر مقبولانِ بارگاہ کی عظمت و رفعت بڑھانے والے نے اپنے بعض مخصوصین دربار کے ہاتھوں میں وہ یدِ الہی قوت بخشی جس نے اس فتنہ دجالیہ کی بیخ و بنیاد اکھیر دی اور ہزار ہا بندگانِ الہی جو جادہ حق سے سرک گئے تھے طریقِ قدیم سلفِ صالحین پر آ گئے۔ اور صد ہا نے اپنے خیالاتِ باطل سے رجوع کیا۔

نمبر شمار 51 : تصنیف : ادعیہ و تعویذات طاعون

مصنف : مولوی شاہ محمد بدر الدین قادری مجتبیٰ مجاہدہ نشین پھلواری

تصنیف : 1318ھ / 1901

نمونہ عبارت

شیخ خلیل بن شاہین ظاہری نے اپنی تالیف کتاب الاشارات فی علم العبارات،

الباب الثمانون فی رویاے نوار مطبوعہ مصر جلد دوم میں لکھا ہے۔ ”مجھے ایک ثقہ نے خبر دیا کہ ایک سال میں شہر بیت المقدس میں داخل ہوا ان دنوں وہاں طاعون تھا، وہاں طیلونہ میں باب ھٹ کے قریب شیخ ابوبکر حلبی قاطن سے میں نے ملاقات کی، ان سے میں نے سابق میں حدیث پڑھا تھا، اس دفعہ ان کے ورد قرآن شریف میں ظہر کی نماز کے بعد ان کا شریک ہوا۔ جب درد سے وہ فارغ ہوئے تو ان الفاظ میں انھوں نے تین بار دعا کیا اور ان کے شاگردان دعا میں ساتھ تھے، میں نے اس دعا کی حقیقت ان سے پوچھا تو فرمایا کہ حضرت رسول کریم ﷺ سے ماثور ہے۔
تبصرہ و کیفیت

عربی داں اہل قلم اور خصوصاً وہ اشخاص جن کہ زبان اردو کی طرف یک قلم توجہ نہیں، عموماً اسی انداز کی زبان لکھا کرتے ہیں۔ اس نمونے میں تذکیر و تانیث وغیرہ کا اختلاف صوبہ بہار کی امتیازی نشانی ہے۔
نمبر شمار 52 : تصنیف : شفاء الوالد فی صور الحبيب ومزارہ ونعالہ
مصنف : مولوی احمد رضا خاں بریلوی
سنہ تصنیف : 1315ھ / 1897
نمونہ عبارت

اللہ عزوجل پناہ دے اہلس لعین کے مکائد سے، سخت تاکید یہ ہے کہ آدمی سے حسنت کے دھوکے میں سیئات کراتا ہے اور شہد کے بہانے زہر پلاتا ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ اس مسکین تینوں تصویر است مذکورہ بنانے والے ان کی زیارت و لمس و تقبیل کرانے والے نے گمان کیا کہ وہ حضور پر نور سید المرسلین ﷺ کا حق محبت بجالاتا اور حضور کو راضی کرتا ہے۔ حالانکہ حقیقتاً وہ اپنی ان حرکات باطلہ سے حضور اقدس سید عالم ﷺ کی صریح نافرمانی کر رہا ہے۔ اس پر پہلے ناراض ہونے والے حضور والا ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذی روح کی تصویر بنانا ہونا اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا اور اس پر سخت سخت وعیدیں ارشاد کیں اور ان کے دور کرانے مٹانے کا حکم دیا۔ احادیث اس بارے میں حدّ تو اتر رہی ہیں۔ رہا نقشہ روضہ مبارکہ اس کے جواز میں اصلاً مجال سخن د جائے دم زدن نہیں، جس طرح ان

تصویروں کی حرمت یقینی ہے یوں ہی اس کا جواز اجماعی ہے۔ شرع مطہر میں ذی روح کی تصویر حرام فرمائی۔

نمبر شمار 53 : تصنیف : دلع زلیخ زانغ ملقب بہ لقب تاریخی (رای زاغیاں)

مصنف : مولوی سلطان الدین سلہٹی

سنہ تصنیف : 1320ھ / 1902

نمونہ عبارت

فقیر غلام محی الدین عرف محمد سلطان الدین حنفی قادری برکاتی سلہٹی عالمہ اللہ بلطفہ الہی الوفی خدمت برادران دین میں عرض رسا، اس زمانہ فتن و محن میں کہ علم ضائع اور جہل ذائع ہے، بعض شوخ طبیعتیں پیرانہ سالی میں بھی ٹپکی نہیں بیٹھتیں۔ آئے دن ایک نہ ایک بات ایسی نکالتے رہتے ہیں جن سے مسلمانوں میں اختلاف پڑے، فتنہ پھیلے اپنا کام بنے، نام چلے۔ جناب گرامی القاب وسیع المناقب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے پہلے مسئلہ امکان کذب نکالا کہ معاذ اللہ، اللہ عزوجل کا سچا ہونا ضرور نہیں، جھوٹا بھی ہو سکتا ہے۔ پھر ایلین لعین کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتایا۔ ان کے یہ دونوں مسئلے براہین قاطعہ کے صفحہ 3 و صفحہ 47 پر ہیں۔ پھر بحکم آں کہ ع قدم عشق پیشتر بہتر۔

ایک مہری فتوے میں تصریح کر دی کہ اللہ تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا ماننا فسق بھی نہیں، اگلے امام بھی خدا کو ایسا مانتے ہیں، جو خدا کو بالفعل جھوٹا کہے اسے گمراہ، فاسق، کچھ نہ کہنا چاہیے، ہاں ایک غلطی ہے جس میں وہ تباہ نہیں بلکہ بہت اماموں کا پیر ہے، حضرت کا یہ ایمان ان کی مہری فتوے میں ہے۔

نمبر شمار 54 : تصنیف : تعلیم التفسیر محی

مصنف : محمد عبدالرحمن محی مظفر پوری ترسہٹی

سنہ تصنیف : 1319ھ / 1902

نمونہ عبارت

اما بعد عبد ضعیف عبدالرحمن محی بن منیر الدین حسین بن ریاض الدین پوکھریری دی مظفر

پوری ترسھی، اللہ اس کو اپنا کرے اور ان دونوں کو اپنی رحمت میں جگہ دے، کہتا ہے کہ برادر عزیز نسبتی منشی احمد اللہ سلمہ اور منشی سہیل مقامی بھیرو تھان ضلع پورنیہ کے اصرار اور فرزند اکبر محمد دلی الرحمن زائد علمہ کی تعلیم کے لیے متوجہ علی اللہ تفسیروں سے بہ طور اقتباس کلام بادی عزاسمہ کو معنی اور مطالب سے وقتاً فوقتاً لکھتا رہا اور رفاہ عام کے لیے حامی سنت ماحی بدعت عالم بے بدل فاضل اکمل عجب مشفق مولانا قاضی محمد عبدالوحید صاحب خنقی سنی فردوسی مدیر تحفہ حنیفہ سلمہ ربہ سے اپنے تحفے میں جگہ دینے کے لیے درخواست کی، اللہ الحمد کہ وہ درخواست سلک اجابت میں منسلک ہوئی۔ اس لیے آج تاریخ 9 ماہ ذی القعدہ شب روز جمعہ 1318 ہجری قدسی سے اوراق منشور کو یکجا کرنے کی طرف مائل ہوا۔ واللہ کہ اس فقیر کو اپنی بیچ مدانی کا کمال اعتراف ہے۔“

تبصرہ و کیفیت

نمونہ نمبر 50 سے نمونہ 54 تک ان علما و فضلا کی تحریریں پیش کی گئی ہیں جن کی شرعی علیت و فضیلت شہرت پذیر ہے۔ ان کے سوا اور عربی داں علما و کلام بھی ان کے معاصر اور اہل قلم گزرے ہیں مگر چونکہ ان سب کی طرز تحریر قریب قریب اسی روش اور انداز پر ہے اس لیے محض طوالت کتاب کے خیال سے ان سب کا اندراج ضروری نہیں سمجھا گیا ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

نمبر شمار 55 : تصنیف : فلسفہ اجتماع

مصنف : مولوی عبدالماجد بی. اے. دریا بادی

سنہ تصنیف : 1332ھ / 1915

نمونہ عبارت

”از مقدمہ“

مملکت فرانس کی کسی عدالت کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہے، جج کے گرد جوری حلقہ کیے ہوئے ہیں، ملزم کی طرف سے پیر و کار مشہور و معروف فرنج بیرسٹر مسٹر مسیو لاشاد ہے۔ وہ تقریر شروع کرتا ہے اور ساتھ ہی جج اور ممبران جوری متاثر ہونے لگتے ہیں، لیکن ایک خاص جوری اس

عام کیفیت سے مستثنیٰ ہے۔ اسے مقدمے کے واقعات کی رتی رتی اطلاع ہو چکی ہے، وہ دل میں یہ عہد کر کے آیا ہے کہ دکلاو بیروٹروں کی خطابت اسے کسی طرح شاہراہ انصاف سے منحرف نہ ہونے دے گی۔ مانا کہ بریت جرم پر تقریر کرنے والا نہایت مشہور سحر بیان بیروٹرو ہے، مگر اس سے کیا ہوتا ہے وہ خود ذاتی طور پر ملزم کے مجرم ہونے کو تحقیق کر چکا ہے اور آج وہ ہرگز اپنے جس عدل پروری کو دیکھتا ہے چرب زبانی سے نہ مغلوب ہونے دے گا۔

لاشاد کی تقریر کو شروع ہوئے دس منٹ، پندرہ منٹ، بیس منٹ ہو چکے ہیں، اور تمام سامعین اس کے زور بیان و فصاحت پر مرحبا و آفریں کر رہے ہیں، لیکن اس جوری کا یقین واثق اب بھی بالکل غیر متزلزل ہے۔ ناواقفوں کا فریب میں آ جانا ممکن ہے۔ لیکن اسے ناواقف کون کہہ سکتا ہے؟ وہ ذاتی طور پر اس معاملے کی تحقیق کر کے ملزم کے قصور وار ہونے کے نتیجے پر پہنچ چکا ہے اور اس کے یقین کامل کو دنیا کی کون سی زباں آدوری شکست دے سکتی ہے؟ آدھ گھنٹہ ہو گیا، پینتیس، چالیس یہاں تک کہ پورے پینتالیس منٹ گزر گئے اور عہد راسخ اب تک خطابیات کی حملہ آوروں سے غیر مغلوب ہے۔ مسیو لاشاد کا جوش تقریر اب اپنے منجائے شباب پر ہے، سامعین میں سے ہر شخص ہمد تن گوش ہے، اور عدالت کے در و دیوار کے ساتھ حاضرین کے دلوں سے بھی اس کے موثر الفاظ کی صدائے بازگشت آرہی ہے کہ بے شان و گمان دفعتاً وہ اپنی تقریر میں قطع کلام کر کے، حاکم عدالت سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ ”براہ مہربانی چہرہ اسی کو حکم دیجیے کہ سامنے کے در پیچے پر پردہ چھوڑ دے، ادھر سے دھوپ آرہی ہے، جس سے فلاں جوری صاحب کو تکلیف ہو رہی ہے۔“

یہ جملہ ایک عمل تسخیر تھا عہد و بیان، عزم و ثبات کا قلعہ بات کی بات میں مسخر ہو گیا، چہرے پر سرخی کا آنا، لبوں پر خفیف مسکراہٹ کا نمودار ہونا اور زبان کا شکرے کے لیے کھلنا آنا گانا کا کام تھا۔ بالآخر چند منٹ کے بعد جب ملزم کی رہائی کا حکم سنایا گیا تو دیکھنے والوں نے دیکھا، کہ اس فرمان رہائی پر ان جوری صاحب کے بھی دستخط تھے۔

نفس بشری کی اثر پذیری و کمون کی یہ کیسی روشن مثال ہے!

صفحات بالا میں ناظرین کو متعدد واقعات سے جو تاریخ یا روزانہ زندگی کے مشاہدات

سے ماخوذ ہیں روشناس کیا گیا، لیکن کیا ان بہ ظاہر باہم غیر مربوط معلومات کے اندراج سے ناظرین کی محض تفریح طبع یا فیاض ذوق منظور تھی؟ نہیں ان کا اصلی مقصد متفرق مادی مثالوں کے ذریعے سے ایک اہم ترین حقیقت نفسیاتی کو ذہن نشین کرانا تھا، جس سے لاعلم رہ کر کوئی شخص انسان کی حیات نفسی کے حقیقی طریق کار کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس سے ہماری مراد اس عام عقیدے کی تغلیظ سے ہے کہ انسان کا کیرکٹر یا مزاج شروع سے آخر تک یکساں رہتا ہے۔

باب 1: جماعت کے اجمالی خصائص

جو لوگ اس عالم گیر ناموس طبعی کے اصول و فروع سے واقف ہیں جس کا نام قانون ارتقا ہے، انھیں شاید یہ بتانے کی حاجت نہیں کہ اس قانون کی ایک اہم ترین تفریع تواریخ عمرانی کا وجود ہے، میراث عمرانی کی اصطلاح ان تمام چیزوں پر حاوی ہے جو کسی بیانات اجتماعیہ کے افراد اپنے اسلاف سے کسی حیثیت سے بہ طور ترکہ یا ورثہ کے پاتے ہیں۔ دولت و جائداد، علوم و فنون، زبان و ادب، اخلاق و ادب، شرع و آئین، معتقدات و تخیلات، شاعر و افکار، احساسات و جذبات، حظوظ و آرام۔ غرض ہر وہ شے جو کسی حیثیت سے بھی بیانات اجتماعی کے وجود کا رکن یا جزو بن سکتی ہے یا کسی جماعت کے قیام میں کچھ بھی معین ہو سکتی ہے، میراث عمرانی کے مفہوم میں داخل ہے۔

تبصرہ و کیفیت

اس نمونے کے طوالت کو بالقصد اس لیے رد رکھا کہ ناظرین ایک انگریزی تعلیم یافتہ اور عربی داں مصنف کی طرز تحریر کا پورا اندازہ کر سکیں، مقدمے اور اصل کتاب کی دونوں عبارتیں اپنی سلاست و پیچیدگی کا بہ خوبی اظہار کر رہی ہیں۔ اس کی پہلی اور اصلی وجہ تو یہی ہے کہ اردو زبان میں اسما و اعلام تو عموماً عربی و فارسی کے بہ کثرت ہیں، مگر علوم و فنون کی اصطلاحیں اتنی کم ہیں کہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مجبوراً جب یورپی زبانوں سے علوم و فنون کے تراجم اردو میں کیے جائیں گے تو مترجم و مؤلف کو اس

کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ انھیں زبانوں کی اصطلاحیں اردو میں شامل کرے جس سے اردو زیادہ آشنا ہے۔ دوسری وجہ بعض بعض موقعوں پر مترجمین و مؤلفین کی بے پردائی اور سہل انگاری یا جدت طبعی بھی ہو جایا کرتی ہے۔ یہ اختراعات فائقہ اردو زبان کے لیے فی زمانہ مفید نہیں۔

نفس بشری کی اثر پذیری اور سکون مزاجی کی جتنی مثالیں قابل مصنف نے لکھی ہے وہ سب وقوعی اور واقعی ہیں، جن پر خود ان کی ذات شہد عادل ہے کہ اس تصنیف سے قبل وہ اکثر کی نگاہوں میں فلسفی اور اس کے بعد بعض کے خیالوں میں ملحد اور اپنے الفاظ میں لاوری تھے مگر آج سب کی اور غالباً خود اپنی نظروں میں دالہانہ جذبات حقیقی کے پیکر مجازی اور تصوف اسلام کے اہل صفہ بنے ہوئے ہیں۔

موجودہ زمانے کے اردو نویس اہل قلم میں فلسفہ اجتماع کے مولف سر بر آدرہ اشخاص میں شمار کیے جانے کے قابل ہیں، ان کی تحریروں میں عربی الفاظ کی جتنی ترکیبیں ہوتی ہیں یا وہ الفاظ جن کا استعمال عموماً اردو نویس کم کیا کرتے ہیں۔ ان الزامات سے بری ہیں جن کو اکثر غیر عربی داں نوجوان محض وقوع تحریر بڑھانے کے لیے ناہمی سے لکھ دیا کرتے ہیں۔ اس طبی کایا پلٹ ہو جانے کے بعد جن کی نگاہیں اخبار ”سچ“ پر پڑتی رہتی ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان کی دس پندرہ برس پہلے کی زبان کا اب کوئی نمایاں اثر باقی نہیں۔

نمبر شمار 56 : تصنیف : سفر نامہ

مصنف : بیہین السلطنت سر مہاراجہ کشن پرشاد وزیر اعظم، دکن

سنہ تصنیف : 1334ھ / 1916

مصورہ عمارت

نواب صاحب موصوف اسیر زنجیر حضرت خواجہ امیری ہیں زندہ دلی پاکیزہ خیالی علم

جلس میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی سادہ زندگی ان پر اسرار جذبات سے لبریز ہے، جن کے لیے طالبان حق اپنی عمر کا پورا حصہ صرف کرنے پر بھی حاصل نہیں کر سکتے، اگر کوئی شے انسانی زندگی کی مشکلات کو جن کا اثر انسان پر پڑتا ہے۔ آسانی کے ساتھ انسان بنانے کے قابل بناتی ہے تو وہ وہی قابل اعتبار جذبات میں جن کا تعلق تزکیہ نفس اور ریاضت سے ہے۔ راحت و اطمینان قلب کی تلاش میں جو شخص جس طرف جاتا ہے اپنی حالت کو قابل اطمینان بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

فطرت انسانی پر ایک باریک نظر سے غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو ہمد تن اعتبار ہوتا ہے اور اس کی بدولت دنیا اس کو ایک سبز باغ معلوم ہوتی ہے اور ہر چیز سے خواہ وہ خورد سال ہی کیوں نہ ہو امید و اطمینان کی جھلکی نظر آتی ہے، اسی کا نام بچپن کی بھولی بھالی سادگی ہے، اور یہی وہ چیز ہے جو اس کے ایک سیدھے سادے دل کو زنگ معصیت سے محفوظ رکھ کر معصومیت کا نورانی حلقہ پہناتی ہے، لیکن جب وہ وادی حیات میں آگے قدم بڑھاتا ہے تو بہت جلد اس راہ کی دشوار گزار صعوبتیں اس پر ثابت کر دیتی ہیں کہ ہر چمک دار شے طلائے خالص نہیں ہے اور نہ ہر سبزہ خوابیدہ تازگی بخش روح ہے، بلکہ اکثر اس میں سانپ بچھو انسان کی گھات میں چھپے ہوئے بیٹھے رہتے ہیں، پس ایسی حالت میں اگرچہ اس وحشت خیز تجربے کا ابتدا میں یہ میلان ہوتا ہے کہ انسان اپنے سائے سے بھی ڈرنے لگے، لیکن اگر اس کا دل قوی اور اس کے جذبات کی رہبری کے لیے صحیح اصول تربیت موجود ہوتے ہیں تو اس کو بہت جلد کھوٹے کھرے میں تمیز ہو جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ انسانی زندگی کیا ہے۔ اور کن پر اسرار جذبات سے اس کو لبریز ہونا چاہیے۔ کچھ شک نہیں کہ نواب صاحب نے ان اسرار کو سمجھ لیا اور اس مسلک کے سالک بننے کے اہل تسلیم کیے جا چکے۔ نواب صاحب کا دوازدہ سالہ اعتکاف دنیا طلبی کے لیے ریائی نہ تھا بلکہ حقیقی تھا۔ نواب صاحب کی یہ عافیت اندیشی رشک کے قابل ہے کہ انھوں نے حضرت خواجہ کے آستانے پر ہی تمام دنیا کی کائنات کو پیش نظر رکھ لیا ہے اور ایک جگہ بیٹھ کر وہ تجربہ حاصل کیا ہے کہ کسی سیاح کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ ایسی خوش گوار زندگی پر مسیح و خضر بھی مرتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو، جلوہ خواجہ پیش نظر جس کے ہوئے، ہو رہے۔ جہاں بیٹھے، بیٹھے۔ ان کی یہ آزادانہ روش قابل رشک ہے۔

نمبر شمار : 57 تصنیف : علمائے سلف

مصنف : مولوی حبیب الرحمن خاں شروانی (نواب صدر یار جنگ)

سنہ تصنیف : 1314ھ/1921

موضوع عبارت

”کتابوں کا لکھنا“ : چھاپے نے اس زمانے میں کتابوں کا وجود اتنا آسان کر دیا ہے کہ اب اس دقت کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے جو اگلے زمانے میں کتابوں کے بہم پہنچانے میں پیش آتی تھی۔ آج کل عمدہ سے عمدہ کتاب دام خرچ کرنے سے بلا دشواری مل سکتی ہے۔ لیکن پہلے یہ بات کہاں تھی۔ جو بھاری کام اب سسے اور پتھر نے اٹھالیا ہے وہ اس وقت کے طلباء کو خود کرنا پڑتا تھا، یعنی وہ اپنے واسطے کتابیں خود لکھتے تھے گویا پلٹے کے واسطے ان کو سڑک بھی خود بنانا پڑی تھی۔ شقائق نعمانیہ میں لکھا ہے کہ ابتداءً جب علامہ تھنا زانی کی تصانیف روم میں پہنچیں اور درس میں مقبول ہوئیں تو ان کے نسخے دام خرچ کرنے پر بھی نہیں ملتے تھے۔ مجبوراً علامہ شمس الدین کو علاوہ جمعہ اور سہ شنبہ کی معمولی تعطیلوں کے دو شنبہ کی تعطیل مدارس میں اور مقرر کرنا پڑی۔ پس ہفتے میں تین دن طلباء کتابیں لکھتے تھے اور چار دن پڑھتے تھے۔ کثرت مشق اور رات دن کے لکھنے نے اگلے لوگوں کو تحریر پر ایسا قادر کر دیا تھا کہ اب ان کی حکایتیں مشکل سے باور ہوتی ہیں۔ حافظ ابن فرات بغدادی نے جب وفات پائی تو کتابوں کے اٹھارہ صندوق چھوڑے، جن کتابوں سے اٹھارہ صندوق بھر گئے تھے، ان میں اکثر خود ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں۔ خوبی تحریر کی سند اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ محدثین کے نزدیک ان کی لکھی ہوئی کتابیں صحت نقل اور جودت ضبط میں حجت اور سند خیال کی جاتی تھیں۔ سبط ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا شیخ ابن جوزی کو ایک بار سہ ماہیہ کہتے سنا کہ ”میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ جس شیخ وقت نے ڈھائی سو کتابیں تصنیف کی ہوں، اس کا دو ہزار جلدیں لکھ لینا ناممکن نہیں، جن قلموں سے انھوں نے حدیث شریف کی کتابیں لکھی تھیں ان کا تراشہ جمع کرتے گئے تھے جب وفات پانے لگے تو وصیت کی کہ غسل کا پانی اسی تراشے سے گرم کیا جائے۔ چنانچہ ان کے غسل کا پانی اسی پاک ایندھن سے گرم ہوا۔

حضرت یحییٰ بن معین نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ امام ابواسامہ کوفی نے ایک سو دس برس کی عمر میں وفات پائی تاہم سلسلہ تحریر آخر عمر تک قائم رہا۔ ان کے بیٹے نے بیان کیا ہے کہ میرے والد نے جب اشعار عرب مدون کیے تو کچھ ادراستی قبائل کا کلام تھا۔ ایک قبیلے کا کلام شائع کر چکے تو اس کے شکرانے میں ایک نسخہ کلام اللہ کا لکھ کر مسجد میں پہنچا دیتے۔ اسی طرح اسی سے زیادہ نسخے کلام پاک کے انھوں نے لکھ کر وقف کر دیے۔

نمبر شمار 58 تصنیف : تاریخ الامت

مصنف : مولوی حافظ محمد اسلم جیراج پوری

سنہ تصنیف : 1341ھ/1922

مصورہ عبارت

”دقائق مہد“

عہد دبیان کی پابندی کو اہل عرب فرض سمجھتے تھے، اور جان و مال اور اولاد سب کو اس پر قربان کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتے تھے۔ اوپر گزر چکا ہے کہ ہانی بن مسعود نے نعمان بن منذر کے مال و اولاد کو جو اس کی امانت میں تھے، باوجود کسریٰ کے حکم کے دینے سے انکار کر دیا اور بلا اندیشہ انجام دولت ایران سے جو اس وقت دنیا کی سب سے زبردست سلطنت تھی لڑائی مول لی۔ سوال بن عادی بھی وفائے عہد میں ضرب الشل ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ عرب کے مشہور شاعر امر القیس نے اپنی تلواریں اور زریں اماتیا اس کے پاس رکھوا دی تھیں۔ حارث غسانی نے سوال سے ان کو طلب کیا، اس نے امانت داری کے خلاف سمجھ کر دینے سے انکار کیا۔ آخر حارث ایک جزار لشکر لے کر چڑھ آیا۔ سوال میں مقابلے کی طاقت نہ تھی اس لیے وہ اپنے قلعے میں محصور ہو گیا۔ دوران محاصرہ میں حارث نے اتفاقاً اس کے بیٹے کو قلعے کے باہر پکڑ لیا۔ سوال کو پکارا وہ برج پر آیا، اس سے کہا کہ اگر تم امر القیس کی امانت میرے حوالے کر دو تو میں تمھارے بیٹے کو چھوڑ دوں ورنہ قتل کر دوں گا۔ اس نے بیٹے کا قتل ہو جانا گوارا کیا لیکن بد عہدی نہیں جائز رکھی۔

نمبر شمار : 59 تصنیف : امرائے ہنود (سلطنت مغلیہ)

مصنف : فشی سعید احمد مارہروی

سنہ تصنیف : 1328ھ / 1910

نمونہ عبارت

مذہب ہنود کی نسبت مسلمان بزرگوں کی رائیں

اس مقام پر یہ دکھانا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے پیشوایان دین اور حاملان شرع متین اور فاضل مورخین جن کا اقتدار اس زمانے میں نہ صرف عام رعایا بلکہ بادشاہوں اور امیروں پر بھی بے حد تھا، ہندوؤں اور ان کے مذہب کی نسبت کس قسم کے بے تعصبانہ خیالات رکھتے تھے۔ حضرت مرزا جان جاناں مظہر علیہ الرحمہ جو سلوک اور تصوف میں بہت بڑے پائے کے شخص گزرے ہیں۔ یہاں تک کہ قاضی ثناء اللہ صاحب کو آپ کی کفش برداری پر تاز تھا، ان سے کسی نے دریافت کیا کہ ہندو مذہب کی نسبت ہم کو کیا اعتقاد رکھنا چاہیے۔ آپ نے مفصل خط میں اس کا جواب لکھا۔ یہ خط ان کے مکاتیب کے مجموعے میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ مع اصل متن کے شمس العلماء مولانا شبلی صاحب نعمانی نے شائع فرمایا ہے۔ بہ وجہ طوالت اصل متن کو چھوڑ کر اردو ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

”آپ نے دریافت کیا تھا کہ کیا کفار ہند کا مذہب بھی مشرکین عرب کی طرح کوئی اصل نہیں رکھتا ہے۔ یا اس کی کوئی اصل ہے اور دیگر ادیان کی طرح منسوخ ہو گیا ہے۔ اور ان کے اسلاف کی نسبت کیا اعتقاد رکھنا چاہیے۔ اس لیے ایک مختصر بیان بہ طور تحقیق و انصاف لکھا جاتا ہے۔ جس قدر اہل ہند کی پرانی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ رحمت الہی نے انسان کی ابتدائی پیدائش کے زمانے میں ان کے معاد اور معاش کی درستی کی غرض سے ایک کتاب بید جس کے چار دفتر ہیں اور جو تمام امر و نہی اور واقعات گزشتہ اور آئندہ کا مجموعہ ہے۔ ایک فرشتہ برہما کے ذریعے سے جو ایجاد عالم کا واسطہ ہے نازل کی۔ اس زمانے کے علمائے مجتہدین نے اس کتاب سے چھ مذہب استنباط کر کے عقائد کی بنیاد ان پر قائم کی۔ اس فن کو دھرم شاستر کہتے ہیں۔ جس سے علم کلام مراد ہے اسی طرح چار قومیں قرار دیں۔ اور چار طریقے اس کتاب سے مستنبط کر کے ہر

طریق کے لیے ایک مسلک خاص مقرر کیا۔ اور تمام اعمال اور افعال کی بنیاد انھیں طریقوں پر قائم کی۔ اس فن کو کرم شاستر کہتے ہیں، جس سے علم فقہ مراد ہے۔ چونکہ یہ لوگ احکام میں تسخ و تبدیل کے قائل نہیں ہیں، اور عقل اس کو تجویز کرتی ہے کہ ہر زمانے میں انسانی طبائع کے لحاظ سے اعمال و احکام میں تغیر و تبدل ہو۔ اس لیے انھوں نے زمانے کی چار تقسیمیں کیں، اور ہر ایک کا نام جگ مقرر کر کے ہر ایک کے لیے اس کتاب سے ایک دستور العمل مرتب کیا۔ اس کے بعد متاخرین نے جو کچھ تصرف کیا وہ پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔

الحاصل ان کے اصول مذہب میں ایک ایسا نظم و نسق پایا جاتا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دین بھی مرتب لیکن منسوخ شدہ ہے اور جب کہ ہماری شریعت اکثر انبیاء کے حال سے ساکت ہے تو ہم کو بھی ان لوگوں کے حق میں سکوت اختیار کرنا چاہیے۔ نہ ہم کو ان کے مقلدین کے کفر و الحاد پر ایمان واجب ہے نہ ان کی نجات پر اعتقاد فرض ہے۔ لیکن اگر تعصب نہ ہو تو احتمال حسن ظن موجود اور تحقق ہے۔

نمبر شمار 60 : تصنیف : وضع اصطلاحات

مصنف : مولوی سید وحید الدین سلیم پانی پتی

سنہ تصنیف : 1339ھ / 1921

نمونہ عمارت

واضح ہو کہ علمائے السنہ نے جنھوں نے دنیا کی زبانوں کا مطالعہ نہایت غور و فکر سے کیا ہے۔ اس بات کا سراغ لگایا ہے کہ کون سی زبانیں اپنی خاص بناوٹ اور قواعد ترکیب اور الفاظ کی مشابہت کے لحاظ سے ایک سلسلے میں رکھی جاسکتی ہیں اور کون سی زبانیں جداگانہ بناوٹ اور قواعد اشتقاق اور الفاظ کی مشابہت کے لحاظ سے دوسرے سلسلے میں مسلسل ہو سکتی ہیں۔ پھر ایسے ہر سلسلے کو جس کے ماتحت کئی زبانیں ہوں ایک خاندان کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ ان خاندانوں میں سے تین بڑے خاندان بہت مشہور ہیں، جو حسب ذیل ہیں۔

1- آریائی 2- سائی 3- تورانی۔ ان میں سے پہلا خاندان نہایت اہم

ہے۔ اس کو انڈو یورپین، انڈو جرمنک اور انڈو کلٹک بھی کہتے ہیں۔ علمائے السنہ نے اس خاندان کو دو

بڑے ڈویژنوں یا جماعتوں میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں سے ایک جماعت مشرقی اور دوسری مغربی کہلاتی ہے۔ پھر ہر جماعت کئی سب فیملی یعنی چھوٹے خاندانوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ پھر ہر چھوٹا خاندان متعدد برانچوں یعنی شعبوں میں اور ہر شعبہ متعدد گروپوں یعنی مجموعوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ان میں سے ہر مجموعہ کئی زبانوں پر مشتمل ہے۔ مشرقی جماعت میں چار چھوٹے خاندان حسب ذیل ہیں:

- 1۔ انڈو ایرانی 2۔ اناٹولک 3۔ تھریسوالیرین 4۔ بالٹوسلوک۔

ان میں سے پہلا چھوٹا خاندان دو شعبوں انڈک۔ اور ایرانی میں منقسم ہوتا ہے، پھر شعبہ انڈک میں دو بڑے مجموعے سنسکرت اور نان سنسکرت بتائے گئے ہیں، سنسکرت مجموعے میں جوبانیں شامل ہیں، ان میں سے چند زبانیں حسب ذیل ہیں۔

- 1۔ سنسکرت 2۔ پالی 3۔ پراکرت 4۔ مہاراشٹری 5۔ ماگھی 6۔ سورسینی 7۔ کشمیری 8۔ کوہستانی 9۔ پنجابی 10۔ ملتانہی 11۔ سندھی 12۔ مرہٹی 13۔ اڑیا 14۔ بہاری 15۔ بنگالی 16۔ آسامی 17۔ ہندی بھاشا 18۔ اردو 19۔ راجستانی 20۔ گجراتی 21۔ نیپالی 22۔ سنگھالی۔
- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان ان زبانوں میں داخل ہے جو سنسکرت سے مشتق ہوئی ہیں۔

نمبر شمار 61: تصنیف : انتخاب زریں (تذکرہ)

مصنف : سید اس مسعود نواب مسعود جنگ

سنہ تصنیف : 1339ھ/1921

نمونہ عبارت

کسی قوم کی تہذیب و تمدن کا اندازہ کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے سرمایہ نظم کا مطالعہ کیا جائے۔ چند سالہائے گزشتہ سے میں یہ ضرورت محسوس کر رہا تھا کہ ایک ایسا انتخاب شائع کروں جس پر ایک نظر ڈالنے سے میرے ہم وطن دوستوں کو اردو نظم کے بہترین حصے کا لطف حاصل ہو جائے۔ میں اس موقع پر اس بات کا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ مجموعہ بالخصوص ان اصحاب کے لیے مرتب کیا گیا ہے جو سیری طرح، اس نئی روح پر جو ہماری شاعری میں پھونکی جا رہی ہے، نگاہ رکھتے ہیں، اور قدیم طرز کے خیالات کے شیدائی نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی مشہور غزلوں کو جن میں وہ خیالی مضامین نظم کیے گئے ہیں جو ایک زمانے میں ہماری پرانی شاعری

کی جان سمجھ جاتے تھے (لیکن افسوس! کہ موجودہ زمانے میں ان کا ہمارے جذبات پر کچھ اثر نہیں ہوتا) اس تذکرے میں جگہ نہیں دی گئی ہے۔

نمبر شمار 62 : تصنیف : جاپان اور اس کا تعلیمی نظم و نسق مولف سید راس مسعود

مصنف : مترجم مولوی محمد عنایت اللہ بی. اے. ناظم شعبہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ

سنہ تصنیف : 1341ھ/1923

عمومیہ عبارت

”جاپانی زبان“ : مغربی ترقی کے راز کو لوگوں پر جلد افشا کرنے کی آرزو میں جن سخت دشواریوں کا سامنا جاپان کو ہوا، اس کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ جاپانی زبان کی بعض خصوصیات کو حتی الامکان صاف طور پر بیان کرنے کی کوشش کی جائے۔

اس خصوص میں سب سے پہلی بات جو اکثر غیر ملک والوں کو موجب حیرت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ باوجود ایک ظاہری مشابہت کے جو چینی اور جاپانی طرزِ تحریر میں پائی جاتی ہے۔ چینی زبان جاپانی زبان سے بالکل مختلف ہے۔ چینی زبان ایک مقطعی ہے۔ یعنی اس کے ہر لفظ میں صرف ایک حرکت ہوتی ہے اور جاپانی زبان کثیر المقاطع ہے۔ یعنی اس کے ہر لفظ میں ایک سے زیادہ حرکتیں ہوتی ہیں، اور ان دونوں زبانوں کی نحو میں بھی متعدد اختلاف ہیں۔

اصل واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ چینی تمدن کو اختیار کرنے کے بعد جاپانیوں نے چینیوں کے ایڈوگرافوں یعنی ”علاماتِ تصوری“ کو (جن میں ہر علامت ایک پورے خیال کو تعبیر کرتی ہے) تین طریقوں سے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ ایک طریقہ استعمال تو وہ تھا جس کو ’صوتی‘ کہتے ہیں یعنی جاپانی الفاظ کی آواز کو لکھنے کے لیے چینی ایڈوگراف (علاماتِ تصوری) بلا لحاظ ان کے معنوں کے استعمال میں لائے گئے، چنانچہ اسی شکل میں جاپانیوں کے بعض بالکل ابتدائی زمانے کے گیت اب تک محفوظ چلے آتے ہیں۔ دوسرا طریقہ استعمال یہ تھا کہ ان چینی ایڈوگرافوں (علاماتِ تصوری) کو ان ہی معنوں میں جو چینی زبان میں وہ رکھتے تھے استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن ان علامتوں کا تلفظ وہ کیا جو جاپانی زبان میں ان کے ہم معنی الفاظ کا تلفظ تھا۔ تیسرا طریقہ استعمال یہ تھا کہ چینی ایڈوگرافوں (علاماتِ تصوری) کو بطور ایسے چینی الفاظ کے استعمال کیا جو جاپانی زبان

میں اختیار کر لیے گئے تھے۔

ان تینوں استعمالوں کو زیادہ صاف طور پر بیان کرنے کے لیے میں ہر ایک کی مثال جدا جدا پیش کرتا ہوں۔ فرض کیجیے کہ ہند میں ہم لوگوں نے اپنی زبان کو لکھنے کا کوئی طریقہ ایجاد نہیں کیا ہے بلکہ جس طرح جاپانیوں نے چینیوں کے ایڈوگراف (علاماتِ تصوری) اختیار کر لیے ہیں، ہم انگریزی ہندسوں میں جو دراصل ایڈوگراف (علاماتِ تصوری) ہیں، اپنی زبان لکھتے ہیں۔ اب ہم انگریزی ہندسوں کا صوتی استعمال اردو لفظ ٹوٹن کے لکھنے کے لیے کریں گے تو ہم اس کو 2، 10 لکھ دیں گے۔ یہ مثال اس صوتی استعمال کی ہوئی جو چینی ایڈوگرافوں (علاماتِ تصوری) کا جاپان نے شروع کیا تھا۔ دوسرے طریقہ استعمال کی مثال یہ ہو سکتی ہے کہ ہم نے پھر انہی ہندسوں یعنی 2، 10 کو لکھا مگر اس کا تلفظ ”دو دس“ کیا۔ تیسرا طریقہ استعمال جس میں جاپانیوں نے چینیوں کے ایڈوگراف (علاماتِ تصوری) استعمال کیے، ایسا ہی ہے جیسے کہ ہم انگریزی لفظ ٹنل استعمال کرتے ہیں، جس کو ہم نے اردو زبان میں اختیار کر لیا ہے۔

نمبر شمار 63 تصنیف : گلزار نونہال (تعلیم اطفال بطریق کنڈرگارٹن)

مصنف : لالہ خزاں چند چاؤ لہ بی۔ اے، ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس، ضلع لائل پور

سنہ تصنیف : 1325ھ / 1906ء

نمونہ عبارت

کنڈرگارٹن جرمنی زبان کا ایک لفظ ہے، جس کے معنی ”گلزار نونہال“ ہیں۔ (کنڈر بمعنی بچے۔ گارٹن بمعنی باغ) فروغل صاحب کے خیالات کے مطابق کنڈرگارٹن کی طرز کا اسکول ایک باغیچہ ہے۔ بچے پودے اور مدرس کی مثال باغیان کی سی ہے۔ بچوں کی جسمانی، عقلی و اخلاقی تعلیم کا یہ ایک ایسا طریقہ ہے کہ ان میں صرف علم یا واقفیت کا ذخیرہ پُر نہیں کیا جاتا بلکہ ایسے طور پر سیدھے سادے کھلونوں کے ذریعے سے ان کی تربیت کی جاتی ہے کہ ان کو علم حاصل کرنے کا اصلی طریقہ بھی آجاتا ہے اور ان کے قوائے ذہنی و جسمانی کو بھی معمول سے زیادہ تقویت ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے حواسِ خمسہ کو استعمال کر کے مشاہدے اور تجربے سے ہر ایک چیز کی نسبت جو ان کے

سامنے آئے پوری واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی نئی چیز (چھتری وغیرہ) کسی عام طالب علم کے سامنے پیش کی جائے تو وہ اس کی بیرونی شکل دیکھ کر خوش ہوگا، اور شاید کہے، آہا! بڑی خوب صورت بنی ہوئی ہے۔ لیکن اگر وہی چیز کسی ایسے لڑکے کے ہاتھ میں دی جائے جس کی اس طریقے پر تربیت کی گئی ہے تو اس کی بیرونی شکل دیکھنے اور اس کی خوب صورتی کی تعریف کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرے گا، بلکہ اس کے ہر ایک حصے، جو پرزے وغیرہ کو بہ غور دیکھے بھالے گا اور اس کے دل میں اس قسم کے سوالات پیدا ہوں گے کہ یہ پرزے کہاں کیوں لگا ہوا ہے؟ فلاں جوڑ کا کیا فائدہ ہے؟ پھر ان کے جوابات خود بہ خود سوچنے کی کوشش کرے گا اور جب تک کسی امر میں اس کی پوری تسلی نہیں ہوگی اور وہ اس سے پوچھ کر اپنی تسلی کرے گا۔

تبصرہ و کیفیت

کاروباری زندگی میں تعلیم کا معیار زیادہ تر معلومات عامہ پر رکھا گیا ہے۔ مختلف طریقوں سے کوشش کی جاتی ہے کہ جس قدر کم وقت اور آسان صورتوں سے ممکن ہو ذرائع تعلیم بہم پہنچائے جائیں، اسی سلسلے میں یہ شعبہ نو ایجاد بھی ہے۔

نمبر شمار 64 : تصنیف : سعادت الکونین فی فضائل الحسنین

مصنف : مترجم مولوی حافظ محمد رحیم بخش دہلوی

سنہ تصنیف : 1311ھ / 1894

نمونہ عبارت

بہر صورت آپ (امام حسینؑ) نے مسلم بن عقیل کو بھیجے پر مجبور کیا، اور فرمایا، وہاں جا کر ایک گوشے میں بیٹھنا اور بہ شرط اس کے کہ کوئی تمہاری اطاعت کرے مجھے طلب کرنا کہ میں بھی پہنچوں۔ پس مسلم کوفے میں پہنچے اور ایک محفوظ گوشے میں بیٹھے اور تمام کوفے میں یہ خبر پھیل گئی کہ امام حسین نے پہلے ان صاحب کو اپنی بیعت کے لیے بھیجا ہے اور پیچھے پیچھے وہ بھی تشریف لاتے ہیں تو اس وقت ایک کثیر جماعت اور جم غفیر مسلم کی طرف متوجہ ہوئی اور بارہ ہزار آدمیوں

سے زیادہ نے حضرت مسلم سے بیعت کی تو حضرت مسلم نے امام حسینؑ کو اپنا اور کوفے کے بڑے بڑے سرداروں کا خط بایں مضمون روانہ کیا کہ تمام اہل کوفہ میرے یہاں آنے سے بہت خوش اور آپ کے دیدار کے منتظر ہیں..... جب یہ خط امام حسینؑ کے پاس پہنچا، آپ نے بے حد خوشی کے ساتھ کوچ کا جازم ارادہ کیا اور حضرت مسلم کو لکھ بھیجا کہ تم مطمئن رہو میں بہت جلد آتا ہوں.....

امام حسینؑ نے عمرو بن سعد کو اس مضمون کا خط لکھا کہ تو تین کاموں میں سے ایک کام کر، یا تو مجھے حجاز میں جانے کی اجازت دے، یا مجھے یزید کے پاس بھیج دے اور اگر ان دونوں باتوں کو جائز نہیں رکھتا ہے تو ہمیں ترکستان میں جانے کی اجازت دے..... عمرو بن سعد نے یہ پیغام عبید اللہ بن زیاد کو لکھ بھیجا، مگر مایہ فساد شمر نے کہا کہ اے عبید اللہ جب تک وہ تیرے حکم پر راضی نہ ہو اور تیری مرضی کا تابع نہ ہو، اسے یزید کے پاس نہ بھیج۔ بعدہ عبید اللہ بن زیاد نے عمرو بن سعد کو لکھ بھیجا کہ اگر امام بیعت قبول کریں بہتر ورنہ جلد قتل کر ڈال، چنانچہ عمرو بن سعد نے جواب نہ دیا اور حضرت امام حسینؑ کے پاس بھیج دیا کہ جب تک آپ ابن زیاد کی اطاعت بجا نہ لائیں گے، یزید کے پاس نہ جاسکیں گے۔

یزید کا نامہ پہنچتے ہی اس (ابن زیاد) نے جواب صاف لکھ بھیجا کہ دو چیزیں مجھ سے نہیں ہو سکیں گی۔ اول پیغمبر کے فرزند ارجمند کو قتل کر ڈالنا، دوسرے خانہ خدا کو ویران اور خراب کرنا، اور یہ ظاہر بیماری کا بہانہ اور حیلہ کر دیا، یزید یہ سن کر خاموش رہا۔

تہمرہ و کیفیت

در اصل یہ کتاب فارس میں مفتی اکرام الدین نبیرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مولفہ ہے، جس کا سنہ تالیف 1224 ہجری (1809) ہے۔ مولف کی ولادت 1191 ہجری (1777) اور وفات 1265 ہجری (1849) میں واقع ہوئی۔

یہ اردو ترجمہ دو مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ عبارت مندرجہ کا انتخاب دو مقامات سے کیا گیا ہے، اول شہادت امام حسینؑ، دوم واقعات عبد اللہ بن زبیر۔

نمبر شمار 65 : تصنیف : محرم نامہ و یزید نامہ

مصنف : خواجہ حسن نظامی دہلوی

سنہ تصنیف : 1335ھ / 1916

نمونہ عبارت

آخر یہ مشورہ قرار پایا کہ حضرت امام کے بھائی حضرت مسلم ابن عقیل خفیہ طریقے سے جائیں اور کوفہ کی حالت دیکھیں..... حضرت مسلم دو آدمیوں کو لے کر چپ چاپ کوفہ تشریف لے گئے اور پوشیدہ طور سے ایک محبت آل رسول کے گھر میں اترے۔ خاندان رسالت کے دوستوں کو خبر ہوئی تو جوق در جوق حضرت مسلم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ پہلے ہی دن بارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی، اہل کوفہ کی محبت اور جوش و خروش دیکھ کر حضرت مسلم نے اسی روز ایک خط حضرت امام کو لکھا، جس میں ساری کیفیت کوفیوں کی بیان کی اور تحریر کیا کہ بارہ ہزار نے تو آج میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے..... آپ پس و پیش نہ فرمائیے اور فوراً تشریف لائیے، حضرت امام خط کو دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ تم چلو میں بھی آتا ہوں۔ حضرت امام نے (عمر وسعد سے) فرمایا، میں تین باتیں چاہتا ہوں۔

اول تو یہ کہ مکتے چلا جاؤں۔ اور وہاں گوشے میں بیٹھ کر یا خدا کروں۔ دوسرے کسی اور ملک میں جا کر جہاد کروں اور وہیں کی بود و باش اختیار کروں۔ تیسری بات یہ ہے کہ راستہ چھوڑ دو میں خود دمشق میں یزید کے پاس چلا جاؤں۔ عمرو سعد نے کہا بہت اچھا میں اس کی اطلاع ابن زیاد کو دیتا ہوں۔ اس کی اجازت آنے پر فیصلہ ہو جائے، عمرو سعد نے ابن زیاد کو یہ ساری کیفیت لکھی۔ ابن زیاد نے جواب دیا پہلے حسین کو میرے پاس آنا چاہیے۔ اول میری بیعت کریں اس کے بعد یزید کے پاس میرے ذریعے سے بھیجے جائیں گے۔

ابن زیاد نے یہ حکم یزید کا پڑھ کر اپنی مجلس کے حاضرین سے کہا کہ مجھ سے دو دو کام نہ ہوں گے کہ پیغمبر خدا صلعم کے فرزندوں کو بھی قتل کروں اور خانہ خدا کے دربان و تباہ کرنے میں بھی حصہ لوں۔ لہذا میں ہرگز مکتے کے حملے میں حصہ نہ لوں گا، اور یزید کے اس تازہ حکم کی تعمیل نہ کروں گا۔ چنانچہ ابن زیاد نے ایسا ہی کیا اور یزید کو جواب لکھ بھیجا کہ میں بہت بیمار ہوں، سفر کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔

نمبر شمار 66 : تصنیف : چنگیاں اور گدگدیاں

مصنف : خواجہ حسن نظامی دہلوی

سنہ تصنیف : 1338ھ / 1920

نمونہ عبارت

انتساب : ”من مورتی کے نام“ حبیب صادق حاجی محمد حسین ساکن پریم دروازہ احمد آباد کے نام کو مختصر کر کے دل میں بلایا تو ازل و آخر کے دو حرف (م۔ن) من کی صورت میں اندر آئے۔ سنسکرت کا فلسفہ من کے عرفان کی خاطر صدیوں سے وجد میں مصروف تھا۔ فارسی فلسفہ بھی من، دو کے خلجان سے گھبرا کر حرف من ہی کو باقی رکھنا چاہتا تھا۔ قرآن نے بھی مرضی و منشا کے اختیارات کی تشریح میں لفظ من یہ کہہ کر استعمال کیا تھا وَتَعَزُّ مَنْ نَشَاءُ وَنُذِلُّ مَنْ نَشَاءُ (جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے)۔ محمد حسین، من مورت بن کر میرے من میں آیا تو میں نے اس کے ایک چنگلی لی اور گدگدایا جب وہ اُف کہہ کر ہنسا تو اپنے سوا کوئی غیر نظر نہ آیا۔ اس وقت یہ عقل آئی کہ وہ غیر نظر آنے والا جب من بنا تو میری ہی صورت اور میری ہی صورت تھی۔ اس واسطے اس کتاب کو جو میرے من سے نکلی تھی، تن من اور دھن قربان کر کے اس کے حوالے کر دیا۔

نئی دل لگی : یہ کتاب جس کا نام چنگیاں اور گدگدیاں ہے، نئی اردو کے نئے لطیفوں کا مجموعہ ہے۔ طرافت ہر بڑی اور مشہور زبان کا لازمی اور ضروری حصہ ہے۔ قوموں کی زندگی زبان سے ہوتی ہے اور زبان کی زندگی میں جہاں علوم و فنون کا بڑا حصہ دگار ہوتا ہے وہاں بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی بھی اس کی جان سمجھی جاتی ہے۔ اسلام نے ایسی طرافت کی اجازت دی ہے جس میں جھوٹ اور فحش و بے شرمی کی باتیں نہ ہوں، کسی خاص شخص کی دل آزاری نہ ہوتی ہو، رسول خدا صلعم کی مبارک زندگی میں اس قسم جائز طرافت کی بہت مثالیں پائی جاتی ہیں۔

تہرہ و کیفیت

بیسویں صدی عیسوی کے اہل قلم خواجہ حسن نظامی صاحب کا

خامہ رواں جس جولائی اور دقت شناسی کے ساتھ میدان تالیف و تصنیف طے کر رہا ہے، اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ اگر یہاں ان کے قلم و تصانیف کی فہرست ہی لکھی جائے تو بلا مبالغہ نصف جزو بلکہ اس سے زائد کاغذ صرف ہوگا۔ کوئی اخبار، کوئی رسالہ، کوئی فہرست اور کوئی بک ایجنسی ان کے ناموں اور کارناموں سے تہی دست نہیں۔ اسی کے ساتھ خواجہ صاحب کی طرز نگارش دوسرے رؤسائے تحریر کی طرح فوشہ موسیٰ نہیں، جس کا پڑھنے اور سمجھنے والا خدا کے موابندگان خدا میں کوئی نہ ہو۔ بائیں ہمہ، باوجود عام کثرت اشاعت کے ان کے تمام مصنفات کو طبقات خاص کے کتاب خانوں میں کم دیکھا جاتا ہے۔

آسان اور سلیس انداز تحریر کی یہ شان قابل تعریف نہیں کہ لفظی سادگی کی پرواز کے ساتھ معنوی روح بھی ہوا ہو جائے۔ خواجہ صاحب کا یہ قول سچ ہے کہ ”آئندہ زمانے میں اردو علم ادب میری ہی تحریر کی روش پر قائم کیا جائے گا اور تمہارا انبار تاریخی سک سک کر دم دے دے گا۔“ (یزید نامہ صفحہ 11) معمولی مائل وغور سے اس کی صداقت یوں ثابت ہو سکتی ہے کہ مستقبل میں اردو پڑھنے والے ایسے انگریزی داں رہ جائیں گے، جن کی اردو دانی عوام الناس کے افہام و تفہیم کی خاطر معمولی بات چیت سے آگے نہ بڑھے گی۔ غالباً اسی یقین کا اثر ہے کہ خواجہ صاحب نے اس پردہ دری کے باوجود کہ ”1911 میں جب میں نے (خواجہ صاحب نے) مصر کا سفر کیا تو وہاں کے مشہور مورخ، نادل نویس اور نامور مصنف جرجی زیدان سے بھی ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھ سے علامہ شبلی کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے میری اکثر تصنیفات کا چربہ اپنی کتابوں میں جوں کا توں اتار لیا ہے، اور ہندستان میں اس کو اپنی معلومات کی شان سے پیش کیا ہے۔“ (یزید نامہ صفحہ 12)۔ اپنی کتاب یزید نامے میں کہیں اس کا تذکرہ

نہیں کیا کہ ہماری ان کتابوں میں (محرم نامہ و یزید نامہ) ایک ایسی کتاب سے جوں کا توں چر بہ اُتارا گیا ہے جو اردو زبان ہی میں ان تالیفات سے چند سال پیشتر دہلی ہی سے شائع ہو چکی ہے۔ ایسی اطلاع نہ کرنے کی وجہ اس کے سوا کوئی سمجھ میں نہیں آتی کہ موجودہ عہد میں وہ آنے والا اثر پھیل رہا ہے جس کا اشارہ سطور بالا میں کیا گیا ہے۔

ہم نے اسی لیے دونوں تالیفوں کے نمونے ایک ساتھ درج کر دیے ہیں کہ دیکھنے والے نمونہ نمبر 63 و 64 کو پڑھ کر بہ آسانی اندازہ کر سکیں کہ ایک ہی مضمون اور ایک ہی واقعہ تاریخی کو کس نے پہلے لکھا اور کس نے بعد کو۔ اور یہ کہ متاخر کو اپنے متقدم کی تحریر سے کس قدر فائدہ اٹھانے کا موقع ملا ہے اور اس نے کس انداز سے اس میں ترمیم و اضافہ کیا ہے۔ مضائقہ نہ ہوتا اگر اپنے ماخذ متقدم سے ناظرین کو آگاہ کر دیا جاتا۔ خصوصاً اس تالیف میں جہاں کہ خود اسی معاملے میں دوسروں کی پردہ دری کی جا رہی ہے۔

یہ تبصرہ کیفیت محرم نامہ و یزید نامہ نمبر 63 کے متعلق ہے۔ اب نمبر 65 کے باب میں اس بات کی تائید کرتے ہوئے کہ ”ظرافت ہر بڑی اور مشہور زبان کا لازمی اور ضروری حصہ ہے۔“ اتنی بات اور عرض کرنی ہے کہ جو عنوانات اور جس قسم کے لطائف و ظرافت ان چٹکیوں اور گدگدیوں میں مندرج ہوئے ہیں وہ ادب لطیف کی جگہ تسخر خف سے معنون ہو سکتے ہیں من کہ ایک دھوبی کو اگر کاغذی گھاٹ پر دیکھا جائے تو غریب اردو نہ گھر کی نظر آتی ہے نہ گھاٹ کی۔ اسی کتاب میں فرضی اور تخیلی چٹکیوں اور گدگدیوں کے جو عنوانات لکھے ہیں وہ عامیانہ اور غیر دلچسپ مذاق کا ثبوت دیتے ہیں مثلاً:

فرام بکری، جادم کی درخواست، عید کی چھینک، برج نامہ پلے کوں کوں کرتے تھے۔ آل کچہری، مس چڑیا کی کہانی، طائر ہوائی کی بیٹ،

آپان، درود، لال ہلا، بطیخ اخبار، زوجہ الاولس، اپ ریل، جت چھپکلی،
یہ گھر میرا یا چڑے کا۔

بہر حال اس میں شک نہیں کہ تاریخی نقطہ نگاہ سے تنہا خواجہ
صاحب نے جس قدر اردو کی اشاعت کے لیے اپنے قلمی کارنامے فراہم
کر دیے اور کرتے جا رہے ہیں، وہ کسی کہنی اور کسی ادارے کی مجموعی
کوششوں سے بھی نظر نہیں آتے۔

نمبر شمار 67 : تصنیف : الہام اور وحی

مصنف : مرزا حیرت دہلوی

سنہ تصنیف : 1323ھ / 1905

مصورہ عبارت

تمام بحث اور علماء کے اقوال سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ الہام کیا چیز ہے اور آیا وہ خاص
مسلمانوں سے تعلق رکھتا ہے یا غیر اسلامی کو بھی ہو سکتا ہے، ہم اس پر بحث کرنا چاہتے ہیں اور اس
مشکل مسئلے کو ایک حد تک سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں، خدا ہمیں توفیق دے اور ہم اپنے کام میں
کامیاب ہوں۔

الہام کی تعریف تو یہی ہے کہ ایسا خیال دل میں گزرے جس کا اس سے پہلے کبھی شان
و گمان بھی نہ ہوا ہو۔ اس لحاظ سے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں کوئی انسان خواہ وہ کسی مذہب و ملت
کا ہو ایسا نہیں ہے جس کے دل پر پے در پے ایسے خیالات نہ گزرتے ہوں، جن کا اسے پہلے
وہم و گمان بھی نہ ہو اور اس کے خیالات یا الہام ہمیشہ اس سے دست در گریبان نہ ہوتے ہوں۔
انسان کی حالت پر غور کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس کی قوت متخیلہ ہر وقت اس کے
آگے نئے نئے اور عجوبہ عالم بنا کے کھڑے کر دیتی ہے۔ لیکن یہ عجوبہ عالم خاص اس کے مذاق سے
بہت کچھ تعلق رکھتے ہیں، مثلاً ایک مصور کو ہمیشہ تصویر ہی کے متعلق الہام ہوگا اور ایک بادشاہ کا
الہام ہمیشہ امور سلطنت اور ملک گیری سے تعلق رکھے گا۔ اسی طرح ایک صوفی کا الہام زبانی
مدارج کی ترقی اور تنزل پر موقوف ہے۔

نمبر شمار 68 : تصنیف : خیابان فارس، ترجمہ کتاب پرشیا

مولفہ لارڈ کرزن وائسرائے ہند

مصنف : مترجم مولوی ظفر علی خاں بی. اے.

سنہ تصنیف : 1321ھ/1902

نمونہ مہارت

دیباچہ مترجم : قلمرو ایران کے حالات کے متعلق متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں اور اس موضوع کی مسلسل و عمیق دلچسپی اور وسیع اہمیت نے ایک عرصہ دراز سے اس کو ان ذی رتبہ سیاحوں اور مقیم ملک مصنفوں کا بحث بنا رکھا ہے، جنہیں اپنے شوق یا تعلقات سفارت کی وجہ سے اس مسئلے پر رائے زنی کرنے کے مواقع حاصل ہوئے، چنانچہ اس سرزمین کے مختلف پہلوؤں کو عالم و فاضل و تجربہ کار لوگوں نے وقتاً فوقتاً اپنے زور قلم کا تحفہ مشق بنایا۔ کسی نے اس کی تاریخ لکھی، اور کسی نے اس کے جغرافیہ طبعی۔ اس کی ہیئت طبقات الارض، اس کے تمدن، اس کی السنہ، اس کی اقوام، اور اس کے آثار قدیمہ پر خامہ فرسائی کی۔ بعض مصنفین نے دولت ایران کے ان تعلقات سیاسی کو جو اسے دول خارجہ سے ہیں اور نیز اس کے اندرونی طرز نظم و نسق اور اس کی تدبیر مملکت کے مال و ماعلیہ کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا۔ لیکن آج تک کسی ایک کتاب میں ان تمام امور پر اس وضاحت، سلاست اور امغان نظر سے بحث نہیں کی گئی جو لارڈ کرزن کی جامع تصنیف کی حقیقی خصوصیات ہیں۔

نمونہ ترجمہ :- ڈاک کی سڑک :

قدیم ڈاک کی سڑک جس پر (جاپار) کا شیدائی جانا پسند کرے گا، گاڑی کی سڑک کے جنوب کو جاتی ہے اور ”جاپار خانوں“ کے نام عبد اللہ آباد سفر خوجہ (جسے سفر خواجو بھی کہتے ہیں) اور شکر آباد اور میاں جب اس راہ پر مقام کرتیج میں جو دو موخر الذکر منزلوں کے مابین طہران سے 26 میل کے فاصلے پر ہے، ایک محل یا شکار منزل سلیمانیہ نامی جو شاہ کی ملک سے ہے اور جسے اس کے پردادا فتح علی شاہ نے 1812 میں تعمیر کیا تھا، واقع ہے۔ سلیمانیہ نہر کرتیج کے کنارے پر جو کوہستان سے نکلتی ہے اور جس کا مصطفیٰ اور پاکیزہ پانی فتح علی شاہ مشکوں میں بھردا کر

ہر روز طہران منگوا یا کرتا تھا واقع ہے۔ اور اس میں دو بڑی تصویریں آغا محمد علی شاہ اور اس کے بھتیجے فتح علی شاہ کے درباروں کی عبد اللہ خاں کے ہاتھ کی کھچی ہوئی ہیں جو ابتدائے شاہان قاجار کے دربار کا مشہور نقاش تھا۔

سفر ایران کے لیے بہترین موسم کے انتخاب کے دو اختیاری پہلو ہو سکتے ہیں، یا تو موسم خزاں کا آخری حصہ اور یا فصل بہار۔ موسم اول الذکر اکتوبر سے جنوری تک رہتا ہے اور ثانی الذکر مارچ سے شروع اور مئی میں ختم ہوتا ہے۔ عام طور پر اور آخر ماہ دسمبر میں طہران میں اور آذر بائیجان میں اس سے بھی پہلے برف پڑنی شروع ہو جاتی ہے۔ اور مرتفع دروں کو بند کر دیتی ہے۔
تہمرہ و کیفیت

یہ سفر نامہ چار جلدوں میں ترجمہ کیا گیا ہے، مگر مطبوعہ صرف جلد اول ہے۔ جس کے صفحات 612 ہیں۔

نمبر شمار 69 : تصنیف : تمدن ہند (ترجمہ کتاب ڈاکٹر لی بان فرانسیسی)

مصنف : شمس العلماء مولوی سید علی بگڑائی مرحوم

سن تصنیف : 1330ھ / 1912

مصورہ عبارت

بدھ کا مذہب : بدھ مذہب کی ابتدا کا زمانہ قصص و حکایات کا زمانہ ہے، اور اس مذہب کی ابتدا کے جو حالات ہم تک پہنچے ہیں، ان کا شمار بھی کہانیوں میں ہے۔ اسکندر کی فوج کشی کے بعد تقریباً 250 قبل مسیح میں جب بدھ مذہب تمام ہندستان کا شاہی مذہب ہو گیا۔ اس وقت سے ہمیں اصلی حالات معلوم ہونے لگے اور کہانیوں کے کہر میں سے تاریخ کا صاف میدان نظر آنے لگا۔ لیکن یہ حالت زیادہ دنوں نہ رہی، اسکندر کی فوج کشی کا زمانہ 327 قبل مسیح ہے۔ ایران کے ملک کو فتح کرنے کے بعد اسکندر نے ہندستان کا ارادہ کیا اور اس کی غرض یہ تھی کہ تمام ایشیا کو فتح کر لے۔ اس وقت پنجاب چھوٹی چھوٹی خود مختار حکومتوں میں منقسم تھا، جن میں باہمی سخت رقابت تھی، اور اس وجہ سے اسکندر نے پہ آسانی انھیں زیر کر لیا۔

تبصرہ و کیفیت

مترجم کی وفات کے بعد ان کے خلف سید مجتبیٰ علی بگرامی سول انجینئر نے مطبع مفید عام آگرہ میں اس کتاب کو چھپوایا ہے جو 531 صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ تمدن ہند سے پہلے تمدن ہند کا اردو ترجمہ بھی 1898 میں مطبع مفید عام آگرہ سے چھپ کر شائع ہوا ہے جس کی ضخامت 959 صفحے اور قیمت 51 روپے 8 آنے (لہ حصہ) ہے۔ یہ دونوں کتابیں فرانسیسی زبان سے ترجمہ کی گئی ہیں۔ شمس العلماء سید علی بگرامی 18 زبانوں کے مستند عالم تھے۔ حیدر آباد دکن سے پنشن پا کر انگلستان چلے گئے اور وہاں ٹرنٹی کالج کیسبرج میں مرہٹی زبان کے لکچرر ہو گئے تھے۔ اسی زمانے میں پیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ بالآخر ولایت سے واپس آ کر ہردوئی میں قیام کیا اور مئی 1911 میں وفات پائی اور اپنے وطن بگرام میں مدفون ہوئے۔

نمبر شمار 70 : تصنیف : طبعیات علمی (آواز درویشی)

مصنف : مترجم مولوی عبدالرحمن خاں بی. ایس. سی. پروفیسر نظام کالج

سنہ تصنیف : 1340ھ / 1921

نمونہ عبارت

طیوف اور طیف بیا: سر آئیزیک نیوٹن کے مشہور تجربے کی طرح جب سفید روشنی کی پنل ایک منشور میں سے گزرتی ہے تو مختلف رنگوں میں منتشر ہو جاتی ہے اور رنگین قطعات کا ایک سلسلہ نظر آتا ہے، جو طیف کہلاتا ہے۔ خالص طیف تیار کرنے کے لیے جس میں ایک رنگ کا قطعہ دوسرے رنگ کے قطعے کے بازو ہو، نہ کہ اس پر متراکب، مبداء نور ایک جنگ جھری کی شکل میں ہونا چاہیے اور منشور کو اقل انحراف کی وضع میں رکھ کر اس میں سے متوازی شعاعوں کی پنل کو گزرنے دینا چاہیے۔

تبصرہ و کیفیت

جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے سلسلے میں دارالترجمہ سے جو

کتائیں نئے علوم و فنون میں شائع ہو رہی ہیں، ان میں اکثر اصطلاحات کا یورپی زبانوں سے اردو کے لیے ترجمہ کیا جاتا ہے، جس کی اشاعت انجمن ترقی اردو کی طرف سے اکثر ہوتی رہتی ہے۔ مندرجہ بالا نمونے میں مترجم نے لفظ بازو جس موقع اور جس مفہوم کے لیے استعمال کیا ہے یہ خاص دکنی روزمرہ ہے۔ اگرچہ اس کا مفہوم انجینی نہیں اور کسی کو سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی، لیکن شمال ہند میں یوں نہیں بولتے کہ ایک قطعہ دوسرے قطعے کے بازو (برابر۔ پہلو بہ پہلو) میں ہے۔ اس نمونے میں جو نئی اصطلاحیں آئی ہیں ان کی تشریح حسب ذیل ہیں:

انحراف۔ Curvature منشور۔ (Prism)

طیف نما۔ (Spectroscope)

نمبر شمار 71 : تصنیف : مفتاح المنطق (حصہ دوم استقرائی)

مصنف : مترجمہ مرزا محمد ہادی رسوا بی. اے. لکھنؤی

سن تصنیف : 1341ھ/1923

نمونہ عبارت

باب ہستم: وہ ضابطے جن سے علل اور معلومات پر حکم کرتے ہیں۔ باب گزشتہ میں معلوم ہوا کہ تجربے سے استدلال کرنے کی بنا اس قعین پر ہے کہ عالم میں کئی ارتباطات موجود ہیں، اگر زمین کے کناروں کے گرنے کی کوئی اصلی وجہ نہیں ہے تو ان حالات کو ملاحظہ کر کے جن میں ایسا وقوع ہوا کرے، حکم کرنا حماقت ہوگی۔ آئندہ اگر ایسا ہو تو یہ ہوگا، لیکن جب ایسے کئی ارتباط موجود ہیں تو ان حالات کی جانچ ہم کو ان کے دریافت کرنے میں مدد دے گی، اور ہم ان ارتباطات کو پہچان لیں گے تو پھر حسب واقعات ہم ان کی تقیم بھی کر لیں گے۔

نمبر شمار 72 : تصنیف : کیمیا (دوسرا حصہ) انٹرمیڈیٹ کے لیے

مصنف : مترجمہ چودھری برکت علی بی. ایس سی. اسٹنٹ پروفیسر کیمیا عثمانیہ کالج

سن تصنیف : 1342ھ/1923

موسمہ عبارت

آکسیجن کی تیاری، تجارتی پیمانے پر برن (Brin) کا قاعدہ
 حال میں برن نامی ایک شخص نے ہوا سے بالواسطہ آکسیجن حاصل کرنے کا ایک قاعدہ
 وضع کیا ہے، اور اب تجارتی پیمانے پر آکسیجن تیار کرنا ہوتا ہے تو کارخانہ دار لوگ زیادہ تر اسی
 قاعدے سے کام لیتے ہیں۔ اس قاعدے میں بیریم آکسائیڈ سے مدد لی جاتی ہے، اس مرکب کو
 ہوا میں رکھ کر جب یہاں تک گرم کیا جاتا ہے کہ مدھم سے رنگ سرخ انگارا ہو جاتا ہے تو وہ ہوا سے
 آکسیجن لے لیتا ہے، اور ڈائی آکسائیڈ (Dioxide) بدل جاتا ہے۔

تبصرہ و کیفیت

دارالترجمہ حیدر آباد دکن سے بالالتزام اور مسلسل نئے علوم و فنون
 کی کتابیں اردو میں ترجمہ ہوتی رہتی ہیں۔ ان میں دو چار مثالیں یہاں لکھ دی
 گئی ہیں، جس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان تراجم کی زبان سمجھنے کے لیے
 جب تک کہ اصل فن سے واقفیت اور طبیعت کو لگاؤ نہ ہوگا عام اردو دانوں کو
 اتنی ہی وقت کا سامنا رہے گا جس قدر کہ دو صدی قبل کی اردو زبان کے سمجھنے
 میں اس زمانے کے اردو دانوں کو ہوتا ہے، امید ہے کہ آئندہ اسلوب بیان
 کے سہل اور قریب الفہم بنانے کی خاص کوشش مد نظر رہے گی۔

نمبر شمار 73 : تصنیف : نظام الملک طوسی

مصنف : مولوی محمد عبدالرزاق کانپوری

سنہ تصنیف : 1330ھ / 1912

موسمہ عبارت

امام موفق بڑے مقدس اور نامور عالم تھے۔ عمر کی 85 منزلیں طے کر چکے تھے۔ اور تمام
 اطراف میں ان کی شہرت تھی۔ فیض کا یہ عالم تھا کہ جس نے امام صاحب سے قرآن اور حدیث کا
 سبق لیا وہ دنیاوی مراتب میں ضرور بڑے درجے پر پہنچ جاتا تھا، اس لیے والد بزرگوار نے مجھ کو
 فقیہ عبدالصمد کی اتالیقی میں طوس سے نیشاپور روانہ کر دیا اور میں امام محترم کے حلقہ درس میں

شریک ہوا۔ امام صاحب میرے حال پر خاص طور سے توجہ فرماتے تھے اور مجھے بھی شاگردانہ خلوص تھا، چنانچہ چار برس تک امام موفق کے درس میں شریک رہا، اسی زمانے میں عمر خیام اور حسن صباح بھی امام صاحب کی شاگردی میں داخل ہوئے، یہ دونوں نہایت فہیم اور ذکی الطبع تھے، اور چونکہ میرے ہم عمر تھے اس لیے میں ان کا ہم درس ہوا اور میرا ربط ضبط ان سے بہت بڑھ گیا، حلقہ درس سے اٹھ کر میں انھیں رفیقوں کے ساتھ سبق کی تکرار کیا کرتا تھا۔ انھیں دنوں کا تذکرہ ہے کہ ایک دن حسن صباح نے عمر خیام اور مجھ سے کہا کہ یہ مشہور بات ہے کہ امام موفق کے شاگرد بڑے رتبے پر پہنچتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ اگر ہم سب جاہ و دولت کے مرتبے پر نہ پہنچیں تو کوئی ایک تو ضرور کامیاب ہوگا اس لیے ہم تینوں معاہدہ کریں، میں نے کہا کہ شرائط کی تکمیل کیوں کر ہوگی، حسن نے کہا کہ ہم میں سے خدا جس کو جاہ و حشم کے درجے پر پہنچائے اس پر فرض ہوگا کہ وہ باقی دونوں دوستوں کو بھی اپنی دولت میں برابر کا شریک کرے اور کسی کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ اپنی ذات کو کسی معاملے میں ترجیح دے، چنانچہ سب نے اس معاہدے کو تسلیم کیا اور معاہدہ تحریر ہو کر مہر و دستخط سے مزین ہوا اور درس کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

نمبر شمار 74 : تصنیف : معرکہ مذہب و سائنس

مصنف : مولوی ظفر علی خاں بی. اے.

سہ تصنیف : 1328ھ/1910

مموۃ عبارت

حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت سے چار سو سال پہلے یونان علم و حکمت میں اتنی جلد جلد ترقی کر رہا تھا کہ قدیم مذہب کی قبا اس کے قامت پر جھگ ہو چلی تھی، وہاں کے فلاسفہ نے جب ماہیت کائنات پر غور کیا تو قوانین فطرت کی عظمت و جبروت کے مقابلے میں اولیٰ پس کے دیوتا انھیں سخت حقیر اور ذلیل نظر آئے۔ مورخوں نے جب معاملات سیاسی کے انضباط و ترتیب اور افعال انسانی کی ہموار اور باقاعدہ روش پر نگاہ ڈالی اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھا کہ دنیا میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آتا جس کی کوئی صریح علت کسی واقعہ سابقہ کی شکل میں موجود نہ ہو تو انھیں شبہ ہونے لگا کہ کہیں وہ معجزے اور آسمانی نشانات جن سے عہد عتیق کے سفائن معمور ہیں، محض من گھڑت

قصے کہانیاں ہی تو نہیں۔ اور جب فوق القدرت واقعات کا ظہور موقوف ہو گیا تو یہ بدیہی سوال پیدا ہوا کہ کیا وجہ ہے کہ کسی دیوتا کے منہ سے اب کوئی پیشین گوئی سننے میں نہیں آئی اور کرامات و عجائبات کا دروازہ مطلقاً مسدود ہو گیا ہے۔

نمبر شمار 75 : تصنیف : عقد ثریا (مناظر فسا)

مصنف : خواجہ قمر الدین خاں راقم خلف خواجہ بدر الدین خاں مترجم بوستان خیال

سنہ تصنیف : 1325ھ / 1907

مموئہ عبارت

گزارش مصنف : واضح ہو کہ یہ پہلی کتاب ہے جو اردو زبان نسواں میں بہ طرز جدید مقفی و مسجع لکھی گئی ہے، قبل اس کے اکثر مصنفوں نے حسب اشتہار بحریہ گورنمنٹ بہ نام نہاد زبان نسواں میں کتابیں لکھیں اور بعض نے انعام بھی بہ قدر مرتبہ پایا۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو وہ عام زنانی مردانی زبان ملی جلی ہے۔ اور نہ ان کتب کے مطالب سے عورتوں کو نفع پہنچتا ہے، جو کہ آج کل تعلیم نسواں کی زیادہ ضرورت ہے، اور گورنمنٹ عدل گستر کا خیال بھی اسی طرف ہے، لہذا مصنف پریشاں گفتار نے یہ کتاب خاص اس غرض سے لکھی اور خاص جدید انداز سے لکھی ہے کہ یہ نادر کتاب درس نسواں میں استانی کا کام دے اور مصنف کو گورنمنٹ عادل سے امداد ملے۔

نمونہ اصل کتاب : افسانوں میں سنا ہے، داستانوں میں سنا ہے، جہاں سنا ہی سنا، مرد ہے پڑھا گنا، جہاں میں مشہور ہے، ہندوستان میں مشہور ہے، جو دنیا میں رہتا ہے، وہ نہیں کہتا ہے، مرد ہوشیار ہے، عورت بے کار ہے۔ موئی کوئی چیز نہیں، جس کو کچھ تمیز نہیں، بوا تو عورت کو، بے آبرو عورت کو ناحق و فادار بناتی ہے۔ موتیوں کا ہار بناتی ہے، زبان کے آگے کیا ہے، عورت کا پردہ کھلا ہے، بوا عورت بری بری، موئی زنگ لگی چھری، بدنامی کا گھر، ادھر نہ ادھر۔ دوسری جلی بھنی نے، سمجھ دار پڑھی گئی ہے، جھنجھلا کر کہا، چل ہوا کھا، ہوش میں آ، اپنی فصد کھلا، پاؤں نہ پھیلا، لٹو نہ چلا، مرد دیکھے بھالے ہیں، آخر عورت نے نکالے ہیں، ہوش سے بات کر، عورت کا ساتھ کر، کس کو برا کہتی ہے، دیوانی کیا کہتی ہے، مرد بے چارے کیا ہیں، سب کے سب بے وفا ہیں، واہ عورت تو تو خوب ہے، شائد تجھے مرد مرغوب ہے، جو مرد کی بچ کرتی ہے، جھوٹ بات بچ کرتی ہے۔“

تبصرہ و کیفیت

بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں جنہیں زمانے اور رنگ زمانہ پر پوری نظر نہیں ہوتی۔ وہ لوگ اگرچہ اس عہد کی ترقیوں اور انداز و رفتار کو دیکھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ اس روش پر گامزن ہوں، لیکن اپنی طبیعت کی نامناسبیت یا پڑی ہوئی عادت کی وجہ سے وہ اس تقلید میں کامیاب نہیں ہوتے۔ متذکرہ بالائے نمونہ ظاہر کرتا ہے کہ مصنف نے مرآة العروس، نبات العش و غیرہ جیسی کتابیں دیکھ کر عورتوں کے لیے اس تصنیف کے لکھنے کا ارادہ کیا مگر معانی و مضامین اور تراکیب و الفاظ کی ہیئت کذائی بتاتی ہے کہ موجودہ دور میں اس قسم کی عبارت آرائی نہ صرف بے وقت کی شہتائی ہے، بلکہ ایک غیر مفید تصنع اوقات کا سامان پیدا کرتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کی زبان قلعہ و بلی کی زبان ہے، جس میں بہ کثرت عورتوں کا روزمرہ اور ان کی دلچسپ محاورے ہیں، مگر یہ قافیہ پیکاری روزمرہ گفتگو اور اتنی مسلسل گفتگو کے لیے کسی عنوان سے فطری اور طبعی نہیں کہی جاسکتی۔ البتہ لغت نویسوں اور محققین زبان کے واسطے یہ افسانہ اکثر زمانے محاوروں کا خزانہ کہا جاسکتا ہے۔

نمبر شمار 76 تصنیف : سیاحت نامہ

مصنف : خواجہ غلام اشقلین

سنہ تصنیف : 1329ھ / 1911

نمونہ عبارت

میرا تجربہ ممبئی کا اور جہاز کا یہ ہے کہ گودا، ممبئی اور گجرات کے لوگ لہجے میں عموماً اکھڑ ہیں، اور ہمارے خیال میں بے تہذیبی سے آدی کو مخاطب کرتے ہیں، مگر شاید ان کی نیت یہ نہ ہو کہ سختی سے گفتگو کریں، ممکن ہے کہ کرخ لہجہ اہل عرب سے انھوں نے لیا ہو، اس صوبے میں ایک عیب تو اچھے پڑھے لکھے سے لے کر عوام تک میں ہے کہ ان کے نزدیک کسی شخص سے کوئی غلطی ہو جائے تو بغیر ٹوکے نہ رہیں گے، تحمل و ملامت نہیں جانتے مگر ان کی نیت غالباً بری نہیں ہوتی۔

تریت کی کمی اس کا باعث ہے۔

ایک نئی بات جہاز پر دیکھی، یعنی ان لوگوں (سچی مشنری) نے ایک ٹائپا میسائی عرب دکھایا جس نے بغداد میں اندھوں کے مدرسے میں معلیٰ کی ہے۔ یہ شخص لکھتا ہے اور پڑھتا بھی ہے، ایک فرانسیسی نے اس کو نوشت و خواند کی تعلیم دی ہے اور ایک سوئی سے ہر آواز پر کچھ نقطے بناتا ہے اور پھر انگلی سے مس کر کے ان کو پڑھتا ہے۔ چنانچہ میں نے یہ عبارت بتائی: خولجہ غلام الشکین ساکن پانی پت از مضافات دہلی، ملک ہندستان، اس نے اپنے نقطوں میں عبارت لکھی پھر انھیں نقطوں میں مگر کسی قدر بدلے ہوئے تلفظ میں اس کو پڑھ دیا۔ یہ طریقہ اٹھارہویں صدی کے آخر میں ایک فرانسیسی پادری نے نکالا تھا۔

یہ بے چارہ انقلاب فرانس 1793 میں قتل ہوا، وہ گوگوں اور بہروں کو بھی اسی طرح تعلیم دیتا تھا، پادریوں نے بغداد میں اندھوں کا اسکول کھولا ہے۔ جس میں چالیس پچاس طالب علم بیان کیے جاتے ہیں۔

شط العرب کا پانی شیریں اور اچھا ہے اور اگر آب پاشی باقاعدہ ہو تو کچھ شک نہیں کہ یہیں ایران و ترکی ہردو کی آمدنی ایک ایک کروڑ روپے ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ امن کامل ہو اور آبادی کو ترقی دی جائے۔ یہ آمدنی چار پانچ سال کے اندر بڑھ سکتی ہے۔ یہاں کھجوریں نہایت کثرت سے ہیں اور ان کی تجارت زوروں پر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے عمدہ کھجوریں یورپ کو چلی جاتی ہیں۔

نمبر شمار 77 : تصنیف : اثم الالہ المعروف بہ ”زندہ اور کامل زبان“

مصنف : خولجہ کمال الدین

سنہ تصنیف : 1333ھ / 1915

نمونہ عبارت

یہ جو آج یقین کر لیا گیا ہے کہ یورچین، ایرانی اور بعض ہندی اقوام کے آباد اجداد ایک وقت ایک ہی جگہ آباد تھے اور ایک ہی زبان بولتے تھے۔ اس قیام کی بنیاد نہ تو کوئی قدیمی تاریخ ہے اور نہ زمانہ عتیق کا علم ادب۔ صرف ان اقوام مختلفہ کی زبانوں کی الفاظ مشارکت و

مجانست ان نتائج کا موجب ہوئی ہے۔ دراصل فلاطوئی ہی ایک صحیح ذریعہ اور زبان ہی ایک محفوظ راستہ ہے کہ جس سے دنیا کے دور دراز حصوں میں رہنے والی اقوام ایک دوسرے کی ہم رشتہ اور ہم اصل ثابت ہو سکتی ہیں۔

کسی زبان کے ام لالانہ ہونے کے لیے دو امور کا ہونا ضروری ہے۔ اول یہ کہ اس زبان کے اور دوسری زبانوں کے الفاظ اور روٹوں میں صوری معنوی مشارکت و مجانست ہوتا کہ یہ سمجھا جائے کہ یہ زبانیں ہم ماخذ ہیں۔ دوسرا یہ کہ اس زبان کے روٹ و الفاظ ابتدا سے آج تک اپنی اصلی شکل و صورت میں محفوظ رہے ہوں۔ عربی زبان کو آخر الذکر خصوصیت مسلمان حاصل ہے۔

نمبر شمار 78: تصنیف: حیاۃ النبی (سیرت مسیح موعود)

مصنف: یعقوب علی تراب۔ ایڈیٹر الحکم قادیان

سنہ تصنیف: 1333ھ/1915

نمونہ مہارت

حضرت مرزا صاحب کی پیدائش: یہ ایک سنت اللہ ہے کہ جو عظیم الشان انسان دنیا میں آتے ہیں ان کی پیدائش کے دن سے ہی بعض آثار و علامات ایسے شروع ہو جاتے ہیں جو دوسروں کی نظر میں اس وقت قابل لحاظ نہیں ہوتے لیکن بعد میں وہ ایک نشان ٹھہر جاتے ہیں، حضرت مرزا صاحب کی پیدائش اسی قسم کے آثار و علامات سے خالی نہ تھی چنانچہ حضرت مرزا صاحب خود رقم فرماتے ہیں:

سیری پیدائش 1839 یا 1840 میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی، سیری پیدائش سے پہلے والد صاحب نے بڑے بڑے مصائب دیکھے، ایک دفعہ ہندوستان کا پاپادہ سیر بھی کیا، لیکن میری پیدائش کے دنوں میں ان کی تنگی کا زمانہ فراخی کی طرف بدل گیا تھا اور یہ خدا کی رحمت ہے کہ میں نے ان کے مصائب کے زمانے سے کچھ بھی حصہ نہیں لیا اور نہ اپنے دوسرے بزرگوں کی ریاست اور ملک داری سے کچھ حصہ پایا، بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح جن کے ہاتھ میں صرف نام کی شہزادگی بہ وجہ داؤد کی نسل سے ہونے کی تھی اور ملک داری کے اسباب سب کچھ کھو بیٹھے تھے، ایسا ہی میرے لیے بھی بہ گفتن یہ بات حاصل ہے کہ ایسے

رکیموں اور ملک داروں کی اولاد میں سے ہوں۔ شاید یہ اس لیے ہو کہ یہ مشابہت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پوری ہو۔

نمبر شمار 79 : تصنیف : تذکرہ آب بقا

مصنف : خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی و مرتب مرزا جعفر علی نشتر لکھنوی

سنہ تصنیف : 1336ھ / 1918

مصورہ عبارت

ہمارا دعوا ہے کہ حضرت سلطان ابن سلطان خاقان ابن خاقان ابوالمنصور ناصر الدین سکندر جاہ بادشاہ عادل قیصر زماں سلطان عالم محمد واجد علی شاہ اختر، سابق شاہ اودھ اردو کی ہر صنف میں قادر الکلام تھے اور نظم کے ہر صیغے میں آپ نے داؤنخن دی ہے۔ شاہی میں مشاعرے نہایت شان و شوکت اور دھوم دھام سے ہوتے تھے، لال پارہ دری میں سہ پہر کو چمن بندی گل و فوارہ کی ہوتی تھی، کمرے میں تمام سامان عیش تیار ہوتا تھا..... مشاعرے عام نہ ہوتے تھے۔ مشاعرے میں ہمیشہ اہل دربار تشریف ہوتے تھے اور کبھی خاص اعزائے بادشاہ ہوتے تھے۔ شام سے مرزا خرم بخت بہادر نواب یحییٰ علی خاں، مرزا عظیم الشان نواب محمد تقی علی بہادر، مرزا رفیع الشان بہادر، نواب مجید الدولہ عظمت الدولہ، مرزا سلیمان قدر بہادر، دارا اسطوت، مرزا حیدر نیشاپوری تشریف فرما ہوئے اور اپنے مراتب کے موافق داہنے بائیں بیٹھے، بیچ میں مسند پر بادشاہ جلوہ افروز ہیں..... اس کے بعد مشاعرہ شروع ہوا۔ ہر ایک نے غزل پڑھی اور یہ پزلطف صحبت بارہ بجے شب تک ختم ہو گئی۔

اہل دربار کا مشاعرہ ہر مہینے میں ہوا کرتا تھا۔ اہل دربار اپنے اپنے قرینے سے مودب بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ کون ہیں؟ مدار الدولہ علی نقی خاں بہادر وزیر، یہ کون ہیں؟ فتح الدولہ بخشی الملک مرزا محمد رضا خاں برق، یہ کون ہیں؟ آفتاب الدولہ قلیق، یہ کون ہیں؟ تدبیر الدولہ دبیر الملک منشی مظفر علی خاں بہادر جنگ اسیر، یہ کون ہیں؟ مقبول الدولہ احسان الملک کپتان مرزا مہدی علی خاں ثابت جنگ، قبول۔ اسی طرح تمام درباری تشریف لائے اور اپنی اپنی جگہ پر فروکش ہوئے۔ اتنے میں حضور جان عالم برآمد ہوئے۔ تمام اراکین سروسوقد کھڑے ہوئے اور بسم اللہ بسم اللہ کی صدا

مجانست ان نتائج کا موجب ہوئی ہے۔ دراصل فلا لوجی ہی ایک صحیح ذریعہ اور زبان ہی ایک محفوظ راستہ ہے کہ جس سے دنیا کے دور دراز حصص میں رہنے والی اقوام ایک دوسرے کی ہم رشتہ اور ہم اصل ثابت ہو سکتی ہیں۔

کسی زبان کے ام اللانہ ہونے کے لیے دو امور کا ہونا ضروری ہے۔ اول یہ کہ اس زبان کے اور دوسری زبانوں کے الفاظ اور روٹوں میں صوری معنوی مشارکت و مجانست ہوتا کہ یہ سمجھا جائے کہ یہ زبانیں ہم ماخذ ہیں۔ دوسرا یہ کہ اس زبان کے روٹ و الفاظ ابتدا سے آج تک اپنی اصلی شکل و صورت میں محفوظ رہے ہوں۔ عربی زبان کو آخر الذکر خصوصیت مسلمان حاصل ہے۔

نمبر شمار 78: تصنیف: حیاۃ النبی (سیرت سبع موعود)

مصنف: یعقوب علی تراب۔ ایڈیٹر الحکم قادیان

سنہ تصنیف: 1333ھ/1915

نمونہ عبارت

حضرت مرزا صاحب کی پیدائش: یہ ایک سنت اللہ ہے کہ جو عظیم الشان انسان دنیا میں آتے ہیں ان کی پیدائش کے دن سے ہی بعض آثار و علامات ایسے شروع ہو جاتے ہیں جو دوسروں کی نظر میں اس وقت قابل لحاظ نہیں ہوتے لیکن بعد میں وہ ایک نشان ٹھہر جاتے ہیں، حضرت مرزا صاحب کی پیدائش اسی قسم کے آثار و علامات سے خالی نہ تھی چنانچہ حضرت مرزا صاحب خود رقم فرماتے ہیں:

میری پیدائش 1839 یا 1840 میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی، میری پیدائش سے پہلے والد صاحب نے بڑے بڑے مصائب دیکھے، ایک دفعہ ہندوستان کا پیادہ سیر بھی کیا، لیکن میری پیدائش کے دنوں میں ان کی تنگی کا زمانہ فراخی کی طرف بدل گیا تھا اور یہ خدا کی رحمت ہے کہ میں نے ان کے مصائب کے زمانے سے کچھ بھی حصہ نہیں لیا اور نہ اپنے دوسرے بزرگوں کی ریاست اور ملک داری سے کچھ حصہ پایا، بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح جن کے ہاتھ میں صرف نام کی شہزادگی بہ وجہ داؤد کی نسل سے ہونے کی تھی اور ملک داری کے اسباب سب کچھ کھو بیٹھے تھے، ایسا ہی میرے لیے بھی بہ گفتن یہ بات حاصل ہے کہ ایسے

ریمسوں اور ملک داروں کی اولاد میں سے ہوں۔ شاید یہ اس لیے ہو کہ یہ مشابہت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پوری ہو۔

نمبر شمار 79 : تصنیف : تذکرہ آب بقا

مصنف : خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی و مرتب مرزا جعفر علی نشتر لکھنوی

سنہ تصنیف : 1336ھ/1918

نمونہ عبارت

ہمارا دعوا ہے کہ حضرت سلطان ابن سلطان خاقان ابن خاقان ابوالمنصور ناصر الدین سکندر جاہ بادشاہ عادل قیصر زماں سلطان عالم محمد واجد علی شاہ اختر، سابق شاہ اودھ اردو کی ہر صنف میں قادر الکلام تھے اور نظم کے ہر صیغے میں آپ نے داؤنخن دی ہے۔ شاعری میں مشاعرے نہایت شان و شوکت اور دھوم دھام سے ہوتے تھے، لال بارہ درہی میں سہ پہر کوچمن بندی گل و فوارہ کی ہوتی تھی، کمرے میں تمام سامان عیش تیار ہوتا تھا..... مشاعرے عام نہ ہوتے تھے۔ مشاعرے میں ہمیشہ اہل دربار تشریک ہوتے تھے اور کبھی خاص اعزائے بادشاہ ہوتے تھے۔ شام سے مرزا خرم بخت بہادر نواب یحییٰ علی خاں، مرزا عظیم الشان نواب محمد تقی علی بہادر، مرزا رفیع الشان بہادر، نواب مجید الدولہ عظمت الدولہ، مرزا سلیمان قدر بہادر، دارا سلاط، مرزا حیدر نیشاپوری تشریف فرما ہوئے اور اپنے مراتب کے موافق داہنے بائیں بیٹھے، بیچ میں مسند پر بادشاہ جلوہ افروز ہیں..... اس کے بعد مشاعرہ شروع ہوا۔ ہر ایک نے غزل پڑھی اور یہ پز لطف صحبت بارہ بجے شب تک ختم ہو گئی۔

اہل دربار کا مشاعرہ ہر مہینے میں ہوا کرتا تھا۔ اہل دربار اپنے اپنے قرینے سے مودب بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ کون ہیں؟ مدار الدولہ علی تقی خاں بہادر وزیر، یہ کون ہیں؟ فتح الدولہ بخشی الملک مرزا محمد رضا خاں برق، یہ کون ہیں؟ آفتاب الدولہ قلق، یہ کون ہیں؟ تدبیر الدولہ دبیر الملک فشی مظفر علی خاں بہادر جنگ اسیر، یہ کون ہیں؟ مقبول الدولہ احسان الملک کپتان مرزا مہدی علی خاں ثابت جنگ، قبول۔ اسی طرح تمام درباری تشریف لائے اور اپنی اپنی جگہ پر فروکش ہوئے۔ اتنے میں حضور جان عالم برآمد ہوئے۔ تمام اراکین سر و قد کھڑے ہوئے اور بسم اللہ بسم اللہ کی صدا

چاروں طرف سے آنے لگی۔ حضور مسند زرگاہ پر بہ جاہ و جلال افروز ہوئے۔ مشاعرہ دہنی طرف سے شروع ہوا اور مختصر غزلیں پڑھی گئیں۔ سب کے بعد حضور نے اپنا کلام پڑھا اور مشاعرہ برخاست ہوا۔ رؤسا اور امرائے شہر کے بہت سے مشاعرے ہوتے تھے مگر حضور کبھی کسی مشاعرے میں تشریف نہیں لے گئے۔

فتح الدولہ برق نے اور ششی اسیر نے بادشاہ کی اکثر غزلوں پر مصرعے لگائے ہیں، جو مشہور عالم ہیں۔ یوں تو بادشاہ کا کلام بہت ہے مگر اس وقت ہمارے سامنے کلیات مبارک ہے۔

نمبر شمار 80 : تصنیف : توضیح حق

مصنف : مولوی محبت احمد بدایونی

سنہ تصنیف : 1312ھ/1994

مصورہ عمارت

مسئلہ اذان جمعہ ایک فرعی مسئلہ جو آپ کو بھی مسلم حضرت تاج الجمول و دیگر اکابر خاندان مارہرہ مقدسہ و کاذب اہل سنت قدست اسرارہم کا معمول معلوم، اس پر یہ شوری مخالفت کس طرف سے ہوئی۔ اس مسئلے میں یہ ضروری نہیں کہ سارا عالم وہی بولی بولے جو آپ کی بولی ہو۔ اس فردی مسئلے کو کہاں تک طول دیا گیا اور اپنی پیروی نہ کرنے والوں کو کس درجہ مطعون، مطرود و مردود نہ ٹھہرایا گیا اور کیا کچھ نہ بتایا گیا اور نتیجہ اس کے ہوا کچھ نہ ملا کہ نذیر حسین کی سلت کا آپ نے احیا کیا اور انھوں نے بھی آپ کو اپنا نہ سمجھا اور آپ نے انہوں کو تو جہاں تک ہوا بیگانہ بنا ہی لیا تکفیر تک کے احکام و الزام صاف صاف دربار تجدید سے جاری ہو گئے اور ہو رہے ہیں۔ اَنَا لِلّٰہِ وَ اِلَیْہِ اَنَا اِلَیْہِ رَا جِعُوْنَ ط۔ وہی رنگ وہی ڈھنگ وہی ترانہ وہی آہنگ، انھیں اعتراضات اور الزامات کا خزینہ زور و بہتان و مفتریات و اکاذیب اباطیل و اقادیل خفیہ و خبیثہ کا گنجینہ ہے۔ وہی پچھلی باتوں کا اعادہ وہی رونا خالی از افادہ۔

نمبر شمار 81 : تصنیف : سدا الفرار علی الصید الفرار (یا) ناز برداری جوہر بدایوں

مصنف : مولوی حامد رضا خاں، دلد مولوی احمد رضا خاں بریلوی

سنہ تصنیف : 1333ھ/1915

نمونہ عبارت

ایک شکل کہ بہ فضلہ تعالیٰ سنیت، حقیقت، قادریت، برکاتیت کی مربع بنی ہوئی تھی، عجب! عجب!! نہ ایک عجب ہزار ہزار عجب کہ انھیں چار کارنگ پکڑ کر کچی دائخراف کی طرف جھکے، جس کے سب بڑے سے بڑا مہندس مربع و منحرف میں تمیز نہ کر سکے۔ فسیخن مقلب القلوب والابصار خیر مشیت الہی جو اس نے چاہی سب سے بڑھ کر قیامت حدیث صحیح ابوداؤد شریف ڈالے ہوئے ہے کہ خود صحابی عربی اہل زبان دروازے پر اذان کو بین ہدی فرما رہے ہیں، دہ کون سنا تجویز کیا جو ان کی زبان کا عرف ان سے زیادہ جانے، اس کا جواب یہ کہ حدیث صریح نہیں۔ جی کیوں نہیں؟ یہ یہاں فی بطن القائل، ہاں آگرے والی اس کی تصریح پر مائل۔ جسے بھونہ تعالیٰ دیں ذکر کیا جائے گا۔ ان سب سے آنکھیں بند، اور ایسی بے نیکی کا روشن، برہان نام رکھنا پسند۔ یہ تو روشن کیا اندھیری بھی نہیں پوری برہان کہاں آدھی بھی نہیں۔ ہاں پچھلا کاری زخم نامندمل ہو رہا کہ فقہائے کرام صد ہا سال سے عالمگیری کے دقت تک تو برابر تصریحات فرماتے آرہے ہیں کہ لا یؤذن فی المسجد کوئی اذان مسجد میں نہ ہو اس کا ایک مزے دار جھنجھلائی ادا میں جواب یہ دیا کہ فقہانے عام حکم دیا ہے خاص اس اذان کا نام نہ لیا..... غرض جتنی عبارات نام کو نقل کی تھی سب نرا دکھاواتھیں، آخر مجبور ہو کر سب سے ٹوٹ کر ساری سند کی پگڑی عرف خانگی کے سر بندھی کہ دروازے پر اذان ہو تو لوگ خطیب جی کے پاس نہ کہیں گے۔ یا مثلاً ہند کے لوگ یا حال کے عرب بھی سہی، یہ نہ کہیں گے یا فقہا شرع بھی۔ اول تو کھلا دور مضمر ہے اس اذان کا حکم لاؤ ذن سے خارج جاننا بحکم بنا اس پر موقوف کہ بین یدی و عند کو دخول پر دال مانیں اور ان کو دخول پر دال ماننا اس پر موقوف کہ داخل مسجد کو صالح اذان جمعہ جانیں، اور داخل مسجد کو صالح اذان جمعہ جاننا اس پر موقوف کہ اس اذان کو حکم لاؤ ذن سے خارج جانیں، الٹ پلٹ کر شے خود اپنے نفس پر موقوف ہوگئی۔ ثانیاً وہی پرانا دور پھر دورہ کرتا ہے۔ یہ اذان لاؤ ذن سے کیوں خارج اس لیے کہ بین یدی کہا ہے، بہت اچھا بین یدی میں۔ قرب بھی ہو تو کتنا وسیع ہے، اس سے خاص دخول کیوں کر لے لیا۔ اس کا وہی جواب کہ ہاں وسیع ہے مگر مراد دخول ہے۔ ایک یہ گڑھی کہ کسی کھیلے سے ایک جزیئے پر استدلال اس کھیلے کو اس جزیئے میں منحصر کر دیتا ہے، اس کے خصوصیات سب اس میں

داخل ہو کر اس کی کلیت ملایا میٹ کر دیتے ہیں۔ علمائے کرام نے مسئلہ اذان مغرب میں جو کلیہ لا یؤذن فی المسجد سے استدلال فرمایا اور اس سے اوپر اذان مغرب کے لیے منذ نہ کا ذکر تھا، وہ منذ نہ اسی کلمے میں گھس گیا۔ اس پر اہل حق نے فقہائے کرام کی تصریح دکھائی کہ عند بمعنی بحیث براہ آیا ہے۔ یعنی جو پیش نظر ہو عند ہے۔ اس پر اگرے والی یوں نکھرتی ہے کہ کیا صاحب وقایہ تیار ہیں کہ ہر جگہ عند کی تفسیر براہ کر دیں۔ الحمد للہ صولت حق کی یہی شان کہ اس کی گواہ خود مخالف کی زبان، سب دیکھ رہے ہیں کہ ان کے ہاتھ میں یہی تین ہیں۔ بین ید یہ، اور عند اور ادعائے باطل تو ارث۔ حدیث صحیح سے ثابت کہ زمانہ رسالت و خلافت میں دروازہ مسجد پر تہمتی اور اب آپ اپنے ہی گھر دیکھ رہے ہیں کہ اندر ہوتی ہے تو تبدیل ضرور ہوئی تاریخ ذکر کرے یا نہ کرے۔ الحمد للہ قسم کی کیا حاجت آپ بھی قبول دیتے ہیں کہ نص کی نس بھی نہیں زماناں ہے۔

ناظرین بالانصاف ملاحظہ فرمائیں کہ کتنا قاہر اعتراض لا جواب تھا، جو سارا کا سارا ہضم فرمایا اور نقل میں یہاں سے لیا قولہ بدایوں والی میں فرمایا۔ اس حیا داری سے تو یہی بھلا تھا کہ وہ قاہر اعتراض وہ جاں گسل اعتراض وہ دندان شکن اعتراض جہاں سارا ہضم ہوا تھا یہ نکلنا بھی نقل نہ کیا ہوتا کہ عیار یوں میں ایک اور بھاری نمبر اضافہ نہ ہوتا، آخر پچاس میں انتالیس سے جواب نہ دیے اس نکلے کا ذکر بھی منہ پر نہ لاتے، تو کیا بدایوں کا قاضی گلہ کرتا، جناب مولانا آپ نے اس عیارہ مکارہ تحریر کی عیاری دیکھی، مولانا اس کے تو وہ جوڑ ہیں کہ وہاں یہ بھی اس کے سامنے سن ہار کے بیٹھ رہیں گے، چوڑیاں پہن لیں گے، بلکہ چوڑیاں کوٹ کر کھامریں گے۔ الحمد للہ زمانہ اس شہسوار لشکر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے نیزہ برق بار کا لوہا مانے ہوا تھا کس کا زہرہ تھا کہ سامنے آئے کس کا جگر تھا کہ پیٹھ کے بدلے منہ دکھائے۔

یہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدد کے سینے میں غار ہے
کے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار، وار سے پار ہے

تبصرہ و کیفیت

حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ اس کتاب میں اردو تحریروں سے
بر قسم کے نمونے یکجا کر دیے جائیں، اس لیے متذکرہ بالا عبارتوں کا انتخاب

مناسب معلوم ہوا۔ کیونکہ یہ تحریریں نامور اور مشاہیر طبقات علمائے مذہب کی تالیفات سے ہیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مرحوم چودھویں صدی کے علمائے اسلام میں بہت بڑے بے بھر اور جامع العلوم بزرگ گزرے ہیں، ان کی مذہبی حد بندیاں اور فقیہانہ سختیاں مشہور و معروف ہیں، جن کے متعلق اس کتاب میں تفصیل سے لکھنا بے موقع ہے۔ مسلمانوں کے نام نہاد فرقے وہابی، غیر مقلد، شیعہ، قادیانی اور مولوی صاحب ممدوح کے مفروضہ فرقوں ندوی، نیچری وغیرہ کے مکالمات میں اس قسم کی تحریریں بہ کثرت ملتی ہیں، یہاں صرف ایک ایسی کتاب کا نمونہ درج کر دیا گیا ہے جو ایک فقہی مسئلے کے متعلق ہے۔ چونکہ اس تالیف میں ضلع جگت، بھکلو، اور اسی قسم کے دیگر خفیہ نمونے موجود ہیں، اس لیے دوسری تحریروں کی عریانی ادب عالیہ کی توہین سمجھی گئی۔ ناظرین کی توجہ کے لیے ایسے فقرات پر جن سے ذلیل ظرافت و تمسخر و استہزاء کا پتا چلتا ہے۔ خطوط کھینچ دیے ہیں۔ اس کتاب کے مولف مولانا احمد رضا خاں صاحب کے فرزند اکبر مولوی حامد رضا خاں بریلوی دکھائے گئے ہیں، مگر حقیقت حال یہ ہے کہ اس قسم کی تمام معرکہ الآرا تحریریں مولانا موصوف کے دست و قلم کی کاری گریاں ہوا کرتی تھیں۔ اس قسم کے لٹریچر کا رواج زیادہ تر ندوۃ العلماء کے انعقاد سے شروع ہوا ہے، اور کم و بیش ایک ربع صدی تک یہ ہنگامہ آرائی رہی۔ اب اس انداز کے نمونے الشاذ کا معدوم ہیں۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

نمبر شمار 82 : تصنیف : بہشتی زیور

مصنف : مولوی اشرف علی تھانوی

سنہ تصنیف : 1331ھ/ 1912

نمونہ عبارت

تبرکات کی زیارت کے وقت اکٹھا ہونا : کہیں کہیں جبہ شریف یا سوائے شریف

پیغمبر ﷺ یا کسی اور بزرگ کا مشہور ہے، اس کی زیارت کے لیے یا تو اسی جگہ جمع ہوتے ہیں یا ان لوگوں کو گھروں میں بلا کر زیارت کرتے ہیں اور زیارت کرنے والوں میں عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ اول تو ہر جگہ ان تبرکات کی سند نہیں اور اگر سند بھی ہو تب بھی جمع ہونے میں بہت خرابیاں ہیں، بعض خرابیاں وہاں بیان کر دی ہیں، جہاں شادی میں عورتوں کے جمع ہونے کا ذکر لکھا ہے۔ پھر شور و غل اور بے پردگی اور کہیں کہیں زیارت والوں کا گانا، جس کو سب عورتیں سنتی ہیں۔ یہ سب ہر شخص جانتا ہے کہ بری باتیں ہیں، ہاں اگر اکیلے میں زیارت کر لے اور زیارت کے وقت کوئی خلاف شرع بات نہ کرے تو درست ہے۔ اور رسموں کا پورا حال "اصلاح الرسوم" ایک کتاب ہے اس میں لکھ دیا ہے۔ ہم اس جگہ صرف تم کو ایک ٹکڑا بتلائے دیتے ہیں، اس کا خیال رکھو گی تو سب رسموں کا حال معلوم ہو جائے گا اور کبھی دھوکا نہ ہوگا۔ وہ ٹکڑا یہ ہے کہ جس بات کو شرع نے ناجائز کہا ہو اس کو جائز سمجھنا گناہ ہے اور جس کو جائز بتلایا ہو مگر ضرور نہ کہا ہو اس کو ضروری سمجھ کر پابندی کرنا یا نام کمانے کو کرنا یہ بھی گناہ ہے، اسی طرح جس کام کو شرع نے ثواب نہیں بتلایا اس کو ثواب سمجھنا گناہ ہے اور جس کو ثواب نہ بتلایا ہو مگر ضرور نہ کہا ہو اس کو ضروری سمجھنا گناہ ہے اور جو ضرور نہ سمجھے مگر خلقت کے طعن کے خوف سے اس کے چھوڑنے کو برا سمجھے یہ بھی گناہ ہے۔ اسی طرح کسی چیز کو منحوس جاننا گناہ ہے، اسی طرح بدون شرع کی سند کے کوئی بات تراشنا اور اس کا یقین کر لینا گناہ ہے، اسی طرح خدا کے سوا کسی سے دعا مانگنا یا ان کو نفع و نقصان کا مالک سمجھنا یہ سب گناہ کی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب سے بچادیں۔

تبرہ و کیفیت

اکثر دیوبندی اور تھانوی تحریروں میں علاوہ اور معمولی انشائی کمزوریوں اور خصوصیتوں کے ایک نمایاں خصوصیت یہ دیکھی جاتی ہے کہ جہاں کہتے، خداوند تعالیٰ کے اسمائے ذات و صفات لکھے جاتے ہیں وہاں ان کا مخاطب فعل جمع سے ہوتا ہے۔ مثلاً عام اہل زبان یوں کہتے ہیں کہ خدا ایسا کرتا ہے تو وہ کہیں گے کہ "خدا ایسا کرتے ہیں" جس کی مثال متذکرہ بالا نمونے کے فقرہ آخر میں موجود ہے۔ اور اس تحریر کی تاویل یہ کی جاتی ہے

کہ ضمیر واحد کے استعمال میں بد تہذیبی ہے۔ حالانکہ ذات واحد مطلق کے لیے عربی و فارسی میں بھی اردو کی طرح ہر موقع پر ضمیر واحد ہی فصیح سمجھی جاتی ہے اور بالاتفاق اہل زبان (دہلی و لکھنؤ) کا یہی دستور العمل ہے۔

نمبر شمار 83 : تصنیف : غرائب الجمل

مصنف : شمس العلماء نواب عزیز جنگ ولا

سنہ تصنیف : 1325ھ / 1908

نمونہ عبارت

اما بعد بندہ بیچ مداں احمد عبدالعزیز ولا تخلص بن جناب مولوی حاجی محمد نظام الدین مغفور ناطلی شافعی مدرسی، جس کو سرکار نظام نے اس کے خدمات کے صلے میں وظیفہ حسن خدمات اور خطاب خان بہادر عزیز جنگ سے سرفرازی بخشی ہے، اور گورنمنٹ آف انڈیا نے اس کے مشاغل علمی کے اعتراف میں خطاب شمس العلماء کا اعزاز عطا فرمایا ہے۔ طالبین و شائقین فنِ نعل کی خدمت میں با ادب عرض پرداز ہے کہ اگرچہ ہندوستان نے اس فن لطیف کو حقد میں غم سے لیا ہے اور غم نے عرب سے، لیکن کیسے افسوس کی بات ہے کہ نہ زبان فارسی میں اس فن کی کوئی مبسوط کتاب پائی جاتی ہے اور نہ زبان اردو میں کوئی جامع رسالہ، عربوں کے پاس جو کچھ ذخیرہ اس فن کا رہا ہوگا وہ آج زمانے سے معدوم ہے۔ فارسی کے بعض متقدمین نے اگرچہ اس فن میں عملی طور سے قدم رکھا ہے۔ اور متاخرین کے تاریخی کلام سے ان کی اعلیٰ دلچسپی کا اندازہ معلوم ہوتا ہے لیکن علمی ذخیرے کی حفاظت میں انھوں نے کچھ نہیں کیا۔ ہمارے معلومات کی حد تک ہم کہہ سکتے ہیں کہ علمائے عرب نے تو فون غیر کے ضمن میں کچھ نہ کچھ اس کا ضمنی تذکرہ کر کے اصول فن کو بچا لیا ہے، لیکن فارسیوں نے یا تو اس کو معمولی چیز سمجھ کر چھوڑ دیا، یا زحمت پسندی سے کنارہ کیا، آفریں ہے ہمارے ہندوستان جنت نشان پر کہ اس نے عجیبوں سے زیادہ اس کی قدر اور حفاظت کی۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اپنی متعدد تصانیف میں اس فن کے متعلق عرب کی پیروی کی ہے یعنی خال خال مضامین کو اپنے مختلف تصانیف میں ضمنا بیان کیا ہے۔ اور جلال لکھنوی نے ایک مستقل رسالہ افادہ تاریخ کے نام سے لکھا جو 33 صفحوں پر شامل ہے اور چھپ چکا ہے۔ پھر نثری انوار حسین

سہوانی نے فارسی زبان میں ایک اچھی کتاب لکھی تو شخص تسلیم سے موسوم ہے۔
ہم نے جہاں تک ان کتابوں کی سیر کی اس سے یہ نتیجہ حاصل کیا کہ لائق موفقیں
نے ان کتابوں کے اکثر حصے میں اجمال بیان سے کام لیا ہے اور تعریفات میں تاریخی نظائر
کی پابندی بہت کم کی ہے۔

نمبر شمار 84 : تصنیف : مصباح الکلام فی طریق الاسلام

مصنف : مولوی محمد عبدالغفور فاروقی محمد آبادی

سنہ تصنیف : 1323ھ / 1906

عمومہ عبارت

مومنوں کے لیے ایک طرف بڑے بڑے وعدے انعام و مرحمت کے منصوص ہیں، اور دوسری
طرف تارکانِ عمل خیر و مرتکبانِ معاصی کو بلا تفریق مومن و مشرک کے روح فرسا عذابِ آخروی کی
دھمکیاں دی گئی ہیں۔ واسطے تطبیق وعدہ و نیز وعید کے عالمانہ خیالات میں جنبش پیدا ہوئی اور دقیقہ منجوں نے
اپنے اپنے مذاق کے موافق تاویلیں کیں، بعضوں نے اعتقاد و عمل شرعی کو عین ایمان بتایا لیکن یہ دونوں
رائے اس لیے ناقابلِ قبول ہیں کہ قرآن میں بہت جگہ ایمان اور عمل کا بہ شکلِ عطف بیان ہوا ہے، جس
سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان اور عمل دو مختلف الحقیقت چیزیں ہیں۔ اکثر علما بہ سندِ حدیث متذکرۃ بالا
فرماتے ہیں کہ ایمان نام اعتقاداتِ اسلامی کا ہے اور ایسے اعتقاد رکھنے والے خلود فی النار سے محفوظ ہیں۔
اور ایک نہ ایک دن ان کو نعمائے جنت سے بہرہ مندی حاصل ہوگی۔ ان میں جو لوگ مرتکب گناہ کبیرہ
ہوئے ہوں، ممکن ہے کہ اپنے کیے کی چند روز سزا پائیں اور پھر جنت میں جائیں یا یہ کہ فیضِ باری ان کی
دست گیری کرے اور غفورِ الہی چند روزہ عذاب سے بھی بچالے، یہ رائے معقول ہے۔

نمبر شمار 85 : تصنیف : گلگشتِ فرنگ یعنی میرے روزنامچہ یورپ کے چند صفحے

مصنف : مترجم اردو مولوی محمد عزیز مرزا۔ مصنف انگریزی نواب فتح نواز جنگ

سنہ تصنیف : 1306ھ / 1889

عمومہ عبارت

10 / فروری، آخر کار میرے رواجی کا دن آ پہنچا، اسبابِ صبح ہی سے درست کر لیا تھا۔

دوبجے کوک کے لوگوں نے جہاز پر رکھ دیا، شام کے تین بجے دوستوں کے ساتھ ہٹوں سے روانہ ہوئے اور سواتین بجے ڈخانی کشتی پر سوار ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عالی شان جہاز پر کھڑے ہوئے ہیں۔ مجھ کو حیرت ہوتی ہے کہ مہذب قوموں میں علم کو کس قدر ترقی ہوئی ہے۔ فن جہاز رانی تو خصوصاً ترقی کے درجہ کمال پر پہنچ گیا ہے۔ سمندر میں جہاز کا ٹھیک مقام اس آسانی اور صحت سے دریافت کر لیتے ہیں، جیسے کسی گھوڑا گاڑی کا کرہ زمین پر۔ کپتان نے مجھ سے بیان کیا کہ اگر اس ساحل کے پاس کوئی چیز پھینک دی جائے اور عدن میں جا کر کسی جہاز کے کپتان سے کہہ دوں تو وہ اس کو نہایت آسانی سے نکال لے گا جب کہ برقی تار سمندر کی تہ میں ٹوٹ جاتا ہے تو تار والے تسلسل برقی کے امتحان سے فوراً دریافت کر لیتے ہیں کہ کہاں ٹوٹا ہے۔ اور جہاز بھیج کر جوڑ دیتے ہیں۔

24 اکتوبر: آج ہم نیپلز کی خوش نما مضافات کو دیکھنے گئے۔ شہر سے دو میل چل کر ایک لمبے تہہ زمین کے پل میں داخل ہوئے جس کا نام گردوڈی پاس لپو ہے۔ اس پل کا نصف میل طول ہے اور پہاڑ کاٹ کر بنایا ہے۔ قدیم رومیوں کی صنایع کا ایک عمدہ ثبوت ہے۔ پل سے نکل کر ہم نے بہت سے رومی مکانات دیکھے، وہاں سے لاگوڈی اگیں نو کی طرف گئے جو پہلے ایک پرنسپا جھیل تھی مگر اب خشک پڑی ہے۔ یہاں بھی ایک کھوہ ہے جس کا نام گردوڈوڈکان ہے، اس کے اندر زمین سے کوئی دھنڈا اچھا ایک نشان ہے، جس کی نسبت یہ مشہور ہے کہ اس سے نیچے ہوا میں سمیت ہے۔ ہمارے رہبر کے ہاتھ میں ایک مشعل تھی، اس نے امتحاناً اس کو نشان سے نیچے کیا فوراً گل ہو گئی۔ مجھ سے بعض لوگوں نے یہ بھی کہا کہ ہم ایک کتے پر اس کا تجربہ کر کے آپ کو دکھاتے ہیں وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے گا، لیکن میں نے ایسے ظالمانہ اور بے فائدہ تجربے کی اجازت نہ دی۔

التماس مترجم: اس کے بعد 10 فروری سے 24 اکتوبر 1888 تک، نواب صاحب کو سفر نامہ لکھنے کی مہلت نہ ملی اور ان اہم کاموں میں مشغول ہوئے کہ جن کا بیان کرنا حیدر آباد کے مورخ کا کام ہے۔ اور نویں جنوری 1889 کو مع الخیر کامیابی اور شاد کامی کے ساتھ حیدر آباد واپس آئے۔

نمبر شمار 86 : تصنیف : حیات النذیر (سوانح مولوی نذیر احمد دہلوی)

مصنف : سید افتخار عالم مرحوم مارہروی

سنہ تصنیف : 1330ھ/1912

نمونہ عبارت

نہایت جستجو کے بعد بھی مولانا کے بچپن اور شباب کے حالات اس قدر مختصر دستیاب ہوئے کہ گویا ان کا عدم وجود برابر ہے۔ مولوی سعادت علی صاحب، مولانا نذیر احمد صاحب کے تانا کے انتقال کے بعد خاص بجنور میں اپنے آبائی مکان میں آکر رہنے لگے۔ اس وقت مولانا کی عمر کوئی چار برس کی ہوگی۔ عسرت اور توکل دو ملازم ان کے ماں باپ کے ساتھ آئے تھے، کوئی چھوچھو، اتایا دوا، مولانا کے لیے نہیں رکھی گئی۔ وہاں تمام کھلایوں کا مجموعہ صرف ایک ماں تھیں، جنہوں نے اپنی محبت آمیز، متبرک گود میں آرام سے سلایا اور مقدس ہاتھوں کے جھولے میں چھوٹی چھوٹی پیٹنگوں سے ان کو جھلایا اور چونکہ مولانا بچپن میں گداز جسم بھی تھے تعجب نہیں کہ ان کی والدہ گیند کی طرح ان کو اچھالا بھی کرتی ہوں۔

مولانا ہونہار اور ہوشیار لڑکوں کی طرح بچپن میں نہایت چلبے تھے۔ انہوں نے کبھی ایک جگہ بیٹھ کر ایک نشست میں پوری حجامت نہیں بنوائی، آدھی بنوائی اور بھاگے دوبارہ سہ بارہ گرفتار ہو کر آتے تھے تو وہ آدھی پوری ہوتی تھی اور اسی وجہ سے جا بجا چوٹیں بھی لگا لیا کرتے تھے، جن کے نشان اب تک موجود ہیں۔ بے وضو نماز کا پڑھنا گویا ایک معمولی بات تھی، اکثر ایسا ہوا ہوگا کہ سحری اور افطار کے لالچ میں روزے رکھے ہوں گے اور کچھ عجب نہیں کہ پوشیدہ طور پر توڑے بھی ہوں۔

نمبر شمار 87 : تصنیف : گل رعنا (تذکرہ شعرائے اردو)

مصنف : مولوی حکیم سید عبدالحی سابق ناظم ندوۃ العلماء

سنہ تصنیف : 1342ھ/1924

نمونہ عبارت

اگلے زمانے میں جن لوگوں کو کچھ بھی علمی مذاق ہوتا تھا وہ اپنے پاس ایک ایک بیاض

رکھا کرتے، کبھی اس کی تقطیع کتابی ہوتی، جن کا شیرازہ عرض میں کاغذوں کو موڑ کر باندھا جاتا، کبھی طول میں کاغذوں کو موڑ کر بھی کی طرح باندھتے، وہ ایک سادی کتاب ہوتی جو ہر وقت پاس رہتی۔ چھاپہ خانہ اس زمانے میں نہیں تھا، کسی خوش قسمت کو خود لکھ کر یا لکھوا کر کتابیں مل بھی جاتی تھیں تو اس زمانے میں ریل نہیں تھی اور اس طرح سفر سہل اور آسان نہیں تھا، کتابوں کو اپنے ساتھ سفر میں رکھنا دشوار تھا اور رکھتے بھی تو سارا کتب خانہ کہاں کہاں لیے پھرتے، وہی سادی کتاب ساتھ رہتی، اسی وجہ سے اس بیاض کا ایک نام ”زاد اسفر“ بھی تھا۔ مذاق علمی بھی ایک طرح کا نہ تھا، جو طبیب ہوتے وہ بیاض پر اپنی مجربات یا کہیں سے کوئی تجرب نسخہ ہاتھ آتا اس کو لکھتے جاتے، کوئی نادر کتاب طب کی کہیں مل جاتی تو اس میں سے نوادر کو جن کا محفوظ رکھنا ضروری سمجھتے اسی بیاض میں قلم بند کر لیتے۔ عربی کی مثل ہے العلم صید والکتابہ قیدا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک بات کتابوں میں پڑھ کر یاد ہو جاتی ہے مگر چند روز میں ایسا ذہول ہو جاتا ہے کہ وہی بات یاد کرنے پر بھی یاد نہیں آتی اس واسطے لکھ لینا آئندہ چل کر کام دیتا ہے۔

تبصرہ و کیفیت

نمونہ نمبر 1 کے جھیلوں در اس نمونے کے ساتھ ختم کیے جاتے ہیں، اور اب نمونہ نمبر 2 شروع ہوگا، جس میں دفاتر سلطنت کے نمونے درج ہوں گے۔ اردو زبان کی ترویج و ترتیب کے لحاظ سے جو تسلسل اددار نمونہ نمبر 1 میں قائم رہا ہے، اس کا التزام آئندہ نہ ملے گا۔ جس کی صرف ایک وجہ ہے کہ 1825 تک عام بول چال اور خاص خاص تصانیف و تراجم کے سوا اردو، دفاتر سرکاری میں مروج نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ سن مذکور میں عام حکم جاری ہو جانے کے باوجود بھی 10،8 برس تک کچھریوں کے اکثر فیصلے فارسی ہی میں لکھے جاتے تھے۔ یہاں اس اظہار سے مقصد یہ ہے کہ اردو زبان کے تدریجی اور ارتقائی نمونے اور اس کتاب کا ماحصل جو کچھ ہے وہ سب اسی ایک نمونے کے چھ (6) اددار میں دیکھنا چاہیے۔ آئندہ جتنے نمونے دکھائے جائیں گے ان میں نہ اتنے دور ہوں گے نہ ایسا تسلسل، نہ

ہر موقع پر تبصرہ و کیفیت کی کوئی خاص پابندی پائی جائے گی۔ نیز یہ کہ جس طرح اس نمونے کے ہر دور کی انتہا پر متروک و مستعمل اور قدیم و جدید الفاظ کی فہرست لکھی گئی ہے وہ بھی اب نہ لکھی جائے گی۔ کیونکہ اردو اور اس کے الفاظ بہ ہر حال وہی ہوں گے جو اس نمونے میں اپنے عہد کے ساتھ تدریجاً مستعمل و متروک رہے ہیں۔ آئندہ نمونوں میں زیادہ عنوانات کا تنوع ہوگا نہ زبان کا۔ البتہ جن نمونوں میں زبان و محاورات کا فرق پایا گیا ہے ان میں دستیاب شدہ مثالوں کے لحاظ سے ترتیب ادوار قائم کر دی گئی ہے۔

اس اطلاع کے بعد نمونہ نمبر 1 کے دور ششم کی خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے:

منشائے اصلی اس تاریخ کی تدوین و ترتیب کا یہ ہے کہ ادب نواز ناظرین کے سامنے نو دہائی جتنی مثالیں اردو زبان کی تصنیفات و تالیفات سے مل سکیں وہ بحرہ و بحنبہ پیش کر دی جائیں۔ اور ذہن کو متوجہ کرنے کے لیے اپنی لیاقت و معلومات کی حد تک ایسی تبدیلیوں کو اجمالاً لکھ دیا جائے جن سے اندازہ ہو سکے کہ اردو کی ابتداء کیا حالت تھی، اور رفتہ رفتہ کن کن مراحل کو طے کر کے کس منزل پر پہنچ چکی ہے۔

نظم و نثر کی اگلی پچھلی جتنی مثالیں ملتی ہیں ان کو ترتیب دینے کے بعد تاریخی اصول پر یہ ماننا پڑے گا کہ وہ اردو یا ہندستانی زبان جس میں عربی، فارسی، ترکی الفاظ اپنی اصلی صورت میں یا بہ تبدیلی ہیئت شامل ہوئے ہیں، مسلمان فاتحین و سلاطین اور بزرگان دین و متصوفین کی آمد و سکونت کے ساتھ شامل ہوئے ہیں۔ اب اس کی ختم پاشی محمد قاسم فاتح سندھ (92ھ/711) کے عہد سے مانی جائے یا اس کی نشو و نما محمود غزنوی (397ھ/1006) اور شہاب الدین غوری (588ھ/1324) کے زمانے سے متعلق کی جائے، یا اس کے پھلنے پھولنے کا سہرا حضرت امیر خسرو (725ھ/1324) کے سر مبارک پر باندھا جائے۔ کوئی صورت ہو انھیں تین

چار زبانوں میں نظر آئے گی۔ یہاں قدرنا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب تک اردو کی کتابیں تحقیقی طور سے تالیف و تصنیف نہیں ہوئی تھیں، اس کا وجود کیا حیثیت رکھتا تھا؟ معمولی غور کرنے سے یقین کیا جاسکتا ہے کہ ہندستان کی ملکی زبانیں مسلمانوں کے ابتدائی عہدوں میں بھی تلگو، تامل، مرہٹی، بنگالی، اڑیا، مڑیا اور برج بھاشا وغیرہ کے سوا کچھ اور نہ تھیں۔ اسی طرح ان کے مقابل میں مسلمانوں کی زبانیں عربی، فارسی، پشتو اور ترکی معروف و مشہور تھیں۔ سلطنت و حکومت کے غلبے سے مؤخر الذکر زبانوں کو دفاتر میں عموماً اور تالیف و تصنیف میں خصوصاً باریابی حاصل ہوئی اور مغلوبیت و محکومیت کے اثر سے مقدم الذکر زبانوں کو کم و بیش ترمیم و تنسیخ کے ساتھ معمولی کاروباری روزمرہ کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ جس نے مقتضائے ضرورت کے تحت یوناناً مختلف انداز و اسالیب پیدا کر کے مدتوں کے بعد اپنی انفرادی صورت قائم کر لی۔ اس حقیقت کے سمجھنے میں کسی تامل کی ضرورت نہیں۔ اب سے نصف صدی قبل کی انگریزی زبان کا ہلکا ہلکا اثر اور عصر حاضر کی پوری پوری گہری پیوستگی بتا رہی ہے کہ ہر نئی زبان کی ابتدا کس طرح ہوتی ہے اور انتہا تک کیا نوبت پہنچتی ہے۔ جس طرح آج چار لفظ اردو کے اور دس لفظ انگریزی کے ایک جملے میں بولے جاتے ہیں۔ اسی طرح اس زمانے میں غیر ہندی مگر شای زبان اگر دیوبانی کے دامن کی چولی بنی ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

اس ابتدائی و انتہائی تاریخی استعارات کے بعد دیکھنا چاہیے کہ مندرجہ بالا ادوار میں ہر زمانہ و عہد کی زبان کیا حیثیت و حالات رکھتی تھی۔ آج ہم جس زبان کو نہیں سمجھ سکتے یا نہیں بولتے اس کے متعلق یہ کہہ دینا کہ یہ زبان کس کام کی، اصولاً اپنی نادانی و نا فہمی کا ثبوت دینا ہے۔ لہذا یہ کہنا غلط ہوگا کہ اس نمونے میں دور اول سے دور چہارم تک کی زبان اردو نہیں یا یہ کہ وہ ناقابل اعتنا ہے۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اپنے ابتدائی عہد کے سبب

نیز دوسری حکومتی یا تصنیفی (فارسی) زبان کے زیادہ مروج ہونے کی وجہ سے اس نے چوتھے دور تک وہ حیثیت پیدا نہیں کی جو ایک علمی زبان کے لیے مخصوص ہو سکتی ہے۔ اشد ضرورت اور تبلیغ مذہب کی خاطر قدیم عہدوں میں جتنی کتابیں لکھی گئیں۔ وہ بالاکثر ایک محدود و مخصوص حلقے اور دائرے کے لیے تھیں نہ عام ترویج کے واسطے اس دور میں اگرچہ اردو زبان بہ لحاظ سلاست و وسعت بہت سے مدارج طے کر چکی تھی، پھر بھی نثر میں مختلف علوم و فنون کے نمونے نہیں ملتے۔ فضلی کی وہ مجلس یا اس کے بعد بعض انگریزی قانون کے تراجم وغیرہ پائے جاتے ہیں، لیکن انھیں عدم تنوع کی وجہ سے پوسہ ہنگامہ آرائیوں کی صدائے بازگشت کہا جاسکتا ہے اور بس فی الحقیقت اردو زبان کو جتنی نمایاں ترقیاں دورِ پنجم و ششم میں حاصل ہوئی ہیں وہی علمی حیثیت سے قابلِ قدر ہیں۔

پانچویں دور کی ابتدا 1201ھ/1786ء سے قائم کی گئی ہے۔ اس عہد میں کم و بیش نصف صدی تک جس قدر اردو نے نشر و اشاعت حاصل کی وہ بہ تمام ہاکومتِ برطانیہ کے فیضانِ توجہ کی بدولت ہے۔ فورٹ ولیم کالج (کلکتہ) کی بنیاد اور ڈاکٹر جان گلکرسٹ (متوفی 1257ھ/1841ء) کا تنظیم کالج ہونا اسی زمانے سے متعلق ہے۔ اگرچہ یہ انتظامات اہل حکومت نے اپنی آسانوں اور اجنبیت کے مٹانے کی خاطر کیے تھے لیکن اسی کے ساتھ اس اعتراف سے انماض نہیں کیا جاسکتا کہ اس بدیسی التفات نے دیسی زبان پر بہت کچھ احسانات کیے۔ میر اسن دہلوی، میر شیر علی افسوس، میر بہادر علی حسینی، سید حیدر بخش حیدری، مرزا کاظم علی، نہال چند لاہوری، مظہر علی خاں دلا، لالو لال جی، مرزا علی لطف، بنی زائن، مولوی امانت اللہ اور ایسے بہت سے اہل قلم اسی عصر کی زندہ یادگاریں ہیں، ان سب کی تالیفات و تصنیفات میں اگرچہ باہمی کوئی امتیازی فرق زبانِ نظر نہیں آتا، وہی استعارات و تشبیہات، وہی مسجع و مقنی انداز، وہی لفظی ترجمے

کے اسالیب ہیں، جن کو آج گلابی یا بلخ الہامی اردو کے خطابات دیے جاسکتے ہیں۔ لیکن ایک امتیاز خاص یہ پایا جاتا ہے کہ یہ خلاف گزشتہ اودار کے یہ حیثیت مجموعی اس عہد کی انشا پردازی بام ارتقا کی طرف پرواز کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ محاورات زبان اور انداز بیان میں وہ اجنبیت باقی نہیں جو تیسرے اور چوتھے دوروں میں پائی جاتی ہے۔ تقریباً 1273ھ/1857 تک یہ رنگ بھی پھیکا پڑ جاتا ہے اور اب بالادست فی صد 75 تحریریں ایسی ملنے لگتی ہیں، جن کو عصر حاضر کی روش کا رہنما کہنا چاہیے۔ اس انقلاب کی شہادت سب سے پہلے مرزا غالب کے اردو خطوط سے حاصل ہوتی ہے۔ پھر مصلح اعظم سرسید احمد خاں کے دست و قلم سے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ پانچویں دور کے وہ اولین اہل قلم جن کی خدمات زبان سے اردو کے کوتاه دامن کو وسعت و افزائش نصیب ہوئی ان کے اسمائے گرامی مذکور ہو چکے، لیکن جن کی توجہات و سرپرستی نے اس کو علمی عروج و وقار بخشا ان میں غالب علی کل غالب ہے۔

مرزا رجب علی سرور، فقیر محمد خاں گویا، مولوی غلام امام شہید، امام بخش صہبائی وغیرہ بھی اسی عہد کے مشاہیر اہل قلم سے ہیں، لیکن یہاں ان لوگوں کا انتخاب منظور ہے، جن کے انداز تحریر میں مجتہدانہ شان نظر آتی ہو، اس لحاظ سے مرزا غالب کے سوا دوسرا صاحب قلم اردو کی طرز جدید کا موجد اس زمانے میں نہیں کہا جاسکتا۔ مرزا غالب کی طرز میں کیا جدت ہے؟ اس کا جواب مختصر و جامع یہ ہے کہ ”مرزا اپنی ہر طرز تحریر میں تمام اہل قلم سے جدا رہنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ اکثر اس ارادے میں کامیاب ہوتے ہیں۔“ یہ امتیاز معمولی سی معمولی باتوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً انوار الدولہ شفق کے ترفیف میں احترام الدولہ کو اپنا ہم زبان بنانے کے لیے بایں الفاظ اظہار مدعا کیا جاتا ہے: احترام الدولہ بہادر میرے ہم زبان اور آپ

کے شاخوایں رہے، گویا اس امرِ خاص میں وہ شریکِ غالب ہیں۔ ہم بہ طریقِ کسرۂ اضافی وہم بسبیل کسرۂ توصیفی یا مثلاً عام طور سے دن کے کسی گھنٹے کی تعداد بتانے کے لیے اسی گھنٹے کا نام لے دینا کافی سمجھا جاتا ہے مگر مرزا تین بجے کو بارہ پر تین بجے لکھیں گے۔ غرض کہ اسی قسم کی جدت طرازیوں ان کے اندازِ بیان کا عنصرِ غالب ہیں۔ اسی کے ساتھ، شوخی، ظرافت، سیدھی سی بات کو ذرا پیچ دے کر لکھنا۔ وہ خصوصیات ہیں جن سے ان کی روشِ تمام اہل قلم سے ممتاز ہو جاتی ہے۔ اس وقت تک مرزا غالب کی طرزِ تحریر کا نمونہ کسی کے اندازِ کتابت میں نہیں پایا جاتا۔ یہ بجا ہے کہ مرزا کے جس قدر تحریرِ اردو کے نمونے ہیں وہ سب خطوط تک محدود ہیں، کوئی مبسوط تالیف ان کی یادگار نہیں جس سے پورا اندازہ کیا جاسکے۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں۔ کاتب و محرر کا رجحان طبع اور مذاق خاص چند سطروں سے معلوم ہو جاتا ہے اور جب کہ مرزا کے خطوط کی تعداد بجائے خود ایک ضخیم کتاب کے برابر ہے اور ان میں مختلف خیالات جدتِ تنوعات کے ساتھ سطر سطر سے نمایاں ہو رہے ہیں۔ ایسی صورت میں کسی بسیط تالیف کے نہ ہونے سے ان کے بحرِ طبع کا گمان کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

مرزا غالب کی ولادت 1212ھ / 1797ء میں واقع ہوئی اور 15-20 برس کی عمر کے بعد ان کی علمی خدمات کا سلسلہ شروع ہو گیا مگر وہ سلسلہ زیادہ تر فارسی و اردو نظم سے منسلک ہے، یا پھر فارسی نثر سے۔ اردو خطوط نویسی حسب تحقیق مولانا حالی 1267ھ / 1850ء کے بعد سے وجود پزیر ہوتی ہے، جس کا دور ان کے انتقال (1285ھ / 1868ء) تک سمجھنا چاہیے۔ اسی دوران میں جواد الدولہ عارف جنگ ڈاکٹر سر سید احمد خاں بہادر سی۔ ایس۔ آئی کی مساعی جیلہ اپنی ہلکی اردو زبان کے متعلق شروع ہوئیں۔ سر سید 1254ھ / 1838ء سے 1296ھ / 1878ء کے چہل سالہ دور تک

اگرچہ سرکاری ملازمت کی قیود و پابندی سے فرض شناس کارکن کی طرح آزاد نہیں رہے پھر بھی ان کی زندگی کے تمام لمحات مختلف مشاغل و شعبہ جات میں حق کارفرمائی ادا کرتے رہتے تھے، جن کی تفصیل کے لیے حیات جاوید کی ضرورت ہے۔ یہاں صرف اردو تصنیف و تالیف کا مجمل تذکرہ کیا جائے گا۔ ان کا دور تصنیف تقریباً 1258ھ/1842ء سے شروع ہوتا ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے سید الاخبار (جس کو سرسید کے برادر بزرگ نے 35-1836ء میں جاری کیا تھا) میں ان کی تحریروں کے موجود ہونے کا امکان ہے مگر چونکہ وہ دست یاب نہیں ہوئیں اس لیے اتنا اشارہ ہی کافی ہے۔ آثار الصنادید، جلاء القلوب، تحفہ حسن، تحصیل فی جرح السائل (ترجمہ معیار العقول) فوائد الافکار، قول التین کلمۃ الحق، راہ سنت، سلسلۃ الملوک، ترجمہ کیمیائے سعادت، تاریخ بجنور۔ رسالہ اسباب بغاوت ہند وغیرہ ان تالیفات و تصنیفات میں ہیں۔ جن کا زمانہ 1258ھ/1842ء سے شروع ہو کر 1274ھ/1858ء تک ختم ہو جاتا ہے۔ ان کتابوں میں بعض ابتدائی کتابیں ایسی ہیں جن کی اردو دور پنجم کے مصنفین اولین کی روش سے ملتی جلتی ہے۔ خصوصاً آثار الصنادید کا دیباچہ پڑھ کر یقین کیا جاسکتا ہے کہ مولوی غلام امام کی تعریف روضۂ تاج گنج کو سامنے رکھ کر اس کا چر بہ اتارا گیا ہے، جس طرح سرسید کے تمام چھوٹے بڑے کارناموں میں ملکی و قومی خدمات کا جذبہ و اثر نمایاں ہے، اسی طرح ان کی جملہ تالیف و تصنیف میں اردو کے سوا کسی زبان کا دخل نہیں پایا جاتا ہے۔ زمانہ مذکور کے بعد ان کی جتنی تصنیفیں، جس قدر تقریریں دیکھی اور سنی گئیں وہ اردو زبان کی انتہائی سلاست و فصاحت اور کمال جامعیت کی بولتی ہوئی تصویریں ہیں، جن مذہبی مسائل اور علمی مضامین کو ان کے ماقبل و مابعد اہل قلم، الجھی ہوئی ترکیبوں اور بعید الفہم اسلوبوں کے ساتھ اردو میں لکھتے تھے، ان دشوار راستوں اور پیچیدگیوں کو ایسی آسانوں

اور روانوں سے سلجھایا ہے کہ انھیں سہل ممتنع کہنا ہرگز مبالغہ نہیں۔ اس بنا پر دور پنجم کے دوسرے سوجد اردو جن کی طرز و روش پسندیدہ عام اور مقبول اٹام ہوئی۔ سر سید احمد خاں مرحوم ہیں۔

سر سید کے بعد جس مجتہد اردو کا نام لیا جاسکتا ہے وہ شمس العلماء پروفیسر محمد حسین آزاد دہلوی مرحوم کی ذات ہے، ان کے کارنامے، ان کی مفید خدمات اردو کی پوشیدہ نہیں، اس لیے تفصیل سے قطع نظر کر کے بالاختصار لکھا جاتا ہے کہ جس انشا پرداز کی کو ادب کی جان، اور لٹریچر کی روح کہا جاسکتا ہے وہ صرف آزاد کی خلاقی معانی سے پیدا ہوئی ہے۔ ان کا مختص النوع انداز بیان ایسا دل کش اور دل آویز ہوتا ہے کہ پڑھنے والا بے ساختہ تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ بہ ظاہر عبارت بہت آسان اور عام فہم ہوتی ہے مگر موزوں استعاروں اور دلچسپ تشبیہوں سے ایسی مرصع کاری کی جاتی ہے کہ ان کی نثر، نظم کا لطف پیدا کر دیتی ہے۔ اس شاعرانہ انشا پرداز کی تھلید بھی اس وقت تک کسی سے نہیں ہو سکی اور مرزا غالب کی طرح اگر ان کو علی کل غالب نہ کہا جائے تو لاشریک نہ کہنے میں کوئی شک نہیں۔ تصانیف آزاد میں تا کرہ آب حیات ایک ایسی زندہ جاوید کتاب ہے، جس میں مصنف کی نازک خیالیاں بے شمار حسان صوری و معنوی کے ساتھ اپنی بے مثال لطافتوں کو موتیوں کی طرح بکھیر رہی ہیں۔

دور پنجم کے نصف آخر اور دور ششم کے ربع اول میں تین ہستیاں اور ہیں جنہیں اپنی اپنی طرز خصوصی کے ساتھ ایسے امتیازات حاصل ہیں، جن کی وجہ سے گردہ اہل قلم میں وہ صدر نشینی کا جائز منصب پائے ہوئے ہیں۔ یعنی شمس العلماء مولوی حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں، شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی، شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی۔

مولوی نذیر احمد میں اعلیٰ درجے کی عربیت کے ساتھ بے مثل

قدرت بیان، وسیع ذخیرہ الفاظ اور وہ تصرفات جو جدت خیال اور ظریفانہ نکتہ
 سنجیوں کے لحاظ سے، خاص و عام سب کے لیے یکساں دل چسپیوں کا باعث
 ہو سکیں انفرادی حیثیت سے نمایاں ہیں۔ یہ خصوصیتیں ادب کے کسی خاص شعبے
 کے لیے محدود نہیں بلکہ ہر وادی، ہر میدان اور ہر روش کو ان کے قدم بغیر کسی
 لغزش کے رہنما کی حیثیت سے طے کرتے ہیں۔ اگرچہ تصانیف کی تعداد
 دوسرے اہل قلم کے پاس ان سے زیادہ پائی جاتی ہے مگر یہ ناقابل انکار حقیقت
 ہے کہ اکثر متداول علوم و فنون میں اس تنوع کے ساتھ ان کا قلم رواں ہوا ہے
 اس کی مثال جامع دوسروں کے ہاں نہیں ملتی۔ مثلاً وہ قوانین کے تراجم سے
 راعی و رعایا میں اور مذہبی مواعظ و کتابت سے مسلمانوں میں اور نادلوں وغیرہ
 کے ذریعے سے عام مردوں، عورتوں اور بچوں میں یکساں مشہور و معروف اور
 مقبول ہیں۔ روانی و سلاست زبان کے ساتھ ان کے بیان کا ایک مخصوص انداز
 عربی فارسی اور بعض جگہ انگریزی الفاظ کا اجتماع و تصرف ہے، جس کو ان کی
 ظرافت کا چٹکارا ایسا بے لطف بنا دیتا ہے کہ غریب الفاظ باقی نہیں رہتی۔

مولانا حالی کا انداز تحریر نہایت سادہ اور بغایت سنجیدہ و متین
 ہے۔ پڑھنے والے کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک دریا ہے جو بغیر کسی جوش و
 خروش کے پورے وقار و عظمت کے ساتھ بہا چلا جاتا ہے۔ طبیعت میں ایک
 چھٹلا خاص طرح کا مادہ ہے جو حشو و زوائد سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔
 خیالات و مقالات میں کہیں جھول جھال کی طرح کی الجھن نہیں، یک رنگی
 کی شان ہر انداز میں پیدا ہے، جس کو سلاست و نفاست اور قدرت کلام کی
 آخری حد کہنا چاہیے۔ سرسید کے بعد واقعہ نگاری کے میدان میں جس انداز
 سے مولانا حالی گامزن ہوئے ہیں، دوسروں میں یہ طرز خرام نہیں پائی جاتی۔
 مولانا شبلی پانچواں اور چھٹی دونوں صدیوں کے سلسلہ ادوار کی
 ایسی کڑی ہیں کہ اگر اس کو الگ کر لیا جائے تو اگلے پچھلے تمام حلقہ ہائے

زنجیر دیدہ بے نور بن کر سودا کے شعر کا مصداق بن جائیں گے:

جنوں کے ہاتھ سے سر تا قدم کاہیدہ اتنا ہوں

کہ اعضا دیدہ زنجیر کی کرتے ہیں مرگانی

ان کی جامعیت و قابلیت محتاج تعارف نہیں، سب جانتے ہیں کہ
س وقت جس کی تحقیق و تنقید نے اہل قلم میں عام تقلید کی رود وڑائی ہے، وہ
انہیں کی ذات ہے۔ حدیث و فقہ، تعلیمات و مواعظ کے ہر شعبے میں وہ ایک
خاص حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن تاریخ و ادب میں جن حکیمانہ انکشافات اور نکتہ
آرائیوں سے اس فن کو استقلال بخشا ہے، اس خصوص میں ان سے پہلے اور
نیز اب تک کوئی ان کا حریف نظر نہیں آتا۔ ان کی تحریروں میں لطیف رنگینیوں
اور جاذب روح دلکشیوں کے ساتھ جو صفائی و سادگی موجود ہے وہ روش ان
کے بعد تمام اہل قلم کے لیے موجب افتخار ہے۔ تمبرہ و تحقیقات کو جس انداز
خصوصی کے ساتھ انہوں نے ملک میں مروج کیا ہے، اس کی پیروی کے لیے
اچھے سے اچھا انشا پرداز بھی متنی نظر آتا ہے۔ اپنے ہر بیان کو وہ بہت توضیح
سے بیان کرنے کے عادی ہیں، جس کی وجہ سے کہیں کہیں تکرار مضامین کی
نوبت آ جاتی ہے، لیکن اس قسم کے کمرات سے بادی النظر میں سب و نسیاں
کے سوا کوئی نقصان معلوم نہیں ہوتا۔ سر سید ان کے انداز تحریک کو پسند کرتے اور
کہا کرتے تھے کہ ”تم تو دہلی دیکھو دونوں کے لیے باعث رشک ہو۔“ اس
واقعہ بیانی کا یہ ثبوت ملتا ہے کہ آج جتنے مشاہیر معاصرین ادب ہیں، وہ اسی
معلم ادب کے ہم سبق باہم روش یا مقلد نظر آتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ فی زمانہ
جس اردو کو علمی زبان کہہ سکتے ہیں وہ انہیں ارکانِ فہم (سر سید، آزاد، نذیر
احمد، حالی اور شبلی) کی قوت اجتہادی اور تصرفات افادی کا فیضان عام ہے۔

دور ششم جس نے نصف صدی کے 48 مراحل طے کر لیے

ہیں، اردو زبان کے سرپرستوں سے چشم بد دور محروم نہیں، لیکن ابھی وقت

نہیں آیا ہے کہ ان معاصرین اہل قلم کے کارناموں کو ختم سمجھا جائے۔ اس لیے فی الحال صرف ان ناموں کی مختصر فہرست پیش کی جاتی ہے، جو اپنے افاداتِ قلم سے آسمانِ ادب کو چار چاند لگانے والے ہیں۔ ناموں کے اندراج سے پہلے یہ اظہار بھی ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل فہرستِ اسما پوری فہرست نہیں ہے بلکہ نمونے کے لیے چند نام درج کیے جاتے ہیں، تمام اردو نویس اہل قلم کا محاصرہ اس تالیف کا مقصدِ اصلی نہیں۔ اسی کے ساتھ یہ اطلاع بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ بعض مشاہیر اہل قلم کے نام اس تبصرہ و کیفیت میں نہیں لکھے گئے ہیں اور وہ اس لیے کہ دوسرے نمونوں میں جہاں ان کی تصانیف کا اندراج ہوا ہے اس کے ساتھ ان کا تبصرہ موزوں سمجھا گیا۔ اہل قلم کے صاحب طرز ہونے کا جو معیار راقم نے اپنے ذہن ناقص میں قائم کیا ہے، اس کی مختصر شرح یہ ہے کہ وہ اندازِ بیان جسے اپنے مقدم و معاصر، نیز متعاقب اہل قلم کی طرزِ ادا کے مقابل میں ایسی خصوصیات حاصل ہوں، جن کو دوسرے نہیں لکھتے اور اس کا امتیاز دیگر ہم معنی مضامین میں خلط ملط کر دینے کے بعد بھی ایک مشاقِ مبصر کو بیک نظر ہو جائے۔ اسلوب خاص کہے جانے کا مستحق ہے۔ عصر حاضر کے مشاہیر اہل قلم میں جن کی طرزِ تحریر عام مقبولیت پا چکی ہے اور جن سے آئندہ صاحب طرز ہونے کی امید کی جاسکتی ہے، ان میں سے چند کے نام اپنے حافظے کی مدد سے لکھتا ہوں:

خان بہادر ناصر علی خاں، مولوی حبیب الرحمن خاں شروانی، سر عبدالقادر، مولوی ابوالکلام آزاد، مولوی سید سلیمان ندوی، مولوی عبدالحق ناظم العجمی ترقی اردو، مولوی سید عبدالسلام ندوی، خواجہ حسن نظامی، مولوی ظفر علی خاں، مولوی عبدالماجد دریابادی، سرتاج بہادر سپرو، پنڈت برج موہن دتاتریہ، رشید احمد صدیقی، نیاز فتح پوری، سلطان حیدر جوش، مرزا فرحت اللہ بیک دہلوی، سید محفوظ علی بدایونی، راشد الخیر، سید سجاد حیدر یلدرم۔

ان موجودہ اہل قلم کے سوا اسی دور کے چند ایسے اشخاص بھی گزر گئے ہیں، جن کا سرمایہ تحریر بھی عصر حاضر کے لیے زندہ یادگار ہے مثلاً سید مہدی حسن افادی، ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری، چکبست، سرور جہاں آبادی، نوبت رائے نظر وغیرہ۔

ہر دور کے اختتام پر تبصرہ و کیفیت کے تحت میں متروک و مستعمل الفاظ و محاورات کی فہرست بھی برابر لکھی جا رہی ہے، لیکن دور ششم میں متروکات و مستعمالات کی وہ شان باقی نہیں جس کا اثر دور پنجم تک عموماً دیکھا جاتا ہے۔ بلاشبہ اردو زبان کی وسعت و ہمہ گیری پہلے سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور یہ صحیح خیال ہے کہ ”جب کوئی زبان چل نکلتی ہے تو مشق اور تکرار (استعمال) کی بدولت اس میں بولنے والوں کی معاشرتی حیثیت اور پیشوں کے اعتبار سے بھی اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً بول چال کی زبان، تحریری زبان وغیرہ۔ کبھی کبھی یہ ہوتا ہے کہ ایک ہی زبان یا ایک ہی بولی بولنے والے لوگوں میں مقامی اختلافات کے علاوہ ایسے افراد کے مجموعے بھی موجود ہوتے ہیں جو الگ الگ خصوصیتیں رکھتے ہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو زبان کو معمولی صحت کے ساتھ نہیں بولتے بلکہ ناقص طور پر استعمال کرتے ہیں۔“ اسی قسم کے لسانیاتی اصول نے فی زمانہ اردو میں بھی حسب ذیل اختلافوں کو رونما کر دیا ہے:

- 1- اردو تراجم میں انگریزی ساخت کے اسالیب بیان۔
 - 2- عربی، فارسی، الفاظ کا غلط تلفظ ہے۔
 - 3- دہلی و لکھنؤ اور دوسرے صوبوں میں خاص خاص الفاظ کا خصوصی استعمال۔
 - 4- دور چہارم و پنجم کے بعض متروک الفاظ کی معاودت۔
- ان اختلافی استعمالات پر نقد و تبصرہ منظور نہیں، یہ طور تذکرہ صرف ان کا اظہار مناسب سمجھا گیا تاکہ تاریخی حیثیت سے زبان کے ارتقائی مدارج ذہن نشین

ہو جائیں، رہی بحث و تمحیص اس کے لیے صحائف و جرائد کا میدان موجود ہے اور بیشتر ایسے مباحث ان میں ہوتے رہتے ہیں۔ البتہ اس بیان کی تائید و ثبوت کے لیے متذکرہ بالا اختلافوں کے چند نمونے لکھے جاتے ہیں:

اردو تراجم میں انگریزی ساخت کے اسالیب بیان

- 1- ”وہ چاہتا تھا کہ اپنی تصویر میں اس کی مسکراہٹ کو ابدی طور پر منتقل کر دے۔“
 - 2- ”اس کے بالوں میں سیمیں چمک تجربہ کاری کی مظہر تھی۔“
 - 3- وہ ہماری فاضل آبادی کے لیے ایک قدرتی نکاس کا کام دیتی ہیں۔
 - 4- اچانک ایک تجارتی کمپنی حکومت سے بدل گئی۔
 - 5- نادلوں اور افسانوں میں جہاں سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، وہاں اکثر یہ اسلوب بیان اختیار کیا جاتا ہے کہ سائل یا مجیب کا مقولہ پہلے لکھ دیا اور قائل کا حوالہ بعد کو دیا۔ مثلاً: ”تمہیں درد گردہ کی شکایت ہے؟“
- ”نہیں نہیں، بخدا نہیں، آہ!“ اس نے بری طرح سے آنکھیں بھیج کر اور منہ بگاڑ کر جواب دیا۔

”باپ! مجھے جانے۔ مجھے جانے دو۔“ مونا نے خوشامد سے کہا۔

عربی فارسی الفاظ کا غلط تلفظ: اس ذیل میں وہ مثالیں نہیں لکھی جائیں گی، جن کو کسی شخص واحد نے استعمال کیا ہے اور اس کے معاصرین نے نہیں مانا یا اس کی طرح استعمال نہیں کیا۔ مثلاً المضاف نوشتہ آتش یا شر بہ تحریک میم محزرہ مومن وغیرہ۔ بلکہ ان الفاظ کی فہرست لکھی جائے گی، جن کو صحت لغت کے خلاف نادانیت سے وہ اشخاص بولنے لگے ہیں، جنہیں عربی فارسی سے معمولی واقفیت بھی نہیں مگر انگریزی زبان کے فارغ التحصیل ہیں۔

اسی ضمن میں غلط العام فصیح کے متعلق جو مغالطہ آج کل عام

ہو رہا ہے اس کی وضاحت بھی مناسب مقام معلوم ہوتی ہے۔ مقولہ مذکور میں عام سے مراد پڑھے لکھے اشخاص کی عمومیت ہے نہ ان پڑھوں اور بازاری لوگوں سے۔ ان کو عوام کہنا چاہیے نہ

عام۔ اس بنا پر وہ لفظ جو عام طور سے لکھے پڑھوں میں صحیح لغت کے خلاف مستعمل ہو گیا ہو، اسے فصیح کہا جائے گا نہ کہ جہلا کا تلفظ۔ مثلاً بیگم، ہیزم کہ اصل میں گاف کے پیش سے ہیں مگر اردو میں سب پڑھے لکھے زبر سے بولتے ہیں۔ یا آزرہ لغت میں بفتح زائے معجمہ ہے مگر پڑھے لکھے پیش سے بولتے ہیں۔ یا جلوہ بہ کثیر جیم جس کو سب بفتح جیم بولتے ہیں، اسی طرح ثار بہ ضم نون کہ بکسر نون بولا جاتا ہے۔ غرض کہ اسی قسم کے الفاظ خواہ بالاتفاق بولے جاتے ہوں یا باختلاف پڑھے لکھوں کے تلفظ کی بنا پر غلط العام فصیح کہے جاسکتے ہیں۔ ورنہ جہلائے عوام کی رعایت سے تحت بفتح اوسط، اور نخلاص اور تا مکروہ، اور بجائے جہیز کے دبیز، وغیرہ بھی صحیح ہو سکتے ہیں۔

غلط تلفظ کی چند مثالیں

نمبر شمار	صحیح تلفظ	غلط تلفظ
1-	حتی الامکان (بفتح تا)	بضم تا
2-	اثاث (بکسر اول)	بضم اول
3-	اخوان (بکسر اول)	بضم اول
4-	مضوں (بغیر ہمزہ)	مع الہمزہ
5-	دائم المرض	دائم المرض
6-	مدعا (بفتح وال)	بضم وال
7-	جواد (بغیر تشدید واو)	(پشید یا واو)
8-	نقص (بفتح نون)	بضم نون
9-	شرف (بفتح را)	بکون را
10-	استدعا (بروزن استفعال)	تخریک دال
11-	نکبت (کاف سے)	گاف سے
12-	اسرار (جمع) بفتح اول	بکسر اول

دہلی و لکھنؤ اور دوسرے صوبوں میں خاص خاص الفاظ کا خصوصی استعمال اس عنوان کو بھی کئی شعبوں میں تقسیم ہونا چاہیے۔

الف۔ تذکیر و تانیث کے وہ پرانے اختلافات جو دہلی و لکھنؤ کے شعرا میں باہم اجتماعاً یا انفراداً چلے آتے ہیں، مثلاً ایک ہی شہر میں طرز لفظ، فکر، سانس وغیرہ کو کوئی مذکر بولتا ہے کوئی مونث۔ اسی طرح ادک، اندھڑ، جھٹلو۔ آپ ایسے آپ جیسے یہاں، ہاں (گھر، جگہ) دہلی و لکھنؤ میں ایک دوسرے کے خلاف مستعمل ہیں۔

ب۔ ان الفاظ کی تذکیر و تانیث جن میں شعرا کا بہت کم اختلاف ہے مگر اس زمانے کے تمام مشاہیر اہل قلم الشاذ کا لمعہ دم کو بلا اختلاف وجود میں لا چلے ہیں۔ مثلاً لفظ ایجاد کہ اس کو تمام یا بہ کثرت مستند شعرائے دہلی و لکھنؤ نے مذکر استعمال کیا ہے، لیکن اب چند شعرا کے سوا اس کی تذکیر پر عموماً ہر شخص کو تامل ہے۔ یہی حال لفظ فہم وغیرہ کا ہے۔

ج۔ اہل لکھنؤ عربی لفظ کو جو مونث مستعمل ہے اگر بقاعدہ عربی جمع بنائیں گے تو اس جمع کو مذکر بولیں گے۔ جیسے کیفیت مونث اور کیفیات مذکر، کتاب مونث، کتب مذکر۔ آیت مونث، آیات مذکر۔ مگر اہل دہلی اور دوسرے صوبوں میں دو ایک مستثنیات کے سوا اس کے خلاف استعمال ہے، یعنی مفرد کی رعایت سے جمع کی تذکیر و تانیث ہوگی۔ مذکورہ بالا الفاظ کی ہر جمع لکھنؤ کے سوا دوسرے صوبوں میں بھی مونث بولی جاتی ہے۔ یہ اختلافات اور قاعدہ بہ خصوصیت دور ششم کی یادگار ہے۔

دہلی و لکھنؤ کے سوا پنجاب میں بہت سے نئے الفاظ اور خاص ترکیبیں مستعمل ہیں۔ مثلاً سنسنی خیز، نہ ہی، مورخہ کم جنوری کو، پرواہ، اس نے پہنا ہوا تھا، میں نے تو بجلی جلائی ہوئی تھی۔ رونے لگ پڑی۔

د۔ چند قدیم الفاظ بعض اہل قلم کی تحریروں میں نظر آتے ہیں جن کو توسیع زبان کے خیال سے جائز سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً مت، تئیں، تلک، پر بجائے مگر، وغیرہ۔

اس سلسلے میں بعض ایسے الفاظ بھی مستعمل ہونے لگے ہیں، جن کا استعمال اب سے پہلے نہ تھا، صرف اسی زمانے کے اہل قلم نے شروع کیا ہے۔ مثلاً مندوب، مستعرات، موثر، شائق، سماجی، آرٹ، ٹھوس قابلیت، شاہ کار، شہ پارہ، حصار، انحلال، عملی زندگی، گول میز، پروپیگنڈہ، روشنی ڈالنا،

وغیر ہم۔ ایک خادم زبان کی حیثیت سے متذکرہ بالا اختلافات و استعمالات کے متعلق راقم کی رائے ہے کہ زندہ رہنے والی زبان کے حق میں اس قسم کی ترمیمیں، اور اضافے مفید و ضروری ہیں۔ یہ شرطیکہ اصول قواعد کے تحت میں ان کے رد و قیود کے لیے مرکزی حیثیت سے کوئی معیار قرار دے دیا جائے۔

دور ششم سے پہلے جتنے نمونے لکھے گئے ہیں، ان میں ترتیب سنہین کا التزام کیا گیا ہے لیکن اس دور میں بیک وقت کتابوں کے یکجا نہ ہونے کی وجہ سے یہ پابندی قائم نہیں رہی ہے جس سے کوئی اصولی نقصان نہیں سمجھا گیا۔ اسی طرح سائنس کی جدید کتابوں کے رائج الوقت وہ سکتے جو چند سال سے اردو کے قالب میں ڈھل رہے ہیں، ان کے نمونے بہت کم درج ہوئے ہیں، نیز دور پنجم و ششم کی اکثر اردو تصانیف کا اقتباس موجود نہیں۔ اس قسم کی تمام کوتاہیاں فہرست یادداشت میں موجود تھیں مگر تالیفی مشکلات انقلابی تصرفات اور سب سے زیادہ اس کتاب کے توقف اشاعت کی تخویف نے بالقصد بھلا دیا۔ انیسویں صدی عیسوی کا ربع آخر اور بیسویں صدی کا حصہ ازل اردو کے لیے بہت بار آور زمانہ ہے۔ علاوہ مختلف علوم و فنون کے مدرسۃ العلوم علی گڑھ، ندوۃ العلماء اور اسی قسم کی دوسری انجمنوں اور سیاسی انقلابوں نے اہل قلم کے اچھے برے بہت سے کارناموں کو فراہم کر دیا ہے۔ اگر ان سب کے نمونے مختصر سے مختصر انتخاب میں پیش کیے جاتے تو بھی موجودہ ضخامت سے چونکا وزن ہو جاتا، جس کا بار کم از کم اس وقت برداشت نہیں جاسکتا تھا۔ لہذا ایسے استقرار و احصا کو آئندہ وقت و اہل وقت کے لیے اٹھا رکھا ہے۔

تا نہال دوتی کے یہ دہ
حالیہ رقیم و تحفے کا شتم

نمونہ نمبر 2 دفاتر سلطنت
1257ھ / 1841 تا 1348ھ / 1930
تجاویز، احکام، عرائض، اطلاع نامجات،
عرائض سمن اور تمسکات

پہلا دور: دفاتر سلطنت
1257ھ/1841ء تا 1274ھ/1859ء
تجاویز، احکام، عرائض،
عرائض سمن اور تمسکات،
اطلاع نامحات

نمبر شمار 1 : کاغذ : تجویز
اجلاس : مسٹر ٹامس گرگین اسٹیشل ڈپٹی کلکٹر، علی گڑھ
سنہ تحریر : 17 فروری 1257ھ/1841ء

نمونہ عبارت

عنوان: رو بکاری پچھری تحقیقات لاخراج ضلع علی گڑھ، ڈپٹی کلکٹر بہادر
کے اجلاس میں لکھی سترھویں فروری 1841ء۔
تجویز:

آج کے روز یہ مسل نمبری 30 مع سلیس لکھے ہوئے بالا کے واسطے تجویز کے، ملاحظے
میں در آئیں۔ دریافت ہوا کہ یہ اراضی بہ ترتیب امثلہ جدا گانہ، بعد ملاحظہ فہرست مقدمات باقی

رہنے کے، تحقیقات سے، لائق تحقیقات قانون دوسرے، 1819 کے منصوبہ ہو کر ذریعہ روکاری
ہائے، لکھی انھارویں، مہینہ مئی 1841 مشمولہ مس ہر یک مقدمے کے، اطلاع ناجات جداگانہ،
نامی ہر یک قابضان اراضی متعلقہ ہر یک مسل کے، براد ضمن دوسری، دفعہ پانچویں میں مذکور،
ذریعہ پروانجات جداگانہ نامی پیش کار پرگنہ مارہرہ، بہ حکم لکھوا بھیجنے رپورٹ اطلاع یابی کے، مدعا
علیہم سے جاری ہوئے اور بھی پروانجات جداگانہ ہر یک مسل مقدمے میں بنام محافظان دفتر
کلکٹری کے لکھے گئے کہ جو کچھ کاغذ اس مقدمے کا آج تک سرشتے میں ہودے واسطے شمول مسل
کے بھیج دیوں۔

چنانچہ بہ جواب اس کے عرض پیش کار پرگنہ مارہرہ کی لکھی 30 مئی 1840 بہ غرض
حال لکھوا بھیجنے رپورٹ اطلاع یابی مدعا علیہم سے، ہر یک مسل مقدمہ بالا میں ملاحظہ ہو کر شامل
مسل کے ہوئیں۔
تبصرہ و کیفیت

دفتر حکومت میں اردو زبان کا عمل و دخل 1835 سے ہوا ہے۔
مذکورۃ الصدور نمونہ شاہی حکم سے جیسے برس بعد کا ہے۔ ان چھ سات برسوں کے
نمونے بھی دست یاب ہو سکتے تھے مگر یہ سمجھ کر ان کی زبان بھی بالکل اسی انداز پر
ہوگی۔ مزید تلاش کو تحصیل حاصل سمجھا، بلکہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ باوجود حکم
اجرائے اردو 1840 کے بعد تک بہت سی تجاویز فارسی میں لکھی گئی ہیں۔

اس زمانے کی عام دفتری کارروائیاں اہل عملہ کے مذاق اور
انداز تحریر کی ماتحت ہوا کرتی تھیں۔ اگر کسی کی مشرقی قابلیت اردو دانی پر
غالب ہوتی تھی تو اس کی تحریروں میں عربی و فارسی مصطلحات و الفاظ کی
کثرت پائی جاتی تھی ورنہ نہیں۔ مگر حروف اضافات و صلات و روابط کی
شان ایک زمانے تک سب میں یکساں رہی۔

نمبر شمار 2 : کاغذ : روکاری
 اجلاس : مسٹر جارج بلٹ قائم مقام مجسٹریٹ، علی گڑھ
 سنہ تحریر : 1257ھ / 1841
 نمونہ عبارت

روکاری عدالت فوج داری ضلع علی گڑھ

با اجلاس مسٹر جارج بلٹ صاحب

قائم مقام مجسٹریٹ بتاریخ 30 اکتوبر 1841۔

شاہد بخش مختار کار اولاد رسول اور غلام محی الدین مستغیث، بنام جوالا پرشاد، آل رسول
 مستغاث الیہ بہ علت تکرار قبض و دخل دیہات موضع کوٹینہ اور حیات پور اور فتح پور، آج یہ مقدمہ پھر
 روکار ہوا۔ جواب مختار کار مدعا علیہ اور زباں بندی (اظہار) اسد اللہ شاہ اور پیر بخش گواہان مظہرہ
 مختار کار مستغاث الیہ حسب ضابطہ لکھ کر روداد مسل نظر سے گزری، اس سے واضح ہوا کہ مختار
 مستغیث نے نالش بنام آل رسول اس طرح پڑ کری کہ دیہات متنازع حسب تقسیم، ہمارے موکلان
 کے حصے میں آئے، اور ان کے قبضے میں ہیں، اور مستغاث الیہ کے حصے میں اور دیہات آئے
 ہیں، سواب مستغاث الیہ نے ثلث حصہ دیہات متنازعہ کا جس صاحب کو بہ عوض ضامنی کے لکھ
 دیا ہے، اور جس صاحب دخل اپنا دیہات پر چاہتے ہیں، ہمارے موکلان دخل نہیں دینے کے، اور
 مستغاث الیہ تقسیم سے منحرف ہو گیا ہے۔ فقط اور مختار کار مستغاث الیہ نے جواب دیا کہ دیہات
 تقسیم نہیں ہوئے، پہلے دیہات معاف تھے، اب سرکار میں ضبط ہو گئے۔ اور دیہات میں فریقین
 بہ حصہ مساوی قابض ہیں

اسال حسب الایمائے صاحب کمشنر بہادر، صاحب کلکٹر بہادر نے دخل فریقین کا
 معرفت پیش کار مارہرہ کے کرا دیا ہے۔ اور ضامنی سرکار میں طلب ہوئی ہے، سو ہمارے موکل
 نے جس صاحب سے ضامنی کرا دی، اور اپنا حصہ پیر جس صاحب کے بہ عوض ضامنی کے کر دیا۔
 جس صاحب دیہات میں قابض ہیں۔

چونکہ روداد مسل سے معلوم ہوتا ہے کہ دیہات متنازعہ پہلے معاف تھے، اب ضبط

ہو گئے اور بہ موجب حکم صاحب کسٹز بہادر کے دخل فریقین کا دیہات میں بعد لینے ضامنی کے دلایا گیا۔ اور تینوں شخصوں کے نام دیہات کی مال گزاری میں لکھے ہیں۔ کچھ تقسیم ہوا دیہات کا معلوم نہیں ہوتا۔

لہذا حکم ہوا کہ فریقین بدستور دیہات پر قابض رہیں اور حاضرین رخصت اور مقدمہ داخل سرشتے۔

نمبر شمار 3 : کاغذ : حکم نامہ یا اطلاع نامہ

اجلاس : ڈپٹی کلکٹر بہادر، علی گڑھ

سنہ تحریر : 17 فروری 1257ھ / 1841

نمونہ عبارت

سرکار، مدعی بنام صاحب عالم دامیر صاحب وغیرہ مدعا علیہم دعوائے بازیافت موازی 205 بیگھا 14 بسوہ (ماضی) اراضی مندرجہ رجسٹر اسناد و پیاٹشی۔ 108 بیگھا 12 بسوہ (ماہرہ) واقع احمد نگر بموٹی وغیرہ پر گنہ مار ہرہ۔

عزیز القدر لالہ گلاب رائے پیش کار پر گنہ مار ہرہ بعافیت باشند۔

جو آگے اس سے نسبت ثبوت صرفہ حاصل 90 بیگھا 6 بسوہ اراضی نیاز درگاہ حضرت شاہ برکت اللہ کے میں، رپورٹ اس کی دفعہ 32 چھٹی اگست 1838 لبرری 26 سے حضور میں صاحبان بورڈ کے کی گئی تھی۔ چنانچہ آج کے روز بہ جواب اس کے چھٹی صاحب کسٹز بہادر حصہ شمالی دو آب لبر 21 لکھی دسویں اپریل 1841 اس مضمون کی کہ ہم اطلاع کرتے ہیں، اس بات کی کہ صاحب لٹنٹ گورنر بہادر دام دولہ، موافق حکم 26 مارچ 1841 لبرری 432 منظور کرتے ہیں، واگزاشت موازی 90 بیگھا 6 بسوہ اراضی کو، جب تک کہ محصول اراضی مذکور کا خرچ ہووے نیاز درگاہ شاہ برکت اللہ میں موصول اس سرشتے میں ہوئی۔

اس واسطے تم کو لکھا جاتا ہے کہ تم مع قانون گویان پر گنہ ہمیشہ خبر گیراں اجرائے خرچ

درگاہ کا محاصل اراضی مذکور سے رہو۔ اور جس وقت کچھ جانب مدعا علیہ کے سے خرچ نہ ہووے فوراً اطلاع کرو۔ اور جو اس باب میں فروگزاشت ہوگا تو یہ ذمہ تمہارے ہوگا۔ اور مدعا علیہ کو بھی حکم ہذا سے آگاہ کریو۔

فقط ، لکھا بارہویں مہینہ اپریل 1841ء۔

نمبر شمار 4 : کاغذ : حکم نامہ

اجلاس : مسٹر بلٹ مجسٹریٹ، علی گڑھ

سنہ تحریر : 1261ھ / 1843

صوبہ عہارت

نقل حکم بہ مقدمہ شاہد بخش مختار کار سید اولاد رسول مستغیث بنام سید امیر صاحب وغیرہ۔ نکرار مکان واقع قصبہ مارہرہ، پیش کار صاحب مجسٹریٹ بہادر، علی گڑھ سے آج کاغذات مسل کے پھر نظر سے گزرے، معلوم ہوا کہ جس کھڑکی کی تیاری پر تنازعہ ہے اس سے کچھ ہرج مدعی کا بجز اس کے نہیں کہ وہ کھڑکی میں جانے سے نقصان اپنی حقیقت احاطے کا جانتا ہے۔ اور احاطے کے اندر مکان متخاصمین کے ہیں، اور کھڑکی تیار ہو چکی ہے۔ حکم ہوا کہ بالفعل کھڑکی متنازعہ بدستور تیار رہے۔ مگر تیار رہنا اس کھڑکی کا موجب نقصان خواہ ثبوت حقیقت کسی کا نہ ہوگا۔ جس وقت حضور مارہرے میں تشریف لے جائیں گے، اس کو ملاحظہ فرمائیں گے اور جو اس وقت کچھ تنازع برپا ہوگا تو حکم مناسب صادر کریں گے۔ بالفعل کاغذات داخل دفتر رہیں۔

مرقوم 22 ستمبر 1843

نمبر شمار 5 : کاغذ : عرضی

اجلاس : مولوی محمد قاسم صدر امین (سب جج)، علی گڑھ

سنہ تحریر : 1262ھ / 1848

صوبہ عہارت

سید اولاد رسول مدعی۔ بنام سید شاہ آل رسول مدعا علیہ۔

دعویٰ اختیار پانے اوپر صرف ۳ یومیہ اور دلا پانے واصلات اور پانے اپنے زر یومیہ مذکور بہ

صورت جداگانہ بہ تعین مبلغ (اعمال اللہ للہ) 144 روپے 5 آنہ اور 9 پائی۔
غریب پر در سلامت۔

مقدمہ سید اولاد رسول مدعی کا مرقوم الصدر بنام مجھ مدعا علیہ کے اس عدالت میں بہ
صیغہ لمبری زیر تجویز ہے، کہ تصفیہ اور صلح اس مقدمے میں بہ میان طرفین اس طرح پر قرار پائی کہ
حضرت مدعی دعویٰ زیر واصلات اور مطالبہ زیر خرچہ عدالت سے باز آ کر اس شرح سے راضی
ہوئے کہ جب میں مدعا علیہ زیر یومیہ خزانہ سرکار سے وصول کروں تب نصف اس کا بہ حق ذریت و
اولاد حضرات سرکار کلاں، اور حضرات سرکار خرد کو اس تفصیل سے نصف اس نصف کا سید صاحب
عالم اور سید محمد امیر اور نصف باقی اس نصف کا حضرت مدعی اور سید غلام محی الدین اور خود من مدعا
علیہ بہ حصص مساوی دیوے اور لیوے۔ اور نصف باقی بعد وضع خرچ واجب وصول، پاس کدائی
فحص معتد کے جمع کر دے۔ اور باتفاق اور صلاح جملہ حضرات موصوفین کے مصارف درگاہ میں
صرف کرے۔ اور مجھ مدعا علیہ کو مطالبہ زیر خرچہ عدالت کا مدعی سے باقی نہ رہے، اور بھی آئندہ کو
بابت اس زیر سالیانہ کے بہ درمیان طرفین کسی طرح کا مناقشہ بجز تصریح بالا کے نہ رہے، اور دکیل
مدعی تصدیق مضمون سوال بلا اپنا گواہ بنا ہے۔ اس واسطے یہ سوال گزران کر امیدوار ہوں کہ بہ
موجب تصریح مندرجہ بالا تجویز مقدمے کی فرمائی جاوے۔ زیادہ حد ادب۔

نمبر شمار 6 : کاغذ : پروانہ تقرر
اجلاس : مجلسرنت علی گڑھ
سنہ تحریر : 1274ھ / 1859
نمونہ عبارت

شرافت پناہ محمد حسن امیدوار ساکن مارہرہ ضلع ایبہ۔
بہ عافیت باشند۔

حسب الکلم امروزہ تم کو مہتمم آہن اسلحہ شکستہ جو ضلع ہڈا سے بہ رواگلی رڑکی کشتیاں پر بار
ہو کر براہ نہر گنگ کارخانہ رڑکی کو بھیجا جاتا ہے۔ بہ درماہ دس روپے ماہواری کے مقرر کر کے لکھا
جاتا ہے کہ فوراً اپنے تئیں پل نہر گنگ مقام بروٹھا پر پہنچاؤ۔ اور جس وقت کشتیاں نہر پر آ جاویں

آہن مذکور کو بعد وزن بار کرا کر بہ حفاظت تمام رڑ کی تک پہنچا دو کہ باعث خوش نودی مزاج کا ہووے اور واضح ہو کہ تم کو دس (۱۰) روپے تنخواہ اس تفصیل سے کہ پانچ (۵) روپے بابت تنخواہ برقدازی بھولا ناتھ برقداز موقوف شدہ اور پانچ (۵) روپے سرکار سے ملیں گے اور دس (۱۰) روپے علی الحساب واسطے خرچ راہ کے سرکار سے اب دیے جاتے ہیں، چاہیے کہ بعد واپس آنے کے حساب ان کا حضور میں گزرائو۔

المرقوم، سم 30 جون 1859

تبصرہ و کیفیت

یہ چند نمونے جو دفتری زبان اردو کے پیش کیے گئے ہیں، ان کا انداز تحریر اب بدل گیا ہے۔ 1835 سے تیس چالیس برس تک قریب قریب یہی رنگ رہا۔ مگر اس کے بعد پرانے اجنبی اور مخصوص الجھے ہوئے انداز بیان کا سلسلہ باقی نہیں رہا۔ مثلاً مع مسلمیں لکھے ہوئے۔ در آئیں۔ مقدمات باقی رہے کے۔ لکھی اٹھارویں۔ مہینا مئی۔ بھیج دے دیں، مستغاث الیہ (ملزم) زبان بندی (انٹہار) اس طرح کری موکلاں دخل نہیں دینے کے۔ لمبری (نمبری) کریو (کردو) وغیرہ وغیرہ ایسے اکثر نمونوں کی عبارتوں پر خطوط کھینچ دیے گئے ہیں۔

یہ بات ذہن نشیں رہے کہ دفتری زبان علمی زبانوں کی طرح قابل سند یا ادبی زبان نہیں ہو سکتی۔ وہاں ملکی معاملات پیش اور فیصل ہوتے ہیں، جن کے لیے عام فہم روزمرہ ہونا چاہیے نہ کہ انشا پر دازانہ تکلفات۔ اب جو نمونے پیش ہوں گے وہ موجودہ اور رائج الوقت زبان میں ہوں گے۔ جن پر کسی عام تبصرہ و کیفیت کی ضرورت نہیں۔

دفا تر سلطنت کے دور دوم میں چند ایسے نمونے ملیں گے، جن کی زبان اگرچہ پہلے دور کی طرح پیچیدہ نہ ہوگی مگر بعض الفاظ اور دو ایک ترکیبیں دور اول کی یادگار نظر آئیں گی، جس کے دو سبب ہیں:

اول یہ کہ اس دور کے وہ مجوز جن کی عمریں دور ماضی میں
پختہ ہو چکی ہیں، ان الفاظ کے عادی ہو چکے ہیں۔

دوم یہ کہ قانونی اور عدالتی اصطلاحیں جو فارسی کے اتباع میں
عرصہ دراز سے مردج تھیں، ان میں کسی قسم کی ترمیم نہیں ہوئی۔ یہ تردج
اتنی دیر پا اور دائر و سائر ہے کہ اس وقت بھی ایسے الفاظ قانونی اور
عدالتی کارروائیوں کے لیے مخصوص سمجھے جاتے ہیں۔

مثلاً کسی مقدمے کے پیش ہونے کو۔ رو بکار ہونا، لیکن یا مگر
کی جگہ، الّا، بہ سبب یا بہ وجہ کے مقابل، از روئے۔ ”کو“ کے بدلے
میں تیں۔ بشرطیکہ جگہ در صورتے۔ بہ اجلاس یا درود کے عوض ”پیش
گاہ“ اسی طرح آؤے جادے، ذپوے، گزرانے، وغیرہ وہ مخصوص
استعمالات ہیں جو دکلاء بدالت کے سرانی زمانہ عام اہل قلم نہیں لکھتے۔
اور اگر لکھتے ہیں تو اپنی کم توجہی یا عدم دلچسپی کی وجہ سے۔ بہر حال ان
استعمالات کو ادبی نقطہ نگاہ سے مستند نہیں کہا جاسکتا۔

دوسرا دور: دفاتر سلطنت

1280ھ/1866ء تا 1348ھ/1930ء

نمبر شمار 1 : کاغذ : تجویز

اجلاس : سرسید احمد خاں صدر الصدور، علی گڑھ

سنہ تحریر : 1280ھ/1866ء

مموئہ عبارت

آج یہ مقدمہ روپکار ہو کر کاغذات مسل ملاحظہ ہوئے۔ واضح ہو کہ ڈگری دار مستدعی ھضبت مدیوں واقع موضع دادن پور و تلوک پور پرگنہ بلرام ضلع ایٹھ کا ہے۔ اور مدیوں کو سوال محکومہ 10 جولائی 1866 میں یہ عذر ہے کہ یہ دیہات واسطے مصارف خانقاہ اور مسجد واقع قصبہ مارہرہ کے معانی دوام ہیں۔ ان کا انتقال از روئے بیع و ہبہ و نیلام وغیرہ کے کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ حقیقت مواضع مذکور نیلام سے محفوظ رہے۔ سند معانی تلوک پور عطیہ سرکار موجود ہے۔ اور سند معانی موضع دادن پور پاس سید غلام محی الدین شریک ہمارے کے ہے۔ وہ لکھنؤ میں ہیں الا نقل سب اسناد معانی دیہات کی دفتر کلکٹری ایٹھ میں موجود ہے۔ جواب ڈگری داریہ ہے کہ دیہات عذری مصارف خانقاہ نہیں ہیں۔ مصارف خانقاہ وہ جائداد ہے، جن کا روپیہ بہ ذریعہ کمیٹی صرف ہوتا ہے۔ فہرست دیہات داخل کیے میں یہ دیہات نہیں ہیں۔ اور ہر دو دیہات دسین مقدمہ ہذا میں مرہون و مکفول ہیں۔ اور مدعا علیہ نے بہ پیش گاہ ڈپٹی کلکٹر بہادر کے قبل تقرر تاریخ نیلام کے عذر کیا تھا کہ عذر نام منظور ہوا۔ فقط

تجویز عدالت :

جو کہ سند معافی اور کیفیت کلکٹری سے ظاہر ہے کہ یہ دونوں موضع واسطے مصارف خانقاہ اور مسجد کے واگزار اشت ہوئے ہیں۔ پس یہ علت قرضہ ذاتی نیلام نہیں ہو سکتے۔ الا ان کی آمدنی سے جو حصہ مدیوں پاتا ہو وہ قرق ہو سکتا ہے۔ حکم ہوا کہ عذر دار منظور ہو کر درخواست نیلام ہر دو موضوع کی جو ڈگری دار نے گزرائی ہے نام منظور کی جاوے۔

نمبر شمار 2 : کاغذ : اشتہار نیلام
اجلاس : کلکٹر و مجسٹریٹ ایٹ
سنہ تحریر : 1280ھ / 1866

نمونہ عبارت

اشتہار دیا جاتا ہے کہ جائداد مذکورۃ الذیل اجرائے ڈگری مصدورۃ عدالت صدر الصدور علی گڑھ کی معرض نیلام میں آدے گی۔ اور یہ نیلام یکجہری کلکٹری میں دن جمعہ تاریخ 20 جولائی 1866 مطابق 22 اساتھ 1273 ف موافق اساتھ سدی سمت 1923 بارہ بجے دن سے غروب آفتاب تک در صورت کہ زرمعا بہا چہ شتر سے ادا نہ ہو، یا یہ حکم عدالت دیوانی نیلام مذکور ملتوی نہ رہے۔ واقع ہوگا۔

تحریر تاریخ 18 مئی 1866۔

نمبر شمار 3 : کاغذ : تجویز
اجلاس : رائے سند لال جج ماتحت، علی گڑھ
سنہ تحریر : 1289ھ / 1872

نمونہ عبارت

آج یہ مقدمہ بہ حاضری فریقین رو بہ کار ہو کر کاغذات مسل ملاحظہ ہوئے۔ واضح ہو کہ حسب درخواست ڈگری دار بنائے دستور دیہی حق حقوق زمیں داری ازان مدیوں واقع موضوع دادن پور و ٹوک پور دیہات معافی پر گنہ بلرام قرق ہو کر 30 جنوری 1872 کو معرفت کلکٹری ایٹ

کے مشترکہ نیلام ہوئے کہ تاریخ مذکورہ پر بہ لاٹ اول نیلام حق و حقوق زمین داری مدیوں واقع موضوع دادن پور عوض 150 (ساحہ) روپے بہ لاٹ دوم نیلام حق و حقوق زمین داری مدیوں واقع موضع تلوک پور عوض 156 (ساحہ) روپے بہ خریداری رام سہائے واسطے فشی ہیئت رام کے عمل میں آ کر جانب مشتری نیلام سے زر نیلام داخل خزانہ کلکٹری ہو گیا ہے۔ فقط مدیوں کو نسبت نیلام کے یہ عزرات میں کہ یہ مواضع قبل عمل داری سرکار سے واسطے مصارف مسجد و خانقاہ واقع مارہرہ کے معاف ہیں۔ ہنگام بندوبست بھی بعد تحقیقات واسطے دوام کے معاف ہوئے اور نیز ہنگام اجرائے سابق کے بہ منظوری عذر مجھ عذر دار کے یہ دیہات قرقی سے دا گزاشت ہوئے۔ ان دیہات میں کوئی حق نیلام نہیں ہے۔ اس نیلام سے ترمیم سند معافی عطیہ سرکار لازم آتی ہے، و مصارف خیر میں خرابی اجتری و ہرج پیدا ہوتا ہے۔

دستورات دیہی کا انتخاب جو ڈگری دار نے پیش کیا ہے، وہ تحصیل دار صاحب ذی اختیار دیہی بندوبست نے بہ طور خود مثل دیہات حاصل کے لکھائے ہیں۔ تاہم اس میں اس گاؤں کی معافی کو متعلقہ مصارف تحریر کیا ہے۔ اس سے حق زمین داری قائم نہیں ہو سکتا۔ دیکھوٹ دیہ میں کوئی خانہ زمین داری کا نہیں ہے۔ نقل سند معافی دوازدہ بست بسوہ مواضع کی اس مسل میں موجود ہے۔ دستور دیہی نویسانیدہ کارندہائے متولیان نارح سند معافی نہیں ہے۔ داشتہار نیلام خواہ بہ ضابطہ کلکٹری کی کسی طرح اطلاع مجھ مدیوں کو نہیں ہوئی۔ نیلام قابل نامظوری ہے۔ فقط مشتری نیلام نے باوجود اجراء اطلاع نامہ کے کوئی عذر داری نہیں کی ہے اور ہم نے احتیاطاً کلکٹری سے بھی پھر دریافت کیا کہ آیا درحقیقت کوئی دوسرا حق زمین داری کا اس معافی میں ہے یا نہیں۔ سو جواب کلکٹری سے واضح ہے کہ کسی دوسرے حق زمین داری کا عمل در آمد نہیں ہے۔ پس صرف ایک کاغذ میں لکھے ہونے کے لحاظ سے کوئی حق مستقل قائم ہو کر نیلام کا منظور کرنا مناسب نہیں ہے۔

لہذا حکم ہوا کہ نیلام نامظور ہو و نقل رو بکار ہذا بہ خدمت ڈپٹی صاحب بہادر عامل نیلام شلع ایٹ کے بھیجی جاوے کہ زر نیلام جس قدر جمع سے مشتری نیلام کو واپس کر کے رسید بھیج دیں، اور وکیل ڈگری دار مطلع ہو کہ جو سبیل اپنی ڈگری کے وصول کی رکھتا ہو اس کو حسب ضابطہ عمل میں لاوے۔ مقدمہ باقیات سے خارج ہو۔ فقط

نمبر شمار 4 : کاغذ : اطلاع نامہ بنام رسپانڈنٹ حسب دفعہ 1345 ایکٹ 8، 1859۔
اجلاس : عدالت دیوانی (سول جج) مین پوری
سنہ تحریر : 1291ھ / 1873

مضمون عبارت

اپیل عام :

ازاں جا کہ اپیلانٹ نے بناراضی فیصلہ جج ماتحت ضلع مین پوری مورخہ 21/ ماہ جولائی 1873 کے بتاریخ 29 ماہ اگست 1873 بہ تعین مبلغ (۱۱۰۰ روپے) 617 روپے 8 آنے اور 7 پائی درخواست اپیل کی تمہارے نام اس عدالت میں داخل کی ہے، اور واسطے سماعت اس کے تاریخ 26 ماہ نومبر 1873ء مطابق 2 ماہ اگست 1281 ف جواب دی روز چہار شنبہ مقرر ہوا ہے۔ اس واسطے بہ موجب دفعہ 1345 ایکٹ 8، 1859 کے حکم ہوتا ہے کہ تم واسطے جواب دی اپیل اپیلانٹ کے اصالتہ خواہ معرفت کسی وکیل کے جس نے تم سے ہدایت کلی حاصل کی ہو اور جو جواب جملہ سوالات ضروری متعلقہ مقدمہ دے سکتا ہو یا وکیل کے ہمراہ کوئی دوسرا شخص ایسا ہو کہ جواب سوالات مذکور کا دے سکے۔ بتاریخ 26 ماہ نومبر مذکورہ بالا اس عدالت میں حاضر ہو۔

نمبر شمار 5 : کاغذ : روکاری

اجلاس : دفتر عدالت العالیہ سررشتہ انتظام مساجد وغیرہ
مملکت نظام دکن

سنہ تحریر : 1304ھ / 1887

مضمون عبارت

مقدمہ درخواست منظوری بہ غرض ابواب مکہ مسجد :

برائے اطلاع محکمہ معتمد صاحب مدار الہام سرکار عالی علاقہ خاگی۔ نقل یادداشت مہتمم صفائی مکہ مسجد کی۔ نشان 108 واقع 17 ذی الحجہ 1303 ہجری مع برآورد بہ غرض ابواب تعمیر و ترمیم ضروری جزوی مسجد موصوف رقی (ہاہے لہے) 117 روپے 14 آنے حالی کے اس کے

ساتھ منسلک ہے۔ جب یہ مرمت ضروری اور جزوی ہے، منظوری اس کی من جملہ رقم موازنہ

1296 ف صادر ہووے تو مناسب ہے۔ فقط

نمبر شمار 6 : کاغذ : عرضی

اجلاس : صدارت العالیہ سررشتہ انتظام مساجد وغیرہ

حیدر آباد دکن

سنہ تحریر : 1306ھ / 1889

نمونہ عبارت

بہ عرض اقدس عالی می رساند

خداوند نعمت اما بعد ارنا ہے کہ خدمت داروٹگی مسجد سرائے درگاہ اُجالے شاہ صاحب

خالی ہے۔ امیدوار ہوں کہ تابع دار کو خدمت مذکور پر مامور فرماتا۔ فدوی شیخ مدار۔ (حکم)

عرض گزار کا تقرر حکم داروٹگی مسجد سرائے متعلقہ درگاہ شریف حضرت اُجالا شاہ صاحب پر کیا جائے۔

22 محرم الحرام 1306ھ (مطابق 30 ستمبر 1888)

نمبر شمار 7 : کاغذ : اقرار نامہ

اجلاس : صدارت العالیہ سررشتہ انتظام مساجد وغیرہ حیدر آباد دکن

سنہ تحریر : 1306ھ / 1889

نمونہ عبارت

ہم عبد الغنی موذن اور امیر بیگ سقا اور شیخ بیگم جاروب کش درگاہ سید اجالا شاہ صاحب

کے ہیں، اقرار ذاتی کرتے ہیں اور نوشتہ دیتے ہیں اس بات پر کہ ہم تینوں اسم ہمیشہ اپنے اپنے

کام پر شب و روز حاضر مسجد رہ کر کما بینہی خدمت مسجد کی ادا کریں گے اور سر موادائے خدمت

میں تصور نہ کریں گے۔ اگر تصور کریں تو سرکار کو اختیار ہوگا کہ تصور کرنے والے کو موقوف کر دے

کر اس کی جائے پر دوسرے شخص کو مقرر و مامور فرمادیں۔ یہ چند کلمے بہ طریق اقرار نامہ کے لکھ

دئے گئے تاوقت حاجت بکار آدے۔

شہر صفر المظفر 1306ھ مطابق اکتوبر 1888

نمبر شمار 8 : کاغذ : تبادلہ نامہ
 اجلاس : دفتر رجسٹرار صوبہ متحدہ آگرہ دادوہ
 سن تحریر : 1309ھ / 1892
 نمونہ عبارت

ہم کہ..... ساکنان..... کے ہیں۔ مکان واقع..... میں ہیں اور ان پر ہماری سکونت بہ شرکت زید و بالا کے ہے اور بہ وجہ اس شرکت کے پردہ اور درسی مکانات وغیرہ میں ایک قسم کی وقت اور تکلیف ہے۔

لہذا بہ غرض رفع تکلیف و حصول آسائش باخود ہا کے باہم ہم مقرران کے بہ رضامندی یکے دیگرے معاملہ طے ہوا کہ ایک منزل مکان بالا خانہ زنانہ پختہ مسقف و کواڑ وغیرہ مع تمامی لوازمہ متعلقہ بالا خانہ مذکور کے کہ جو اور پختہ مکان..... موازی کل 320 گز دودستی بمجموعہ اس کے بہ قدر نصف ہم مقرران فریق اول بہ قدر 60 گز دودستی واقع پشت مکان مذکور محدود بہ حدود اربعہ ہمگی جائداد قیمتی مبلغ پانچ سو روپے ملکیت مملوکہ و مقبوضہ خاص ہم..... مقرران دستاویز ہذا فریق اول کی ہے اور اس وقت تک بلا شرکت غیرے مالکانہ مکان بالا خانہ و سردری و اراضی مذکورہ بالا پر قابض و دخیل و متصرف ہیں، اور مکان اور اراضی مذکورہ بالا آج تک ہر قسم کے مواخذے سے مبرا اور پاک ہے۔

اور ایک مکان پختہ یک منزل مسقف محدود ذیل ملکیت مملوکہ مقبوضہ خاص ہم..... مقرران فریق ثانی آج تک بلا شرکت غیرے مالکانہ قابض و دخیل ہیں..... دریں دلا بہ رضامندی باہمی بہ صحت نفس و ثبات عقل و درستی حواس خمسہ بلا اکراہ و اجبار احدے بہ غرض پردہ داری و آسائش یک دیگرے اس طور سے تبادلہ قرار پایا کہ ہم فریق اول نے مکان..... ملکیت اپنے کو اپنے قبض و دخل سے نکال کر آج کی تاریخ..... کو دے دیا اور بہ ذریعہ دستاویز ہذا قبض و دخل کرا دیا۔ جملہ حقوق و اختیارات مالکانہ..... آج کی تاریخ سے مثل ہماری ذات کے مالکانہ عمل میں لا دیں۔ ہم..... کو یا وارثان ہمارے کو حال و استقبال میں کچھ تعلق و مزاحمت نہیں ہے اور نہ ہوگی۔ چونکہ ذر قیمت ہر دو فریق کی جائداد کا مساوی

ہے۔ بذریعہ مبادلہ جائداد قیمت جائداد دونوں فریق کی پوری ہو کر تقابض البدلین بین المتعاقبین عمل میں آیا۔

لہذا اب فریقین کو آج کی تاریخ سے کسی وقت میں ایک دوسرے کی جائداد مبادلہ شدہ سے یا زر قیمت سے دعویٰ اور سروکار نہ ہوگا۔ اگر کسی وقت میں کوئی شریک سہیم کسی فریق کا پیدا ہو کر نسبت جائداد مبادلہ شدہ یا زر قیمت کے دعویٰ کرے، تو جواب دہی اس کی ذمے اسی فریق کے ہوگی اور اگر جواب دہی دوسرے فریق کو کرنا پڑے تو اس دوسرے فریق کو اختیار ہے کہ کل زر خرچہ و ہرجہ اپنا اس فریق سے کہ جس کے شریک و سہیم کے دعوے کی وجہ سے پڑا وصول کرے۔

لہذا یہ چند کلمے بہ طریق دستاویز مبادلہ کے لکھ دیے کہ سند رہے اور عند الحاجة کام آویں۔ تحریر تاریخ 23 فروری 1892 مطابق 22 رجب 1309ھ بمقام..... بقلم..... ساکن..... لکھا گیا۔

نمبر شمار 9 : کاغذ : اطلاع نامہ بنام رسپانڈنٹ

اجلاس : صاحب کلکٹر بہادر ایڈ

سند تحریر : 1320ھ/ 1902

مصورہ عبادت

ازاں جا کہ اپیلانٹ نے درخواست اپیل بنام تمہارے اس عدالت میں داخل کی ہے اور واسطے سماعت اس کے تاریخ 3 مئی روز شنبہ 1902 مقرر ہوا ہے۔ اس واسطے یہ اطلاع نامہ دیا جاتا ہے کہ تم واسطے جواب دہی اپیل اپیلانٹ کے اصالتہ خواہ معرفت کسی مختار کے جس نے تم سے ہدایت کلی حاصل کی ہو، اور جو جواب جملہ سوالات ضروری مقدمے کا دے سکتا ہو، یا مختار کے ہمراہ کوئی دوسرا شخص ایسا ہو جو جواب سوالات مذکور کا دے سکے، بتاریخ 3 مئی 1902 روز مذکورہ بالا اس عدالت میں قبل دوپہر کے حاضر ہو اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر تم بروز مذکورہ حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ اپیل کا بغیر حاضری تمہاری پیش ہو کر یک طرفہ فیصلہ کیا جائے گا۔

نمبر شمار 10 : کاغذ : سن بہ غرض حاضری و ادائے شہادت

اجلاس : سب جج علی گڑھ

سنہ تحریر : 1321ھ / 1903

نمونہ عبارت

نمونہ نمبر 125 ضمیمہ چہارم مجموعہ ضابطہ دیوانی

ہر گاہ تمہارا حاضر ہونا واسطے ادائے شہادت کے منجانب مدعا علیہ مقدمہ مذکورہ بالا میں ضروری ہے۔ لہذا تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ بتاریخ 26 مئی 1903 بوقت 6 بجے دن کے (1) اپنے ساتھ..... اس عدالت میں لیتے آؤ یا بھیج دو۔ مبلغ (للعہ) 4 روپے بابت تمہارے سفر خرچہ وغیرہ اور خود اک ایک یوم کے اس سن کے ساتھی بھیجا جاتا ہے، اگر تم اس حکم کی تعمیل نہ کرو گے تو تم پر نہ حاضر ہونے کا وہ نتیجہ جو کہ مجموعہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ 170 میں مرقوم ہے عائد ہوگا۔

اطلاع:

- 1۔ اگر تم صرف دستاویز پیش کرنے کے لیے طلب کیے گئے ہو اور شہادت دینے کے واسطے نہیں طلب کیے گئے تو تمہاری طرف سے تعمیل سن کی اسی میں متصور ہوگی کہ تم دستاویز مذکور اس عدالت میں بتاریخ اور بہ وقت مرقومہ بالا پیش کرادو۔
- 2۔ اگر تاریخ مذکورہ بالا سے زیادہ تم کو ٹھہرنا پڑے تو مبلغ..... تم کو سوائے تاریخ مذکورہ بالا کے ہر تاریخ حاضری عدالت کی بابت دیا جائے گا۔

نمبر شمار 11 : کاغذ : مراسلہ

اجلاس : دفتر مسجل جامعہ عثمانیہ سرکار عالی حیدر آباد دکن

سنہ تحریر : 1329ھ / 1921

نمونہ عبارت

منجانب مولوی حمید احمد انصاری بی۔ اے، بیرسٹریٹ لا۔ مسجل جامعہ عثمانیہ، سرکار عالی۔ بہ خدمت مولوی سید علی احسن صاحب مارہروی، قصبہ مارہرہ، ضلع ایٹہ (یوپی)

مقدمہ

فرمان مبارک دربارہ عرضی سید علی احسن ساکن قصبہ مارہرہ دربارہ تقرر۔
ترقیم ہے کہ آپ نے جو درخواست بارگاہ خسروی میں پیش کی تھی، اس کی ایک نقل دفتر
میں بہ غرض کارروائی وصول ہوئی ہے۔ براہ کرم آپ اطلاع دیجیے کہ جامعہ عثمانیہ میں آپ کس قسم
کی خدمت چاہتے ہیں، اور آپ نے کس قسم کی تعلیم اور کہاں تک حاصل کی ہے اور تعلیم کا کیا تجربہ
رکھتے ہیں۔ فقط

منشی بہ خدمت جناب معتمد صاحب، عدالت و کوٹوالی و امور عامہ اطلاعا مرسل
خدمت ہے۔ فقط

نمبر شمار 12 : کاغذ : مراسلہ

اجلاس : معتمد سرکار عالی صیغہ عدالت و کوٹوالی و امور عامہ و
صیغہ یونیورسٹی حیدر آباد، دکن۔

سنہ تحریر : 1331 ف م 1340ھ / 1922

مسموۃ عبارت

از طرف نواب ذوالقدر جنگ بہادر ایم۔ اے۔ بیرسٹرایت لا معتمد بہ خدمت سید علی احسن
صاحب احسن، سرکار خرد مارہرہ، ضلع لیٹہ۔

مقدمہ

فرمان مبارک بر عرضی سید عبدالجلیلی بگڑامی مارہروی نسبت شرکت کتاب در نصاب بہ
مقدمہ صدر مولوی عبدالجلیل صاحب مرحوم نے پیش گاؤ خسروی میں ذریعہ درخواست کتاب علم رسم
القرآن کا نمونہ بھیج کر استدعا کی تھی کہ کتاب مذکورہ سرکار عالی کی سرپرستی میں شائع فرمائی جائے۔
چونکہ اب اُن کا انتقال ہو چکا ہے، اس لیے براہ کرم ان کے ورثا سے کتاب مذکور کا مسودہ طلب فرما
کر محکمہ ہذا میں روانہ کیا جائے تاکہ اصل مسودہ دیکھنے کے بعد اس کی نسبت پیش گاؤ خداوندی میں
رائے عرض کی جاسکے۔ فقط

نمبر شمار 13 : کاغذ : مراسلہ نشان (894)

اجلاس : دفتر مسجل جامعہ عثمانیہ سرکار عالی

سنہ تحریر : 1344ھ/1925

مضمونہ عبارت

شریف خدمت.....

جناب من

آپ کے پرچہ اردو (دوم) امتحان انٹرمیڈیٹ کے متعلق ایک کتابچہ نشانات ذریعہ ہذا مرسل ہے۔ آپ کے نتائج امتحان مع جوابی کاپیوں کے تاریخ..... 1334 ف مطابق 30 مئی 1925 تک دفتر ہذا پر پہنچ جانے چاہئیں۔ مطلوبہ معاوضہ ممکنی اور کتابیں جو پرچے کی ترتیب کے لیے روانہ کی گئی تھیں ساتھ ہی ایک علیحدہ لفافے میں ارسال فرمائی جائیں۔

واضح رہے کہ بہ روئے دفعہ 20 قواعد ممکنین امیدواروں کے جوابات کی عام خوبیاں اور تفصیلات کے متعلق آپ کی رپورٹ فارم ضلکہ پر کتابچہ نشانات کے ساتھ علاحدہ لفافے میں وصول ہونی چاہیے۔ فقط

دستخط مسجل جامعہ عثمانیہ

نمبر شمار 14 : کاغذ : مراسلہ معتمد سرکار عالی صیفہ عدالت و کوٹوالی و امور عامہ صیفہ تعلیمات

اجلاس : نواب اکبر یار جنگ بہادر معتمد بخد مت ناظم تعلیمات سرکار عالی

سنہ تحریر : 1335 ف م 1345ھ/1926 نشان مراسلہ نمبر 2214

مضمونہ عبارت

فرمان مبارک بر عرضی سید علی احسن صاحب

نسبت نثر اردو بہ جواب مراسلہ نشان 663 مورخہ یکم شہر پور 1235 ف،

نگارش ہے کہ نقل مراسلہ دفتر فیئانس نمبر 1809/1810 مورخہ 8 آبان 1335 ف

اطلاعا مرسل ہے۔ ف مثنی بہ خدمت سید علی احسن صاحب احسن مارہروی اردو لکچرار انٹرمیڈیٹ

کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، بہ جواب درخواست معروفہ 19 صفر المظفر 1344 ہجری مرسل و

نگارش ہے کہ پیش گاہ خسروی سے یہ ذریعہ فرمان مبارک خزینہ غرہ ربیع الاول شریف 1345ھ آپ کی مولفہ کتاب (تاریخ نثر اردو) کی نسبت ارشاد مبارک شرف صدور لایا ہے کہ: ”اس کتاب کو میرے نام سے معنون کرنے کی اجازت دی جائے اور مولف کے نام اس کے صلے میں پچیس روپے کھدار ماہوار تاحیات جاری کی جائے۔“

2- آپ کی تنخواہ کے متعلق دفتر فینانس سے ذریعہ مراسلہ نمبر 1809/1810 مورخہ 8 آبان 1335 ف دفتر صدر محاسبی سرکار عالی کے نام احکام جاری ہو چکے ہیں، آپ اس مراسلے کے حوالے سے دفتر صدر محاسبی سے کارروائی فرما سکتے ہیں۔

نقطہ

دستخط سینئر مددگار معتمد

نمبر شمار 15 : کاغذ : مراسلہ معتمد سرکار عالی صیفۂ عدالت دکن و قوالی و امور عامہ
(صیفۂ تعلیمات)

اجلاس : معتمد

سنہ تحریر : 1336 ف م 1346ھ / 1926 نشان (2)

نمونہ عبارت

مقدمہ

فرمان مبارک بر عرضی سید علی احسن

بہ سلسلہ مراسلہ محکمہ ہذا نمبر 2214 مورخہ 22 آبان 1335 ف نگارش ہے کہ دفتر صدر محاسب صاحب سرکار عالی کو آپ کے نام ماہوار جاری کرنے میں امور مندرجہ ذیل معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ ولدیت، نام خزانہ جہاں سے ماہوار لیتا مقصود ہے۔ سکونت، عمر اگر خزانہ عامرہ سے لیتا مقصود ہو تو حلیہ مصدقہ کی ضرورت ہے، ورنہ دو قطعہ نمونہ دستخط مصدقہ روانہ کرنے پر ماہوار اجرا کرنے کے احکام جاری ہوں گے۔

پس براہ کرم امور مندرجہ بالا کا جواب آپ راست دفتر صدر محاسب صاحب سرکار عالی پر روانہ فرمادیں۔

مثنیٰ بہ جواب مراسلہ نمبر 4096 مورخہ 10 آبان 1335 ف بخدمت صدر محاسب صاحب سرکار عالی مرسل ہے۔

دستخط سینئر مددگار معتمد

نمبر شمار 16 : کاغذ : مراسلہ معتمد سرکار عالی صیفۂ عدالت دکو توالی دامور عامہ
(صیفۂ تعلیمات)

اجلاس : معتمد :

سنہ تحریر : 1336 ف م 1346 ھ / 1926

عمومہ مہارت

..... نشان مسل

..... نشان و تاریخ مراسلہ

..... نام فریقین

..... خلاصہ مضمون مراسلہ

از طرف : نواب اکبر یار جنگ بہادر معتمد سرکار عالی۔

بہ خدمت : ناظم صاحب تعلیمات ملک سرکار عالی

جواباً نگارش ہے کہ اصل نسخہ کتاب بارگاہ خسروی میں عرض داشت کے ساتھ گزاران دیا گیا، جو واپس مرحمت نہیں ہوا۔

اس کتاب کے متعلق جو فرمان مبارک شرف صدور لایا ہے اس میں اس کتاب کو اسم ہمایوں سے معنون کرنے اور مولف کے نام تاحیات 25 کلدار ماہوار جاری کرنے کا حکم محکم شرف صدور لایا ہے۔ اس میں اہتمام و اجازت طبع کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

مثنیٰ بہ سلسلہ مراسلہ نشان (2) مورخہ یکم آذر 1336 ف بخدمت مولوی سید علی احسن صاحب مارہروی اردو لکچرار مسلم یونیورسٹی علی گڑھ مرسل ہے۔

فقط

دستخط محمد اظہر حسین سینئر مددگار معتمد

تبصرہ و کیفیت

سلاطین اسلام کے عہد سے حکومت برطانیہ کے اوائل تک ہندوستان میں عدالت و دفاتر کی کارروائیاں فارسی زبان میں ہوا کرتی تھیں، اور اگرچہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے سے 1835 میں اردو زبان کی ترویج کے احکام دفاتر کے لیے جاری ہو گئے تھے، مگر اس کے بعد بھی بہت دنوں تک انگریزوں کے فیصلے اور دفتری کاروبار فارسی ہی میں ہوتا رہا۔ دس بارہ برس کے بعد جب اردو نویسی شروع ہوئی اس وقت بھی زبان کی ابتدائی حالت کے سبب سے ایک مدت تک انداز بیان میں اس قسم کی جھلک رہی کہ اس اردو کے مطالب کا سمجھنا کوہ کندن و کاہ برآوردن کا مصداق رہا۔ اسی کے ساتھ عربی و فارسی کا عنصر اس قدر غالب تھا کہ اس اردو کو قدیم و کئی اردو کے لگ بھگ سمجھنا چاہیے۔

نور 1857 کے بعد سے عموماً آسان اور عام فہم اردو کا آغاز ہوا ہے، جیسا کہ مندرجہ نمونوں کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ گورنمنٹ برطانیہ کے عہد سے ہندوستان کی وہ آبادی جس پر انگریزوں کا تسلط ہوا، چند صوبوں میں منقسم ہے۔ مثلاً بنگال، مدراس، ممبئی، پنجاب، اور صوبہ جات متحدہ آگرہ و اودھ وغیرہ (جس کا پہلا نام ممالک مغربی و شمالی تھا) ان صوبوں میں سے صرف آگرہ و اودھ، پنجاب اور بہار بنگال کے دفاتر میں اردو کی ترویج ہوئی، باقی ندارد۔ تقریباً اب سے چالیس سال قبل تک صوبہ بہار میں تمام عدالتی کاروبار اردو ہی میں ہوتا تھا، مگر زمانہ مذکور کے بعد سے عموماً ہندی (تاگری) اور انگریزی میں کارروائیاں ہونے لگیں۔ البتہ وہ دستاویزی جن کے مقرر زیادہ تر مسلمان ہیں، اکثر اردو زبان میں لکھی جاتی ہیں، لیکن رجسٹری کے دفتر میں ان کی تصدیق وغیرہ (یوپی کے برعکس) انگریزی میں کی جاتی ہے۔

نظام گورنمنٹ (دکن) میں بھی نصف صدی قبل تک دفتر کی زبان فارسی تھی۔ غفران مآب آصف جاہ سادس کے عہد سے تمام دفتروں کی زبان اردو کی گئی۔ یہی حال بھوپال، رام پور (روہیل کھنڈ) وغیرہ چند اسلامی ریاستوں کا ہے۔ اس وقت تقریباً ایک رابع ارب ہندو مسلمان ہندوستان میں اردو بولتے اور سمجھتے ہیں، مگر حکومت کے تمام صوبوں میں صرف صوبہ جات متحدہ آگرہ و اودھ اور پنجاب میں اردو کو دفتری زبان اور وہ بھی نیم اردو کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ مسٹر میگزائلڈ سابق لفٹنٹ گورنر یو۔ پی کے عہد میں یہاں بھی اردو ہندی کا جھگڑا شروع ہوا، جس کی اتنی یادگار موجود ہے کہ اب جو اطلاع نامے اور سمن وغیرہ عدالتوں سے جاری ہوتے ہیں ان میں عموماً ایک کی جگہ دو پرت ہوتے ہیں۔ پہلا ورق جو بعد تقییل واپس جاتا ہے وہ اردو کا۔ اور جو تقییل کنندہ کے پاس چھوڑا جاتا ہے وہ ہندی رسم الخط کا ہوتا ہے۔

ممکن تھا کہ ان نمونوں میں پنجاب، بہار، دکن اور صوبہ جات متحدہ کے تمام عدالتی کاغذات، سمن، عرضی دعویٰ، جواب دعویٰ، قبولیت، پٹہ، بیع نامہ، کرایہ نامہ، وکالت نامہ مختار نامہ وغیرہ وغیرہ کی نقلیں پیش کی جاتی۔ لیکن یہ سمجھ کر بہ حیثیت زبان چند اصطلاحوں اور لفظوں کے سوا کوئی خاص فرق ایک کو دوسرے سے نہیں۔ صرف چند نمونے چند کاغذوں کے لکھ دئے گئے ہیں جس سے بہ آسانی زبان کے اسالیب بیان کا فرق اور اندازہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً دفتری اور عدالتی اصطلاحات میں، صوبہ جات متحدہ کا عملہ ایک گاؤں کی تقسیم بسوات سے کرتا ہے، یعنی اگر نصف موضع کا مذکور ہوگا تو دس بسوہ کہا جائے گا، اور پورے موضع کو بست بسوہ۔ اسی کے مرادف بہار میں بیس آنے یا آٹھ آنے یا حسب مراتب آنہ پائی لکھا جائے گا۔ اسی طرح سالانہ مصارف کے لیے جو تکدمہ بنایا جاتا ہے، اس کو یوپی

والے بحث یا نقشہ کہیں گے اور اہل دکن تختہ یا سواژ نہ لکھیں گے۔ کہیں نمبر کی جگہ نشان کا استعمال ہے۔ کسی جگہ فہرست وغیرہ کو کتابچہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ غرض کہ اسی قسم کے جزوی و معمولی اصطلاحی فرق کے سوا تمام دفاتر کی زبان میں مجموعی حیثیت سے کوئی اصولی یا ادبی امتیاز نہیں پایا جاتا۔ حکام، عملہ، محرر اور وکیل جس قابلیت و واقفیت کے حامل ہوتے ہیں، اسی حیثیت کی زبان استعمال کرتے ہیں۔ اور اب تو معمولی عرضیوں اور اظہاروں کے علاوہ تمام کارروائیاں اور کل فیصلے انگریزی زبان میں لکھے جاتے ہیں۔

اب سے ربع صدی قبل تک جب کہ انگریزی گریجویٹوں کے سوا عربی و فارسی داں بھی حکومت کی کرسیاں پایا کرتے تھے، ان کی پنجویں عموماً اردو میں ہوا کرتی تھیں۔ زبان کے قلابانہ یا واقفانہ معیار کا جو اشارہ کیا گیا ہے، انھیں حکام کے فیصلوں سے متعلق ہے۔ موجودہ دہلا کی یہ حالت ہے کہ ان کو گواہوں کے اظہارات اور جرح کے سوا عدالتوں میں اکثر اردو بولنے کی ضرورت نہیں ہوتی چونکہ وہ اور حاکم دونوں انگریزی داں ہوتے ہیں۔ اس لیے بحث مباحثے میں انگریزی ہی سے کام لیا جاتا ہے۔ اب صرف عرائض نویس اور محرران دہلا کا گردہ رہ گیا، یا اہل کاروں عمالی عدالت، ان کی قابلیت عموماً محدود اور سطحی ہوتی ہے، ان کے قلم سے جو تحریریں نکلتی ہیں وہ انھیں بندھے نکلے روزمرہ و محاورات میں ہوتی ہیں جو عوام الناس کی سمجھ میں آنے کے قابل ہوں۔

ظاہر ہے کہ ایسی زبان کو صرف دعو اور ادبی سیاق و سباق سے کیا علاقہ، ہندستانی گواہوں کے اظہار اگرچہ اردو زبان میں ہوتے ہیں، اور ان کو اردو میں قلم بند بھی کیا جاتا ہے مگر اسی کے ساتھ اب یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر حکام ان اظہاروں کو انگریزی میں بھی لکھتے جاتے ہیں۔

الخلاصہ پچھریوں کی اردو کو گھسا ہوا سکھ اور بازاری بولی سمجھنا چاہیے نہ کہ
لکھالی زبان اور اردوئے معلیٰ۔

ادب انشا میں پرانا مشرقی دستور تھا کہ بادشاہ یا مذہبی بزرگ کے
نام لکھنے کی جہاں ضرورت ہوتی تھی تو متن عبارت میں نام کی جگہ خالی چھوڑ
کر عنوان پر اس کا نام لکھ دیا جاتا تھا۔ مثلاً حسب فرمان کے بعد فرماں روا
کے نام کی جگہ چھوڑ کر آگے سے باقی مضمون لکھا جائے گا۔ یہ دستور اب
صرف حیدر آباد دکن میں باقی رہا ہے یا ایسی ہی دوسری کسی پرانے زمانے کی
ریاست میں ہوگا اور کہیں نہیں۔

اس دور کے آخر میں خاص دفتری زبان کے متروک و مستعمل
الفاظ کا نقشہ اس لیے نہیں لکھا گیا کہ نمونوں کے متن میں ایسے الفاظ و
محاورات پر خط کھینچ دیے ہیں، جن کو پڑھ کر ذہن منتقل ہو سکتا ہے اور چونکہ
ان الفاظ کے معنی قریب الفہم ہیں، اس لیے ان کی تشریح بے کار سمجھی گئی۔

☆☆☆

نمونه نمبر 3 اخبار

1930/1348 تا 1847/1263

پہلا دور اخبار 1263ھ / 1847ء تا 1272ھ / 1856ء

نمبر شمار 1 : اخبار مع مقام : سعد الاحبار، آگرہ
زمانہ اجرا : 1263ھ / 1847ء
تاریخ تحریر نمونہ : نمبر 4-28 جون 1847ء روز دوشنبہ جلد (1)
نمونہ عبارت

عبارت سرورق : یہ اخبار ہفتے میں ایک بار دوشنبہ کے دن چھپتا ہے۔ قیمت اس کی
8 آنے مہینہ اور محصول ڈاک ذمہ خریدار۔

اس اخبار میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ متبرکہ کا حال تھوڑا تھوڑا
ہر اخبار میں چھاپا جاتا ہے، جب بفضلہ یہ حال تمام ہو جائے گا، تو اہل بیت اور خلفاء بعد اور معرکہ
جگر سوز کر بلا اور دوازدہ امام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حالات بلا کم و کاست بہ تدریج و تفریق لکھے
جائیں گے۔ تاکہ عوام الناس کو ان حالات فیض سات سے بہ خوبی آگاہی حاصل ہو۔
پاشن جھالا کی خبر:

صاحب زبدۃ الاخبار (لاہور) اپنے ایک دوست کے خط کے رد سے تحریر فرماتے ہیں
کہ پاشن جھالا میں ایک روز عجب ماجرا ہوا کہ جنگل سے ایک صحرائی خوک (خزیر) شہر میں

وارد ہوا اور مہاراجہ مدن سنگھ بہادر کے محل میں در آمد ہو گیا، ہر چند لوگوں نے روکا مگر نہ رکا۔ حتیٰ کہ اندر جا کے مہاراجہ کی مسند پر بیٹھ گیا۔ سپاہیوں نے خوب تلواریں چلائیں اور اُسے مجروح کر کے مسند سے دور ڈال دیا۔ خوب مجروح پھر دوڑ کر مسند پر جا بیٹھا۔ تین بار ایسا ہی اتفاق ہوا، آخر الامر اس سور کو مار ڈالا۔ اس ملک کے نجومی اس امر کو ریاست کے حق میں منحوس بتاتے ہیں۔

بھئی (بھئی) کی خبر: صدر الاخبار (بھئی) سے معلوم ہوا کہ بھئی کے نجومیوں نے اقرار کیا ہے کہ 15 رتارن کو یہاں بڑی آندھی آوے گی، لوگ ان کے کہنے سے خوف زدہ ہو رہے ہیں۔
 نمبر شمار 2 : نام اخبار و مقام : کوہ نور لاہور، حجم 6 ورق، ہفتہ وار
 زمانہ اجرا : 1266ھ / 1849ء باہتمام سکھ رائے ایڈیٹر
 تاریخ تحریر : 10 مارچ 1274ھ / 1857ء نمبر جلد (8)
 مضمون عبارت

کیفیت شہر ہرات: ناظرین اخبار کو معلوم ہو کہ ان دنوں شہر ہرات کی جانب لڑائی ہو رہی ہے۔ شہر مذکور افغانستان کے اتر پچھم اور ایرانی ملک کے اتر پورب اور خیوا کے دکھن پورب کی طرف واقع ہے، اس کے اتر کی طرف کوہ ہندوکش ہے اور پچھم کی طرف ملک خراسان کا ریگستان ہے۔ اور یہ شہر اس طرح واقع ہے کہ جو کوئی پورب سے پچھم کا سفر کرتا ہے، یا اتر سے دکھن کی طرف جاتا ہے اور جو ہندستان کے ملک کی طرف آتا ہے اس کی راہ اس شہر کے بیچ میں ہوتی ہے۔ اس کے گرد کی زمین بہت زرخیز ہے، کیونکہ پہاڑ میں سے بہت ندیاں چھوٹی ہیں۔ اس شہر اور اس ملک کو ہرات کہتے ہیں، اس باعث سے لڑائی کے وقت فوج کے واسطے یہ جگہ بہت خوب ہے، اور سکندر (اعظم) بادشاہ کے وقت سے آج تک جتنے بادشاہوں نے ان اطراف کے لینے کا ارادہ کیا انھوں نے پہلے ہرات پر حملہ کیا۔

ایضاً بابت فروری 1859:

ابھی ابھی اخبار کوہ نور 14 فروری 1859ء تیار ہو چکا تھا کہ اس عرصے میں اشتہار ضبطی ملک اودھ صدرۃ امیر کبیر نواب گورنر جنرل بہادر کشور ہند کا جو ساتویں تاریخ فروری کو مشتہر ہوا، بہ

ذریعہ پرچہ ضروری لاہور کرائفل انڈسٹریل اشار کلکتے کا اس مطبع میں پہنچا کہ ترجمہ اس کا بھی سیر ناظرین اخبار کے واسطے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

اشتہار: 1801 میں جو صلح نامہ لکھا گیا تھا اس میں آئرلینڈ ایٹ انڈیا کمپنی نے وعدہ کیا تھا کہ بادشاہ اودھ کی محافظت مخالفان غیر ملک اور اندونی سے کریں گے اور بادشاہ اودھ نے اقرار کر لیا تھا کہ ہم انتظام اس قسم کا معرفت اپنے اہل کاروں کے رکھیں گے کہ موجب رفاہ رعایا کا ہو اور جس سے خلائق کے جان و مال کی محافظت رہے، چنانچہ جو وعدہ سرکار ایٹ انڈیا کمپنی نے کیا تھا اس کا لحاظ قریب پچاس برس کے بہ کمال ایمان داری برابر اور کامل رکھا، اور ہمیشہ اور ہر طرح اس کی پابندی کی، اس عرصے میں ہر چند سرکار کمپنی نے بہت سی لڑائیاں کیں، مگر کسی مخالف غیر نے زمین اودھ پر پاؤں نہیں رکھا اور نہ کوئی ایسا مفسدہ ہوا کہ جس سے ریاست میں خلل کا اندیشہ ہو، بادشاہ کے پاس فوج انگریزی قائم رہی اور جب کسی نے بادشاہ کے حکم کی عدولی کی تو ہمیشہ مدد دی، اور ادھر ایک خاص اور ضروری شرط صلح فرماں روایان اودھ کی جانب سے برابر غیر ملحوظ ہوتی رہی اور جو وعدہ تھا کہ ایسا انتظام ہوگا، جس سے جان مال سکتائے اودھ کی حفاظت اور ان کی سرسبزی کا باعث ہو، ابتدا سے انتہا تک برابر اور عہد خلاف ہوتا رہا۔

اس عہد شکنی میں باعث اگر سرکار انگریزی ہوتی کبھی کا اس عہد نامے کو باطل کر دیتی اور شاہ اودھ کی حفاظت سے دست بردار ہو جاتی تو بعید از انصاف نہ ہوتا۔ مگر یہ خیال اس امر کے کہ ایک نسل شاہی گودہ رعایا کے ساتھ کسی طرح پیش آئی ہو سرکار انگریزی سے ہمیشہ صدق اور سلوک سے رہی، اس تجویز سے تباہ اور بے اختیار ہو جائے گی۔ اس معاملے میں تامل کیا تھا، تاہم سرکار انگریزی نے اس عرصے میں سکتائے اودھ کو ظلم اور بد نظمی سے بچانے میں محنت اور کوشش سے دریغ نہیں کیا، بہت عرصہ گزرا کہ لارڈ ولیم بینٹک صاحب گورنر جنرل نے جب دیکھا کہ جو تدبیر واسطے آسائش رعایائے اودھ کے ہوئی اور پھر عمل نہ ہوا تو اہالیان لکھنؤ سے صاف بیان کر دیا تھا کہ ہم انتظام ملک اودھ کا اختیار خود کریں گے اور یہی دھمکاؤں اور الفاظ کہ لارڈ ولیم بینٹک صاحب نے سنائے تھے عرصہ

آٹھ برس کا گزرا کہ لارڈ ہارڈینگ صاحب نے بذاتِ خاص مکرر گوش زد بادشاہ کے کر دیے تھے، اس روز بادشاہ کو بہ خوبی سمجھا دیا تھا کہ تم یاد رکھو کہ اب جو کچھ ہوگا، سارے جہان کو ظاہر ہے کہ تم کو ہیئتِ وقت موقع پر اور طریقِ دوستانہ کے کی ہے۔ مگر دیر اودھ اور شاہ کی ضد یا نالائقی یا بے پروائی سے ارادہ دوستانہ سرکار انگریزی کا مطلق کارآمد نہ ہوا، نصیحت بے غرضانہ اور لعنِ متواتر پچاس برس کی اور تنبیہ اور غصہ اور دھمکی سب بے کار اور فضول پڑی، جو خاص شرطِ عہد نامے کی تھی وہ کبھی پوری نہ ہوئی اور وعدہ بادشاہ کا پورا نہ ہوا، اور رعایا اودھ کی نالائقی اور رشوت ستانی اور تعظم کے ہاتھ سے ویسی ہی مجبور ہے اور توقع بہتری کی اور امید آرام کی نظر نہیں آتی۔ تمام ملک میں شہرہ عام ہے کہ بادشاہ حال بھی مثل فرما رہا ہیں سابق معاملات سلطنت کو ہرگز ہاتھ نہیں لگاتے اور اختیاراتِ سلطنت تمام ملک پیشتر اہل دربار کے حمایتیانِ نالائق کو سپرد ہو گئے ہیں، یا تند مزاج اور رشوت خواروں کو کہ نہ لائق کام اور نہ لائق اعتبار کے عاملانِ حال اپنے ضلع پر حکم رانی کرتے ہیں، اور ان کے اختیار کی کچھ حد نہیں۔

رعایا پر جہاں تک بس چلتا ہے جبرستانی کرتے ہیں اور عہودِ گزشتہ یا حال کا مطلق لحاظ نہیں کرتے، فوج شاہی پیشتر غیر آراستہ اور بے ترتیب ہے اور ہتھیار فوج ان کی تنخواہ میں تغلب کرتے ہیں اور وہ مجبور ہو کر دیہاتوں کو لوٹتے ہیں اور اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔

غرض جس ملک کی حفاظت کے واسطے وہ لوگ متعین ہیں اسی کو جاہ کرتے ہیں، تمام ملک میں تراقوں کا شور ہے، انصاف اور قانون نام کو نہیں۔ جبر اور خوں ریزی روزمرہ ہے اور جان و مال ایک دم محفوظ نہیں، اب وہ حالت ہے کہ سرکار انگریزی اودھ کی برائیوں اور خرابیوں کو نہیں دیکھ سکتی کہ سب شرائطِ عہد نامے کی رواداشت کرنا، اور ان راؤں کا، اور قائم رکھنا بادشاہ کا، اور حفاظت جس کے سبب سے وہ سلطنت تھمی ہوئی تھی گوارا کرنی پڑی جس کے باعث یہ قبو حاتِ نکلیں۔ پچاس برس کے تجربے سے معلوم ہو گیا کہ 1801 کے عہد نامے سے سکٹائے اودھ کو خوشی اور سرسبزی مطلق نہ حاصل ہوئی اور بخوبی ظاہر ہو گیا کہ اس ظلم سے سکٹائے اس ملک کو بے آں کہ انتظامِ کل اضلاع اودھ کا ہمیشہ کے لیے سرکار انگریزی کے ہاتھ میں آدے اور کسی صورت سے اہمیت ممکن نہیں، واسطے حصول اس مدعا کے حکام نے بہ منظوری آرنہیل کورٹ آف

ڈائریکٹرز کے یہ بات قرار دی کہ عہد نامہ 1801 کا جس کا بادشاہ اودھ نے علی التواتر کچھ لحاظ نہیں کیا، آئندہ بھی قطعاً رد و منسوخ سمجھا جائے۔

واجد علی شاہ بادشاہ سے درخواست کی گئی کہ نیا عہد نامہ کر لیجیے جس کے رو سے سلطنت ملک اودھ کی ہمیشہ کے واسطے بالکل امپیریل ایسٹ انڈیا کمپنی کو تفویض ہو اور بادشاہ کو اور ان کے خاندان کو حسب رتبہ و درجہ عالی کے سوا جب معقول دیا جائے۔ مگر بادشاہ نے اس صلح نامہ دوستانہ سے عذر کیا۔ پس ازاں جا کہ واجد علی شاہ بادشاہ نے اور نیز ان کے مورثوں نے ایسے شرط و وعدہ عہد نامہ 1801 کا پورا نہیں کیا کہ اس کے رو سے ان کو اپنے ملک میں ایسا انتظام کرنا فرض تھا، جس سے رعایا کو سربسزی اور خوشی حاصل ہوتی اور ازاں کہ وہ عہد نامہ جس کو بادشاہ نے توڑا رد و منسوخ سمجھا گیا اور ازاں کہ بادشاہ نے اور شرائط سے بھی انکار کیا کہ بجائے صلح نامہ پہلے کے ان سے مقرر کی جاتی تھیں۔ اور ازاں جا کہ در صورت قائم رہنے شرط اس عہد نامے کے تقرری عہدہ داران انگریزی کی ملک اودھ میں ممنوع تھی اور اس کے بغیر انتظام کامل ہونا وہاں کا غیر ممکن تھا۔

اس لیے سب پر ظاہر ہے کہ سرکار انگریزی کو بجز ایک امر کے اور کوئی چارہ نہ رہا، یعنی یا تو رعایا اودھ کو ظلم اور تعدی میں چھوڑ دے کہ ایسی حالت میں یہ سب شرط صلح کے وہ لوگ مدت سے پڑے ہوئے ہیں، یا آں کہ اپنے زور قوی کو واسطے حمایت ان لوگوں کے جن کو پچاس ساٹھ برس سے زیادہ گزرے، دست اندازی کو بھی کام میں لاوے، اور بلا توقف انتظام کامل اور مدای اضلاع اودھ کا اپنے تصرف میں کرے۔ سرکار انگریزی نے بلا توقف کھلی تجویز کو فوق دیا۔

اس لیے اشتہار دیا جاتا ہے کہ حکومت ملک اودھ کی آئندہ کلینڈر اور ہمیشہ کے لیے سرکار آئرلینڈ ایسٹ انڈیا کمپنی کے تحت میں رہے گی۔ تمام عالمان و ناظران و چٹکے داران و دیگر متعلقہ دربار اور تمام عہدہ داران ملکی و جنگی اور سپاہ بادشاہی اور تمام باشندگان ملک اودھ کو لازم ہے کہ اب سے صرف عہدہ داران انگریزی کی اطاعت اختیار کریں۔ اگر کوئی اہل کار دربار یا جاگیردار وغیرہ اطاعت سے انکار کرے گا یا مال گزاری دینے

میں عذر لا دے گا یا اور کسی طرح پر سرکار کے حکم میں جھگڑے یا مقابلے سے پیش آدے گا، وہ مفسد سمجھا جاوے گا اور اس کی گرفتاری عمل میں آدے گی اور اس کی جاگیر یا اراضیات ضبط سرکار میں ہودے گی۔ جو اشخاص بلا تامل چپ چاپ اطاعت سرکار انگریزی اختیار کر لیں گے، خواہ وہ عامل ہوں یا عہدہ داران بادشاہی یا جاگیردار یا دیگر سکٹائے اودھ ان کو اطمینان رہے کہ ان کی پردریش اور غور اور حمایت قرار واقعی ہوگی۔ محاصل ملک کا از روئے بندوبست واجب قرار دیا جائے گا، اور ترقی ملک اودھ کی سلسلہ دار قرار واقعی کی جاوے گی اور انصاف از روئے میزان عدل کے ہوگا۔ جان و مال کی حفاظت کی جاوے گی اور آئندہ ہر شخص بلا اندیشہ و مزاحمت اپنے حقوق واجب پر قائم رہے گا۔ بہ حکم امیر کبیر گورنر جنرل بہادر کشور ہند بہ اجلاس کونسل۔

نمبر شمار 3 : نام اخبار و مقام : کشف الاخبار ممبئی

ایڈیٹر نشی غلام حسن (ہفتہ وار)

زمانہ اجرا : 1317ھ/1853

تاریخ تحریر : نمبر 42 جلد (27) 30- ستمبر 1297ھ/1880

نمونہ عبارت

عجیب کڑی : لندن میں جنوبی امریکہ سے ایک بڑی جنگلی کڑی آئی ہے کہ جو پالی جانے پر بڑے کام کی ہوتی ہے۔ چوہیاں اور کساری کو گودہ کیسی ہی بڑی کیوں نہ ہوں مکان میں ایک بھی زندہ نہیں چھوڑتی۔ ان کے کھانے کا اس کو بڑا ہی بھاری شوق ہوتا ہے۔ اس کڑی کا قدر اس قدر بڑا ہوتا ہے کہ جس قدر ابا بیل چڑیا کا اپنے بازو بند کرنے پر ہو جاتا ہے اور اس کی ٹانگیں سیدھی پھیل جاتی ہیں، اس خوف ناک کڑی کے تمام جسم پر سرفی مائل بھورے رنگ کے بال ہوتے ہیں یہ شیشے کے پنجرے میں رہتی ہے، جس میں کہ گرم پانی سے گرمی رکھی جاتی ہے۔

خبر ممبئی : اس ہفتے میں بارش کم ہوئی۔ حاجیوں کی کثرت ہے۔ حتیٰ کہ دوڑھالی سو بنگالی اور سو ڈیڑھ سو ہندوستانی دولاہتی روزمرہ آتے ہیں۔ بہ وجہ کثرت حجاج نول (ٹکٹ جہاز) کا نرخ چالیس سے پچاس روپے تک ہو گیا۔

نمبر شمار 4 : نام اخبار و مقام : خورشید عالم سیال کوٹ (ہفتہ وار)

زمانہ اجرا : 1273ھ / 1856

تاریخ تحریر : نمبر 11 جلد اول، 16 مئی 1856

موضوع عبارت

فیصلہ جات صدر مغربی، مقدمہ بدایوں، فیصلہ یکم اکتوبر 1855۔
سرکار مدنی بنام مان سنگھ وغیرہ۔

جرم قتل عمد : ہزاری سنگھ و مینڈو خاں یہ دونوں شخص زمین دار کی طرف سے زر لگان وصول کرنے پر مقرر ہو کر روپے اگھانے میں سخت گیری کرتے تھے، اس سبب سے لوگ ان کے دشمن ہوئے اور مدعا علیہموں نے خرمن پر جا کر ان کو شب کے وقت قتل کیا اور کئی گواہوں نے اظہار دیے کہ ہم نے مارتے دیکھا اور قاتل مار کر کہتے جاتے تھے کہ آج اپنا مدعی مار پایا۔ مدعا علیہموں نے اپنی بے جرمی ظاہر کی اور ایک نے کہا کہ زمین دار اور تحصیل دار نے جو تیاں مار مار کر گواہوں سے اظہار دلوائے ہیں اور کسی نے فقط زمیندار کا نام لیا۔ صاحب شیشن نے باتفاق رائے اہل جوری مجرموں کے سر جرم ثابت رکھا، اور لکھا کہ اگرچہ کئی شخص قتل میں شریک تھے، اور یہ بات تحقیق نہیں کہ کس کی تلوار نے مقتولوں کا کام تمام کیا، لیکن ہماری دانست میں مجرموں کو سزائے قتل واجب ہے۔

رائے ہیرنگٹن صاحب حاکم صدر : یہ نظر شہادت گواہوں کے، جرم ثابت، مگر بجائے قتل، جنم میعاد مع مشقت اور پابجولاند، اور جلائے وطن سمندر پار کی سزا کافی ہے، اس واسطے کہ ایسے مقدمے میں اتنے آدمیوں پر فتویٰ قصاص کا دینا ضابطہ عدالت نہیں اور کسی خاص پر ثبوت اس قابل نہیں کہ وہی مارا جائے۔

رائے ہیکنیس صاحب حاکم صدر : ہماری دانست میں شہادت نامعتبر ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ رات میں نو مجرموں کو گواہوں نے پہچان لیا اور کسی نے مقتولوں کی مدد نہ کی۔ اور نو گواہ معائنہ قوم چہار زراعت پیشہ ہیں، اور مقتول زمین دار کے ملازم تھے۔ عجب نہیں شہادت میں کوئی کار سازی بھی ہوئی ہو، اور گواہان معائنہ نے تھانے میں جو اظہار دیے اور بعد اس کے

عدالت شیشن میں جو لکھوائے ان کے اندر کئی ایسی باتوں کا فرق ہے کہ دیکھنے والے سے ہرگز نہ ہوتا، مثلاً ایک نے تھانے میں لکھوایا کہ فلا نے دو شخص کو میں نے مارتے دیکھا اور پھر صاحب شیشن کی عدالت میں اظہار دیا کہ دونوں تلواریں پاس کھڑے تھے۔ اس طرح کے کئی اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ گواہ سکھائے ہوئے ہیں۔ مگر کچھ کچھ بھول بھی گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب شیشن نے تھانے اور اپنی عدالت کے اظہاروں کو مقابل نہیں کیا ورنہ یہ نہ لکھتے کہ گواہوں نے اس طرح کے اظہار پیشتر بھی دیے ہیں اور جو کہ ہماری رائے ہیرنگٹن صاحب سے مختلف دربار رہائی مقیدین کے ہے۔ اس لیے یہ مقدمہ تیسرے حاکم کے اجلاس میں پیش ہو۔

رائے اسٹ صاحب: علاوہ اور مراتب کے یہ کہ چماروں نے مارتے دیکھا تو شور وغل اسی وقت کیوں نہ کیا، اور ان کو چاہیے تھا کہ خود اس امر کی اطلاع دیتے، نہ یہ کہ اس وقت تک خاموش بیٹھے رہے جب تک تھانے میں ان کے اظہار لیے گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے ان کو خبر کرنے سے منع کر رکھا ہوگا اور اگر یہ نہیں تو دیر کے باعث اسی قدر ان کے اظہار پایے اعتبار سے ساقط نہیں۔ غرض کہ کئی وجوہات سے شہادت نامعتبر ہوئی، اور ٹیکنیس صاحب کی رائے سے دربار رہائی کے اتفاق کیا۔ فقط 16 مئی 1855۔

نمبر شمار 5 : نام اخبار و مقام : طلسم لکھنؤ

زمانہ نمونہ : 5/ دسمبر 1273ھ/ 1856

نمونہ عبارت

اب تازہ سینے! صاحب موصوف لارنس صاحب چیف کمشنر نے چودھویں تک اس امر کی معیاد ٹھہرائی ہے مگر محلات نے جو حضرت کی طرف سے جواب کے منتظر تھے۔ مکانات خالی کر دینے میں جلدی نہ فرمائی، جب میعاد سے کئی دن زیادہ گزرے تو صاحب چیف کمشنر بہادر نے پھر تاکید کی۔ حسب سررشتہ صاحب منتظم شہر کے نام چٹھی لکھی۔ منتظم نے اس پر بھی محلات کو حکومت نہ جتائی۔ سوا افہام تفہیم کے کچھ زبردستی نہ دکھائی۔ یہاں تک کہ تاکید شدید سے مامور ہوئے۔ شدت کرنے میں ناچار ہوئے مجبور ہوئے۔ آخر غدر محرم وغیرہ محلات شاہی کا سموغ نہ کیا، شباشب مع اسباب سب کو اٹھایا۔ رات کے سبب

سے جو کھاٹ کباڑ باقی رہا، دن کو چینی بازار کے تھانے دار کی تاکید سے اٹھا۔ غرض بیٹھے بٹھائے کیا پریشانی اٹھائی۔ زمانے کی گردش نے عجب دیرانی دکھائی۔ تمام خلق کو رقت تھی۔ یہ حیرانی دیکھ کر حیرت تھی۔ دیکھنے والوں کا دل گڑھتا تھا، مگر کیا ہو سکتا تھا۔ ایک دوسرے کا منہ تکتا تھا۔ روتا تھا بلکتا تھا۔

3 اکتوبر: منگل سین والی کوٹھی میں پرسوں نیلام ہوتا رہا، ہر روز صبح سے دس بجے تک دبی سودا رہا۔ 26 ستمبر کے نیلام میں ایک سیف گجراتی نکلی، جس کا لوہا ایسا اچھا تھا کہ اس پر سرکار ابوالمصور خاں بہادر صفدر جنگ آب زر سے لکھا تھا۔ تیسویں تاریخ چھ روپے کو ایک توڑے دار بندوق کا نیلام دیکھا، ابوالمصور خاں بہادر اور محمد یونس کاری گر کا نام منقوش تھا۔ ایک بندوق پر نواب شجاع الدولہ بہادر تحریر تھا۔ دوسری پر وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر رقم پزیر تھا۔ پانچ پانچ سو پر دونوں چھوٹیں۔ دیکھنے والوں کی کرسیں ٹوٹیں۔ ایک بندوق ساڑھے آٹھ روپے کو بچی تھی جس پر سونے سے یہ عبارت لکھی تھی۔ ”حسب فرمائش دائم خاں بہادر دائم الدولہ تیار شد۔ دس بارہ روپے کو بہت سی اصفہانی نکواریوں کا نیلام ہوا کہ ان پر ابوالمصور خاں سونے کے پانی سے لکھا تھا۔ یکم اکتوبر کے نیلام میں اور دونوں سے بھی سستا سودا کیا، سو روپے کا مال ایک روپے کو بکا۔

نمبر شمار 6 : نام اخبار و مقام : سحر سامری (لکھنؤ) ہفتہ وار۔

ایڈیٹر نشی گھیر زائن عیاش و پنڈت تیغ ناتھ

حجم 8 صفحے، قیمت 12 آنے ماہوار

زمانہ اجرا : نومبر 1273ھ / 1856

زمانہ تحریر : نمبر 3، جلد اول۔ یکم دسمبر 1856 روز دوشنبہ

مؤید مہارت

خبر فرحت اثر: جناب عالیہ (والدہ داج علی شاہ اودھ) و مرزا ولی عہد بہادر مرزا اسکندر حشمت بہادر۔ مرزا باقر صاحب، مرزا ولی عہد کے مصاحب، سفر ولایت میں ولی نعمت کے ہمراہ تھے۔ اقبال کی طرح مقبول بارگاہ تھے۔ وہاں پہنچ کر ولی نعمت نے نامہ بری کا منصب عنایت کیا۔ حضرت سلطان عالم کے پاس رخصت کیا۔ انگریزی ڈاک کے جہاز پر سوار ہوئے۔ حضرت

کے نام اپنے حضور کی تحریر لائے۔ گھڑی وغیرہ۔ اور بہت تحائف دل یزیر لائے۔ ان کی زبانی ہے۔ دلچسپ کہانی ہے کہ ابھی تک ملکہ فرنگ مصروفِ سیر و شکار ہیں۔ مسافرانِ لندن محوِ انتظار ہیں۔ مگر تیرمدا نشانے سے قریب تر ہے ملکہ فرنگ کی شکار سے پلٹنے کی جلد خبر ہے۔ بڑے بڑے انگریز ان جلیل الشان اونچی اونچی پجھری پارلی منٹ کے ارکان ہم زبان ہیں کہ دادگستری کے آنے تک بیچ انصاف کے جوہر نہیں ہیں۔ ادھر ملکہ شکار سے پھریں ادھر برگشتہ طالبوں کے دن پھر جائیں گے۔ جتنے ستارے گردش کے ہیں اشکِ غداست کی طرح چشمِ فلک سے گر جائیں گے۔ پھر وہی شاہِ اودھ کا دور دورہ ہوگا۔ وہی حشمت کا انداز وہی سلطنت کا طور ہوگا۔ شکستہ خاطروں کو تسلی دیتے ہیں۔ اراکینِ دولت تشفی دیتے ہیں کہ گھبرانے کی بات نہیں ہے دنیا کی کسی بات کو ثبات نہیں ہے۔ انھیں حکامِ پارلی منٹ نے اپنے اپنے مکان خالی کر دیے۔ ایک ایک کو آنکھوں میں جگہ دل میں گھر دیے۔ بلکہ فرنگ نے پرچہ پیام بھیجا۔ جناب عالیہ کے نام بھیجا، کہ بادشاہی کوٹھی میں اتر لیجیے۔ ہر طرح کا سامان آرام سرکار سے بے خطر لیجیے۔ جناب عالیہ نے جواب لکھا کہ ملکہ عالم رونق افروز ہو لیں۔ داد طلب داد گستر کے جمالِ باکمال سے بہرہ اندوز ہو لیں۔ پھر جہاں ارشاد ہوگا رہیں گے۔ اور جب تک دامنِ دولت سے دور ہیں عیش کیسے آرام کہاں کا ہر طرح کے جور سہیں گے۔ ملکہ عالم نے پھر تحریر فرمایا۔ تشفی کا مضمون سنایا۔ کہ اضطراب کا مقام نہیں۔ گھبرانے کا ہنگام نہیں۔ ڈیڑھ مہینے میں ہم آتے ہیں۔ تمہیں مراد کو پہنچاتے ہیں۔ مرزا صاحب اس تحریر کے آنے سے دس روز بعد گرم سفر ہوئے۔ بائیس دن راہ میں بسر ہوئے۔ اس حساب سے اب ملکہ عالم ولایت میں آگئی ہوں گی۔ جناب عالیہ منہ مانگی مراد پاگئی ہوں گی۔

دوسرا دور: اخبار

18273ھ/1857ء تا 1300ھ/1882ء

نمبر شمار 1 : نام اخبار مع مقام : اودھ اخبار، لکھنؤ

زمانہ اجرا : 1274ھ/1858ء

ایڈیٹر : فشی نول کشور مالک و ایڈیٹر مابعد فشی جالپا پرشاد وغیرہ

زمانہ تحریر : 1290ھ/1873ء

مضمون نگار : ایڈورڈ ہنری پامر

مصورہ عبارت

شاہ فارس کی آمد : اب ہر لمحہ امیدواری دیدار فرحت آثار شہر یار کامگاری تھی، کبھی خبر
اڑتی تھی کہ اب شاہی ریل گاڑی قریب آن پہنچی۔

بسکہ در جان فگام چشم بیدارم توئی

ہر کہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

باوجود گرمی اور انتظاری کے ایک طرح کی چہل اور زندہ دلی سبھوں کے دلوں پر چھا رہی
تھی، کہ یکا یک شک سلائی قلعہ لندن سے یہ بمزد چھوٹے ناف لندن کے دنا دل دغے لگیں، اب کوئی
دقیقے کی بات باقی نہ رہی، لیڈیان معزز، مددش رشک حور یکبارگی جیسے کوئی کل کھینچتا ہوا ٹھکڑی ہوئیں،

کہ ترین شای بھی جیسے کہ ”مہراں مطلع انوار برآید“ طالع ہوئی۔ روز انتظار آخر، اور شام انتظام کو سحر۔

دوبارہ لب نہ کشاید صدف بہ ہر بہار

کریم سائل خود راغنی کند یک بار

ایک پہل سی ہوئی، اتنا (اتنا) کہ گاڑیوں کے گھوڑے بھی ٹاپیں مارنے لگے اور سمجھوں کی آنکھیں نرگس دار ایک طرف ترتیب دار جم گئیں۔

انالین ادرا کے تماشے میں شاہ کا جانا : تو کیا دیکھتے ہیں کہ سات سو پری زاد گل اندام مہر چہرہ، زہرہ جبین، ماہ تابان و خورشید درخشاں پہ شیدا ہیں، ہر ایک پر بہائے زمرہ اور مردارید اور الماس کئے لگائے ہوئی تھی، ضیائے گیس میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہزاروں مانتاب نکلے ہیں، جو جو راگ اور سواگ اور کرتب اور تماشے دکھائے کہ بادشاہ اور ہمراہی حیران ہو گئے۔ الہی یہ خواب ہے۔ یہ سچ سچ کے آدم زاد ہیں، یا پریوں کا اکھاڑا اترا ہے۔ خصوصاً جب پریاں تار کے زور سے مثل طائر دس کے اڑتی تھیں، یکا یک بادشاہ اور سب ہمراہی کی زبان نے ”واہ واہ“ کی صدا بلند ہوئی۔ اگر ہفتہ اس کا بیان لکھوں تو ”قلم بہ شکن سیاہی ریز کاغذ سوز دم درکش“ کا عالم ہو۔

ایک دن شاہ خفیہ طور سے شیش محل دیکھنے گئے وہ سادی پوشاک میں تھے۔ دربانوں نے ان کو شاہ کا نوکر سمجھا۔ اس واقعے کو پامرنے یوں قلم بند کیا:

بادشاہ سے بہ ذریعہ مترجم جو فراموشی زبان جانتا تھا پوچھا کہ تم کو بادشاہ کی سرکار میں کون عہدہ ہے۔ بادشاہ نے فرمایا، خدمت گار خاص، اور معتمد علیہ، اور چند ہمراہیوں نے کہا کہ بادشاہ ان پر بہت اعتماد رکھتے ہیں۔ صد ہا ملقا و خزانہ فرنگ نے اشتیاق گرم جوئی اور لیس اتال فیض شوال (ہاتھ چھوٹا یا چومنا) ظاہر کیا۔ اکثر دس کو اعلیٰ حضرت نے سرفراز فرمایا۔

پامرنے سے بادشاہ کی ملاقات : پھر حال اس بے پردہ بال کا پوچھا، اور فرمایا: نزد بیا کجا فارسی و عربی یاد گرفتی؟

پامرنے : فارسی از سید عبد اللہ و عربی از عربیاء و ایں جادہم در عرب رفتہ آموشتم

شاہ : من شنیدم تو شاعر فارسی ہستی؟

پامر : ایں بیچ مداں کم کم ہی گوید، نہ لائقِ سماعتِ بندگان..... اعلیٰ حضرت۔ بہت ہنسے، بعدہ پوچھا: ایں کاہ مدرس از طرف کیست؟

پامر : فدوی خاص مدرس از طرف ملکہ معظمہ انگلینڈ است؟
 اعلیٰ حضرت نہایت خندہ پیشانی سے ہنس ہنس کے کلام فرماتے رہے اور ذرا غرور و نخوت کا نام نہیں، اور صورت سے آثار سلطانی و رعبِ قہرمانی اور ظہورِ کرم و متاعِ سبحانی پدیدار تھے۔ سبحان اللہ کیا کہنا ہے۔ ہم لوگ مرخص ہوئے تو روزِ نامچہ نگار نے ہمارے نام و نشان درجِ روزِ نامچہ کیے اور دستخط اُس میں درج کرائے۔

تبصرہ و کیفیت

حتی الامکان یہ سعی و تلاش رہتی ہے کہ اردو ادب کے متعلق جو نیا اور خاص تاریخی واقعہ مل جائے وہ اس تالیف میں مندرج ہو جائے، اس سلسلے میں یہ نمونہ رسالہ عالمگیر لاہور میں نظر پڑا جو ڈاکٹر اعظم کرپوی کا لکھا ہوا ہے۔ چونکہ یہ تذکرہ تاریخی اور ادبی لحاظ سے قابلِ قدر تھا، اس کا اندراج مناسب معلوم ہوا۔ واضح رہے کہ پچھلے انگریزوں میں اکثر ہستیاں ایسی ایسی گزری ہیں، جن میں السنہ مشرقیہ سے خاص دلچسپی رہی ہے، انھیں میں ایڈورڈ ہنری پامر کا شمار بھی خاص حیثیت رکھتا ہے۔ موصوف 7 اگست 1840 کو شہرِ کیمبرج میں پیدا ہوئے۔ اسکول کی معمولی تعلیم وغیرہ حاصل کرنے کے بعد 1860 میں ان کی ملاقات سید عبداللہ سے ہو گئی جو اودھ کے رہنے والے اور کیمبرج میں اردو فارسی کے استاد تھے۔ 1863 میں پامر کیمبرج کے سینٹ جانس کالج میں داخل ہوئے، اور وہاں سے آخری ڈگری حاصل کر کے 1867 میں اپنی فارسی اور اردو کی قابلیت کی وجہ سے اسی کالج کے فیلو منتخب ہو گئے۔ 1870 میں گورنمنٹ کی طرف سے سنائی بھیجے گئے جہاں ان کی عربی قابلیت میں اضافہ ہوا۔ 1871 میں وہ عربی کے پروفیسر ہو گئے۔ 1881 میں کلام مجید کا ترجمہ، فارسی انگریزی لغت وغیرہ لکھی چھوٹی

بڑی کتابیں لکھیں۔ اسی زمانے میں مصر کی بغاوت کو فرد کرنے کو بھیجے گئے اور وہاں سے کامیاب واپس ہوئے۔ مصر کی واپسی کے بعد کسی دوسرے ریگستانی علاقہ عرب میں پامراپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ قزاقوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

ان کی ایک یہ خصوصیت سب سے زیادہ نمایاں ہے کہ وہ غالباً ہندوستان میں نہیں رہے اور اگر رہے بھی ہوں تو بہت کم۔ اس پر ان کی عربی و فارسی کے علاوہ اردو دانگی کی قابلیت ایسی مسلم تھی کہ اس عہد کے اکثر بادشاہ اہل قلم نے اس کی تصدیق کی ہے۔

نمبر شمار 2 : مقام اخبار ایڈیٹر: سائنٹفک سوسائٹی علی گڑھ (ہفتہ وار)

نگراں: سر سید احمد خاں، مہتمم فشی محمد یار خاں

زمانہ اجرا : 30 مارچ 1283ھ / 1866

زمانہ تحریر : 1283ھ / 1866، جلد 1، نمبر 1

نمونہ عبارت

آزادی چھاپے کی ہے ایک بڑا فرض گورنمنٹ کا اور ایک اصلی اور جبلی حق رعیت کا۔ اطلاع: یہ اخبار سائنٹفک سوسائٹی علی گڑھ سے ہفتہ وار جاری ہوتا ہے، قیمت اس کی حسب تفصیل ذیل ہے۔ مگر جو لوگ سائنٹفک سوسائٹی کے ممبر ہیں ان کو بلا قیمت ملتا ہے..... جو لوگ ہماری سوسائٹی کے ممبر ہوتے ہیں ان کو چوبیس روپے سالانہ دینا پڑتا ہے اور کل کتابیں اور اخبار کہ جو سوسائٹی چھاپتی ہے بلا قیمت ان کو ملتی ہے..... ارادہ ہے کہ اس اخبار میں نہایت عمدہ عمدہ مضامین جن کو بڑے بڑے قابل اور ہندوستان کے خیر خواہ انگریزوں اور نیز قابل اور لائق ہندوستانی شرفا لکھیں گے، چھاپے ہوں گے تاکہ عموماً ہندوستانیوں کو تعلیم بھی ہو اور لطف بھی حاصل ہو، اور انگریزی زبان سے ترجمہ ہو کر نفیس اور عمدہ جواب مضمون بھی لکھے جاویں گے اور، اور اخباروں سے ایسے مضمونوں کے بھی ترجمے چھاپے جاویں گے، جو ہندوستانیوں بلکہ کل انسانوں کے مفید اور بکار آمد ہوں گے، اور جن سے ہندوستان کے لوگ اور کسی طرح واقف نہیں ہو سکتے۔

تبصرہ: کیفیت

حیات جاوید صفحہ 86 میں مولانا حالی نے لکھا ہے کہ 1886 میں سرسید نے سائنٹفک سوسائٹی سے اخبار نکالا جو آخر کو علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے نام سے ان کے اخیر دم (شروع 1898) تک جاری رہا۔ یہ اخبار پہلے ہفتہ وار نکلتا تھا پھر ہفتے میں دو بار نکلتے لگا۔ اس اخبار کا ایڈیٹر اہتمام ابتدا سے اخیر تک سوائے ان ایام کے جب کہ سرسید علی گڑھ میں نہیں رہے، انھیں کے ہاتھ میں رہا۔ اگرچہ یہ اخبار ملک کی سوشل اصلاح کا ہمیشہ ایک آلہ رہا ہے، اور اول اول کئی سال تک جس قدر زمانہ حال کی نئی اطلاعات اس کی بدولت ہندوستان کو حاصل ہوئیں، ان کے لحاظ سے یہ کہنا کچھ مبالغہ نہیں ہے کہ کم سے کم شمالی ہندوستان میں عام خیالات کی تبدیلی اور معلومات کی ترقی اسی پرچے کے اجرا سے شروع ہوئی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی پولیٹیکل معاملات میں جو وقعت اور اعتبار اس پرچے نے گورنمنٹ اور حکام میں حاصل کیا وہ آج تک کسی دوسری اخبار نے حاصل نہیں کیا۔

ایک خصوصیت اس اخبار کی اس کی باقاعدگی تھی، جو اکثر دوسری اخبار میں مفقود ہے۔ وہ ہمیشہ بے اصل قصوں اور بے سرو پا خبروں سے مبرا دیکھا گیا۔ اس کی باقاعدگی کا یہ حال تھا کہ وہ بتیس برس برابر جاری رہا، اس عرصے میں شاید ہی کوئی نمبر ایسا ہوگا جو اپنی تاریخ معین پر نہ نکلا ہو۔

نمبر شمار 3 : اخبار و مقام : نجم الاخبار (اثادہ) ہفتہ وار۔ حجم 8 صفحے۔

ایڈیٹر ابتدائی محمد حیات و حافظ روح اللہ خاں

مابعد مولوی بشیر الدین ایڈیٹر البشیر

زمانہ اجرا : 1279ھ/1862

زمانہ تحریر : 16 جون 1297ھ/1880 و 2 نومبر 1300ھ/1883

صوبہ عمارت

لب لباب: افسران انگریز کابل سے عبدالرحمن کو ایسے مضمون کے خطوط بھیج رہے ہیں، جن سے اس کی بدگمانی دور ہو اور یہ بھی ارادہ کیا گیا ہے کہ کوہستانی ہندوؤں نے ایک لاکھ روپے جو عبدالرحمن کو قرض دیا ہے وہ سرکار ادا کر کے رسید عبدالرحمن خاں کے پاس بھیج کر ان کو خوش کرے۔ اور اخبار دہلی گزٹ کارسپانڈنٹ لکھتا ہے کہ عبدالرحمن خاں صرف یہ اصرار کر رہا ہے کہ سرکار انگریزی قندھار کو بھی چھوڑ دے۔ عبدالرحمن خاں کی عمر چالیس برس کی ہے۔

صوبہ مضمون۔

اسباب ترقی: لفظ ترقی کے معنی لغت میں بلند ہونا اور چڑھنا ہے اور عرف میں ایک حال پست سے حال بلند کو پہنچنا۔ ہر چند کہ یہ لفظ عام ہے مگر ترقی ظاہری میں مشہور ہو گیا ہے اور اس جگہ مقصد بیان سے بھی یہی معنی ہیں۔ اور بعد غور تین امر جن کے بڑھنے کا نام ترقی ہے اصل اصول ہیں۔ باقی توابع اور فردع۔ اول مال، دوم تزايد جاہ و مرتبہ سوم حکومت و تزايد حکومت۔

نمبر شمار 4 : نام اخبار و مقام : آگرہ اخبار و حیات جادو دانی (آگرہ) ہفتہ وار

جسم 8 صفحے۔ بہ اہتمام بابو جھنسی لال

زمانہ اجرا : 1282ھ/1863

زمانہ تحریر : غالباً 1300ھ/1882

صوبہ عمارت

کالے اور گورے میں فرق: ہم مدت سے جانتے تھے کہ قیصر ہند کے عہد آسائش مہد میں گوروں اور کالوں میں کچھ تمیز نہیں ہے۔ دونوں کے ساتھ یکساں سلوک کیا جاتا ہے مگر افسوس مفصلہ ذیل خبر نے ہمارے اس اولئذ خیال کو یک لخت منتقل کر دیا نہ صرف منتقل کیا، بلکہ آ و سر د بھڑک پڑا۔ اے ناظرین وہ خبر کیا ہے؟ سن لیجئے! ایک اخبار معزز سے معلوم ہوا کہ گورنمنٹ تجویز کر رہی ہے کہ گورے مجرموں پر گورے سپاہیوں کا پہرا ہو، کسی نے ہنس دیا تھا۔ ہائے رے قوی تعصب جس نے ہماری دانا بیٹا گورنمنٹ کے خیالات کو پلٹ دیا، گورنمنٹ کو گوروں کی خاطر

داری کس قدر منظور ہے، گورنمنٹ گوروں کے مزاج سے جل مل گئی، لیکن افسوس بہت سے دیسی گوروں کے ہاتھ سے تباہ ہو گئے۔ اکثروں نے دیسیوں کو گرجا مولیٰ کی طرح کاٹا مگر کوئی نہیں۔ اکثر عدالت سے بری کیے گئے۔ ہاسے رے افسوس، ہائے افسوس۔ ہندستان کم بخت تو کب اپنی تاریکی جہالت سے سر اٹھائے گا۔

نمبر شمار 5 : نام اخبار و مقام : گلدستہ تذکرہ شعرائے لکھنؤ،

15 روزہ، ایڈیٹر شیخ قادر بخش

زمانہ اجرا : 1276ھ / 1859

زمانہ تحریر : 4 دسمبر 1859 نمبر 1، جلد 1

نمونہ عبارت

بلکہ حسد سے یگانہ و بیگانہ خالی نہیں بلکہ زمانہ خالی نہیں۔ تنوع اس کا ہر چند کوئی صاحب فرمائیں رنگ بدل کے رنگ لائیں، حسد و حرص منتا ہے، صاحب اس عادت کا نام رہتا ہے۔ المریض محروم حدیث صحیح ہے سند صریح ہے۔ عیاذ باللہ خدا کی پناہ، حیف صد حیف آدمی کس قدر غافل ہے دیدہ و دانستہ، دامن کا مال ہے جہاں کسی کو موجد کسی چیز کا پایا وہیں منہ میں اس کے پانی بھر آیا۔ دوست و آشنا کو بھولا باور پندار سے حباب کی طرح پھولا۔ اس سے فائدہ کیا ہے، قسمت سے زائد نہیں ملتا ہے۔

تبصرہ و کیفیت

14 مارچ 1927 کے اخبار ذوالقرنین بدایوں میں ”پون صدی

قبل کی اردو“ کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ یہ اقتباس وہیں

سے لیا گیا ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے اس کا اندراج اخبار کے دور 1 میں ہونا

چاہیے تھا، لیکن وقت پر دستیاب نہ ہونے سے ایک تاریخی معلومات کو

غیر تاریخی ترتیب کے سبب سے ترک کر دینا مناسب نہیں سمجھا گیا۔

تیسرا دور اخبار 1301ھ/1884ء تا 1318ھ/1900ء

نمبر شمار 1 : نام اخبار و مقام : جریدہ (سرکاری اخبار) ریاست حیدر آباد، دکن
زمانہ اجرا : 1298ھ/1880ء
زمانہ تحریر : جلد سوم جریدہ غیر معمولی۔ 27 ربیع الثانی 1301ھ/1883ء
موضوع عبارت

برائے اطلاع : جملہ عہدہ داران و ملازمان صیغہ عدالت و دکن و مختار کاران و عامہ
رعایائے ممالک محروسہ سرکار عالی۔

خلاصہ ششماہی : آئندہ جملہ عدالتی دفتروں میں اردو زبان کے ذریعے خط و کتابت ہوگی۔

1۔ ایک مدت دراز سے اس بات پر غور ہوتا چلا آتا ہے کہ عدالت کے صیغہ میں فارسی اور اردو
میں سے کون سی زبان کام میں لانی چاہیے۔ ایک قرن سے زیادہ عرصہ ہوا جب کہ صدر المہام عدالت نے
1285 ہجری (1868ء) میں اول اول سرکار عالی کی توجہ اس امر پر چاہی کہ دفتروں میں فارسی
کی جگہ اردو زبان کا استعمال کیا جاوے۔ لیکن اس وقت صرف اس قدر اجازت ہوئی کہ نظمائے
عدالت کی رائے ہو تو وہ گواہوں یا اہل معاملہ سے اظہارات اردو زبان میں قلم بند کریں۔

2۔ 1293 ہجری (1876ء) میں نظمائے عدالت کی رضامندی کی قید اٹھادی گئی اور

یہ امر لازم کر دیا گیا کہ جو لوگ اردو میں اظہار دیتے ہیں اُن کا اظہار اردو میں قلم بند کیا جاوے۔
 3- 1295، ہجری (1878) میں اس غشتی کے مطالب کسی قدر وسیع کیے گئے اور حکم ہوا کہ گوشواروں اور فیصلوں میں بھی وہ اظہارات بجنہ اردو میں داخل کیے جاویں، اُن کا فارسی ترجمہ گوشواروں وغیرہ میں داخل کرنا کچھ ضروری نہیں ہے، اور یہ بھی ہدایت ہوئی کہ اثنائے تمہید و تجویز میں جب اُن کے اظہاروں اور الفاظ پر استدلال کی ضرورت پیش آوے تو ان مواقع پر مجوزین کو بجنہ وہی عبارتیں اور الفاظ مندرجہ اظہارات نقل کرنے چاہئیں جو مظہرین کی زبان سے اظہارات میں لکھے گئے ہوں۔

4- اسی سال 1295، ہجری (1878) میں جب صدر الہمام عدالت کی توجہ اس امر کی طرف مصروف تھی کہ جہاں تک ممکن ہو دفتری کارروائیوں کو کم اور سہل کریں اور فضول مصارف کو گھٹا دیں اور جس قدر تخفیف صیغہ عدالت کے اخراجات میں بغیر فوت ہونے مطالب مفیدہ کے ممکن ہے اُس قدر تخفیف کی جائے۔ صدر الہمام ممدوح کو معلوم ہوا کہ اضلاع کی کارروائیوں میں سب سے زیادہ جو چیز تسہیل اور اختصار کارروائی کی مانع اور داعی کفایت شعاری میں قفل ہے وہ دفاتر میں مختلف السنہ کا رواج اور فارسی زبان کا استعمال ہے، لہذا انھوں نے ارادہ کیا کہ تمام عہدہ داروں اور کارکنوں کو اردو زبان میں اس قدر استعداد بہم پہنچانے کا موقع دیں جو سرکاری خط و کتابت کے لیے کافی ہو، جن میں سے ایک بڑا حصہ اول ہی سے اس قدر استعداد رکھتا بھی تھا۔ پس ایک خاص مجلس کے مشورے سے جو اکثر تجربہ کار عہدہ داروں سے مرکب تھی۔ اور نواب مدار الہمام مرحوم کی منظوری سے صدر الہمام عدالت نے اضلاع کے تمام عہدہ داروں اور کارکنوں کو یہ حکم دیا کہ دو برس کے عرصے میں اردو میں بقدر نوشت و خواند اور زبان مرصعہ ملک میں اس قدر کہ صفتگو کر سکیں اور کچھ پڑھ سکیں استعداد حاصل کریں۔

5- اس غشتی کی تمہید میں صدر الہمام ممدوح نے ان تمام دفتروں اور خرابیوں کو بہ تفصیل بیان کیا ہے، جو موجودہ طرز کارروائی سے پیدا ہوتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسی اختلاف السنہ مستعملہ دفاتر کی وجہ سے ایک دن کے کام میں ایک ہفتہ لگ جاتا ہے، اور جس کام کو ایک غشتی انجام دے سکتا ہے وہ دو غشتیوں سے بھی وقت پر انجام نہیں پاتا۔ لہذا ضروری ہو گیا ہے کہ ایک

روپے کی جگہ سرکاری خزانے سے دو تین روپے خرچ کیے جاویں۔ مثال کے طور پر وہ تحریر فرماتے ہیں کہ مجالس سے عدالت ہائے اضلاع میں جب تختہ جات ملکی زبان میں داخل ہوتے ہیں (جن کا کچھ بھی اثر اہل مقدمات پر نہیں ہے) تو چونکہ عدالت ہائے اضلاع اور محکمہ جات بالا دست میں خط و کتابت فارسی میں ہوتی ہے۔ لہذا ضروری ہوا ہے کہ ضلع کی عدالتوں میں ایک خاص فشی اس لیے نوکر رکھا جائے کہ وہ ان تختوں کا ترجمہ فارسی میں کیا کرے اور ایک ایسے شخص کے ہم پہنچانے میں جو ملکی زبان اور فارسی دونوں سے واقف ہو لا محالہ بہ نسبت ایک معمولی کارکن کے پیش قرار بخواہ سرکار کو گوارا کرنی پڑتی ہے۔ پس اس مشکل کے حل کرنے کے لیے صدر الہام اور مدار الہام وقت نے یہی ایک طریقہ بہتر خیال کیا تھا کہ رفتہ رفتہ ان تمام اختلافوں کو دور کر کے ایک ایسی عام فہم زبان جیسی کہ اردو ہے، دفتری کارروائی میں جاری کر دیں تاکہ کام آسان ہو سکے اور سرکار عالی غیر ضروری مصارف سے محفوظ رہے۔ کوئی شک نہیں ہے کہ یہ خیال بہت درست تھا اور بندوبست مال گزاری کے سر رشتے میں جہاں اردو زبان سے کام لیا گیا بہ خوبی کامیابی ہوئی۔

6۔ سال گزشتہ جب کہ نواب مدار الہام مرحوم و مغفور نے اورنگ آباد سے معاودت کی تو عدالت اور کوتوالی دونوں صیغوں کے متعلق پھر فارسی زبان کی بحث نواب صاحب مرحوم کے سامنے پیش تھی، جس میں مدار الہام موصوف نے اردو زبان کو بہت کچھ وسعت دے دی۔ یہ فیصلہ کوتوالی کے صیغے میں نواب صاحب کی حیات میں رحلت سے ایک دو روز قبل اور عدالت کے صیغے میں بعد وفات مرحوم موصوف کے جاری کیا گیا۔ اس آخر الذکر تجویز کا مطلب یہ تھا کہ ہر گاہ وہ عہدہ دار جو مرہٹی اور تلنگی میں اپنا فیصلہ لکھنا چاہتے ہیں۔ ان زبانوں میں اپنا فیصلہ لکھتے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں جو وہ عہدے دار جن کی اصلی زبان اردو ہے۔ اردو لکھنے سے ممنوع اور فارسی لکھنے پر مجبور کیے جائیں۔ پس ہر ایک عہدے دار مجاز کیا گیا کہ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں سے جس زبان میں وہ اپنے مطالب زیادہ عمدگی اور آسانی کے ساتھ ظاہر کر سکتا ہو، اسی زبان میں اپنے فیصلے اور کارروائیاں لکھے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ جن دفاتر میں کوئی ملکی زبان رائج ہے وہاں بھی بعض اوقات وہ عہدے دار جو اردو یا فارسی میں فیصلہ لکھ سکتے ہیں، خود فیصلہ لکھ کر عملے کے ہاتھ سے ملکی زبان میں اپنی تجویزیں لکھاتے ہیں۔ آئندہ یہ طریقہ بالکل بند کیا جاوے اور لازم

ہے کہ وہ عہدے دار خود اردو یا فارسی میں فیصلہ لکھیں۔ اور منتخب فیصلہ ملکی زبان میں مرتب کر کر بہ مہر و دستخط محکمہ شامل مسل کریں۔ اس آخر الذکر تجویز کا مطلب بھی صرف یہی ہے کہ صدر سے لے کر مفصل تک حتی الامکان دفتری زبانوں کا اختلاف بدون فوت کسی مفید مدعا کے رفع کیا جاوے۔

7۔ یہ ہیں وہ تمام ہدایتیں جن کے متعلق آج عدالت کے صیغے کی کارروائی بلکہ اور

اضلاع میں جاری ہے اور جس کے نتیجے میں عدالت کے صیغے کی اب ہر ایک مسل فارسی اور اردو سے مخلوط ہو کر ایک ناگوار مجموعہ ہو رہی ہے۔ جو آئندہ جائز رکھنے کے قابل نہیں ہے۔ ایک صفحہ اردو اور دوسرا فارسی ہے۔ عرضی اردو میں ہے اور حکم فارسی میں ہے۔ عرضی فارسی میں ہے اور حکم اردو میں ہے۔ ایک جگہ سے اردو میں رو بکا آتا ہے اور دوسرے جگہ سے فارسی میں اس کا جواب جاتا ہے۔ ایک ہی جگہ سے ایک ہی دن کی ڈاک سے جو کاغذات روانہ ہوتے ہیں بلکہ ایک ہی لفافے میں جو چند کاغذات ملفوف ہوتے ہیں ان میں کوئی تحریر اردو کی ہوتی ہے اور کوئی فارسی، اس کے لیے کوئی اصول بھی نہیں ہے، کبھی چھوٹی سی چھوٹی تحریر اردو میں نظر آتی ہے اور بہت بڑی بڑی تحریریں اسی دستخط سے فارسی میں جاری ہوتی ہیں۔ اور کبھی بالعکس دیکھا جاتا ہے۔ ایک گوشوارہ کسی سنگین مقدمہ فوج داری کا ہاتھ میں لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مجوز نے اردو میں تجویز لکھی ہے، دوسرے نے فارسی میں تیسرے اور چوتھے نے پھر اسی طرح و علیٰ ہذا القیاس۔ اور یہ اختلاف بھی کسی معین اصول پر نہیں ہے۔ کبھی ضلع سے فارسی تحریر ہوتی ہے اور محکموں سے اردو۔ اور کبھی اس کے خلاف ہوتا ہے۔ مجلس عالیہ عدالت کا شاید کوئی فیصلہ بھی مشکل سے ایسا نکلے گا جس میں اول سے آخر تک ایک زبان یعنی اردو یا فارسی کا استعمال ہوتا ہو۔ کوئی رکن اپنی رائے فارسی میں لکھتے ہیں اور کوئی اردو میں۔ فیصلے کی تمہید کبھی فارسی سے شروع ہوتی ہے۔ اور حکم آخر اردو میں ہوتا ہے اور کبھی فیصلے کی ابتدا اردو سے ہوتی ہے اور آخر حکم فارسی میں ہوتا ہے۔

8۔ تمام تر یہ طرز کار روائی اس آزادی کا نتیجہ ہے، جس میں ہر ایک شخص آزاد کیا گیا ہے کہ چاہے اردو میں لکھے یا فارسی میں۔ لیکن آئندہ یہ طرز کار روائی بالضرور اصلاح کا محتاج ہے۔ اور اس کی دو ہی صورتیں ہیں، یعنی یا فارسی کی تحریر لازمی قرار دی جائے یا اردو کی تحریر کو لازمی گردانا جائے۔ مدار المہام سرکار عالی خیال فرماتے ہیں کہ اول صورت کے

اختیار کرنے کا وقت گزر گیا ہے، اور اگر ہم پھر اسی زبان کو جو نہ اس ملک کی قدیم زبان ہے نہ جدید۔ نہ وہ حاکم وقت کی زبان ہے اور نہ محکوم کی نہ وہ دفتروں میں بولی جاتی ہے اور نہ خانگی طور سے۔ اپنے دفتروں میں لازمی قرار دیں تو تمام اس کوشش کو جو بارہ تیرہ برس سے ہوتی چلی آئی ہے برباد کر دینا ہوگا۔ اور ہم کو پھر پچھلے قدم پر اپنے طریقے پر لوٹنا پڑے گا اور پھر تمام ان مشکلوں کو از سر نو پیدا کر لینا ہوگا جن سے رفتہ رفتہ ہم آزاد ہو گئے ہیں۔ اور دفتری سہولتوں کو کھودینا اور اہل مقدمات کو پھر بہت سی دقتوں میں مبتلا کر دینا ہوگا اور اخراجات کی کفایت شعاری کا ایک بڑا موقع بھی ہاتھ سے کھودینا ہوگا۔ ہم فارسی زبان کی عہدگی اور اس کی شیرینی اور لطافت سے اپنے مکاتب اور مدارس میں البتہ مستمع ہونے کو مفید سمجھیں گے، لیکن دفتری کارروائی کو اور اہل مقدمات کو اس میں الجھانا خلاف مصلحت ہے۔ الفرض مدار الہام سرکار عالی آئندہ عدالتی کاررائیوں میں ایک ایسی زبان کو مستعمل کرنا مناسب خیال کرتے ہیں جو عام فہم زبان اور دفتری کارروائی کے لیے ہر طرح موزوں ہے اور جس کے رواج دینے کو حضرت بندگان عالی متعالی بھی بہ نظر فوائد ملک و سہولت اہل مقدمات پسند فرماتے ہیں۔ پس مدار الہام سرکار عالی بہت خوشی کے ساتھ علم دیتے ہیں کہ جس وقت سے عدالتی دفاتر میں اس حکم کی اطلاع ہو، اس وقت سے عدالتی دفتروں کی کارروائی لازمی طور سے اردو میں عمل میں آدے گی۔ بہ شرائط ذیل:

الف۔ ان لوگوں کے اظہارات جو اردو نہیں جانتے بدستور انھیں زبانوں میں قلم بند ہوں گے، جس میں کہ وہ اظہار دیتے ہیں اور اس باب میں تمام احکام اور ہدایات مندرجہ ششٹی مجاریہ 1293 ہجری (1878) کا بحال و برقرار رکھی جاویں گی۔

ب۔ تمام مجوزین اور ملازمان عام سے کہ ان کا تقرر مال کے صیغے سے ہوتا ہے یا عدالت سے جب کہ عدالتی کارروائی کا تعلق اُن سے ہے۔ اسی ششٹی کے مطابق کاربند ہوں گے اور اگر ان میں کوئی اردو لکھنے پر قادر نہ ہو تو اس کو لازم ہوگا کہ اس ششٹی کے مطلع ہونے سے ایک ہفتے کے اندر اپنے عذرات معمولی واسطوں سے سرکار عالی کی توجہ اور صدور حکم مناسب کے لیے اس محکمے میں بھیج دے۔ اس موقع پر اس بات کا بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ شاید بعض

لوگ عادت کی وجہ سے اردو لکھنے کو مشکل خیال کریں گے کہ ہم ششہ طور سے اردو نہیں لکھ سکتے۔ لیکن یہ صرف چند روزہ خیال ہے اس کے بعد خود عادت ہو جائے گی۔ ایک شخص جو فارسی لکھ سکتا ہے اور رات دن اور ہر وقت اردو بولتا ہے وہ ضرور اردو بھی لکھ سکتا ہے۔ سرکار عالی کا منشا اس وقت صرف یہ ہے کہ جو زبان بولی جاتی ہے وہی لکھی بھی جائے۔ یہ غرض نہیں ہے کہ ہر ایک شخص نہایت عمدہ اور ششہ اردو کے لکھنے پر مجبور کیا جاوے۔

ج۔ جو دفاتر اس وقت مرہٹی یا تلنگی ہیں، ان میں بھی جس قدر عہدے دار اور ملازم اردو لکھ سکتے ہیں ضرور ہوگا کہ وہ آئندہ تمام خط و کتابت باستثناء اظہارات اور ان احکام کے جو ان لوگوں کے نام جاری کیے جائیں جو اردو زبان سے واقف نہ ہوں اور باستثنائے منتخب فیصلے کے باقی ہر ایک قسم کی خط و کتابت اردو میں کریں۔ مستثنیات متذکرہ صدر بدستور ملکی زبان میں تحریر ہوں گے۔ منتخب فیصلے کی نسبت واضح ہو کہ جب کوئی تجویز اخیر دفاتر مذکور سے اردو میں لکھی جاوے تو اس کا ایک منتخب ملکی زبان میں ہمیشہ بہ مہر و دستخط شامل ہوا کرے گا۔

د۔ دفاتر متذکرہ ضمن (ج) میں جو لوگ اردو لکھنے کی استعداد نہیں رکھتے ان پر بھی لازم ہوگا کہ بہ موجب ضمن (ب) دفعہ ہذا کے ایک ہفتے کے اندر اندر اپنے عذرات سرکار عالی کے حکم آخر کے لیے پیش کریں۔

ہ۔ مجالس کے دفتر بھی آئندہ سب اردو میں رکھے جاویں گے اور کل خط و کتابت اردو میں ہوا کرے گی اگر کوئی محرر یا داروغہ اردو لکھنے سے قاصر ہو تو عدالت ضلع کو اس کی کیفیت بہ موجب ضمن (ب) کے سرکار عالی کے حکم آخر کے لیے مرسل کرنی چاہیے، اس کیفیت میں عدالت ضلع کو یہ بھی لکھنا ہوگا کہ 1295 ہجری (1878) کے احکام اور ان احکام کی جو اس کی تاکید میں اردو کو تعلیم کی نسبت جاری ہوئے تھے ان اشخاص کی نسبت کیا تعمیل ہوئی ہے۔

و۔ عرائض دعویٰ اور دوسری قسم کی درخواستیں جو مقدمات کی کارروائی کے متعلق اس وقت کبھی فارسی میں اور کبھی اردو میں پیش ہوتی ہیں آئندہ اردو میں پیش ہوں گی، لیکن جب کسی عہدے دار کو جس سے عرائض کی منظوری اور نامظوری متعلق ہے یہ یقین ہو جاوے کہ اس عہدے

سے لاعلم رہنے کی وجہ سے کوئی عرضی فارسی میں مرتب ہوگئی ہے اور بغیر عائد ہونے زائد اخراجات کے عرضی گزار پر اور بدون ہرج کار کے اس کی تبدیلی اردو میں دشوار ہے تو عرائض پیش شدہ کے منظور کر لینے کا اختیار ہوگا۔ لیکن ضروری ہے کہ یہ اختیار ایسی احتیاط سے کام میں لایا جاوے کہ چند روز کے بعد تمام لوگ سرکاری حکم سے بہ خوبی مطلع ہو جاویں۔ اور پھر اس قسم کے اختیار کے کام میں لانے کی ضرورت باقی نہ رہے۔ عرائض کی تبدیل کے وقت کاغذ مختوم کے کھر استعمال کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ وہی پہلا کاغذ کافی سمجھا جاوے گا تاکہ اہل مقدمات زیر باری سے محفوظ ہیں۔ فقط

نمبر شمار 2 : اخبار و مقام: نظام الملک (مراد آباد) ہفتہ وار،

جسم 8 صفحے۔ ایڈیٹر قاضی فہیم الدین

زمانہ اجرا : 1301ھ/1883ء یادگار جلوس حضور نظام دکن

زمانہ تحریر : نمبر 1، جلد 13، 1314ھ/1896ء

نمونہ عبارت

آرمینیا کا تاریخی حال : آرمینیا ایک قدیم شہر ایشیائے کوچک میں واقع ہے۔ 2347 سال قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حضرت نوح علیہ السلام نے یہاں قیام فرمایا۔ آرمینیا پہلے شام پھر امیڈیا، زال بعد فارس اور بعد سور کے یونانی بادشاہوں کے قبض و تصرف میں رہا۔ بعد اس کے قیصر روم نے اس کو اپنے قبضہ قدرت میں کر لیا اور بہت برسوں تک اس پر قابض رہے۔ 100 اور 300 کے درمیان عیسائی مذہب کی بنیاد یہاں ڈالی گئی۔ اور بعد روم سگارس یونانی سرکاریں قبضہ کرتی رہیں۔ 1065 میں مسلمانوں نے اس پر قبضہ کیا۔ پہلے عیسائی کلیسا آرمینیا میں آزاد تھے۔ لیکن 1330 میں وہ روم کے کلیسا سے مل گئے تو بھی آرمینیا کے کلیسا اپنے قدیمی قواعد کو مانتے رہے اور ایک بشارت جس کو وہ پیٹریاک کہتے ہیں، اپنے کلیسا پر رکھتے ہیں۔ آس پاس اُس کلیسا میں ایک قسم کی آزادی ابھی تک پائی جاتی ہے۔ اگرچہ کئی ایک سرکاروں نے آرمینیا میں حکومت کی، تب بھی وہ اپنے بادشاہوں کو چن لیتے تھے اور غیر سرکاروں کو بہ طور خراج کے روپے دیتے تھے۔ آرمینیا کا آخری بادشاہ لیون ششم تھا، جس کو سرڈیون نے 1675 میں قید کر لیا اور

1693 میں وہ پیرس میں مر گیا۔ اور پھر کوئی بادشاہ نہ ہوا اور وہ برابر نکست کھاتے گئے۔ 1604 میں چین کی منگولین قوم اور تیمور ترکی اور فارس کے لوگوں سے پے در پے نکست کھا کر وہ ایک ترکی صوبہ ہو گیا۔ اب آرمینیا کے لوگ دولت عثمانیہ کو مانتے ہیں اور اسی کی حکومت میں رہتے ہیں۔
تہرہ و کیفیت

فی زمانہ اخباری مضامین کی جو روش عموماً دیکھی جاتی ہے اس کا اثر اب سے 30، 40 سال پہلے نہ تھا۔ نہ تو علمی مضامین کا موجودہ انداز بیان تھا نہ سیاسی خیالات اس شرح و بسط اور بحث و تحقیص کے ساتھ لکھے جاتے تھے۔ اخباروں کا ابتدائی دور جس میں زیادہ تر بخبروں کا اندراج ہوتا تھا۔ اُسی خصوصیت کو وسطی دور میں وسعت ہو گئی تھی۔ لڑائیوں کی خبریں اور ان کے متعلق واقعات بغیر تفصیل و رائے زنی کے مندرج ہوتے رہتے تھے۔ علمی مضامین بہت کم اور سطحی ہوتے تھے۔ اخباروں کی کوئی خاص پالیسی اُس وقت نمایاں حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ چونکہ اس دور کے اخباروں میں یکسانیت کا رنگ زیادہ چڑھا رہتا تھا، اس لیے چند نمونوں پر اکتفا کی گئی۔

نظام الملک کے ایڈیٹر قاضی نعیم الدین ایک قابل قدر شخصیت کے حامل تھے۔ علاوہ اخبار کے اُن کا قلم دوسری تصانیف میں بھی رواں رہتا تھا جو زیادہ تر مذہبی مباحث سے متعلق ہوتی تھیں۔

نمبر شمار 3 : نام اخبار و مقام: الہیچ (بانگی پور، پٹنہ) ہفتہ وار، 8 صفحے،

ملکیت مولوی سید رحیم الدین

زمانہ اجرا : 1301ھ/1884

زمانہ تحریر : 1315ھ/1897

مصورہ مہارت

کھرگ پلاس پریس بانگی پور : مڈل ور نیٹک اور مڈل انگلش کے امتحانوں کی کتابیں شمار

میں 15 یا 16۔ اپر پرائمری کی 8 یا 9 اور پرائمری کی 5 یا 4 ہندی بھاکا میں صیغہ تعلیم کے محکمے سے مقرر ہیں۔ یہ کل کتابیں اسی کھرگ پلاس پریس سے بابو رام دھنی سنگھ مالک مطبع کی ہر بابی صفت اور مستعدی نے چھاپ کر نفع اٹھایا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس میں ان کی کوشش سر رشتہ تعلیم کے آفسوں میں اسی درجے پر ہے اور اس دواوش میں بے شک بے چارے کا خرچ بھی کثیر ہے، جس کا صلہ ان کو یہ ملتا ہے کہ بیمار سرکل کے سکندری و پرائمری اسکولوں کے امتحان والی کتاب کے ٹھیکے دار بن کر لڑکوں پر احسان کرتے ہیں۔ اب اس ٹھیکے داری کے متعلق غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس کا کہاں تک اثر اس کمیٹی پر نہیں پہنچ سکتا ہے جو بچوں کی تعلیم یا انعامات کے لیے نئی نئی کتابیں تجویز کرتی ہے۔ اور ان ممبروں کی نظر ٹھیکے دار صاحب سے کہاں تک نہیں ٹرما سکتی ہے، جو ان اسکولوں اور پائٹ شالوں کی تعلیم کا نصاب درست کرتے اور منظور کرتے ہیں۔ کیا بابو رام دھنی اپنی چھپی چھپائی کتاب کے ہمیشہ قائم رکھے جانے کے لیے اتنی کوشش نہیں کر سکتے یا نہ کرتے ہوں گے، جس کا خیال صیغہ تعلیم کے محکمے اور نصاب تعلیم درست کرنے والی کرسیوں کو نہ ہو، یا نہ ہوتا ہو۔ بے شک ہوتا ہے اور ہوتا ہوگا، نہیں بلکہ ان کی کوششوں کو اور ان کی جاں فشانیوں کو دیکھ کر ہم تو بہ زور کہہ سکتے ہیں کہ ہوتا ہے۔ کوشش و کاوش کا یہی نتیجہ ہے اور یہی ہونا بھی چاہیے، دوسرے ہمارے ایک ہم پیشہ دلکی بھائی کا نفع کثیر بھی اسی میں ہے، پھر کیا ہم کو اپنے حلوے مانڈے سے کام ہے۔ پہلے اپنی خیر منائیے تب غیر کی۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس کا ردوائی اور اس ٹھیکے داری میں صوبے کے نقصان کا پہلو اور بچوں کی تعلیم کی مضرت کا رخ بھی ہے یا نہیں؟

نمبر شمار 4 : اخبار و مقام : اودھ شیخ لکھنؤ، ایڈیٹر سید سجاد حسین، ہفتہ وار

زمانہ اجرا : 1293ھ/1877

زمانہ تحریر : نمبر (30) جلد (22)۔ 28 جولائی 1316ھ/1898

نمونہ عبارت

مشکل نیست کہ آساں نہ شود : ہاں صحیح ہے۔ مگر ہندستان ایسے ملک میں روپے کی مشکل اُم الممشکلات ہے، جو کوئی اس کو حل کر لے بس سمجھ لو اس نے سب کچھ کر لیا۔ مرحوم سید

نے محمدن کالج کو سخت مشکلات میں مبتلا چھوڑا تھا۔ طرح طرح کے اندیشے ناشی ہوتے تھے، مگر یار! ایمان کی تو یہ ہے کہ علی گڑھ والوں نے وہ جی توڑ کر کوشش کی کہ قدیمی وضع بھی ڈنکے کی چوٹ نہائی اور مخالفتوں کی بھی خس برابر پروانہ کی۔ صرف پنجاب کے سفر اور لفٹنٹ گورنر بہادر کی دعوت میں اتنا جمع کر لیا اور اس قدر وعدے لے لیے کہ سب دقتیں رفع دفع ہو گئیں بلکہ اور بھی سرسبزی کے سامان ہو گئے۔ سنتے ہیں صرف ایک مسلمان رئیس محمد سعید خاں صاحب بہادر نے علاوہ پانچ ہزار کے بہت کچھ وعدہ کیا ہے۔ لے ادھر آؤ کالج کے منتظم! نواب محسن الملک، حاجی اسماعیل خاں صاحب مسٹر بک، مسٹر ماری سن وغیرہ۔ مسٹر پنچ تمھارے ڈنر تو مل دیں۔ سند خوش نودی مزاج بوقت مناسب عطا کردہ خواہد شد۔

تبرہ و کیفیت

اردو میں پنچ کے نام سے جتنے اخبار ہوئے اور ہوتے ہیں، ان میں عموماً مزاحیہ و مذاقیہ مضامین ہوا کرتے ہیں۔ ادھ پنچ خوبی مضامین لطافت بیان اور صحت زبان کے لحاظ سے تمام پنچوں کا سر پنچ کہا جاسکتا ہے۔ اس کے ابتدائی دور میں بڑے بڑے نامی اور مستند اہل قلم مضامین نگار رہے ہیں۔ جن کی یاد دیکھنے والوں کو اب تک نہیں بھولی۔ مذاق مذاق میں سیاسی مباحث اکثر ایسے دل کش اور لطیف پیرائے میں لکھے جاتے تھے، جن کی مثال دوسرے معاصرین اخبار میں نہیں ملتی تھی۔ اس کے نامور ایڈیٹر سید سجاد حسین مرحوم ایک پختہ کار اور باہوش اہل قلم میں تھے۔ ادھ پنچ ان کے بعد بھی جاری ہے اور موجودہ حالت میں بھی قابل قدر ہے ”مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی۔“

چوتھا دور: اخبار 1319ھ/1901ء تا 1348ھ/1930ء

نمبر شمار 1 : مقام اخبار ایڈیٹر: علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ

مع تہذیب الاخلاق ہفتہ وار مہتمم محمد ممتاز الدین

زمانہ اجرا : سلسلہ جدید 1319ھ/1901ء

زمانہ تحریر : 1324ھ/1905ء جلد 5 نمبر 50

نمونہ عبارت: اجلاس نوزدہم (19) کانفرنس - مسلمانوں کی تمام دینی اور دنیوی ترقی قرآن مجید پر منحصر ہے۔ اس وقت جس قدر اختلافات اور فسادات دباے عالم گیر کی طرح مسلمانوں میں پھیلے ہوئے ہیں، ان تمام کی وجہ زیادہ تر یہی ہے کہ عام طور پر قرآن مجید کا با معنی پڑھنا اور پڑھانا متروک ہو گیا اور مسلمانوں کے دماغوں میں عام طور پر اختلافی مسائل کا ہی علم باقی رہ گیا یا بے بنیاد فضول اور لغو مسائل کا، جب تک قرآن مجید کا با معنی پڑھنا عام طور پر رائج نہ ہو جائے اُس وقت تک کسی طرح ممکن نہیں کہ عام طور پر تنگ خیالی دور ہو۔ اختلافات رفع ہوں، دلوں میں کشائش پیدا ہو، اتفاق کی قابلیت حاصل ہو، اور باطل عقائد بدعات اور برے اخلاق کی اصلاح ہو۔ اس لیے تمامی اسلامی انجمنوں اور کمیٹیوں کی خدمت میں یہ رزلویشن مع تائید کے بھیج کر درخواست کی جاوے کہ وہ اپنی اپنی جگہ قرآن مجید کا با معنی پڑھنے کا رواج قائم کریں، شہروں اور قصبوں میں وسعت آبادی کے مطابق متعدد مقامات اور اوقات پر ترجمہ پڑھانے کا ایسا انتظام ہو کہ سرکاری کالجوں اور اسکولوں کے

طلبہ بھی خارج اوقات میں شامل ہو سکیں، چند قابل اشخاص مامور کیے جاویں جو کل ہندوستان میں پھر کر عام مسلمانوں کے دلوں میں قرآنی ترجمے کی عظمت اور ضرورت ذہن نشیں کریں اور سربراہ آوردہ مسلمانوں اور انجمنوں کو ترغیب دے کر ترجمہ قرآنی کی تعلیم جاری کرائیں۔

تجربہ و کیفیت

حیات جاوید صفحہ 112 میں لکھا ہے کہ یکم شوال 1287 ہجری مطابق 24 دسمبر 1870 کو تہذیب الاخلاق کا اول نمبر شائع ہوا اور پہلی بار شوال 1287 ہجری سے رمضان 1293ھ/ 1876 یعنی پورے چھ برس تک برابر نکلتا رہا اور ہمیشہ اس کے ایڈیٹر اور منبر خود سرسید رہے۔ اس پرچے کی تمام تر کوشش اس بات میں تھی کہ جو خیالات مسلمانوں کی ترقی اور تمدن کے مذہبی مانع سمجھے جاتے ہیں اور درحقیقت مذہب سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے۔ ان کو جہاں تک ہو سکے رفع کیا جائے۔ علوم جدیدہ جن سے نفرت کی جاتی ہے ان کی اصلی اور واقعی خوبیاں اور جو بدیہی نتائج دنیا میں ان سے پیدا ہوئے ہیں، بتائے جائیں اور بجائے نفرت کے ان کی طرف رغبت دلائی جائے۔

تہذیب الاخلاق میں عام خبریں درج نہیں ہوتی تھیں۔ 1876 میں مدرسۃ العلوم کے ضروری مشاغل اور اہم کاموں کی مصروفیت کی وجہ سے اس کو بند کرنا پڑا اور یکم رمضان 1393 ہجری کے پرچے پر اس کا خاتمہ ہو گیا۔ مگر جن لوگوں کو تہذیب الاخلاق کا چسکا لگ گیا تھا، ان کو اس کا بند ہونا شاق گزرا اور ان کی طرف سے برابر تحریکیں ہوتی رہیں کہ اس کو پھر جاری کیا جائے۔ آخر جمادی الاولیٰ 1296 ہجری میں دوسری بار جاری کیا گیا جو دو برس پانچ مہینے جاری رہ کر بند ہو گیا۔ شوال 1311ھ/ 1894 میں سرسید نے نواب محسن الملک کی تحریک سے اس کو پھر جاری کیا آخر تین برس جاری رہ کر بند ہو گیا۔ غرض کہ 1866 سے 1897 تک مدرسۃ العلوم

چوتھا دور: اخبار 1319ھ/1901ء تا 1348ھ/1930ء

نمبر شمار 1 : مقام اخبار ایڈیٹر: علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ
مع تہذیب الاخلاق ہفتہ وار مہتمم محمد ممتاز الدین
زمانہ اجرا : سلسلہ جدید 1319ھ/1901ء
زمانہ تحریر : 1324ھ/1905ء جلد 5 نمبر 50

نمونہ عبارت: اجلاس نوزدہم (19) کانفرنس۔ مسلمانوں کی تمام دینی اور دنیوی ترقی
قرآن مجید پر منحصر ہے۔ اس وقت جس قدر اختلافات اور فسادات دباے عالم گیر کی طرح مسلمانوں
میں پھیلے ہوئے ہیں، ان تمام کی وجہ زیادہ تر یہی ہے کہ عام طور پر قرآن مجید کا باطنی پڑھنا اور پڑھانا
متروک ہو گیا اور مسلمانوں کے دماغوں میں عام طور پر اختلافی مسائل کا ہی علم باقی رہ گیا یا بے بنیاد
فضول اور لغو مسائل کا، جب تک قرآن مجید کا باطنی پڑھنا عام طور پر رائج نہ ہو جائے اُس وقت تک
کسی طرح ممکن نہیں کہ عام طور پر تنگ خیالی دور ہو۔ اختلافات رفع ہوں، دلوں میں کشائش پیدا ہو،
اتفاق کی قابلیت حاصل ہو، اور باطل عقائد بدعات اور برے اخلاق کی اصلاح ہو۔ اس لیے تمامی
اسلامی انجمنوں اور کمیٹیوں کی خدمت میں یہ رزلوشن مع تائید کے بھیج کر درخواست کی جاوے کہ وہ
اپنی اپنی جگہ قرآن مجید کا باطنی پڑھنے کا رواج قائم کریں، شہروں اور قصبوں میں دعوت آبادی کے
مطابق متعدد مقامات اور اوقات پر ترجمہ پڑھانے کا ایسا انتظام ہو کہ سرکاری کالجوں اور اسکولوں کے

طلبہ بھی خارج اوقات میں شامل ہو سکیں، چند قابل اشخاص مامور کیے جاویں جو کل ہندستان میں پھر کر عام مسلمانوں کے دلوں میں قرآنی ترجمے کی عظمت اور ضرورت ذہن نشیں کریں اور سربراہ آدرہ مسلمانوں اور انجمنوں کو ترغیب دے کر ترجمہ قرآنی کی تعلیم جاری کرائیں۔

تبرہ و کیفیت

حیات جاوید صفحہ 112 میں لکھا ہے کہ یکم شوال 1287 ہجری مطابق 24 دسمبر 1870 کو تہذیب الاخلاق کا اول نمبر شائع ہوا اور پہلی بار شوال 1287 ہجری سے رمضان 1293ھ / 1876ء یعنی پورے چھ برس تک برابر نکلتا رہا اور ہمیشہ اس کے ایڈیٹر اور منیجر خود سرسید رہے۔ اس پرچے کی تمام تر کوشش اس بات میں تھی کہ جو خیالات مسلمانوں کی ترقی اور تمدن کے مذہبی مانع سمجھے جاتے ہیں اور درحقیقت مذہب سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے۔ ان کو جہاں تک ہو سکے رفع کیا جائے۔ علوم جدیدہ جن سے نفرت کی جاتی ہے ان کی اصلی اور واقعی خوبیاں اور جو بدیہی نتائج دنیا میں ان سے پیدا ہوئے ہیں، بتائے جائیں اور بجائے نفرت کے ان کی طرف رغبت دلائی جائے۔

تہذیب الاخلاق میں عام خبریں درج نہیں ہوتی تھیں۔ 1876ء میں مدرسۃ العلوم کے ضروری مشاغل اور اہم کاموں کی مصروفیت کی وجہ سے اس کو بند کرنا پڑا اور یکم رمضان 1393 ہجری کے پرچے پر اس کا خاتمہ ہو گیا۔ مگر جن لوگوں کو تہذیب الاخلاق کا چسکا لگ گیا تھا، ان کو اس کا بند ہونا شاق گزرا اور ان کی طرف سے برابر تحریکیں ہوتی رہیں کہ اس کو پھر جاری کیا جائے۔ آخر جمادی الاولیٰ 1296 ہجری میں دوسری بار جاری کیا گیا جو دو برس پانچ مہینے جاری رہ کر بند ہو گیا۔ شوال 1311ھ / 1894ء میں سرسید نے نواب محسن الملک کی تحریک سے اس کو پھر جاری کیا آخر تین برس جاری رہ کر بند ہو گیا۔ غرض کہ 1866ء سے 1897ء تک مدرسۃ العلوم

علی گڑھ کا اخبار سرسید کے اہتمام میں پہلے سائنٹیفک سوسائٹی انسٹی ٹیوٹ گزٹ اور تہذیب الاخلاق کے ناموں سے جاری رہا۔ اور ان کے انتقال کے بعد بھی کچھ عرصے تک مختلف حالتوں میں شائع ہوا کیا۔ غرض کہ یہ اخبار مدرسۃ العلوم علی گڑھ کے ہر آنریری سکریٹری کے عہد میں مسلسل و غیر مسلسل طور سے شائع ہوتا رہا۔ اگرچہ اس کا شمار اخباروں میں ہوتا ہے مگر مذاق حال کے مطابق باعتبار مضامین ماہوار رسالہ یا میگزین کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس عہد کے نامور اور سربراہان قلم جو اکثر سرسید کے ہم خیال و متبعین میں تھے، ان کے مضامین بالعموم اسی اخبار میں چھپتے رہتے تھے۔ صحیح زبان اور اسلوب بیان کے متعلق اس کی وقعت ہر طرح مسلمہ تھی۔

نمبر شمار 2 : مقام اخبار ایڈیٹر: مفید عالم آگرہ، ہفتہ وار، مہتمم قادر علی خاں صوفی
 زمانہ اجرا : 1870ھ/1288ھ
 زمانہ تحریر : 1905ھ/1324ھ
 نمونہ عبارت

پہلے یہ اخبار 36 برس سے مہینے میں صرف تین بار شائع ہوتا تھا۔ حجم صرف آٹھ صفحات کا تھا، اور عام سے دس روپے سالانہ قیمت مقرر تھی۔ اب ہم نے ساتویں مئی 1904 سے مہینے میں چار مرتبہ اشاعت کر دی ہے، حجم بارہ صفحات کا کر دیا ہے اور عام سے سالانہ قیمت صرف (اللہ) چار روپے مع محصول ڈاک مضامین مفید عام۔ جنگ کے تازہ تازہ تار و درج ہوتے ہیں، ہندستان کے مختلف صوبوں کی خبریں اور صحیح صحیح واقعات درج کیے جاتے ہیں۔ ایڈیٹر، مضامین کے علاوہ مراسلات میں ہندستان کے قابل قدر نامہ نگاروں کے مضامین ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی شاعری بھی ہوتی ہے۔ غرض ہمارے اخبار میں علمی، اخلاقی، تاریخی، مذہبی اور سوشل رفاہ کے متعلق عمدہ مضامین ہوتے ہیں۔

21 جولائی کو نماز جمعہ سے فارغ ہو کر امیر المومنین سلطان عبدالحمید خاں ثانی الغازی جامع حمیدیہ سے باہر نکلنے کو تھے کہ کسی نابکار نے بمب کا گولہ صحن مسجد میں پھینک دیا جو بڑے زور سے جا کر پھٹا، مگر خدا کے فضل و کرم سے جلالت مآب کا بال تک بیکانہ ہوا۔ البتہ سلطانی اردو کے

سواران ہمراہی افسروں وغیرہ میں سے 24 شہید ہوئے۔ اپنے آقائے نعمت پر تصدیق ہو گئے اور 57 اشخاص اور 55 گھوڑے زخمی ہوئے۔ جلالت آباد نے اس موقع پر حسب معمول شاہانہ حزم و استقلال ظاہر فرمایا، کسی قسم کا خوف یا اضطراب آپ کے چہرہ مبارک پر ہویدانہ ہوا، اور اسی تمکنت اور جلال کے ساتھ گاڑی پر سوار ہو کر اپنے جمال کے شائقین کو جو ہر جمعہ ہزار ہا کی تعداد میں جمع ہوتے ہیں شفقت پدرانہ سے سلام کرتے ہوئے کل سرائے کو تشریف لے گئے۔

نمبر شمار 3 : مقام اخبار ایڈیٹر : پیسہ اخبار روزانہ، لاہور۔ ایڈیٹر فشی محبوب عالم
زمانہ اجرا : 1320ھ / 1902 (سلسلہ جدید)
زمانہ تحریر : 19 اگست 1323ھ / 1905
نمونہ عبارت

کہکشاں کیا چیز ہے :

مسز ایس۔ ایل۔ ایڈمز باشندہ سڈنی (آسٹریلیا) نے کہکشاں کی بابت ایک نیا قیاس پیش کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کہکشاں سایہ ہے۔ کیونکہ مختلف اطراف اور آسمان کے مختلف حصوں میں نظر آتا ہے اور ہمیشہ درخشاں اس لیے دکھائی دیتا ہے کہ اس کی پشت پردہ سیارے ہوتے ہیں، جو صرف درمیان سے دیکھے جاتے ہیں۔ چونکہ پشت کی سطح ہمیشہ بدلتی رہتی ہے اس لیے سامنے کا حصہ اسی مقام پر نظر آتا ہے جہاں کہکشاں واقع ہوتی ہے لیکن یہ تو صاف عیاں ہے کہ نہایت چھوٹے اور دور ترین ستاروں کی وجہ سے چمک دار حصہ نظر نہیں آتا، بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کے سامنے کے حصے پر کوئی چیز واقع ہے اور یہ چیز زمین کا سایہ ہے۔

مسٹر ایڈمز کہتا ہے کہ یہ ایک مفروضہ ”نیو بلے“ سایہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نیو بلے قانون کشش ثقل کی پروا نہیں کرتے اور نہ گول شکل اختیار کرتے ہیں جو اجرام فلکی کا عام دستور ہے۔ یہ سیاہ داغ (نیو بلے) ارضی کوہستانوں کے سائے ہیں۔ ایڈمز کہتا ہے کہ میرے قیاس کی اس وقت تفحیک ہوگی اور سب لوگ ہنس کر ٹال دیں گے اور اس کو کوئی صحیح نہ سمجھے گا۔ مگر ایک دن آئے گا کہ میرے قیاس کو معقول اور صحیح سمجھیں گے۔

تہرہ و کیفیت

موجودہ دور میں پیسہ اخبار اپنے ایڈیٹر کی مستقل مزاجی اور سنجیدہ طبعی کی بدولت ایک خاص حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی زبان نسبتاً دوسرے پنجابی اخباروں کے مقابل میں فصیح و صیح ہوتی ہے۔ روزانہ اخبار سے سولہا برس قبل پیسہ اخبار ہفتہ وار تھا اور اب تک اشاعت پزیر ہے۔ اپنے ابتدائی دور میں تمام معاصر اخباروں سے اس کی اشاعت زیادہ تھی۔ نیز مضامین کا تنوع اور دوسری بحثوں کا عنصر بھی امتیازی شان رکھتا تھا۔ پیسہ اخبار ہفتہ وار روزانہ کے سوا انتخاب لا جواب ایک ماہوار رسالہ بھی اس کے دفتر سے شائع ہوا اور اس کی اشاعت بھی کافی ہوئی۔ جواب تک جاری ہے۔

نمبر شمار 4 : مقام اخبار ایڈیٹر: بندے ماترم، لاہور۔ ہفتہ وار، ایڈیٹرنام رائے

زمانہ اجرا : 1338ھ/1919

زمانہ تحریر : نمبر 177۔ جلد 5، 2 اگست 1924ء، سنیچر وار تک نمبر

نمونہ عبارت

شکریہ: پر ماتما کا بار بار دھنیہ وا ہے کہ آج مجھے یہ موقع نصیب ہوا ہے کہ میں اپنے پیارے ہاتھوں کی سیوا میں اپنے اخبار کا تک نمبر پیش کر سکوں، ایک عرصے سے بندے ماترم سراجیہ کے سچے پیغمبر آزادی و حریت کے علم بردار۔ فدائے وطن ملک کے مہینہ عبادت کے واجب التعمیم رہبر۔۔۔۔۔ دہلوی کے سچے پجاری، سوے ہوئے بھارت کو جگانے والے بھگوان تلک کی یاد میں..... اور پریم کے پھول بھینٹ کیا کرتا ہے۔ لوک مانیہ کی اعلیٰ ترین خدمات کا اعتراف کیا کرتا ہے..... پھر جیت بھگتی۔ دلی خلوص و عقیدت اگادھ پریم اور نہایت ادب و عجز سے بھگوان کے..... درشن کرنے کا سو بھاگیہ مجھ کو پراپت ہوا ہے۔ جس نے اس نمبر کو مہاراج کی پاک اور بلند ہستی کی تبرک یادگار کے قابل بنانے کے لیے از حد کوشش کی ہے، اور مجھے دلی مسرت ہے کہ میں کافی حد تک اس سعی میں کامیاب ہوا ہوں، ناظرین کو اس نمبر کے دیکھنے سے خود ہی پتا لگ جائے گا کہ کس محنت اور عرق ریزی سے اس پرچے کو تیار کیا گیا ہے۔

نمبر شمار 5 : مقام اخبار ایڈیٹر: دبدبہ سکندر۔ ریاست رام پور (روہیل کھنڈ) ہفتہ وار

ایڈیٹر حال مولوی فضل حسن صابری

زمانہ اجرا : 1283ھ / 1867

زمانہ تحریر نمونہ : میلاد (رسول) نمبر۔ 30 اکتوبر 1922 نمبر 10، جلد 59

نمونہ عبارت

مسلمانوں میں ایک دھوم مچی ہے کہ سلطان کونین رسول ثقلین حضرت سیدنا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی رونق افروزی دنیا کا یہ مبارک مہینا ربیع الاول شریف ہے، گھر گھر جشن میلاد منایا جا رہا ہے، اور اس کے انوار و برکات سے حاضرین مستفید ہوتے ہیں۔ لیکن اب یہ بہت چرچا ہونے لگ گیا ہے کہ فلاں جگہ کیا تقسیم ہوگا۔ آیا لڈو یا بالوشاہیاں، یہ ہم لوگوں کے ضعف ایمان کی دلیل ہے، اگر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے خلوص ہے تو حضور پر نور کے جشن میلاد میں بصد خلوص حاضر ہو کر مؤذّب بنیں اور آہستہ آہستہ درود شریف پڑھتے رہیں اور یہ خیال رکھیں کہ ہمارے شہنشاہ ذی جاہ احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ اطہار اس مجلس نورانی میں بہ نفس نفیس تشریف فرما ہیں، ادب کا بہت اہتمام رکھیں کہ ادب نے سب کو کامیاب کیا ہے پھر ممکن نہیں کہ تمہارا درود جو تہدییہ سعادت ہے باریاب نہ ہو اور اصل یہ ہے کہ یہی ہدیہ سعادت تمہاری دین و دنیا کی مشکلات حل کر سکتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری اپنے دروازے پر کھڑے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ ایک نوعمر شخص ہے جو سر راہ چلا جاتا ہے، مگر قدم جب زمین پر رکھتا ہے اور جب اٹھاتا ہے تو اول بصدقہ دل کہتا ہے، اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد، آپ کو حیرت ہوئی، دریافت فرمایا، جواب ملا کہ ایک مرتبے کا ذکر ہے کہ میری ماں کو حج کا شوق ہوا۔ میں ان کے ہمراہ چلا آخر کار منزل مقصود تک پہنچا، وہاں جا کر ایک جگہ قیام کیا، میری ماں کو ایک مرض لاحق ہوا، پیٹ پھول گیا، منہ سیاہ پڑ گیا، مجھے یقین ہو گیا کہ یہ شامت اعمال کا نتیجہ اور معصیت کا نمونہ ہے، میرے بدن پر لرزہ آ گیا، کانپ رہا تھا اور رو کر جناب ایزدی میں عرض کر رہا تھا کہ الہی تیری رحمت بہت وسیع ہے تو غفور وکفور ہے، تیرا نام رحمن ورحیم ہے۔ اپنے فضل و کرم سے میری پیاری ماں کو اچھا کر دے اور اس

کے گناہ عفو فرما۔ مجھ سے میں سر تھا تفرغ و زاری کر رہا تھا کہ ایک ابر آتا ہوا دکھائی دیا، اس میں ایک شخص نہایت سفید لباس زیب بدن فرمائے ظاہر ہوئے، انھوں نے میری ماں کے چہرے پر ہاتھ پھیرا جس سے میری ماں کا جسم مثل چودھویں رات کے چاند کے چمکنے لگا۔ میں نے تعجب خیز دانتے کو دیکھ کر عرض کیا کہ آپ کون ہیں۔ آپ کا کیا نام ہے؟ آہستہ سے فرمایا کہ میں تیرا نبی ہوں میرا نام محمد ہے۔ یہ سن کر میں نے بھد شوق عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کچھ ہدایت فرمائیے۔

نمبر شمار 6 : مقام اخبار ایڈیٹر: مدینہ بکچور۔ ایڈیٹر بدر جلالی مالک مجید حسین

زمانہ اجرا : 1323ھ/1911

زمانہ تحریر نمونہ : 1343ھ/1924

نمونہ عبارت

اگر دور حاضرہ کی یہ عجائب آفرینیاں یوں سرگرم تماشار ہیں تو بہت ممکن ہے کہ حالیہ اصلاحات کے شکم ناز سے عفریت انارکزم پیدا ہو جائے۔ اگر سوختہ جاناں صفحہ تاریخ اپنے سوانح حیات کے اندر خاکستر تباہی و عبرت کا ایک ڈھیر چھوڑ گئے ہیں تو نفاشان مستقبل کا یہ فرض عین ہے کہ وہ اس کے تودہ سرد میں اُن سلگتی ہوئی چنگاریوں کی جستجو کریں جو ہنگامہ زارِ زیست کے لیے گرمی مخفل کا سامان بہم پہنچائیں، ہماری جو یا نظروں نے یہ دیکھ لیا ہے کہ جملہ اقوام مہذب و مستند نہ اپنے ابتدائی عہد عروج و ارتقا کے اندر ان خطوط پر چلتی ہیں جو گزری ہوئی عظمت اور جبروت کی یادگاریں بن کر صفحہ تاریخ کو معلم اول کا منصب عطا کر دیتی ہیں۔

ایضاً بابت 1348ھ/1930 : ایڈیٹر نصر اللہ خاں

اس ہفتے مسلمانان ہند کی متعدد مجالس کے اجلاس دہلی میں منعقد ہو رہے ہیں، جن میں مسائل حاضرہ پر غور و خوض کرنے کے بعد مسلمانوں کے لیے کوئی لائحہ عمل تجویز کیا جائے گا۔ جہاں تک عام جمود و بے حسی کا تعلق ہے مسلمانوں میں اس کی کمی نہیں ہے اور یہ ایک دستور سا ہو گیا ہے کہ سال بھر میں ایک مرتبہ مسلمان ایک جگہ جمع ہوتے ہیں، بحث و تمحیص کرتے ہیں قرار دادیں منظور کرتے ہیں، لیکن باوجود اس کے ان کے حیات اجتماعی میں وہ چیز جس کو عمل کہتے ہیں تقریباً مفقود ہے۔

نمبر شمار 7 : مقام اخبار ایڈیٹر: روزنامہ اتحاد لاہور، تاجور دلالہ چرنجیون لال ماتھر

زمانہ اجرا : 1344ھ/1926

زمانہ تحریر نمونہ : 1348ھ/1930

نمونہ عبارت

شیخ سعدی نے بوستاں میں ایک بصیرت افروز حکایت نظم کی ہے، اس حکایت سے ہمارے اہل ملک بہت کچھ سبق سیکھ سکتے ہیں، اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل بہت بڑے مہمان نواز تھے، آئے دن مہمان ان کے پاس آتے جاتے رہتے اور یہ مہمان ہی کے ساتھ کھانا کھانا پسند کرتے تھے۔ ایک دن اتفاق سے ان کے ہاں کوئی مہمان نہ آیا تو یہ خود مہمان کی تلاش میں نکلے اور کہیں دور جا کر ایک مسافر کو مہمان بنا کر گھر لے آئے۔ جب اس کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تو اس نے خدا کا نام لیے بغیر کھانا شروع کر دیا۔ آپ نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا میں تو ایک بت پرست ہوں، خدا پرست نہیں ہوں، حضرت ابراہیم ایک بت پرست کو کھانا کھانا اور اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا گوارا نہ کر سکے۔ انھوں نے اسی وقت اسے اپنے دسترخوان پر سے اٹھا دیا، حضرت ابراہیم کی یہ بات خدا کو پسند نہ آئی اور خدا کی طرف سے انھیں آواز آئی کہ اے ابراہیم جس آدمی کو تم نے بت پرستی کے جرم میں اپنے دسترخوان پر سے اٹھا دیا۔ ہم تو اسی بت پرست کو اس کی عمر کے چالیس سال سے زندگی کی ہر نعمت سے شاد کام کر رہے تھے، تم ایک وقت کا کھانا بھی اسے نہ کھلا سکے۔

نمبر شمار 8 : مقام اخبار ایڈیٹر: روزانہ تیج دہلی، ایڈیٹر رام لال ورما

زمانہ اجرا : 1346ھ/1922

زمانہ تحریر نمونہ : 1347ھ/1929

نمونہ عبارت

لالہ شکر لال نجی نے ضلع کانگریس کمیٹی کی طرف سے مہاتما جی کی خدمت میں سپاں نامہ پیش کیا، جو کہ خوب صورت چوکھنے میں چڑھا ہوا تھا۔ ایڈریس میں گزشتہ ہندو مسلم فسادات اور فرقہ دارانہ کشیدگی کو بتلاتے ہوئے کہا گیا تھا کہ 1928 سے نفاذ شدہ رہی ہے اور کانگریس کا

کام بھی دہلی میں قابل اطمینان ہو رہا ہے۔ دہلی کے نوجوانوں میں بیداری پیدا ہو گئی ہے اور وہ کانگریس کے کام میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ کھادی کا پرچار بھی اچھا ہو رہا ہے۔ کانگریس کے ممبر بھی بڑھ رہے ہیں۔ کانگریس کمیٹی کے زیر بحث ایک ہیلتھ سب کمیٹی بھی ہے جو کہ صفائی وغیرہ کے متعلق میونسپل کمیٹی کو مناسب مشورہ دیتی رہتی ہے۔ ایڈریس کے آخری حصے میں کہا گیا کہ دہلی میں اب فرقہ وارانہ تحریکیں بے جان ہوتی جا رہی ہیں اور کھویا ہوا وقت پھر واپس آ رہا ہے۔ مہاتما جی کو مخاطب کر کے ایڈریس میں کہا گیا کہ آئندہ 1930 میں جب ملک کی آزادی کی جنگ شروع ہوگی تب دہلی کسی بھی شہر سے پیچھے نہیں رہے گی۔ ایڈریس ختم ہونے کے بعد جناب ڈاکٹر انصاری صاحب نے شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے مہاتما جی کی خدمت بابرکت میں پانچ ہزار سات سو ترین روپے کی ایک تھیلی پیش کی۔

نمبر شمار 9 : مقام اخبار ایڈیٹر: روزانہ زمیندار، لاہور۔ ایڈیٹر مولوی ظفر علی خاں

زمانہ 171 : 1330ھ/1912

زمانہ تحریر نمونہ : 1347ھ/1929

نمونہ عبارت

وطن دوستی کا معیار اس وقت تک یہ سمجھا جاتا تھا کہ انسان وطن عزیز کے لیے طوق و سلاسل کی گراں باری، قید و بند کی سختی، جرماتوں، قرقیوں اور ضبطیوں کی مصیبت برداشت کرے اور اگر ضرورت پڑے تو پھانسی کا پھندا گلے میں ڈال کر تختہ دار پر لٹک جانے کے لیے بھی تیار ہو، اسے بڑی سی بڑی تخویف استخلاص وطن کی کوششوں سے باز نہ رکھ سکے اور کوئی بڑی سی بڑی تحریریں سے کسی ایسے فعل کے ارتکاب پر مائل نہ کر سکے جس سے مقضیات اتحاد و آشتی کو نقصان پہنچے اور احراری کوششوں میں خلل واقع ہونے کا احتمال ہو۔ آج سے چند دن قبل وطن دوستی کا یہ معیار ہمارے ہندو معاصرین پر تاپ، اور ملاپ کے نزدیک بھی مسلم تھا جیسا کہ ان کی تحریروں سے مترشح تھا، اور دلوں کا حال جاننے والا خدائے علیم کے سوا کوئی نہیں، دفعتاً ان کے زاویہ نگاہ میں ایک عجیب و غریب تبدیلی ہوئی یا یوں کہیے کہ ان کی اصلی ذہنیت پر جو پردہ پڑا ہوا تھا اس کا ایک گوشہ سرک گیا اور حقیقت ظاہر ہو گئی۔

نمبر شمار 10 : مقام اخبار ایڈیٹر : روزانہ انقلاب لاہور،

ایڈیٹر غلام رسول مہر و عبد المجید سالک

زمانہ اجرا : 1345ھ / 1926

زمانہ تحریر نمونہ : 1347ھ / 1929

نمونہ عبارت

جن لوگوں نے انقلاب کا پہلا سال گرہ عید نمبر دیکھا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ادارہ انقلاب نے اپنے قارئین کرام کی افزائش معلومات اور دلچسپی کے لیے کیسے کیسے علمی و ادبی نوادر پیش کیے تھے۔ اب دوسرے سال گرہ نمبر کی تیاریاں زور شور سے جاری ہیں جو آئندہ عید الفطر سے ایک روز پہلے تمام مقامات پر پہنچ جائے گا۔

نمبر شمار 11 : مقام اخبار ایڈیٹر : ریاست ہفتہ دار، دہلی۔ ایڈیٹر دیوان سنگھ مفتوں

زمانہ اجرا : 1342ھ / 1924

زمانہ تحریر نمونہ : 1345ھ / 1927

نمونہ عبارت

ہمارے ملک کی تقریباً ہر چیز دنیا سے نرالی ہے، اور کوئی وجہ نہیں کہ ہماری دیسی ریاستیں بھی دنیا بھر کے لیے ایک عجیب و غریب معمہ نہ ہوں، ان کا نام ”دیسی ریاستیں“ ہے اور ہندوستان کے اندر واقع ہونے کے لحاظ سے وہ حقیقتاً سبھی اسی نام کی مستحق ہیں، لیکن اگر ان کی اندرونی حالت پر نگاہ کی جائے تو باشتنائے چند کسی ایک ریاست کا طرز حکومت بھی ایسا نظر نہیں آتا جسے دیسی کہا جاسکے۔ ریاستوں کی غریب جاہل اور بے کس رعایا پر جس خود غرضانہ اور بسا اوقات ظالمانہ طریقے پر حکومت کی جاتی ہے۔ اسے دیکھ کر کوئی صاحب نظر یہ نہیں کہہ سکتا کہ حکمرانوں کے دل میں اپنی رعایا کے مفاد سے ذرا بھی ہمدردی موجود ہے، اور یہ کہ ہندوستانی رعایا پر خود ان کے اپنے ملک اور اپنی قوم کے شہزادے حکومت کر رہے ہیں، چند خوش نصیب ریاستوں سے اگر قطع نظر کر لیں تو پھر ایک بھی دہلی ریاست ایسا نظر نہیں آتا جس نے ریاست کی حکومت میں خود اسی ریاست کی رعایا کا ذرا سا بھی دخل گوارا کیا ہو، اور ایک بھی ریاست ایسی نہیں دکھائی دیتی، جہاں

لوگوں کو ان کا یہ فطری اور پیداؤشی حق دیا گیا ہو کہ وہ اپنے لیے خود قانون بنائیں اور ملک کے نظم و نسق میں ان لوگوں کے نمائندے بھی کوئی حصہ لے سکیں، جن کی محنت کی کمائیوں میں حکومت نے حصہ لگا رکھا ہے۔ صبح سے شام تک اپنا خون پانی ایک کر دینے والے، اور چوٹی کا پسینا ایزی تک بہانے والے مزدور اور کسان دہی ریاستوں کے اندر صرف اس لیے پیدا ہوئے ہیں کہ مٹی جون کی جلتی ہوئی دھوپ میں ہل چلا چلا کر خدا کی پیدا کی ہوئی زمین سے غلہ نکالا کریں، اور اس میں سے صرف اتنا ذرا مالے لینے کے بعد کہ جس سے وہ بہ مشکل اپنا پیٹ پال سکیں، باقی سب کا سب سرکاری خزانے کی نذر کر دیں اور خود ہاتھ بھاڑ کر رہ جائیں۔ شخصی حکومت کی بدترین مثال اگر کہیں مل سکتی ہے تو بعض ایسی ریاستوں میں اور اگر کوئی بدیشی حکومت اپنی محکوم رعایا پر ظلم و ستم کر سکتی ہے تو اسی قدر کہ جو بعض ریاستوں کے اندر روا رکھا جاتا ہے۔

تبصرہ و کیفیت

اخبار ریاست اپنی باہمی رعایت کے مطابق از سر تا پا ہندستان کی ریاستوں کے واقعات سے بحث کیا کرتا ہے اور جتنے حالات اسے معلوم ہوتے ہیں وہ بے خوف و خطر شائع کر دیے جاتے ہیں۔ اس پردہ درمی کی وجہ سے اکثر ریاست کو عدالتی جواب دہی کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ مضامین کے متعلق عمدہ عمدہ با موقع تصویریں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں۔ حجم اور طباعت کے لحاظ سے موقر اخباروں میں اس کا شمار ہے۔

نمبر شمار 12 : مقام اخبار ایڈیٹر : حقیقت روزانہ لکھنؤ۔ ایڈیٹر انیس احمد عباسی

زمانہ اجرا : 1337ھ/1919

زمانہ تحریر نمونہ : 1347ھ/1929

نمونہ عبارت

عید کے بعد لوگ متوقع تھے کہ افغانستان سے اس فیصلہ کن جنگ کے آغاز کی خبریں آنے لگیں گی جو ماہ رمضان کی وجہ سے رکی ہوئی تھیں، اور جس کے لیے کابل اور قندھار میں وسیع پیمانے پر تیاریاں ہو رہی تھیں، مگر یہ عجیب بات ہے کہ عید کے بعد ہی سے افغانستان کے متعلق

سرکاری وغیر سرکاری اطلاعات بہت ہی کم آرہی ہیں، حالانکہ پشاور کی ایک اطلاع سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں خبروں سے ”سنسر“ بھی اٹھایا گیا ہے۔ جس وقت تک برطانوی آلہائے پرواز کے ذریعے سے کابل کا تھلیہ ہو رہا تھا وہاں سے خبروں کی کمی نہیں ہوئی، لیکن اب یہ صورت باقی نہیں رہی ہے۔ کابل اور قندھار سے لوگوں کی آمد بھی بہت ہی کم ہو گئی ہے، اس وجہ سے خبریں اور بھی کم آرہی ہیں۔ بہر حال جو کچھ بھی حالات معلوم ہو رہے ہیں ان سے اتنا تو بہر حال ظاہر ہے کہ جنگ ابھی شروع نہیں ہوئی ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ ابھی اس کے آغاز میں دو تین ہفتوں کی تاخیر ہو، کیونکہ ہنوز افغانستان میں بعض پہاڑی راستے برف باری کے سبب سے بند ہیں اور فوجی نقل و حرکت دشوار ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اب تک فریقین اپنی جنگی تیاریوں کو مکمل نہ کر سکے ہوں۔

نمبر شمار 13 : مقام اخبار ایڈیٹر: مشرق، ہفتہ وار، گورکھ پور۔ ایڈیٹر حکیم برہم

زمانہ اجرا : 1324ھ/1906

زمانہ تحریر نمونہ : 10 جنوری 1347ھ/1929

نمونہ عبارت

پردے کی قد است:

پردے کے خلاف جو پروپیگنڈا آج کل دنیا میں پھیل رہا ہے وہ جدید تہذیب و دانش کے دور کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جو بے غیرتی، بے عزتی کے مرادف ہے۔ اسلام نے پردے کی جو قید لگادی ہے اور اس کو اسلام نے ایک ضروری جز اپنے قوانین سیاست مدن کا قرار دیا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ انسان کی شرافت و نجابت برقرار رہے اور بے حیائی اور فحش تمدن کے عروج میں قوائے بیہمیہ کا زوال رہے۔ آج کل جو مہذب ممالک کہے جاتے ہیں اور جو خود کو مہذب ممالک میں داخل کرنا چاہتے ہیں اور جن کا یہ دعویٰ ہے کہ عورتوں کی آزادی اسی وقت ممکن ہے جب وہ پردے سے باہر رہیں، ان کے سامنے مہذب ممالک کے تعلقات زنا شوقی ہیں اور باہر نکلنے والی عورتوں کے کارنامے ہیں۔ اس نکتے کو ہزار ہا برس پہلے سے آریں نے سمجھ لیا تھا اور ان کی ایک شاخ یونان چلی گئی تھی اور جس نے یونان میں بڑے بڑے آثار قدیم اپنے تمدن کے چھوڑے ہیں، اس نے پردے کو برقرار رکھا تھا۔

15 اکتوبر 1928 کو ہم نے حیدر آباد میں نواب سالار جنگ بہادر کی کونٹھ میں ایک مجسمہ (بت) سفید سنگ مرمر کا دیکھا جو مکمل تصویر ایک نازنین عورت کی ہے، اس مجسمے میں جو کمال صنعت کا ایک نمونہ ہے، پہلی بات ہماری نظر سے یہ گزری کہ اس عورت کا جسم سر سے پاؤں تک نقاب میں ڈھکا ہوا ہے، اور دوسری بات یہ قابلِ دید تھی کہ اس کے پاؤں میں ایسی جوتیاں ہیں جو آج کل اکثر تعلیم یافتہ اصحاب چند سال کے اندر پہننے لگے ہیں جن کو چھپل کہتے ہیں۔ سلیپر انھیں جوتیوں کا ایک نقشِ ثانی ہے۔

ایضاً بہ ادارت قاضی مقبول حسین و نذیر ہاشمی غازی پوری

14 مارچ 1930 نمبر (11)

ہندوؤں کی زندگی پر نظر ڈالتے ہوئے کہنا اور ماننا پڑتا ہے کہ اس قوم کے اچھے دن کبھی ضرور تھے اور اس کے آثار و قرائن اس کے تہواروں اور اشیان کے دن تاریخ اور ماہ و سال کی صحیح تعیین اور موسموں کی صحیح تعبیر سے ملتے ہیں، انھیں باتوں میں ایک چیز ہولی ہے، جو ہمیشہ ایسے موسم میں آتی ہے جب کہ کھیتوں میں اناج پک جاتے ہیں، اور کسان اپنی سال بھر کی کمائی کو خرمن کی صورت میں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ہولی کو اگر اس کے بعض قبائح سے الگ ہو کر دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ یہ اس زمانے کی غیر قانونی یادگار ہے جب ہندستان میں چاروں طرف خوشی اور اطمینان کا رواج تھا اور حاکم و محکوم امیر و غریب سب مل کر ایک ساتھ ہولی مناتے تھے۔

تبصرہ و کیفیت

اردو کی اخباری صحافت میں چند اخبار اپنی ادبی حیثیت سے ممتاز اور نمایاں وقعت پائے ہوئے ہیں، انھیں میں اخبار مشرق ہے۔ حکیم برہم مرحوم جن کا انتقال 1929 کے شروع میں یکا یک ہو گیا ایک مشہور اور تجربہ کار اہل قلم سے تھے۔ ان کی عام تحریریں صحبتِ زبان اور متانت و سنجیدگی کے لحاظ سے مستند مانی جاتی تھیں۔ مرحوم نے مشرق سے پہلے ریاض الاخبار، اور صلح کل میں بھی فرائضِ ادارت کو بہ وجہ احسن ادا کیا ہے۔

نمبر شمار 14 : مقام اخبار ایڈیٹر : صحیفہ روزانہ، حیدر آباد دکن، ایڈیٹر محمد اکبر علی

زمانہ اجرا : 1330ھ/1911

زمانہ تحریر نمونہ : 1348ھ/1930

نمونہ مہارت

مسلم یونیورسٹی: اشاعت دی روزہ میں مسلم یونیورسٹی کے جلسہ تقسیم اسناد کی خبر ناظرین کے گوش گزار کی گئی ہے۔ یہ یونیورسٹی جو سارے ہندوستان میں مسلمانوں کی سب سے بڑی اور قدیم اور مہتمم بالشان درس گاہ و ترتیب گاہ ہے، آج کل نواب مسعود جنگ بہادر کے زیر نگرانی ہے، جو گزشتہ دس سال تک حیدر آباد کے سررشتہ تعلیم کے ذمہ دار رہ چکے ہیں، اور جنہوں نے اپنی ابتدائی تقریر میں ہمیں یہ الفاظ سنائے تھے کہ وہ اس بات کو گوارا نہ کریں گے کہ ان کے دور چانسلری میں مسلم یونیورسٹی کے اندر کوئی بھی چیز درجہ دوم کی پائی جائے۔ ان الفاظ نے یقین دلایا ہے کہ جیسا خود انہوں نے ظاہر کیا ہے وہ فی الحقیقت اپنے عظیم المرتبت دادا کی نشانی جاوید کی خدمت بجالانے کے ارادے سے حیدر آباد چھوڑ کر علی گڑھ گئے ہیں، اور اپنی پوری قوت سے اسے فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں.....

علی گڑھ یونیورسٹی کے لیے یہ فی الحقیقت قابل نیک ہے کہ گورنر صوبہ اس امر کا وعدہ کرے کہ وہ اس امر کی کوشش کرے گا کہ اس یونیورسٹی کے کامیابیوں کی پیشانی پر کی استعداد کا جو بدلہ دہا لگایا جاتا ہے اسے دور کر دیا جائے۔ نواب مسعود جنگ بہادر کے آغاز عمل پر اس قسم کی کامیابی ایک نہایت قابل مسرت کارنامہ ہے، جو تمام بھی خواہاں مسلم یونیورسٹی کے حق میں نشان مسرت و مسابہات بن جائے گا، اور جس کی وجہ سے علی گڑھ کے طلبہ اپنے اندر قابلیت مطلوبہ پیدا کرنے میں تساہل نہ برتیں گے۔

تبصرہ و کیفیت

صحیفہ کے علاوہ حیدر آباد، دکن سے بھر دکن، رہبر دکن وغیرہ

روزانہ اور ہفتہ وار شائع ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں صرف ایک نمونہ

پیش کر دیا گیا ہے۔ دکن میں اردو زبان کی ترویج جس شان اور حیثیت سے

ہو رہی ہے، وہ کسی اخبار میں سے پوشیدہ نہیں۔ خدماتِ زبان کے سلسلے میں
دکن ہر طرح ترقی کر رہا ہے اور اب سے نصف صدی قبل شمالی ہند سے متفاو
جو روزمرہ محاورات مروج تھے، اس میں بہت زیادہ اصلاح ہو گئی ہے۔

نمبر شمار 15 : مقام اخبار انڈیٹر : تاج ہفتہ وار آگرہ، انڈیز سیما اکبر آبادی
زمانہ اجرا : 1348ھ/1929
زمانہ تحریر نمونہ : 1348ھ/1929
نمونہ عبارت

مسٹر ہر بلاس ساردا کو بڑھاپے میں یہ عجیب دل لگی سوچھی کہ وہ نوجوان مردوں اور
عورتوں کی ازدواجی زندگی کو محدود و مقید کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ دو برس ہوئے انھوں نے اسمبلی
میں ایک مسودہ قانون پیش کیا تھا کہ ہندوؤں، آریوں، برہم سماجیوں، سکھوں، جینیوں اور گوتم
بدھ کے ماننے والوں میں صغیر سنی کی شادی کو قانوناً روک دیا جائے، یعنی شادی کی عمر لڑکی کے
لیے بارہ سال اور لڑکے کے لیے سولہ سال مقرر کر دی جائے۔ جب یہ مسودہ مجلس انتخاب کے
سامنے پیش ہوا تو اس کا اثر تمام ہندوستان تک وسیع کرنے کی سفارش کی، اور اس قانون کو ایک
تعزیری قانون بنانے کی رائے صدر اسمبلی کے سامنے پیش کر دی۔ جب مسلمانوں کو اس کا علم ہوا
کہ اس طرح ان کی ازدواجی معاشرت بھی محدود کی جارہی ہے تو ہر طرف ایک غوغا، ایک شور
ایک حشر برپا ہو گیا۔

علمائے اسلام چلانے لگے کہ خدا کے لیے اس قانون کو منسوخ کر دو۔ شیعہ، سنی
مجتہدین اور فقہانے اس قانون کے خلاف واسرائے کو تار دیے، مسلمان عورتوں نے بھی اس کی
تخلیف کی، ہندوستان میں متفقہ طور پر اس مسودہ قانون کے خلاف احتجاج کیا گیا مگر مسٹر ساردا
خوش نصیب تھے، انھیں اپنی زندگی کے آخری دنوں میں تمام ہندوستان کی بددعائیں اور لعنتیں
سمیٹنی تھیں اور وہ برابر مسودے کی منظوری کے لیے کوشاں تھے۔ اس لیے 23 ستمبر 1929 کو یہ
مسودہ اسمبلی میں منظور ہو گیا۔

نمبر شمار 16 : مقام اخبار ایڈیٹر: ہمدرد روزانہ لکھنؤ،
ایڈیٹر سید جالب دہلوی بعدہ سید رحم علی ہاشمی

زمانہ اجرا : 1334ھ/1915

زمانہ تحریر نمونہ : 8 ستمبر 1348ھ/1929

نمونہ عبارت

دنیا کا ایک عجیب و غریب طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی خادم ملک و ملت دنیا سے سفر آخرت کرتا ہے تو اس کی خدمات کے اعتراف کے طور پر اس کی شایان شان یادگاریں قائم کی جاتی ہیں۔ بت بننے ہیں، میموریل ہال تعمیر ہوتے ہیں، اسکول اور کالج کھولے جاتے ہیں۔ یتیم خانوں اور دھرم سالوں کی بنیاد رکھی جاتی ہے، غرض کہ نہ معلوم کیا کیا ہوتا ہے، ان یادگاروں کا مقصد صرف یہ سمجھ میں آیا ہے کہ مرحوم یا آں جہانی کی خدمات سے دوسرے لوگ سبق حاصل کریں یا اسی بہانے سے کوئی رفاہ عام کی مستقل خدمت انجام پالے۔ لیکن جہاں تک مرنے والے کا تعلق ہے اس کو ان یادگاروں سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا..... اکثر جب کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کا چالیسواں وغیرہ نہایت دھوم دھام سے ہوتا ہے اور پر لطف دعوتیں ہوتی ہیں، تو دل چاہتا ہے کہ وہ شخص خود اپنی اس تقریب کو دیکھتا تو کیسا اچھا ہوتا، اور واقعی یہ کس قدر مہمل بات ہے کہ جس کے لیے یہ سب کچھ ہوتا ہے وہ خود موجود نہیں اور دوسرے لوگ دعوتیں اڑا رہے ہیں، اکبر مرحوم نے بالکل سچ کہا ہے:

بتائیں ہم تمہیں مرنے کے بعد کیا ہوگا

پلاؤ کھائیں گے احباب فاتح ہوگا

نمبر شمار 17 : مقام اخبار ایڈیٹر: ہمدرد روزانہ لکھنؤ، ایڈیٹر سید جالب دہلوی

زمانہ اجرا : 1347ھ/1929

زمانہ تحریر نمونہ : 15 اپریل 1348ھ/1930

نمونہ عبارت

اس وقت جو بلا تار کے طریقہ خبر رسانی نے جہاز کے مسافروں کو سمندر کے وسط میں

طلب امداد کے متعلق بڑی سہولتیں مہیا کر دی ہیں، تو وہ پہلا زمانہ قریباً خواب و خیال ہو گیا ہے، جب کہ جہازوں کو سمندر کے کسی گوشے میں صدمہ پہنچتا تھا، تو ان کے ملازم و مسافر یا تو جہاز کے ساتھ غرق ہو جاتے تھے۔ یا کسی غیر آباد جزیرے یا ساحلی مقام پر پہنچ کر ہفتوں اور مہینوں تک ہر قسم کی تکالیف برداشت کرتے تھے اور اکثر لوگ ان تکالیف کی تاب نہ لا کر مر جاتے تھے، بعض حوصلہ مند اشخاص اپنی ہمت و ذہانت سے ان جزیروں یا گوشوں میں جسم و روح کا تعلق برقرار رکھنے کی تدابیر نکال لیتے تھے اور اپنے وطن واپس آنے کا موقع بھی ان کو مل جاتا تھا، اس قسم کے گم شدہ لوگوں کی سرگزشت کا ایک دلچسپ نمونہ ”رائس کروسو“ کے مشہور قصے میں دکھایا گیا ہے، جس کو انگلستان کے بچے بڑے شوق سے پڑھتے ہیں اور مہذب دنیا کی اکثر زبانوں میں یہ شمول اردو اس کا ترجمہ ہو چکا ہے.....

اب بھی گا ہے گا ہے کوئی ایسا واقعہ پیش آ جاتا ہے جو پرانے جہاز رانوں اور سیاحوں کی یاد تازہ کر دیتا ہے، چنانچہ کچھ انگریز و جرمن ملاخوں نے نو دن صحراے افریقہ کے سرے پر ایک ایسی جگہ بسر کیے جہاں وہ گیدڑوں چرخوں اور چیتوں کی نہ صرف آوازیں سنتے تھے بلکہ ان کو اپنے سامنے جنگل میں پھرتے دیکھتے تھے۔

تبصرہ و کیفیت

موجودہ اخبار نویسوں میں سید جالب دہلوی، حاجی محبوب عالم مدیر پیسہ اخبار کے بعد سب سے زیادہ معمر اور پرانے تجربہ کار ایڈیٹر ہیں۔ ہمت سے پہلے اشتر کی اخبار ہمد کے ایڈیٹر تھے۔ کچھ دنوں سے اس کو چھوڑ کر اپنا ذاتی اخبار لکھنؤ ہی سے شائع کرنا شروع کیا۔ ان کی اخباری لیاقت اور خدمت ادارت مقبول انام ہے۔ افسوس کہ اس تحریر کے وقت لکھنؤ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ۔

نمبر شمار 18 : مقام اخبار ایڈیٹر : ملاپ روزانہ لاہور، ایڈیٹر گوری شکر ساگر
زمانہ اجرا : 1341ھ/1923
زمانہ تحریر نمونہ : یکم اپریل 1930

نمونہ عبارت

پنڈت موتی لال نہرو نے صدر کانگریس کو مطلع کیا ہے کہ میں اپنا پرانا ”آئند بھون“ کانگریس کو دان دیتا ہوں۔ پردھان کانگریس نے اس دان کو منظور کر کے اپنی جدی جائداد سے دست برداری کا ایک گونہ اعلان کر دیا ہے۔ چونکہ اس عالی شان مکان سے کانگریس کا دیرینہ تعلق ہے اس لیے ہمیں یہ لکھتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ نہرو خاندان نے ستیہ گرہ کی تحریک کے شرع ہوتے ہی یہ دان کر کے اپنی ویش بھگتی کا بہترین ثبوت دیا ہے۔

تبصرہ و کیفیت

برادران ہندو کی ادارت میں بہت سے اخبار اردو زبان اور ہفتہ وار شائع ہوتے رہتے ہیں۔ سب کے نمونوں کی ضرورت نہ سمجھ کر چند نمونے درج کیے گئے ہیں۔ جن سے لڑچکر کے متعلق اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان اخباروں میں اردو کے ساتھ سنسکرت اور ہندی بھاشا کے الفاظ بالقصد شامل کیے جاتے ہیں۔ کہیں یہ عنصر زیادہ غالب ہے کہیں مغلوب، لیکن کوئی ہندو اخبار اس خصوصیت سے خالی نہیں اور اسی سے یقین کیا جاتا ہے کہ ایسا عہد ہوتا ہے۔

نمبر شمار 19 : مقام اخبار ایڈیٹر: خلافت روزانہ ممبئی، مدیر حال بدرجلالی

زمانہ اجرا : 1340ھ/1921

زمانہ تحریر نمونہ : 5 مارچ 1930

نمونہ عبارت

رنگون میں گزشتہ سال عید کو عام و خاص مسلمانوں نے بلند مکانات کی چھتوں پر، مساجد کے بلند میناروں پر، اونچی اونچی پہاڑیوں پر، جہازوں پر، غرض کہ ہر جگہ ہلال عید کی تلاش کی مگر کسی کو نظر نہ آیا۔ لوگ مایوس ہو کر تراویح پڑھنے لگے۔ یک ایک مسجد کا مینارہ روشن ہو گیا، جو چاند ہونے کا ثبوت تھا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ ایک متولی صاحب کی پردہ نشین بھالی نے چاند دیکھا تھا جو ایک بچہ منزلی عمارت کی دوسری منزل کے ایک کمرے میں رہتی ہیں۔ یہی حال ممبئی کا ہوا۔ 29 کو ایک ایک چشم

عرب نے حلف سے کہا کہ اس نے چاند دیکھا تھا۔ خیریت ہوئی کہ ممبئی کے قاضی صاحب کو بروقت
سوجھ گئی کہ چار تو کجا دو آنکھوں نے بھی چاند نہیں دیکھا، اس لیے شہادت ناقص ہے۔
تبرہ و کیفیت

یہ اخبار ابتداً مولوی شوکت علی باباے خلافت کی ادارت میں
شائع ہوتا تھا۔ پھر مختلف مدیروں کے اہتمام میں رہ کر بدر جلالی سابق مدیر
مدینہ کی ادارت میں رہا۔ فی الحال بدر جلالی بھی اس ادارت کو چھوڑ چکے
ہیں۔ ان کی طرف نگارش مدینہ اخبار بجنور میں بھی دکھائی گئی ہے، مگر اس
انداز کو اس روش سے کوئی مناسبت نہیں، ممکن ہے کہ یہ انقلاب زمانہ کا اثر
ہو یا مبصر مدیر کا تصفیہ انصاف۔

نمبر شمار 20 : مقام اخبار ایڈیٹر : سرفراز لکھنؤ، ایڈیٹر خواجہ اسد اللہ اسد وسید مصطفیٰ حسن رضوی
زمانہ اجرا : 1343ھ / 1925
زمانہ تحریر : 1348ھ / 1930

نمونہ عبارت

عورتوں کا جزیرہ : بحر الکمال کے جنوبی حصے میں چھوٹے بڑے بہت سے جزیرے
ہیں، جہاں کے باشندوں کی زندگی ابتدائی دور میں پائی جاتی ہے اور جہاں عجیب و غریب رسوم و
رواج پزیر ہیں..... مجمع الجزائر سلیمان میں ”فیراسی بوآ“ نامی ایک جزیرہ ہے جو اپنی خصوصیات
کے لحاظ سے تمام جزیروں میں انوکھی شان رکھتا ہے۔ یہ جزیرہ، جزیرہ ملاکا کے قریب واقع ہے۔
جزیرہ فیراسی بوآ جنگلات سے بھرا ہوا ہے اور اس میں تمام تر آبادی عورتوں کی ہے۔ بہت کم
مردوں نے اس جزیرے کے ساحلوں پر اترنے کی جرأت کی ہے، کیونکہ یہاں کی بسنے والی
عورتیں مردوں کا شکار کرتی ہیں اور ان کی خوف ناک طریقوں سے قتل کر ڈالتی ہیں۔ حال ہی میں
تین بہادر ہوشیار شکاری اپنے اہل قبیلہ کے مشورے کے خلاف جزیرہ فیراسی بوآ پہنچے۔ لیکن جیسے
ہی انھوں نے اس جزیرے کی سرزمین پر قدم رکھا۔ ویسے ہی ان پر تیروں اور نیزوں سے حملہ
شروع ہو گیا، اور ان کو ایک بستی میں ہر چہا طرف سے گھیر لیا گیا۔ دوسری بستیوں کو قاصد روانہ

کیے گئے اور مختلف مقامات سے عورتیں اس موقع پر شرکت کے لیے کثیر تعداد میں آئیں۔ خوشی اور مسرت کے نعروں کے درمیان ان عورتوں نے ان تینوں شکاریوں کو بھون ڈالا اور ان کے جسموں کو کباب بنا کر کھا گئیں۔ دو دن تک برابر رنگ رلیاں منائی جاتی رہیں اور جب یہ تقریب مسرت ختم ہو گئی تو مقتولین کے کاسہ ہائے سر کو سمندر کے کنارے ایک نمایاں مقام پر رکھا دیا گیا کہ انھیں دیکھ کر دوسرے لوگوں کو عبرت ہو، اور وہ اس جزیرے میں داخل ہونے کی جرأت نہ کریں، جو صرف عورتوں کے لیے مخصوص ہے۔ گزشتہ چند سال کے عرصے میں گرد و نواح کے جزائر کے مردوں نے کئی مرتبہ جزیرہ فیرا سی بو آ میں داخل ہونے کی کوشش کی تاکہ وہ وہاں کی بسنے والی عورتوں کی طرز بود و ماند اور معاشرت و تمدن کا مطالعہ کر سکیں اور اگر موقع ملے تو چند خوب صورت عورتوں کو بھی اڑا لے جائیں، لیکن ایسی کوشش کرنے والوں کو ہمیشہ ناکامی کا سامنا ہوا اور اس جدوجہد میں ان کی جانیں ضائع ہوئیں۔ فیرا سی بو آ کی رہنے والی عورتیں اپنے جزیرے کے ساحلوں پر بہت زبردست پہرہ اور دیکھ بھال رکھتی ہیں اور کبھی بے بلائے ہوئے مہمانوں کو اپنے جزیرے سے زندہ بچ کر نکل جانے کا موقع نہیں دیتیں۔

اس جزیرے کی رہنے والی عورتوں نے سفید رنگ مشنری عورتوں کو اپنے ملک میں داخلے کی اجازت دے دی ہے، جس کی وجہ سے اہل فیرا سی بو آ نے بہت سے مہذب طریقے اختیار کر لیے ہیں۔ اس سے پہلے وہ برہنہ رہا کرتی تھیں لیکن اب کپڑے پہننا شروع کر دیتے ہیں اور تمام کپڑا خود ہی تیار کرتی ہیں۔ ان میں بہت سی خواتین نے مذہب عیسائی اختیار کر لیا ہے اور اپنے مخصوص دیوتاؤں کی پرستش ترک کر دی ہے۔ وہ سینا پر دنا بھی سیکھ گئی ہیں، اور اپنے مکانات کے سجانے اور آراستہ کرنے کے طریقے بھی جان گئی ہیں۔ وہ فن تعمیر میں اپنے ہمسایہ مردوں سے بہت آگے بڑھی ہوئی ہیں۔ مشنری عورتوں کی انتہائی جدوجہد کے بعد بھی وہ اس پر کسی طرح رضامند نہیں ہوئیں کہ اپنے جزیرے میں مردوں کو داخل ہونے کی اجازت دیں، اگرچہ مردم خوری کا رواج کم ہو گیا ہے لیکن ایسے خوف ناک اور نفرت انگیز مناظر اس وقت دیکھنے میں آ ہی جاتے ہیں جب کوئی بد قسمت مرد اس جزیرے میں آ جاتا ہے۔ مشنری خواتین اس جزیرے کی مخصوص زبان سیکھنے میں ایک بڑی حد تک کامیاب ہو گئی ہیں، لیکن ابھی تک انھیں یہ نہیں معلوم ہو سکا ہے کہ

اس جزیرے میں عورتوں کی آبادی کب سے اور کیوں کر ہوئی اور وہ مردوں سے اس قدر محترم اور علاحدہ کیوں رہتی ہیں۔ مشنری خواتین کے خیال کے مطابق اس کے بہت کم امکانات پائے جاتے ہیں کہ وہ کبھی مردوں سے علاحدگی کی پالیسی سے دست کش ہونے پر رضامند ہو سکیں گی اور پھر ایسی حالت میں جب کہ وہ اپنی پالیسی کی بدولت اطمینان و آرام کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔
تبصرہ و کیفیت

اس وقت تک اہل تشیع کے جتنے اخبار شائع ہو چکے ہیں (مثلاً اثنا عشری یا شیعہ وغیرہ) ان میں صرف سرفراز اخبار ایسا اخبار ہے جس میں مذہبی مباحث سے زیادہ سیاسی اور علمی و ادبی مضامین شائع ہوتے ہیں، جس پر خالص مذہبی اخبار کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

نمبر شمار 21 : مقام اخبار ایڈیٹر: حمایت الاسلام لاہور، ہفتہ وار۔ ایڈیٹر محمد عبداللہ منہاس
زمانہ اجرا : 1343ھ/1925
زمانہ تحریر نمونہ : 1348ھ/1930
نمونہ عبارت

شب برات اور آتش بازی: مسلمانان ہند نے اہل وطن کی صحبت سے ان کے مراسم کے اختیار کرنے میں اتنا غلو کیا کہ روز ولادت سے مابعد موت تک ان کی کسی رسم کے اختیار کرنے میں کوتاہی نہیں کی، جس کے باقیات فاسدات اب تک موجود ہیں۔ اور مسلمانوں کی روحانی، جسمانی اور اقتصادی خرابیوں کا باعث ہو رہے ہیں، اور مصلحین کی سعی اصلاح کے باوجود ان کو اپنے مقاصد اصلاح میں بہت کم کامیابی ہوئی ہے۔ اس رسم فاسد کے اختیار میں سخت ترین منہیات و منکرات سے بھی چشم پوشی نہیں کی، نہ مراسم شریعت کے ترک میں کوئی باک کیا۔
تبصرہ و کیفیت

اردو اخبار کا دور اب سے پچانوے برس پہلے شروع ہوتا ہے۔
قیاس چاہتا ہے کہ اس ایک صدی کے تمام سند دار نمونے مل سکتے ہیں، لیکن اس وقت کی سعی و کوشش پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکی۔ مجبوراً جس قدر

نمونے دست یاب ہوئے انھیں کو زبان کی ارتقائی رفتار کے لحاظ سے چار ادوار میں منقسم کر دیا گیا۔ قبل اس کے کہ ادوار مذکور کی تفصیل لکھی جائے دور اول کے متعلق مستشرق مشہور گار ساں دتاسی کے ایک لکچر کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے، جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ 1835 کے بعد 1852 تک کتنے اردو اخبار اشاعت پذیر ہو چکے تھے۔ ”1850 سے نئے سنگی مطبع قائم ہوئے ہیں جہاں سے دلچسپ کتابیں شائع ہوتی ہیں۔ نئے رسالے اور اخبار بھی جاری ہوئے اور پرانے تقریباً سب کے سب زندہ ہیں۔ ان مطبعوں سے مفصلہ ذیل ہندوستانی اخبار شائع ہوتے ہیں:

آگرے سے ”مطبع الاخبار“ جو شہر آگرہ میں خوب بکتا ہے۔ ایک اور اخبار اسی شہر سے نکلتا ہے، جس کا نام ”قطب الاخبار“ ہے۔ جس میں مذہب اسلام کے متعلق بحث ہوتی ہے اخبار النواح پہلے ایک علمی پرچہ تھا مگر اب معمولی خبروں کا اخبار ہے۔ آگرہ گورنمنٹ گزٹ سرکاری اخبار ہے۔ اور ہندوستانی اور انگریزی دونوں زبانوں میں شائع ہوتا ہے۔ اب اگر ہم دہلی کی طرف رجوع کریں تو وہاں ”سراج الاخبار“ اردو میں چھپتا ہے۔ ”مظہر الحق“ کے ایڈیٹر ایک صاحب محمد علی ہیں، جن کی اسی نام کی ایک تالیف ہے۔ ”قرآن السعدین“ ایک بالقصور اخبار ہے، جس میں سائنس، ادب اور سیاست سے بحث ہوتی ہے۔ ہفتے میں ایک بار پیر کے روز شائع ہوتا ہے۔ ”دقیق الاخبار“ ہندوؤں کا ہے۔ میرٹھ میں دو ہندوستانی اخبار ہیں، ایک مفتاح الاخبار جس کے ایڈیٹر محبوب علی ہیں۔ انھوں نے ہندوستانی ”لغت اللغات“ کا بھی خلاصہ لکھا ہے جو لکھنؤ میں 1847 میں طبع ہوا۔

دوسرا اخبار ”جام جہاں نما“ ہے۔ اس اخبار میں علاوہ معمولی خبروں کے سرکاری گزٹ اور ممالک مغربی و شمالی کی عدالت عالیہ (سپریم کورٹ) کے فیصلوں کے اقتباسات بھی درج ہوتے ہیں۔ بنارس میں چھ

ہندوستان اخبار ہیں۔ ان میں سے دو اخباروں کا ایک ہی ایڈیٹر ہے ایک ہندی یعنی دیوناگری حروف میں، دوسرا اردو یعنی فارسی حروف میں شائع ہوتا ہے۔ پہلے کا نام ”بنارس اخبار“ ہے۔ بنارس کا تیسرا ہندوستانی اخبار ”سدھارکر اخبار“ ہے۔ پہلے ہندی اور اردو دونوں زبانوں میں نکلتا تھا مگر اب صرف ہندی میں شائع ہوتا ہے۔ چوتھا اخبار ”باغ و بہار“ ہے، جس کا نام اسی نام کی مشہور کتاب پر رکھا گیا ہے۔ پانچواں اخبار ”سائرین ہند“ ہے یہ دو ہفتے میں ایک بار چھوٹی تقطیع کے آٹھ صفحوں پر چھپتا ہے اور ہر صفحے میں دو کالم ہوتے ہیں۔

علاوہ معمولی خبروں کے جو کسی قدر تفصیل سے لکھی جاتی ہیں اس میں مختلف قسم کے مضامین ہوتے ہیں۔ چھٹا اخبار ”بنارس ہرکارا“ ہے جو 1851 سے اب تک نکل رہا ہے۔ بریلی سے ”عمدۃ الاخبار“ شائع ہوتا ہے۔ اس کے ایڈیٹر کشمن پرشاد ہیں۔ مرزا پور سے ”خیر خواہ ہند“ نکلتا ہے یہ امریکی پرنٹنگ مشینوں کا اخبار ہے۔ ”شملہ اخبار“ شملہ سے شائع ہوتا ہے، جسے آج کل شیخ عبداللہ مرتب کرتے ہیں۔ اندور کا اخبار جو مالوے کا دار الحکومت ہے ”مالوہ اخبار“ ہے۔ یہ آٹھ صفحوں کا ہفتہ داری ہے۔ اس کے ایک کالم میں اردو اور دوسرے میں ہندی ہوتی ہے۔ اس کے ایڈیٹر دھرم نرائن ہیں۔ بھرت پور صوبہ آگرہ میں ہے وہاں کا اخبار ”مظہر السرور“ ہے۔ مالوہ اخبار کی طرح اس کے ایک کالم میں اردو اور دوسرے میں ہندی ہوتی ہے۔ اب ہم پنجاب کے اخباروں پر ایک نظر ڈالتے ہیں، ان کے ناموں کے دیکھنے سے یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ روشنی علم کی اشاعت میں زیادہ کوشاں ہیں، کیونکہ وہاں کے اخبارات کے ناموں کے ساتھ اکثر نور کا لفظ لگا رہتا ہے۔ مثلاً ”دریائے نور“ جو لاہور کا اخبار ہے۔ ایک دوسرا جو ہفتے میں دو بار شائع ہوتا ہے ”کوہ نور“ ہے۔ لدھیانے کا اخبار ”نور علی نور“ ہے

جسے محمد حسن نے 1851 میں جاری کیا تھا۔ امرت سرے ”باغ نور“ اور
ملتان سے جو اسی نام کے صوبے کا دار الحکومت ہے ”ریاض نور“ نکلا
ہے۔ (ماخوذ از رسالہ اردو، جولائی 1923)

گارساں داتا سی نے اپنی تفصیل میں 28 اخباروں کے نام لکھے
ہیں جن کی ابتدا 1835 کے بعد ہوئی ہے۔ اردو اخباروں کا انحصار اس تعداد
پر نہ سمجھنا چاہیے بلکہ اس عہد میں اور اخبار بھی شائع ہوئے جو کچھ دنوں
جاری رہ کر بند ہو گئے۔ مثلاً ”سید الاخبار“ اخبار دہلی، پہلا اخبار سرسید احمد
خاں کے بھائی نے نکالا تھا۔ اور دوسرے کے ایڈیٹر مولوی معین الدین
تھے۔ یہ دونوں ہفتہ وار اخبار تھے ”اخبار دہلی“ جس کا ایک ورق ”حالات
حضور والا“ کے عنوان سے بادشاہ کے مخصوص حالات کے لیے وقف ہوتا تھا،
اس کا ایک پرچہ نمبری 150 جلد 3، بابت 5 جنوری 1840 یوم یک شنبہ۔
مع دیگر نمبروں کے بھوپال کی حیدرہ لاہری میں محفوظ ہے۔ اس اخبار کی
حیثیت سرکاری یا نیم سرکاری تھی۔ اس میں شاہی کمپنی کے سفر کی باریابی کے
حالات کمپنی کی درخواستیں موسومہ بادشاہ درج ہوتی تھیں۔ دنیا بھر کی ضروری
خبریں خصوصاً افغانستان اور ترکی کے انگلستان اور روس سے آویزش کے
واقعات بھی چھپتے تھے۔ (ماخوذ از رسالہ ”زمانہ“ کانپور بابت دسمبر 1923)

پہلا دور، بہ ترتیب اندراج 1263ھ/ 1847 سے شروع ہو کر
1272ھ/ 1856 تک ختم ہوتا ہے لیکن اس کی ابتدا 1835 سے سمجھنی
چاہیے۔ اگرچہ سنوات گزشتہ (10 سال) کے نمونے بوجہ عدم دست یابی
درج نہیں ہوئے ہیں، لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو زبان 1847 میں
بولی جاتی تھی وہی انداز دس بارہ برس پہلے تھا، جس کا ثبوت دوسری تصنیفوں
سے بہ آسانی مل رہا ہے۔ بہر حال اس دور کے اخباروں کی حالت بہ لحاظ
نوعیت مضامین عموماً مہتممین اخبار کے مذاق کی تابع پائی جاتی ہے، جس

ایڈیٹر کو جس فن میں توغل ہوتا تھا اس مذاق کا عنصر اخبار میں زیادہ پایا جاتا تھا۔ اب رہیں خبریں، اُن کی حالت ظاہر ہے کہ اس زمانے میں وسائل و ذرائع کی جو محدود حالت تھی، اس کا اثر خبروں کی صحت و عدم صحت پر پڑتا تھا۔ اکثر خبروں کا اندراج کہانی اور افسانوں کے رنگ میں ہوتا تھا۔ نیز ان کی تصدیق کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا۔ مثلاً ”پاشن جھالا کی خبر“ مطبوعہ سعد الاخبار نمبر (4/ 1847) اسی طرح لکھنؤ کے اخبار ”طلسم“ اور ”سحر سامری“ کی مفی اور مسجع عبارتوں کو دیکھا جائے اور پھر ان خبروں سے اُس عہد کے ارتقائے ذہنی پر نظر ڈالی جائے کہ غدر کا پر آشوب زمانہ ہے۔ سلطنت تباہ ہو رہی ہے، بادشاہ کو نظر بند کر کے گلگتے بھیجا جاتا ہے، بادشاہ کی والدہ، اسی پریشانی میں دلی عہد کے ساتھ دلایت جاتی ہیں، یہ واقعات جس انداز سے مشتہر کیے جاتے ہیں ان کا اسلوب بیان فسانہ عجائب یا طلسم ہوش ربا سے کم نہیں۔ خصوصاً یہ بیان کہ کوئن و کٹوریا نے شکار گاہ سے جناب عالیہ (والدہ شاہ اودھ) کو لکھا کہ ”بادشاہی کوٹھی میں اُتر لیجئے۔ ہر طرح کا سامان آرام سرکار سے بے خطر لیجئے..... اضطراب کا مقام نہیں، گھبرانے کا ہنگام نہیں، ڈیڑھ مہینے میں ہم آتے ہیں، تمہیں مراد کو پہنچاتے ہیں۔“ ”عجب معشکہ آمیز اور تعجب خیز ہے۔ یہ رنگ تحریر زیادہ دیر پا نہ تھا اور عموماً لکھنؤ یا اس کے قرب و جوار پر چھایا ہوا تھا۔ پنجاب کے اخبار اس زمانے میں بھی سیاسی مذاق اور عام رجحان کے تابع نظر آتے ہیں، ان میں ایسی باتیں ضرور ملتی ہیں جو اجرائے اخبار کے مقاصد کو کم و بیش پورا کرتی رہتی تھیں۔

دوسرا دور 1273ھ/ 1857 سے 1300ھ/ 1882 تک قائم

کیا گیا ہے۔ اس عہد میں اخباروں کی زبان بھی بدلی ہوئی ہے اور نوعیت مضامین کی فضا بھی معمولی خبروں سے گزر کر علمی اور تاریخی معلومات کے میدانوں میں چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس خصوص میں اودھ اخبار لکھنؤ اور

سب سے زیادہ سائنٹفک سوسائٹی علی گڑھ کی کوششیں اپنے عہد کے تمام اخباروں کی تبدیلی مذاق کا باعث ہے۔

تیسرا دور 1301ھ/1884ء سے 1318ھ/1900ء تک اور

اس کے بعد سے اس وقت تک چوتھا دور قائم کیا گیا ہے۔ اس نصف صدی میں دونوں عہدوں کی زبانوں میں کوئی خاص امتیاز و فرق نہیں۔ البتہ خیالات کا تغیر و تبدل اور جذبات کا جزر و مد ہر دور کی طرز نگارش کو جدا جدا دکھاتا ہے۔ تیسرے دور تک زیادہ تر تعلیمی تاریخی، مذہبی وغیرہ مضامین کا عنصر اخباروں میں نظر آتا ہے، اور بیسویں صدی عیسوی کے شروع ہوتے ہی ساری قوت، تمام توجہ سیاسی ملکی اور قومی ریفاہ کی طرف مبذول کر دی گئی۔ انیسویں صدی عیسوی کے آخر تک جو اخبار حکومت کے ہم آواز تھے، وہ سودیشی اور بدیشی یا کوآپریشن اور ٹان کوآپریشن کے میدانوں میں ایسی ایسی بلند پروازیاں دکھانے لگے جن کی مثال کم سے کم ہندوستان میں اب سے پہلے نظر نہیں آتی تھیں۔ اس ہنگامہ و انقلاب نے اردو زبان کو نقصان بھی پہنچایا اور فائدہ بھی۔ نقصان تو یہ کہ اب تک اردو جس حیثیت سے فطرت کے مطابق فصاحت و سلاست کی دوش بدوش ترقی کر رہی تھی، اس میں بہت سی الجھنیں پیدا کر دی گئیں، اور فائدہ یہ کہ اس طوفان و جوش کی بدولت سیکڑوں الفاظ ایسے فراہم ہو گئے جن سے توسیع زبان کی فہرست میں معتد بہ اضافہ ہو گیا۔ چونکہ یہ سب واقعات زمانہ حال کے ہیں۔ اور عصر حاضر میں اخبار ہیں نگاہیں عام طور سے کھلی ہوئی ہیں، اس لیے ان باتوں کی مزید توضیح تحصیل حاصل ہے۔

اخباروں کے چاروں ادوار میں جتنے نمونے لکھے گئے ہیں وہ بہ لحاظ تعداد بہت کم ہیں، یہ کمی اس لیے روا رکھی گئی کہ فی زمانہ اخبار پڑھنے کا مذاق عام ہو رہا ہے اور اکثر علم دوست افراد اخباروں کے حالات سے کم و بیش

واقفیت رکھتے ہیں۔ لہذا مناسب سمجھا گیا کہ ہر دور کے دو چار اخبار پیش کر کے باقی کا اندازہ ان کے قیاس پر چھوڑ دیا جائے۔ مزید معلومات کے لیے ذیل میں ہر دور کے چند اخباروں کے نام مع مقام اشاعت درج کیے جاتے ہیں تاکہ ان کے اندراج یک جائی سے تلاش و جستجو کی زحمت کم ہو جائے۔

فہرست اخبارات دور اول تا چہارم

شمار	نام اخبار	مقام اشاعت	زمانہ اشاعت
1	سراج الاخبار	دہلی	دور اول 1835 تا 1857
2	دہلی اردو اخبار	دہلی	"
3	منظر الحق	دہلی	"
4	سید الاخبار	دہلی	"
5	قرآن السعدین	دہلی	"
6	دقیق الاخبار	دہلی	"
7	اخبار دہلی	دہلی	"
8	مطبع الاخبار	آگرہ	"
9	قطب الاخبار	"	"
10	اخبار النور	"	"
11	آگرہ گورنمنٹ گزٹ	"	"
12	مفتاح الاخبار	میرٹھ	"
13	جام جہاں نما	"	"
14	بنارس اخبار	بنارس	"
15	سدھا کر اخبار	"	"
16	بارغ دہبار	"	"
17	سائین ہند	"	"

”	”	بنارس برکارا	18
”	بریلی	عمدة الاخبار	19
”	مرزاپور	خیر خواہ ہند	20
”	شملہ	شملہ اخبار	21
”	اندور	مالوہ اخبار	22
”	بھرت پور	مظہر المسرور	23
”	لاہور	دریائے نور	34
”	لاہور	کوہ نور	25
”	لدھیانہ	نور علی نور	26
”	امرت سر	باغ نور	27
”	ملتان	ریاض نور	28
”	آگرہ	سعد الاخبار	29
”	لاہور	زبدۃ الاخبار	30
”	بہمنی	صدر الاخبار	31
”	”	کشف الاخبار	32
”	سیالکوٹ	خورشید عالم	33
”	لکھنؤ	طلسم	34
”	لکھنؤ	سحر سامری	35
دور دوم 1857 تا 1882	لکھنؤ	اودھ اخبار	36
”	علی گڑھ	ساختنک سوسائٹی	37
”	اثادہ	مجم الاخبار	38
”	آگرہ	آگرہ اخبار	39
”	کانپور	نور الآفاق	40

41	نور الانوار	کان پور	”
42	تہذیب الاخلاق	علی گڑھ	”
43	اشاعت السنہ	لاہور	”
44	امداد الآفاق	کان پور	”
45	اختر شاہنشاہی	لکھنؤ	”
46	افضل الاخبار	دہلی	”
47	اودھ پنچ	لکھنؤ	”
48	اخبار عام	لاہور	دور سوم 1884ء تا 1900ء
49	پیہ اخبار	لاہور	”
50	وطن	لاہور	”
51	زمیندار و باغبان	گوجرانوالہ	”
52	ریاض الاخبار	گورکھپور	”
53	نیر اعظم	مراد آباد	”
54	دبدبہ سکندری	رام پور	”
55	الینچ	باگلی پور	”
65	نظام الملک	مراد آباد	”
57	البشیر	اثادہ	”
58	دکیل	امرت سر	”
59	فحشہ ہند	میرٹھ	”
60	روہیل کھنڈ گزٹ	بریلی	”
61	انسٹی ٹیوٹ گزٹ	علی گڑھ	دور چہارم 1885ء تا 1930ء
62	مفید عام	آگرہ	”
63	روزانہ پیہ اخبار	لاہور	”

”	گورکھ پور	صلح کل	64
”	گورکھ پور	مشرق	65
”	حیدرآباد دکن	مخبر دکن	66
”	لاہور	بندے ماترم	67
”	بجنور	مدینہ	68
”	”	نجات	69
”	بدایوں	ذوالقرنین	70
”	لاہور	روزانہ اتحاد	71
”	دہلی	روزانہ تیج	72
”	دہلی	الجمعیت	73
”	لاہور	روزانہ زمیندار	74
”	لاہور	روزانہ انقلاب	75
”	دہلی	ریاست	76
”	لکھنؤ	بہم روزانہ	77
”	دہلی	بہم دروزانہ	78
”	لکھنؤ	حقیقت دروزانہ	79
”	”	اخوت	80
”	لکھنؤ	ہمت روزانہ	81
”	حیدرآباد دکن	صحیفہ روزانہ	82
”	آگرہ	تاج	83
”	لاہور	ملاپ روزانہ	84
”	”	پرتاپ	85
”	مبئی	خلافت روزانہ	86

”	لکھنؤ	سرفراز	87
”	لاہور	حمايت الاسلام	88
”	قادیان	الفصل	89
”	دہلی	شیعہ	90
”	امرت سر	اہل حدیث	91
”	میرٹھ	آئینہ	92
”	امرت سر	اہل سنت والجماعت	93
”	راولپنڈی	ترجمان سرحد	94
”	الہ آباد	لڑائی کا اخبار	95
”	”	کشاف	96
”	لاہور	سیاست روزانہ	97
”	لاہور	ہندو روزانہ	98
”	دہلی	جنرل نیوز	99
”	”	سفیر التجار	100
”	”	الامان	101
”	لکھنؤ	سچ	102
”	غازی پور	اتحاد مشرق	103
”	بنارس	خفاغت	104
”	منظرنگر	بیدار	105
”	جون پور	جادو	106
”	”	ہند جدید	107
”	امردہ	دور جدید	108
”	میرٹھ	عالم گیر	109

”	آگرہ	کوکب ہند	110
”	بدایوں	العدل	111
”	بنارس	جمہور	112
”	آگرہ	فرشتہ	113
”	کان پور	نظام عالم	114
”	کان پور	آزاد	115
”	فیض آباد	پیغام	116
”	کان پور	مستاز	117
”	بجنور	اقلیل	118
”	بریلی	اخبار روزانہ	119
”	پھلواڑی (پٹنہ)	جریدہ امارت	120
”	حیدر آباد دکن	جریدہ سرکاری	121
”	پھلواڑی (پٹنہ)	غریب نواز	122
”	کلکتہ	ترجمان روزانہ	123
”	ممبئی	غالب	124
”	بنگلور	الکلام	125
”	کان پور	مستقل روزانہ	126
”	کان پور	انصاف	127
”	دہلی	منادی	128
”	دہلی	خطیب	129
”	کلکتہ	جدت روزانہ	130
”	مراد آباد	مخبر عالم	131
”	دہلی	اثنا عشری	132

”	کپور تھلہ	کپور تھلہ	133
”	ریواڑی	صادق الاحبار	134
”	بجنور	ڈسٹرکٹ گزٹ	135
”	علی گڑھ	ڈسٹرکٹ گزٹ	136
”	لاہور	اکالی	137
”	لاہور	پرکاش	138
”	”	گرو گھنٹال	139
”	”	کرم دیہ	140
”	”	پارس	141
”	”	آفتاب	142
”	حیدر آباد دکن	مشیر دکن	143
”	کلکتہ	صدقات	144
”	کان پور	شعلہ	145
”	لاہور	جھنگ سیال	146
”	لاہور	ساوات	147
”	علی گڑھ	استقلال	148
”	علی گڑھ	سرگزشت	149
”	کان پور	سعید	150
”	لاہور	پھول	151
”	ممبئی	اجمل روزانہ	152
”	”	خبردار	153
”	اثادہ	مونس	154

نمونہ نمبر 4
قانونی تراجم

پہلا دور قانونی تراجم 1268ھ/1851 تا 1318ھ/1900

نمبر شمار 1 : تصنیف : دستور العمل عدالت دیوانی حکومت فورٹ ولیم
مصنف : ولیم مکلسن، ماسٹر ایکوٹی، و جارج اسمولٹ فیکن
سنہ تصنیف : 1268ھ/1851
مہوۃ عبارت

و بیاجہ: مولف نے اپنے رسالہ دستور العمل مقدمات دیوانی کو انگریزی زبان میں تالیف کر چکنے کے بعد، اس کے شروع سے لے کر نویں باب تک اہل ہند کے محاورے کے مطابق سلیس اردو زبان میں تائید سے منشی نصیر الدین احمد کی کہ، جنہوں نے صاحبان کالج فورٹ ولیم کے آگے درجہ اولیٰ کے امتحان میں فارسی اور اردو زبان کی عزت کی مقبولیت حاصل کی ہے، اور سند اپنی لیاقت کی پائی ہے، ترجمہ کیا۔ دیکھنے والوں کو چاہیے کہ جو باتیں بلا نظیر اور قانون اور کنٹرکشن کے ان کو نظر پڑے عبارت مولف کی جانیں۔ ارباب بصیرت سے امید یہ ہے کہ اگر اس رسالے میں کہیں کسی طرح کی کچھ سہو یا خطا دیکھیں تو اس کو دامن غفو سے چھپا دیں اور اصلاح سے نہ گزریں۔

عبارت متن، جگہوں میں نوشت خواند زبانوں کی:

جس ضلع میں جو زبان مروج ہے اس زبان کے خط و عبارت میں نوشت و خواند و سوال

و جواب وہاں کی عدالتوں میں اور ان کے سرشتوں میں کہ جہاں امور است عدالت قلم بند ہوتے ہیں، عمل میں آتے ہیں، یعنی دیار مغربی کے اور صوبہ بہار کے محکموں میں بہ زبان اردو اور اضلاع دیار بنگالے کی عدالتوں میں بنگلہ زبان میں اور ضلع کنک 1 اور اس کے متعلق پرنٹوں کی کچھریوں میں اڑیا زبان میں نوشت و خواند و سوال و جواب کرنا معمول 2 ہے۔

طلب نامے کی زبان: اب طلب نامے کے اجرا کا طریق بتلایا جاتا ہے اور ہر طرح کے اطلاع نامے کے اجرا کا طریق معائن کیا جاتا ہے۔ اطلاع نامہ مذکورہ وغیرہ حکم نامہ، عدالت دیار مغربی اور بہار کے اضلاع کے محکموں سے بہ عبارت اردو، و خط ناگری اور اضلاع دیار بنگالے میں بہ عبارت و خط بنگلہ، و ضلع کنک وغیرہ پرنٹوں کی کچھریوں سے بہ عبارت و خط اڑیا مطبوع یا مرقوم ہو کر صادر ہوں گے۔ جو صدر امین اعلیٰ یا دوسرے حاکم ماتحت نوشت خواند انگریزی سے ماہر نہیں، اس کے محکمے میں کوئی مقدمہ کہ جس میں دستاویز بہ عبارت انگریزی لکھی ہو، سپرد 4 نہیں کیا جائے گا۔

تبصرہ و کیفیت

یہ مسئلہ ہے کہ 1835 سے گورنمنٹ نے عدالتوں میں اردو لکھنے کا حکم دے دیا تھا، راقم کا خیال ہے کہ اس باب میں حکومت کی طرف سے جو غشی شائع ہوئی ہوگی (جو غالباً اردو میں ہوگی) اگر وہ مل جاتی تو تاریخی سند ہاتھ آ جاتی، مگر اس وقت تک اس جستجو میں کامیابی نہیں ہوئی۔ البتہ تذکرہ بالا نمونے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حسب حوالہ جات حاشیہ 1835 کے لگ بھگ جو قانون مرتب ہوئے، ان میں اردو زبان کے رواج کا تذکرہ موجود ہے۔

نمبر شمار 2 : تصنیف : مجموعہ قوانین تعزیرات ہند (انڈین پینل کوڈ)
مصنف : مسٹر جارج اسمولٹ فیکن صاحب مجسٹریٹ پولیس کلکتہ
سنہ تصنیف : 1863/ھ 1279
نمونہ عبارت

دیباچہ: ہمیں نہیں معلوم کہ آئین فوجداری کے باب میں کوئی نئی کتاب کی

تصنیف کیے جانے سے مصنف پر کچھ اعتراض واقع ہو۔ یقین ہے کہ مدت مدید کے گزرنے پر بھی مطلب اس آئین کا کبھی شے سے خالی ہونے کے نہیں، ایسے مقاموں پر کہ جہاں معنی صریح بھی سمجھا جاوے۔ بناء علیہ جس قدر کتاب ہائے متعدد اس باب میں تصنیف کی جاویں، اسی قدر فائدہ معتد بہ متصور ہے۔ بشرطیکہ ان کتابوں کے مطالعے سے پڑھنے والے کو اس قدر فائدہ پہنچے کہ دے بذریعے اس کے ان شبہوں کے محو اور مٹانے پر قادر ہو سکیں۔ لیکن پڑھنے والے کو اس بات پر غور کرنا لازم کہ مصنف اپنی کتاب کو کس طور پر تصنیف کی تاکہ انھیں یقین ہو کہ آیا یہ کتاب واسطے ان کے فائدہ مند ہوگی یا نہیں۔

دفعہ 286 جو کوئی شخص بھک سے اڑ جانے والے کسی مادے سے کوئی فعل ایسی بے احتیاطی یا غفلت کے ساتھ کرے، جس سے انسان کی جان کو خطر، یا جس سے کسی دوسرے شخص کو ضرر، یا نقصان پہنچنے کا احتمال ہو یا بھک سے اڑ جانے والے کسی مادے کی نسبت جو اس کے پاس ہو، جان بوجھ کر یا غفلت کر کے ایسی نگہداشت ترک کرے جو اس خطرے کے دفعیے کے لیے جس کے پہنچنے کا احتمال انسان کی جان کو اس بھک سے اڑ جانے والے مادے سے ہے، کافی ہو تو شخص مذکور کو دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی قید کی سزا دی جائے گی، جس کی میعاد چھ مہینے تک ہو سکتی ہے، یا جرمانہ کی سزا جس کی مقدار ایک ہزار روپے تک ہو سکتی ہے یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

نمبر شمار 3 : تصنیف : ایکٹ نمبر ہفتم 1287ھ / 1870

مصنف : عمال حکومت

سنہ تصنیف : 1287ھ / 1870 مطبوعہ مطبع نول کشور، لکھنؤ

نمونہ عبارت

دفعہ 32۔ مجموعہ ضابطہ دیوانی کی دفعات 308 و 309 اس بیج پر پڑھی جائیں گی گویا ان میں بجائے لفظ رسوم اشامپ اور کاغذ اشامپ کے یہ الفاظ مندرج تھے، یعنی رسوم مقررہ قانون رسوم عدالت مہدرہ 1870 اور اسی مجموعے کی دفعہ 371 ایسی پڑھی جائے گی، گویا اس میں بجائے اس عبارت کے یعنی اوپر کاغذ اشامپ اس قدر قیمت کے یہ لفظ مرقوم تھے کہ باداے

رسوم معینہ کے اور دفعہ 1373 اسی مجموعے کی اس نچ پر پڑھی جائے گی کہ گویا اس میں بجائے اس عبارت کے درخواست مذکور اس قیمت کے کاغذ اسٹامپ پر تحریر ہوگی۔

یہ عبارت لکھی ہوئی تھی، درخواست مذکور کے لیے وہ رسوم لی جائے گی، اور گویا بجائے لفظ قیمت کاغذ اسٹامپ کے لفظ رسوم داخل تھا۔ اور قانون محصول آمدنی مجریہ ہند کی دفعہ 20 اس طور پر پڑھی جائے گی کہ گویا اس میں بجائے لفظ قیمت اسٹامپ کے لفظ رسوم داخل تھا۔

نمبر شمار 4 : تصنیف : اردو گزٹ مغربی و شمالی

مصنف : عمال حکومت برطانیہ

سنہ تصنیف : 1288ھ / 1871

مضمون عبارت

کوئی محال واسطے وصول باقی حال یا اور مطالبہ مفصلہ ذیل کے کسی طور نیلام نہ ہوگا۔ بغیر اس کے کہ اشتہار بہ زبان مروجہ اس ضلع کے بہ تفصیل قسم اور مقدار باقی کے اور تصریح اس بات کے کہ کس تاریخ کے بعد باقی نہ لی جائے گی، پندرہ دن قبل اس تاریخ کے جو بہ موجب دفعہ 4، اس آئین کے مقرر کی گئی ہو۔ صاحب کلکٹر کی کچہری میں اور جس ضلع میں محال مذکور واقع ہو، وہاں کے صاحب جج اور صدر الصدور اور صدر امین کی عدالت میں اور جس منصفی اور پولیس کے علاقے میں کل یا جز اس محال کا متعلق ہو، اس منصفی اور تھانے میں آویزاں کیا جائے، اور یہ امر جس کچہری میں اشتہار لگایا جائے، اس کے حاکم کی دست خطی رسید سے تصدیق ہو، اور بھی محال مذکور کے مال گزار کی کچہری میں یا اس محال کی نظر گاہ عام میں آویزاں کیا جائے، اور ثبوت اس کا پیادہ یا دوسرے شخص مامور کار سے ہو۔ اور یہ بھی حکم دیا جاتا ہے کہ بعد گزرنے اس تاریخ اداسے باقی کے جو بہ موجب دفعہ 4، اس آئین کے مقرر ہوئی ہے، صاحب کلکٹر یا جو حاکم اختیار نیلام کا بہ موجب اس آئین کے رکھتا ہو جس قدر جلد ہو سکے، اشتہار ضلع کی زبان میں بہ تصریح حال ان محال یا محالوں کے جن کا نیلام کرنا ہو، بہ توضیح تاریخ شروع نیلام کے اپنی کچہری اور صاحب جج ضلع کی کچہری میں آویزاں کرادیں اور سرکاری گزٹ میں بھی چھپوادیں۔

نمبر شمار 5 : تصنیف : رسالہ بہ مباحثہ بندوبست زمین داری و رعیت داری دکن
مصنف : نواب محسن الملک سید مہدی علی خاں معتمد مدارالمہام سرکار نظام
سنہ تصنیف : 1297ھ/1880

نمونہ عبارت

زمیندار: یہ فارسی لفظ ہے۔ جس کے معنی ایسے شخص کے ہیں جو زمین سے کسی قسم کا تعلق رکھتا ہو، خواہ ملکیت کا یا کاشت کا یا اور کسی قسم کا۔ یہ لفظ مسلمانوں کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ جب مسلمانوں نے ہندوستان کو فتح کیا تو ہندوستان کے تمام باشندوں کی زمین (بجز ان کے جن کی زمینیں یہ وجوہات متعددہ ضبط کی گئی تھیں اور افسران فوج یا اور لوگوں کو عطا ہوئی تھیں) ان ہی لوگوں کے قبضہ ملکیت میں بحال رکھی گئی تھیں جو قبل از فتح ان کے مالک اور ان پر قابض تھے، اور ان ہی لوگوں پر لفظ زمین دار کا اطلاق ہوتا تھا، جس کی مراد یہ تھی کہ اس سے اس کی زمین نہیں لی گئی بلکہ وہ خود اپنی زمین اپنے پاس رکھتا ہے۔۔۔۔۔ بالآخر ایک ضروری کام جو سررشتہ بندوبست سے متعلق ہے، یہ ہے کہ ہر ایک موضع کی بابت ایک جداگانہ تاریخی کیفیت مرتب کی جاوے۔ جس میں مندرجہ ذیل حالات جہاں تک کہ دریافت ہو سکیں تحقیق کر کر لکھے جاویں۔

- 1۔ تاریخی حالات موضع کے کہ کس نے آباد کیا اور کب آباد کیا، اور اس کے آباد کرنے والے کون قوم تھے۔ اور ملکیت کا تبدل وقتاً فوقتاً کیوں کر واقع ہوا۔ اور اب جو لوگ موضع کے مالک ہیں یا اس کے منتظم اعلیٰ ہیں جو پٹیل و مقدم کہلاتے ہیں، ان کے قبضے میں یہ موضع کس طرح پہنچا۔
- 2۔ قدیم عمارات و چاہ و تالاب جو اس موضوع میں موجود ہوں ان کے حالات، اور یہ کہ وہ کن لوگوں کے بنائے ہوئے ہیں اور کب بنے ہیں۔
- 3۔ جلگر اور بکر اور قدرتی پیداوار جو کچھ ہوتی ہے اس کے حالات اور یہ کہ اس قدرتی پیداوار کو کون لوگ لیتے رہے ہیں۔

نمبر شمار 6 : تصنیف : مجموعہ ضابطہ کیروانی جدید ایکٹ 14-1882
مصنف : سید محمد میردکیل میرٹھ
زمانہ تحریر نمونہ : 1299ھ/1883

نمونہ عبارت

دفعہ 183، اگر حسب دفعہ 182 اس زبان میں جس میں گواہ بیان کرے تحریر نہ ہو بلکہ دوسری زبان میں لکھا جائے، جس کو گواہ نہ سمجھتا ہو تو وہ اظہار جو قلم بند کیا جائے گواہ کو اس زبان میں ترجمہ ہو کر سمجھا دیا جائے گا جس زبان میں اس نے اظہار دیا ہو۔

دفعہ 184، جن مقدمات میں اظہار گواہ کا جج کے ہاتھ سے نہ لکھا جائے۔ جج کو لازم ہے کہ ہر گواہ جو اظہار دے اس کا خلاصہ بہ طور یادداشت کے لکھتا جائے، اور لازم ہے کہ جج ایسی یادداشت اپنے ہاتھ سے لکھے اور اسی پر دستخط کرے اور وہ مسل میں شامل کی جائے۔

دفعہ 185، جہاں کہ زبان انگریزی عدالت کی زبان نہیں ہے، لیکن تمام فریق مقدمہ جو اصالتاً حاضر ہوں اور وکلا ان کے جو وکالتہ حاضر ہوں، اس شہادت کو جو انگریزی میں ادا کی جائے انگریزی میں لکھنے پر اعتراض نہ کریں تو جج اس کو اپنے ہاتھ سے انگریزی میں لکھ لے گا۔

دفعہ 190، اگر جج اس یادداشت کے لکھنے سے جو اس باب کے احکام مندرجہ بالا کے بہ موجب لکھنی چاہیے معذور ہو تو وہ اپنی معذوری کی وجہ قلم بند کرائے گا، اور پچھری عام میں یادداشت اپنی زبان سے لکھوادے گا۔

دفعہ 201 جب فیصلہ سوائے زبان عدالت کے کسی دوسری زبان میں لکھا جائے تو اگر فریقین میں سے کوئی فریق درخواست کرے، اس کا ترجمہ عدالت کی زبان میں کیا جائے گا، اور ترجمے پر بھی جج کے دستخط خواہ اس عہدے دار کے دستخط ثبت ہوں گے جس کو جج اس کام کے لیے مقرر کرے۔

نمبر شمار 7 : تصنیف: آئینہ وکالت

مصنف : پنڈت گرجان کشوردت منصف ایڈ

زمانہ تحریر نمونہ : 1306ھ/1889

نمونہ عبارت

مجموعہ مضابطہ دیوانی ایکٹ (14) 1882 میں وکیل کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ وکیل سے مراد ایسے شخص سے ہے جو دوسرے شخص کی جانب سے عدالت میں حاضر ہونے اور سوال و جواب کرنے کا مستحق ہو اور اس میں ایڈوکیٹ اور وکیل اور اثرنی ہائی کورٹ کے شامل ہیں، اور مجموعہ

ضابطہ فوج داری ایکٹ (10) 1882 میں لفظ وکیل سے جب وہ کسی عدالت کی کسی کارروائی کی نسبت مستعمل کیا جاوے، وہ وکیل مراد ہے جو عدالت مذکور میں از روئے قانون مجریہ وقت کے وکالت کرنے کا مجاز ہو، اور اس میں اولاً وہ ایڈوکیٹ اور وکیل اور اثرنی ہائی کورٹ کا جو اس بات کا اختیار رکھتا ہو، اور ثانیاً برحقار یا دوسرا شخص جو عدالت کی اجازت سے ایسی کارروائی میں عمل کرنے کے لیے مقرر کیا جائے، شامل ہے۔ پلیڈر عدالت باے ماتحت واقع ممالک مغربی و شمالی کے دو درجے ہوں گے، یعنی:

1 - ڈر جو بہ موجب ان قواعد کے بھرتی کیے گئے اور پلیڈر ماتحت درجہ اعلیٰ جو بہ موجب سرکلر حکم نمبر (7) 1882 بھرتی کیے گئے۔ 2 - پلیڈر ماتحت درجہ ادنیٰ جو بہ موجب سرکلر حکم نمبر (7) 1882 کے بھرتی کیے گئے، پلیڈر قسم اول مجاز ہوں گے کہ جمیع عدالت ہائے ماتحت و محکمہ جات مال میں حاضر ہوں اور سوال و جواب داخل کریں۔

نمبر شمار 8 : تصنیف : شرح قانون شہادت ایکٹ اول 1872

مصنف : سید محمود جج ہائی کورٹ

زمانہ تحریر نمونہ : 1310ھ / 1892 مطبوعہ 1319ھ / 1902

نمونہ عبارت

اگر اس غرض کے لیے کسی دستاویز کا ترجمہ کرانا ضروری ہو تو عدالت کو اختیار ہے کہ اگر مناسب جانے تو مترجم کو اس کے مضامین کے انخار کھنے کے لیے ہدایت کرے، الا اس حال میں کہ دستاویز شہادت میں گزرنے والی ہو اور اگر مترجم اس ہدایت کی خلاف ورزی کرے تو وہ مرتکب جرم محکومہ دفعہ 340 ضابطہ فوج داری ایکٹ (10) 1872 قائل ملاحظہ ہے۔ دفعہ 166 تعزیرات ہند متعلق عدول حکمی افسر کاری کے ہے۔

محسٹریٹ ضلع نے ایک تحریری رپورٹ کے پیش کرنے سے انکار کیا جس رپورٹ کو محسٹریٹ حصہ ضلع نے حسب دفعہ 135 ضابطہ فوج داری مرتب کیا تھا، اور جس میں حاصل ایک تحقیقات کا بابت ناگہانی اور غیر طبعی موت کے درج تھا۔ جب مقدمہ ہائی کورٹ کے سامنے آیا تب محسٹریٹ ضلع رپورٹ لے کر حاضر ہوا تا کہ اگر بائی کورٹ کی رائے میں وہ رپورٹ محفوظ نہ

ہو تو پیش کردے یا اگر صاحبانِ حج چاہیں تو قبل حکم دینے کے (کہ وہ محفوظ ہے یا نہیں) ان کو دکھا دے۔ بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ رپورٹ عدالتی کارروائی نہیں ہے اور مجسٹریٹ ضلع کو اس کے پیش کرنے سے انکار کرنا جائز ہے۔

نمبر شمار 9 : تصنیف : ایک معاہدہ نمبر (9) 1289ھ/1872 متعلق دکن

مصنف : مترجم محمد منور علی ساجد۔ حیدر آبادی

زمانہ تحریر نمونہ : 1309ھ/1891

نمونہ عبارت

التماس: ایک غیر زبان کے ایک کے لحاظ سے بہ خلاف اگلے ترجموں کے جو بات نئی اور مفید اس ترجمے کے لیے کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ پہلے دفعہ دار لفظ بہ لفظ ترجمہ لکھا گیا ہے، یعنی انگریزی اصل الفاظ جس طرح عبارت میں برتے گئے ہیں، اسی طرح ان الفاظ کی جگہ اردو معنی کے الفاظ برتے گئے ہیں، اور کہیں کہیں انگریزی کے لفظ بھی بہ حرف جلی برتے گئے ہیں، جن کا معنی شرح میں الفاظ کے معنوں کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اور پھر ان انگریزی اصل الفاظ کو ”شرح“ میں اردو حروف میں لکھا ہے، جن کے ساتھ محنت تلفظ کے لیے انگریزی تحریر بھی ہے، اور پھر انگریزی کی تحریر کے الفاظ اور عبارت سے جو دفعہ کا معنی معلوم ہوتا ہے اس کو سلیس اردو عبارت میں لکھ کر بتایا ہے، جس کے لیے حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ کوئی اصل انگریزی لفظ کا معنی چھوٹے نہ پائے، اور اس کے بعد پہلا ترجمہ فرق معلوم ہونے کے لیے حرف بہ حرف لکھ دیا گیا ہے۔

مثلاً نقل دفعہ 240۔ ترجمہ حال : ایک مستعار، ایک شخص مصروف کو یا قریب بہ مصروفیت کو کسی تجارت میں یا ٹھیکے میں، اور پر ایک معاہدے کے ساتھ ایسے شخص کے کہ معاہدہ (مستعار دینے والا) پائے گا، سود ایک نرخ پر بدل ہو کر ساتھ یافت کے کہ وہ پائے گا ایک حصہ یافت کا نہیں کرتا ہے۔

اردو ترجمہ سابق۔ جو قرضہ ایسے شخص کو جس نے کسی بیوپار یا کام کا معاہدہ کیا ہو یا کرنے کو ہو، اُس شخص کے ساتھ یہ معاہدہ کر کے دیا جائے کہ دائن و مسود جس کی شرح منافع سے مختلف لے گا یا یہ کہ ایک حصہ منافع کا وصول کرے گا۔

نمبر شمار 10 : تصنیف : مجموعہ ضابطہ سو پوائی ایکٹ نمبر (14) 1882

مصنف : عمال حکومت

زمانہ تحریر نمونہ : 1309ھ / 1891 مطبوعہ مطبع نول کشور، کان پور

مجموعہ عہدات

مطبوعہ مصدورہ گورنمنٹ لپچس لیٹو کونسل مع ترمیمات و تسمیحات عام و تسمیحات و ترمیمات مختص المقام یعنی ممالک متوسطہ و میواڑ و اجیر و جزائر انڈمان و نگو بار دادو و پنجاب و کورک و مع مفصل فہرست ان اضلاع کے جن میں مجموعہ ہذا نافذ العمل ہے۔

دفعہ 198، عدالت کو لازم ہے کہ بعد ازاں کہ شہادت حسب ضابطہ لی گئی ہو اور فریقین کے سوال و جواب اصالتہ یا بہ ذریعہ دکلا یا ایجنٹیاں مقبولہ کے سماعت ہو چکے ہوں، فیصلہ اسی وقت یا کسی تاریخ آئندہ پر جس کی اطلاع حسب ضابطہ فریقین یا ان کے دکلا کو دی جائے گی۔ کچھری عام میں سنادے۔ دفعہ 200 فیصلہ عدالت کی زبان میں یا انگریزی میں یا جج کی اصلی زبان میں لکھا جائے گا۔ دفعہ (201) جب فیصلہ سوائے زبان عدالت کے کسی دوسری زبان میں لکھا جائے تو اگر فریقین میں سے کوئی فریق درخواست کرے، اس کا ترجمہ عدالت کی زبان میں کیا جاوے گا۔ اور ترجمے پر بھی جج کے دستخط خواہ اس عہدے دار کے دستخط ثبت ہو، ان کے جس کو جج اس کام کے لیے مقرر کر لے۔

نمبر شمار 11 : تصنیف : قانون متعلق جائداد عورات شادی شدہ،

ایکٹ نمبر (3) 1874 مصنف : بہ اہتمام خشی گلزار محمد تاجر، لاہور

سنہ تصنیف : مطبوعہ مطبع گلزار محمدی، لاہور 1313ھ / 1895

مجموعہ عہدات

14 فروری 1874 کو پیش گاہ جناب نواب گورنر جنرل بہادر باجلاس کونسل سے منظور ہوا۔ ایکٹ ہذا بذریعہ اشتہار تحت ایکٹ اضلاع مندرجہ فہرست مصدورہ 1874 کے اضلاع مندرجہ فہرست مرقوم الذیل میں نافذ العمل قرار پایا۔ (اضلاع ہزاری باغ، لوہاروگا، مان بھوم و کلہان واقع ضلع سنگ بھوم اور ممالک مغربی و شمالی کے ضلع اترائی میں)۔

دفعہ 6 جو دستاویز کہ کسی مرد ازدواج شدہ نے اپنی زندگی کی لکھی ہو اور اس میں بہ صراحت مرقوم ہو کہ وہ اس کی زوجہ یا اس کی زوجہ اور اطفال یا ان میں سے کسی کے فائدے کے واسطے ہے، وہ مطابق اس لکھے ہوئے کے اس کی زوجہ یا اس کی زوجہ اور اطفال یا ان میں سے کسی کے فائدے کے واسطے بہ طور امانت کے ہوگی یا تصور کی جائے گی۔ اور جب تک کہ کوئی شخص متعلقہ معاملہ امانت مذکور قائم رہے اس شوہر یا اس کے قرض خواہوں کے تحت اختیار نہ ہوگی اور نہ جزو اس کی جائیداد کی سمجھی جائے گی۔ جب روپے بیسے کا واجب الادا ہو تو وہ بجز اس کے کہ خاص اُمتنا حسب ضابطہ اس کے وصول کرنے اور قبضے میں رکھنے کے واسطے مقرر ہوئے ہوں، اس پریزیڈنسی کے امین سرکاری کو ادا کیا جاوے گا، جس میں کہ وہ دفتر جہاں بیمہ کر دیا جاوے، واقع ہو۔ اور وہ سرکاری امین اس روپے کو وصول کر کے بہ حسب مندرجہ دستاویز بیسے کے واسطے ان اشخاص کے جو دستاویز بیمہ میں مندرج ہوں یا ان میں سے اس کے واسطے جو اس وقت موجود ہو بہ طور امانت اپنے قبضے میں رکھے گا۔

نمبر شمار 12 : تصنیف : گورنمنٹ گزٹ ممالک مغربی و شمالی

مصنف : عمال حکومت

سنہ تصنیف : 1290ھ / 1873

مجموعہ عبارت

نمبر 734-30 جنوری 1873 جناب نواب گورنر جنرل بہادر بہ اجلاس کونسل ارشاد فرماتے ہیں کہ مجموعہ قواعد رخصت ملازمان ملکی کی دفعہ 41 میں عبارت مندرجہ ذیل بہ طور قاعدہ 3 کے زیادہ کی جائے۔ 3۔ رخصت ایسے عہدہ دار کو دی جائے جسے امتحان میں حاضر ہونے کی اجازت ہو اور وہ امتحان ایسا ہو کہ عہدہ ماتحت کے مدارج اعلیٰ کے مستحق ہونے کے لیے اس کا دینا ضروری ہے۔ جیسا کہ مجسٹریٹوں کی صورت میں ہو وہ رخصت بہ ایام ملازمت محسوب ہوگی۔

دوسرا دور: قانونی تراجم 1318ھ/1900ء تا 1348ھ/1930ء

نمبر شمار 1 : تصنیف : قانون لگان ایکٹ نمبر 1-1901
مصنف : بہا تھام لالہ کیدار ناتھ بک ایجنٹ و نیجرا دم پریس میرٹھ
سنہ تصنیف : 1320ھ/1902ء

نمونہ عبارت

19 دسمبر 1901ء کو پیش گاہ جناب نواب گورنر جنرل بہادر ہند سے منظور ہوا۔
دفعہ 11۔ ہر آسامی کو جو اسی اراضی پر برابر بارہ برس کی مدت تک قابض ہو اس اراضی
پر حق دخیل کاری حاصل ہوگا، مگر شرط یہ ہے کہ کسی آسامی کو اسی دفعہ کے رو سے کسی ایسی اراضی
میں حق دخیل کاری حاصل نہ ہوگا جس پر وہ:
الف۔ بحیثیت ایسے پٹنہ دار کے جو بہ ذریعہ پٹنہ رجسٹری شدہ کے جس کی میعاد سات
برس سے کم نہ ہو۔ یا
ب۔ بحیثیت ٹھیکہ دار کے یا۔
ج۔ بہ حیثیت آسامی ٹھیکے کے قابض رہے۔ اور کوئی حق دخیل کاری حاصل نہ ہوگا۔
د۔ اراضی سیر میں یا۔

ہ۔ کسی ایسی اراضی میں جو فوجی پڑاؤ یا اور ایسا رقبہ ہو جو کسی سرکاری غرض یا نفع خلائی کے کسی کام کے لیے حاصل کیا گیا یا قبضے میں رکھا گیا ہو یا جو ایسے پڑاؤ یا اور رقبے کی ایک جزو ہو۔

یا یہ بھی شرط ہے کہ بارہ سال کی مدت کا شمار کرنے میں ایسی مدت جس میں اراضی بہ خلاف ورزی احکام ایکٹ ہذا کے کاشت ہنسی پر دی گئی یا یہ بیج دیگر منتقل کی گئی ہو حساب سے خارج کر دی جائے گی۔ مگر اس سے آسای کے قبضے کے تسلسل کا جائز ہونا نہیں سمجھا جائے گا۔

نمبر شمار 2 : تصنیف : قانون مال گزاری، ایکٹ نمبر 3۔ 1901
مصنف : بہ اہتمام لالہ کدرا ناتھ بک ایجنٹ و فیچر اوم پریس میرٹھ
سنہ تصنیف : 1320ھ/ 1902

نمونہ عبارت

ایکٹ بہ غرض اجتماع و ترمیم قانون متعلقہ مال گزاری اراضی اور اختیار عہدہ داران مال کے ممالک مغربی و شمالی وادھ میں۔

1۔ ہر گاہ اجتماع و ترمیم کرنا اس قانون کا جو ممالک مغربی و شمالی وادھ میں در باب مال گزاری اراضی اور اختیار عہدہ داران مال کے ہے۔ قرین مصلحت ہے۔
لہذا اس تحریر کے رو سے حسب ذیل احکام قانونی صادر کیے جاتے ہیں۔
مالک ادنیٰ کا خارج کیا جاتا:

2۔ اگر مالک ادنیٰ ایسے بندوبست ہنسی (پختہ داری) کو منظور کرنے سے انکار کرے تو محال تا میعاد بندوبست مالک اعلیٰ کو دے دیا جائے گا، اور مالک ادنیٰ اس اراضی کو (اگر کچھ ہو) جس کی کاشت وہ خود بہ تاریخ انکار کرتا ہو بہ طور آسای ساقط المملکت کے اس شرح لگان پر جو مہتمم بندوبست بہ مطابقت احکام دفعہ 10، ایکٹ قبضہ اراضی ممالک مغربی و شمالی 1901 مقرر

کرے، اپنے قبضے میں رکھے گا۔

- 3۔ اگر ایک ٹلٹ اس لگان کا جو اس طرح مقرر کیا جائے تو مالک اعلیٰ اس قدر سالانہ حق مالکانہ ادائیگی کو ادا کرے گا جو اگر ایک ٹلٹ متذکرہ بالا میں جوڑ دیا جائے تو ایسے زر منافع کے فی صد پانچ سے کم اور فی صد پندرہ سے زیادہ نہ ہو۔
- 4۔ اگر مالک ادائیگی اسے انکار کرنے کی تاریخ پر کسی اراضی کو کاشت نہ کرتا ہو تو مالک اعلیٰ اس کو اس قدر سالانہ حق مالکانہ ادا کرے گا جس کی نسبت بورڈ ہدایت کرے، اور جو زر منافع کے فی صد پانچ سے کم اور فی صد پندرہ سے زیادہ نہ ہو جو اس کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔

نمبر شمار 3 : تصنیف : ایکٹ انکم ٹیکس۔ نمبر 2۔ 1886

مصنف : عمال حکومت (لیجس لینڈ پارٹمنٹ)

تاریخ تصنیف : 1334ھ / 1916 گورنمنٹ انڈیا سنٹرل پرنٹنگ آفس کلکتہ

نمونہ عبارت

باب 1 مراتب ابتدائی

دفعہ 1۔ ایکٹ ہذا کل برٹش انڈیا میں نافذ ہوگا اور اُن والیان ملک کے قلم رو اور ہندوستانی ریاستوں میں جو جناب ملکہ معظمہ سے رابطہ اتحاد رکھتی ہیں، ایسی انگریزی رعایا سے بھی تعلق رکھے گا، جو گورنمنٹ ہند یا کسی ایسے حاکم مقامی کی ملازمت میں ہو جس کو نواب گورنر جنرل بہادر بہ اجلاس کونسل نے اپنے اختیارات کے رو سے مقرر کیا ہو۔ اور

2۔ اس ایکٹ کا نفاذ اپریل 1886 سے ہوگا۔

3۔ ایکٹ 12۔ 1891 کے ذریعے سے منسوخ ہو گئے۔

دفعہ 2۔ بہ استثنائیں اور دیگر رقوم واجب الادا اور ان کے طریقہ وصولی کے، کل ایکٹ جن کی تصریح ایکٹ ہذا کے ضمیمہ ایکٹ ہذا کیم اپریل میں کی گئی ہے۔ تاریخ نفاذ ہذا کیم اپریل 1886 سے منسوخ ہو جائیں گے۔

دفعہ 4۔ بہ رعایت مستثنیات مذکورہ دفعہ 5 اگم ٹیکس، اپریل 1916 سے اور اس کے بعد ہر سال ان تمام ذرائع آمدنی پر جو ایک ہذا کے دوسرے ضمیمے کے پہلے خانے میں درج ہیں، اس شرح سے دینا ہوگا جو اسی ضمیمے کے دوسرے خانے میں مقرر کردی گئی ہے۔
تبصرہ و کیفیت

نمونہ نمبر 1 کے دورِ پنجم میں قانونی تراجم کی دو چار کتابوں کے مضامین درج کر دیے گئے ہیں، اگرچہ عام تصنیف و تالیف کے سلسلے میں یہ اندراج بے موقع نہیں، لیکن اس خصوص میں اردو کے اسالیب بیان کا ایک جداگانہ انداز پایا جاتا ہے۔ اس لیے مزید وضاحت کی غرض سے قانونی تراجم کا عنوان قائم کر کے چند ایکٹوں اور قانونی کتابوں کے نمونے پیش کر دیے گئے، جن کے مطالعے سے مبصرین و قارئین کو اس طرز ادا کا اندازہ ہو سکے گا۔ قانونی تراجم اگرچہ آسان روزمرہ میں کیے جاتے ہیں، مگر ان کی عبارتیں خاص خاص اصطلاحوں کی وجہ سے ایسی پیچیدہ اور مختصر ہوتی ہیں کہ جب تک قانونی تعلیم کے ساتھ مشق و مہارت نہ بڑھائی جائے عام اہل ادب اور ارباب تصنیف ان کے مطالب نہیں سمجھ سکتے۔

قانونی کتابوں کے مترجم عموماً عمال و اہل کار عدالت ہوا کرتے ہیں۔ ابتدائی ترجموں میں اکثر مترجمین کے نام پائے جاتے ہیں لیکن بعد میں اظہار نام کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ اور غالباً یہ اخفا اس لیے کیا گیا کہ ایک ایک کتاب کے ترجموں میں کئی کئی اہل قلم شامل ہو جایا کرتے ہیں اور چونکہ یہ کام حکام بالا دست کے ایما و حکم کی تبعیت میں ہوتا ہے، لہذا انھیں کا نام لکھ دینا کافی سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مشہور اہل قلم جن کا مترجم قانون ہونا مسلم و متفق ہے، پردہ خفا میں مستور ہیں۔ مثلاً شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی جنھوں نے تعزیرات ہند کا اردو میں ترجمہ کیا۔ مروجہ کتابوں میں ان کے نام کا پتا نہیں چلتا۔ راقم کو جس کا پتا

چل سکا ہے، حوالہ دے دیا ہے، ورنہ مترجمین کے خانے میں عمالی حکومت کا اشارہ کر دیا ہے۔

اس عنوان کے تحت میں جتنے نمونے دکھائے گئے ہیں بہت کم ہیں۔ چونکہ طوالت کا خیال ہر موقع پر رکھا گیا ہے، اس لیے صرف چند مثالیں لکھ دی گئیں۔ فی زمانہ قانونی کتابیں ہر جگہ موجود ہیں اور اکثر پیش نظر رہتی ہیں، سب کا انتخاب ضروری نہیں سمجھا گیا۔ اس شعبے کے محاورات و اصطلاحات کی تشریح ایک جداگانہ مجموعہ چاہتی ہے، جن میں اکثر قارئین کے وقوف و علم سے باہر نہیں، اس لیے یہاں چند متروک و مستعمل الفاظ پر اکتفا کی جاتی ہے۔

یہاں چند قدیم الفاظ کی مثال پیش ہے۔

مختصر فہرست الفاظ

شمار	الفاظ قدیم	مترادف
1	لبر	نمبر
2	ترجمہ کیا ہوا	مترجمہ
3	ہدایت نامہ مال گزاری کا	ہدایت نامہ مال گزاری
4	پاوے	پائے
5	تائید سے	بہ تائید
6	آویں۔ آوے	آئیں۔ آئے
7	نوشت خواند زبانوں کی	نوشت خواند زبان
8	معاً بیان کیا	ساتھ ساتھ بیان کیا
9	جادے	جائے

دو	دے	10
پ	ادپ	11
جب کہ (چونکہ)	ہرگاہ	12
چونکہ (اس لیے)	ازاں جا	13
طرز۔ طریق	نہج	14

حواشی: نمونہ نمبر 4 پہلا دور

1۔ ایکٹ 29 ، 1837

2۔ قانون 14، 1805، دفعہ 11

3۔ قانون 4، 1793، دفعہ 20 قائدہ 14-1805، دفعہ 11

4۔ آئین 27-1838، دفعہ 2

☆☆☆

نمونہ نمبر 5 تقریظ و تنقید

1882/ھ 1300 تا 1842/ھ 1258

IV

نے ان کی بھرپور پذیرائی کی ہے۔ کونسل نے اردو کی قدیم اور اہم تصانیف کی اشاعت کا منصوبہ بنایا ہے۔ 'تاریخ نثر اردو: نمونہ منشورات' اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اردو زبان کو لسانی و تہذیبی پس منظر میں سمجھنے کے لیے یہ کتاب سودمند ہوگی اور اردو نثر کی تاریخ مرتب کرنے والے محققین کے لیے یہ کتاب بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ عرصے سے یہ کتاب نایاب تھی۔ اساتذہ اور طلباء کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے کونسل یہ کتاب شائع کر رہی ہے۔ امید ہے کہ 'نمونہ منشورات' ایک اہم علمی ضرورت کو پورا کرے گی۔

اہل علم سے میں یہ گزارش بھی کروں گا کہ اگر کتاب میں انہیں کوئی بات نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ جو خامی رہ گئی ہو وہ اگلی اشاعت میں دور کردی جائے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ

ڈائریکٹر

پہلا دور: تقریظ و تنقید 1258ھ/1842ء تا 1300ھ/1882ء

نمبر شمار 1 : کتاب زیر تقریظ وغیرہ : ترجمہ حدائق البلاغت

نویسندہ تقریظ وغیرہ : مولوی امام بخش صہبائی دہلوی

زمانہ تحریر : 1258ھ/1842ء

موضوع عبارت

دیباچہ: حمد کے مضمونوں کا فکر جب دل میں گزرتا ہے اور نعت کے معانی کا خیال جس وقت آتا ہے تو کوتاہی حوصلہ کا غذاور تنگی ظرف دوات بلکہ عقل کی نارسائی اور اندیشے کی ناتمامی اس امر سے مانع ہو کر چاہتی ہے کہ اس عقدہ مالا نخل سے ناخن فکر کو نارسائی کا مہم نہ کر کے دوستوں و ائق الاخلاق کی خدمت میں دو کلمے ضروری الغرض کو عرض کرے کہ نسخہ حدائق البلاغت علم بیان اور بدیع اور عروض میں شمس الدین فقیر رحمۃ اللہ علیہ کے قلم بلاغت رقم کا ثمرہ ہے، اور اس کتاب کا اس فن کے استیعات میں شہرہ ہے۔ صاحب والا مناقب بلند مراتب حاکم دادور دادور دہش گستر بو ترس صاحب بہادر دام اقبالہ نے کہ شہر سعادت بہر شاہ جہاں آباد کے مدارس کے پرنسپل ہیں۔ فقیر سراپا تقصیر خاک پائے علما گداے سر کوچہ فضلا سر گشتہ وادی نا توانائی امام بخش صہبائی کو کہ طلبہ فارسی خواں کی تعلیم کے لیے مدرسہ اولی کے عہدے پر مشرف ہے ارشاد کیا کہ اگر یہ نسخہ فارسی زبان سے اردو میں ترجمہ کیا جائے اور اس میں عربی اور فارسی مثالوں کی جگہ اشعار اردو زبان ہند کے

مندرج ہوں، تو ان لوگوں کے واسطے کہ اردو اشعار سے ذوق رکھتے ہیں، اور اس قدر استعداد نہیں رکھتے کہ عربی اور فارسی کتابوں سے ان مطالب عالیہ کو سمجھ لیں بہت مفید ہوگا۔ اس واسطے اس خاکسار نے یہ موجب اس کے کہ الامور معذور باوجود کی استعداد کے تقدیم امر میں سعی کر کے اس رسالے کو 1258 ہجری مطابق 1842 عیسوی میں مرتب کیا۔

خاتمہ : شائقین پر بروقت مطالعہ کرنے کے یہ بات معلوم ہو جاوے گی کہ مترجم فقط کتاب کی اصل پر قانع نہیں ہوا، بلکہ جس مقام میں سوا اس کے اور مطالب مناسب پائے ہیں، اس میں زیادہ کر دیے ہیں اور چند جائے ایسا بھی ہوا ہے کہ جو ترتیب مصنف کی اپنی رائے ناقص میں پسند نہیں آئی اس کو تغیر دے کر اور ترتیب سے لکھا ہے، از بسکہ انسان ضعیف البیان کی سرشت سراپا سہو اور خطا ہے اگر وہ مترجم کے زعم کے موافق نہ ہو کیش مروت میں چشم پوشی کرنا بہتر اس سے ہے کہ کسی کے اظہار عیب میں سعی کریں۔

نمبر شمار 2 : کتاب زیر تقریظ وغیرہ

کتاب مواہد ابو ظفر حضرت سراج الدین بہادر پادشاہ دہلی

نویسنده تقریظ وغیرہ : مرزا اسد اللہ خاں غالب

زمانہ تحریر 1271ھ / 1854

مصورہ عمارت

اللہ اللہ، نطق کو آفریدگار نے کیا پایہ اور سرمایہ دیا ہے کہ امور دینی میں سے کسی امر کا شہود، اور مصالح دنیوی میں سے کسی مصلحت کا وجود، بلکہ اگر بہ مثل اسم اعظم فرض کیجیے تو اس کی بھی نمود، جب تک اس لطیفہ فیعی کا شمول نہ ہو، عالم امکان میں ممکن نہیں۔

خمن را ازالا دوست دارم کہ دوست

یہ تصدیق از ما طلب گار دوست

مسائل حکیمانہ کی ہستی، ترہات (فضول گوئی) ندیمانہ کی مستی، درد و درماں کے مدارج کا

اظہار، افسانہ و افسوس کے مقاصد کا مدار، شکوہ و شکایت کا عنوان، نفیرین و آفریں کا بیان، رد و قبول کی حکایت، فتح و شکست کی روایت، صرف و نحو کی رازدانی، لفظ و معنی کی گل فشانی، جو کچھ اگلوں نے کہا

ہے، جو کچھ اب کوئی کہہ رہا ہے، جو کچھ آگے کہیں گے اور قیامت تک کہتے رہیں گے، جو کچھ نیک و بد، نو و کھن سے ہے، سب وابستہ نطق و سخن سے ہے۔ اب کچھ گئے کہ سخن از روئے مثال کیا ہے، چشمہ ہے، ندی ہے، سیل ہے، دریا ہے، کیسی روانی اور کس زور کا پانی، اس کا چڑھاؤ، اس کی رفتار، اس پر کس کا زور، اور کس کا اختیار، جدھر منہ کیا ادھر نالا بہا دیا۔ دریا کی لہر کیا، گھوڑے کی باگ ہے کہ کسی کے ہاتھ میں ہو، بار ہا دیکھا ہے کہ آغاز کلام جس کو ہندی (اردو) میں اٹھان اور فارسی میں انگیزہ، اور عربی میں باعث کہیے، کچھ اور ہے، پھر وسط میں صورت بدل کر وہ کچھ اور ہو گیا کہ انجام سے قطع نظر فی الحال نہیں سمجھا جاتا کہ یہ کیا طور ہے۔

یہ کتاب کہ مجموعہ کائنات و آگہی ہے، اگرچہ اس کو سفینہ کہہ سکتے ہیں، لیکن از روئے حقیقت ایک نہر ہے کہ بحر سخن سے ادھر کو بھی ہے۔ جب اس نگارش نے انجام پایا تو مجھ کو پیش گاہ و سلطنت ابد مدت سے حکم آیا کہ بندۂ درگاہ اسد اللہ اس کی تقریظ لکھنے میں اظہارِ حسنِ اطاعت کرے، اور سخن طرازی میں آرائش زبان اردو پر قناعت کرے۔ جیسا کہ حکم بجالانا ضروری، دیسا ہی یہ بھی کہہ جانا ضروری کہ منشا اس رسالے کی نگارش کا کیا ہے۔ ان اوراق کے ناظرین پر مخفی و مستور نہ رہے کہ سنہ 18 جلوس مہینست مانوس میں نہ شہر سے بلکہ خارج سے یہ آواز بلند ہوا کہ حضرت قدر قدرت - فلک رفعت ثریا بارگاہ انجم سپاہ، بادشاہ ابن بادشاہ خلیفہ روئے زمین ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ غازی نے ترک مذہب آبا ئے نامدار کیا۔ اور تشیع کو تسنن پر اختیار کیا، بار یافتگان بزم قرب و راز و انانِ غلوست انس حیران، اور حیرت ان کی بجا، اگر بادشاہ نے کبھی کہی ہوتی تو پہلے ان کو آگہی ہوتی، اسرار سلطنت کی خبر اور پھر اس میں عام کو تقدم خاص پر پوچھنے کا یارا، نہ چپ رہنا گوارا، علمائے نامدار و مشائخ کیا اور فقہائے دربار نے جرأت کر کے عرض داشت لکھی۔ مضمون یہ کہ ایسا سنا جاتا ہے اور باور نہیں آتا ہے، امیدوار ہیں کہ خدا وید تاج و سریر کے مانی الضمیر پر آگہی پادیں۔ حضور نے تماشائی (پناہ مانگنا) کی، اور فرمایا کہ کبھی ایسا داعیہ ہمارے ضمیر میں اور کبھی ایسا کلمہ ہماری زبان پر نہیں گزرا۔ بعد چند روز کے ایک دن حسب الحکم قضا تو آم۔

بزم سلطانی ہوئی آراستہ

کعبۂ امن و امان کا در کھلا

شہنشاہ گیتی پناہ مسند جم نشیں، اہل دل ہم نشیں امرائے دستہ دستہ بستہ، صفحہ نگار بھی مانند خار سر دیوار باغ، و پروانہ ہائے چراغ، اس انجمن میں نشاط اندوز، اور اس انجمن میں ادب آموز، زبان مبارک گہرا فشاں ہوئی، حقیقت مذہب اہل سنت و جماعت بیاں ہوئی، سوئے ظن علما اس مجمع عظیم میں بہ پیرایہ حسن جلوہ گر ہوا، خاص و عام کو اعلیٰ حضرت کا ثبات قدم مسلک تسنن پر باور ہوا۔ مضامین ارشاد کیے ہوئے اعلیٰ حضرت کے، بہ موجب ارشاد قالب نظم میں ڈھلے۔ ناگاہ جانبِ اجانب سے اس نظم کے جواب میں کچھ دار چلے، یہ گناہ گار بے گناہ بھی بہ ذمہ مردح ہوا، اور خنجر زبان کے زخم سے مجرد ہوا۔ الغرض جب وہ تحریر یہاں دیکھی دکھائی گئی تو اس میں خلفا کی توہین پائی گئی، ناچار یہ رسالہ جیسا کہ حضرت مولف نے دیا چے میں لکھا ہے، لکھا گیا۔ اور مجھ کو تقریظ نگاری کے واسطے جیسا کہ میں نے اوپر کہا ہے کہا گیا۔ میں اگر اس گزارش میں یہ سب نہ کہہ جاتا تو البتہ وضع تحریر کا موضوع لہ (فشا و غرض) مجہول رہ جاتا۔ بحث و نزاع کا رسم و آئین اور ہے۔ شیوہ سخن دانان معنی آفرین اور ہے۔ نہ سفیہ ہوں کہ جہو میں سخن سرائی کروں، نہ فقیہ ہوں کہ بحث میں زور آزمائی کروں، غریب الوطن سپاہی زادہ ہوں۔ فلک زدہ خانما بباد دادہ ہوں، تاب آفتاب حوادث سے گل اللہ کے سایہ دیوار کی پناہ میں بیٹھا ہوں گویا ایک تھکا ہوا مسافر ہوں کہ آرام کی جگہ دیکھ کر دم لینے کو راہ میں بیٹھا ہوں۔ احسان ہے مجھ پر خدا کا کہ میں سوائے اپنے خدا کے کہ وہ غیب دان اور اپنے بندوں پر مہرباں ہے، یہ نہیں کہ اور کسی کا گناہ گار ہوں، جو مجھ کو اپنا ہم کیش سمجھیں ان سے دعائے مغفرت کا متوقع، اور جو مجھ کو اپنا مخالف مذہب گمان کریں ان سے دعائے تخفیف عذاب کا امیدوار ہوں۔

نمبر شمار 3 :

دلہ، تقریظ دیوان فشی حبیب اللہ ذکا

یہ کلام کسی بادشاہ کا نہیں، کسی امیر کا نہیں، کسی شیخ شہاد (مکار) کا نہیں۔ یہ کلام میرے ایک دوست روحانی کا ہے، اور فقیر اپنے دوستوں کے کلام کو معرض اصلاح میں بہ نظر دشمن دیکھتا ہے، پس جب تملق نہیں، مدارا نہیں تو جو مجھ کو نظر آیا ہے بے حیف و میل (بے لاگ) کہوں گا۔ نثر میں نعمت خان عالی کی طرز کا احیا کیا ہے، مگر پیرایہ کچھ اس سے بہتر دیا ہے۔ قصائد میں انوری

کا چربا اٹھایا ہے مگر طبیعت نے اچھا زور دکھایا ہے۔ غزل میں متاخرین کا انداز، عاشقانہ سوز و گداز، ششی حبیب اللہ ذکا۔ سخن و رہمہ داں یکتا۔ لفظ طراز معنی آفریں آفریں صد آفریں صد ہزار آفریں فقط۔

نمبر شمار 4

ولہ، سارٹی ٹکٹ دیوان سید محمد زکریا خاں زکی دہلوی

سبحان اللہ سرٹیفکٹ کے لکھنے کا کس وقت میں اتفاق ہوا ہے، کہ میں نیم جان چند روز کا مہمان ہوں، مہینہ بھر سے غذا بالکل مفقود، صرف گوشت کے پانی پر مدار ہے۔ اگر اُنھوں تو دوران سر سے گر پڑوں، سید محمد زکریا خاں نسب میں سید، امیر زادہ، عالی دودماں، ان کے بزرگ وزارت کا منصب پاچکے ہیں، جاگیر اب تک تھی، پھر بعوض جاگیر پنشن مقرر ہوا، مع ہذا یہ شخص بہ ذات خود نیک اور صاحب علم اور متواضع اور دانش مند اور نیک طینت اور رنگین طبع، معنی سے طبیعت کو علاقہ اچھا ہے، شعر کہتے ہیں اور خوب کہتے ہیں، اس فن میں میرے شاگرد رشید ہیں۔ اسد اللہ خاں غالب۔

نمبر شمار 5 : کتاب زیر تقریظ وغیرہ: فغان دہلی

تویندہ تقریظ وغیرہ : مرزا قربان علی سالک دہلوی

زمانہ تحریر : 1279ھ/1864

مؤید عبارت

اللہ اللہ پایہ سخن کو کس قدر برتری حاصل ہے کہ جس کے ساتھ دعویٰ رفعت آسمان کہن کا باطل ہے۔ سبحان ملائے اعلیٰ جب کاغذ والائے سخن کا تماشا کرتے ہیں سرقفائے سر سے لگ جاتا ہے اور ہاتھ ٹوپی پر دھرتے ہیں۔ طوبیٰ اس کے اشجار کے سائے کا اکھڑا ہوا ایک پودا ہے۔ سدرہ اس کے پائیں پاغ میں ایک درخت ہے، لیکن ادنا ہے۔ بہشت جس کو کہتے ہیں اس کی ایک کیاری ہے، سلسبیل جس کا نام رکھا ہے اس میں اس کی ایک سوت جاری ہے، طائر وہم و خیال کا اڑنا نکلنے ایوان سخن تک فقط خیال ہے اور وہاں تک وہم کا پہنچنا دشوار ہے۔ خیال کی رسائی محال

ہے۔ صیادانِ خن جو دعوے کنند اندازی رکھتے ہیں، بجا رکھتے ہیں، عنقا کو شکار کرتے ہیں، ہما کو رشتہ پیار رکھتے ہیں، آسمانِ خن کے ایک ایک ذرے کو آفتاب کی درخشانی اور جہانِ خن کی ایک ایک مورِ ضعیف کو منصبِ سلیمانی حاصل ہے۔ خن سے دین کامل ہوتا ہے۔ خن سے ایمان حاصل ہوتا ہے اگر خن نہ ہوتا تو انسان کیوں کر حمد باری میں زبان کھولتا اگر خن نہ ہوتا تو کیوں کر نعتِ نبوی اور مناقبِ مرتضوی اور فضائلِ صحابائے کرام اور صفاتِ ائمہ مطہرین میں کچھ بولتا۔
تبصرہ و کیفیت

تقریظ و تنقید کے دورِ اول میں عموماً یہی اندازِ تحریر پایا جاتا ہے۔
موجودہ روش کی ابتدا دوسرے دور یعنی 1301 ہجری (1883) کے بعد ہوئی ہے۔ اگرچہ دورِ ثانی کے وہ اہل قلم جن کی نسو و نما تیرہویں صدی ہجری میں ہوئی ہے وہ بھی دورِ اول کی روش سے جدا نہیں چلتے، پھر بھی رفتارِ زمانہ کے اثرات اکثر ان کو پرانی لکیر کے فقیر بننے سے روکتے ہیں۔ جیسا کہ آئندہ صفحات سے معلوم ہوگا۔

دوسرا دور: تقریظ و تنقید

1301ھ/1883 تا 1348ھ/1930

نمبر شمار 1 : کتاب زیر تقریظ وغیرہ : نیرنگ خیال

نویسنده تقریظ وغیرہ : شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد

زمانہ تحریر : 1301ھ/1883

مصورہ عبارت

دیباچہ

تماشا گاہ عالم میں جو اہل نظر ایک نگاہ سے میدان ماضی اور ایک سے حال و استقبال کی سیر دیکھ رہے ہیں، انھیں صاف نظر آتا ہے کہ ہمارا ملک عنقریب ایک آفرینش جدید کے وجود میں قالب تبدیل کیا جاتا ہے۔ نئے نئے علوم ہیں۔ نئے نئے فنون ہیں، سب کے حال نئے ہیں، دل کے خیال نئے ہیں، عمارتیں نئے نئے نقشے کھینچ رہی ہیں، رستے نئے نئے خاکے ڈال رہے ہیں۔ اس طلسمات کو دیکھ کر عقل رسا حیران ہے، مگر اسی عالم حیرت میں ایک شاہراہ پر نظر جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ سوہلا رزیشن (تہذیب) کی سواری شاہانہ چلی آتی ہے ہر شخص اپنے اپنے ویرانے کو جھاڑ بہا رہا ہے اور جس حال میں ہے اس کی پیشوائی کو دوڑا جاتا ہے۔ جو نقشے کھینچ رہے ہیں اور جو بنیادیں پڑ رہی ہیں اگرچہ ابھی تک کچھ اصل نہیں رکھتے۔ لیکن جو نظر باز تجربے کی عینک سے دیکھ رہے ہیں وہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ وقت آن پہنچا ہے کہ یہ بنیادیں آسمان سے باتیں کرنے

لگیں گی، اور آبادیاں روئے زمین پر چھا جائیں گی وہ بنیادیں کیا ہیں؟ اور نقشوں سے کیا مراد ہے؟ ہاں، نقشے کتب علوم و فنون ہیں، اور بنیادیں تصانیفِ بوقلموں کہ جو کچھ سود و بہبود ہماری قسمت میں ہے انھیں پیانوں اور اندازوں پر ہمیں ملے گا۔ الخ

نمبر شمار 2 : کتاب زیر تقریظ وغیرہ : سرمایہ اردو زبان مولفہ جلال لکھنوی

نویسنده تقریظ وغیرہ : سید ذاکر حسین یاس لکھنوی

زمانہ تحریر : 1305ھ/1887

مسموۃ عبارت

الحمد لله والحمد لله، وہ شاہد معنا جس کے انتظار میں آنکھیں مشتاقوں کی روبراہ تھیں اور وہ محبوب خوش لقا جس کے شوق دیدار میں دل بے قرار تھے، جس حسین کی آمد آمد کامت سے شور تھا، جس مہ جہیں کی جلوہ افروزی کی تمام آفاق میں دھوم تھی، جس معشوقہ طناز کی بصد عشوہ و ناز بزم جہاں میں رونق افروز ہونے کی طیاری تھی، جس سراپا ادا کے نادیہ حسن کی گرم بازاری تھی، جس مہروش کے پر تور خسار سے بلاد و امصار روشن ہونے والے تھے، جس گل رو کے حسن و جمال کی بہار سے کوچہ و برزن رشک گلشن ہونے والے تھے، جو غنچہ سربستہ کھل کر دلوں کو شگفتہ کرنے والا تھا، جو گل سربسب مہک کر دماغ جاں مہکانے کو تھا، جو اسکندر دروہاں جملہ عالم کو مسخر کیا چاہتا تھا، جس صاحب قرنِ زماں کا سکھ ہولو العزیز کشور ہند میں رائج ہونے کو تھا، جس محقق کی تحقیق اور ہمہ داں کی ہمہ دانی زبان زد تھی، جس صاحب زبان کی شیوا زبانی مشہر چار حد تھی، اس نے اس عہدِ ہمایوں اور دورِ فرخ میں بسا کر و فر اور بڑے جھمکڑے سے بزمِ سخن و راہِ جہاں میں منصہ شہود پر جلوہ فرمایا، یعنی ایک لغت مبسوط جامع مفردات و مرکبات اعمیٰ بیشتر لغات و جملہ محاورات و کنایات و مصطلحاتِ اردو زبان و اکثر امثال مع حل معانی و بیان محل استعمال و درج فوائد جدیدہ و تنبیہات عدیدہ موسوم بہ سرمایہ زبان اردو و تحفہ سخن و راہ، تالیفات سے ناظم ملک فصاحت و شیوا زبانی منتظم کشور بلاغت و زباں دانی شمع شبستان سخن وری، چراغ، دودمان معنی پروری۔ بریں پایہ گزریں مایہ، یگانہ روزگار، یکتا آموزگار، علامہ زماں، فہامہ دوراں، شاعر نازک خیال سخن و رعیم المثل کا لکھنؤ فی النجوم در اقران و امثال، فخر محققین ماضی و حال، استاذی معظم، ملاذی المکرم سرآمد اہل کمال

حضرت حکیم میرضامن علی صاحب جلال لکھنوی مدظلہ العالی مادامت الایام واللیالی، ارشد تلامذہ جناب میرعلی اوسط رشک مرحوم و جناب فتح الدولہ بہادر میرزا محمد رضا برق مغفور، شاگرد رشید جناب شیخ امام بخش ناسخ مبرور کے معرض طبع میں آیا، تھا کہ ایسا لغت زبان اردو کا اردو زبان میں آج تک کسی نے محققین زبان اردو میں سے اس جدوجہد سے نہیں تالیف کیا کہ ایک ادنیٰ امر یہ ہے کہ لغات و محاورات و مصطلحات و کنایات وغیرہ کے اسناد میں ہزار ہا شعر ثقات شعرائے لکھنؤ دہلی کے اُن کے کلام سے اخذ کر کے لکھ دیے گئے۔

پس اگر غور کیا جائے تو یہی کتنی بڑی محنت و مشقت اور کیسی کوشش و جاں کا ہی ہے۔ واقعی یہ لغت اسم بائسکی سرمایہ اردو زبان کا ہے جس کو فصحاے ہند کیا علمائے فرنگ تک نے پسند کیا۔

نمبر شمار 3 : کتاب زیر تقریظ : امیر اللغات

نویسندہ تقریظ : شمس العلماء مولوی عبدالحق منطقی خیر آبادی

تحریر تاریخ : 1309ھ / 1892

نمونہ عبارت

ہر زبان جو مافی الضمیر کی ترجمان ہے اپنے خصوصیات میں ضرور امتیاز رکھتی ہے۔ اگرچہ وہی مفردات وہی مرکبات، وہی کنائے، وہی تشبیلیں، وہی مقام استعمال، وہی شبلیں، وہی متولے ہیں، جو لغات میں مستعمل ہیں۔ لیکن خصوصیات لسانی کا بتانا نہایت مشکل اور نکتہ لاغیل ہے۔ یہ مسلم ہے کہ لغت کا موضوع لفظ مفرد ہے، مفردات کے اصلی مادے کی جستجو اشتراک لفظی یا معنوی حقیقت یا مجاز کا بتانا اس کے عوارض ذاتی اور محل بحث ہیں، لیکن اس کے موضوع کو (جو مختلف لفظوں سے مخلوط ہو کر ہر خاص و عام کی زبان پر آتا ہے) اس طور پر ملحوظ رکھنا کہ خاص زبان اور اس کے الفاظ اور مستعملات اخلاط ناگہانی سے الگ ہو کر ممتاز رہیں یا بحث کے مقامات اُن عوارض سے الگ ہوں جو عوارض ذاتی یا نوع عوارض ذاتی سے جدا اور اعراض غریبہ میں داخل یا اُس کے عین ہیں کوئی آسان امر نہیں۔ کبھی کبھی اس عموم موضوعیت کے علاوہ خاص خاص وہ پہلو بھی مجھوٹا ہو جاتے ہیں، جو خاص ایک زبان سے متعلق اور دوسری زبان کے موضوع یا عنوان موضوع کے خلاف ہوتے ہیں۔ مثلاً بعض جملے جو ہیئت ترکیبی کی وجہ سے مفردات کے کل ہیں اور

مفردات اس کے جزو ہیں۔ یہ ظاہر موضوع کی نوعیت اور شخصیت سے الگ اور جدا ہوتے ہیں، جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ کیوں یہ محل بحث اور موضوعیت میں داخل ہیں، لیکن اس مقام پر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ مفردات جن کو عام طور پر لوگ مفردات جانتے ہیں، اُن سے یہ مفردات عام ہیں۔ مثلاً زید مفرد ہے اور زید آیا مفرد نہیں۔ لیکن اُن مفردات پر غور کرنے والوں یا موضوعیت کی نگاہ رکھنے والوں کو اس زید آیا کو اس وقت میں ضرور مباحث مفردات میں داخل کرنا ہوگا، جس وقت بصورتِ مقولہ یا مثل ظاہر ہو جس کا خاص منشا یہ ہے کہ مقولے اور امثال بھی اپنے خاص معنی کے لحاظ سے مثل مفردات کے ہیں، اسی لیے مطلق زبان کی خصوصیت جو اس کے اجزائے مادی یا ترکیبی سے پیدا ہو، ملحوظ رکھنا لغت کا مقصدِ اعلیٰ اور غایتِ قصویٰ ہے۔ راقم کو اس وقت لغت کے پورے مقاصد کا بتانا، اُس کے موضوع یا تعریفات سے بحث کرنا منظور نہیں ہے، بلکہ اس وقت صرف یہ بتانا اور ظاہر کر دینا ہے کہ امیر اللغات نے کہاں تک اپنے مقاصد اور اغراض کے پورے کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے اور اس کے مصنف نے کہاں تک اس تالیف میں اصلی غرض کا خیال رکھا ہے۔

امیر اللغات کا اگرچہ ابھی ایک ہی حصہ نکلا جس میں الف ممدودہ ہے، لیکن ان اغراض پر نظر کرنے کے بعد جو لغت کے اہم مسائل ہیں اور اس میں تحقیق کے ساتھ لکھے گئے ہیں، یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ لغت اپنی جامعیت کے لحاظ سے ایک نمونہ ہے۔ جس نے مصنف کی مدققی نظر اور کتاب کی جامعیت مسائل کو اس طور پر ظاہر کر دیا ہے جس کو ملک اور قوم فخر اور مباہات کی نظر سے اگر دیکھے تو زیبا ہے۔ اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ملک نے اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اردو لغات کے اشتراک اور مقولات جو اعلیٰ سے اعلیٰ لغت نویس کی نگاہ سے کوسوں دور اور خفی رہ سکتے تھے، ایک لغت کے معنوں کا انتہا سے انتہا باریک فرق حد تعق نظر سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ مفردات کی تحقیق اور مرکبات کی مدققی (جو خصوصیات کے لحاظ سے مفردات میں داخل ہیں) کس شان سے بیان کی گئی ہے کہ اردو زبان بھی اس تصنیف کو دیکھتے ایک علمی زبان معلوم ہوتی ہے۔ اس کتاب کی عظمت اس شخص پر خوب ظاہر ہو سکتی ہے جس نے بھی اس قسم کی دماغ سوزی کی ہو۔ ہر چند امیر اللغات کے مصنف کی استادی فنِ شاعری اور قابلیت علمی مسلم الثبوت ہے، لیکن یہ

کتاب میری رائے میں اس عام اور خیالی تسلیم کے لیے برہان قوی ہے اور ہندوستان کو ضرور سرمایہ فخر ہے۔ دعا کرتا چاہیے کہ اہل کمال اس کتاب کی پوری قدر کریں اور مصنف اس کو جیسا کہ چاہیے اور جیسا پہلا حصہ ہے اس سے بھی عمدہ حالت پر پورا کر سکے۔ اردو زبان سے محتاجی اور عدم استقلال کا الزام رفع ہو اور یہ عمدہ یادگار زمانے میں رہ جائے۔

محمد عبدالحق العری الخیر آبادی عاملہ اللہ بلطفہ الہادی فی العواقب والبادی الخطاب بہ شمس العلماء۔

نمبر شمار 4 : کتاب زیر تنقید: آئینہ عبرت مصنفہ سہروردیہ بیگم

نویسنده : سید اکبر حسین پنشنر جج الہ آبادی

زمانہ تحریر : 1330ھ / 1911

نمونہ عبارت

جناب سہروردیہ بیگم صاحبہ (اہلیہ سولوی زاہد سہروردیہ) اس وقت خواتین ہند میں بہ سبب اپنے علم و لیاقت اور روشن ضمیری کے ایسی تاباں و درخشاں ہیں جس طرح ستاروں میں چودھویں کا چاند۔

میں نے آئینہ عبرت کو جس کو جناب محمود نے حال میں ایک انگریزی تصنیف سے اقتباس کیا ہے پڑھا، اور متعجب ہوا کہ ایسی پاکیزہ اور با محاورہ اور معنی خیز اردو حضرت محمود نے شرقی بنگال میں کس طرح سیکھی۔ یہ کتاب قطع نظر حسن صوری یعنی جلد کی خوب صورتی، کاغذ کی عمدگی اور چھاپے کی صفائی کے، حسن معنی میں بھی لا جواب ہے۔ انسان پر مصیبت پڑ ہی جاتی ہے۔ بالخصوص بیوہ عورتوں پر۔ جب بچوں کا ساتھ ہو، اور افلاس دامن کیر ہو۔ یہ کتاب ایسی حالت میں نہایت مسکن اور معلم ہے۔

آئینہ عبرت میں ایک مغربی لیڈی کا حال ہے کہ کیا کیا مصائب اس پر گزرے اور کیسے صبر اور کیسی دانش مندی اور خوش مزاجی اور استقلال سے اس نے ان کو جھیلا اور اپنے بچوں کی کیسی عمدہ تعلیم و تربیت کی، بالآخر خدا نے اس کے دن پھیرے اور اس کا گھر عشرت اور آرام کا گھر ہو گیا، اس وقت اس نیک اور عاقل لیڈی نے ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے اس کے زمانہ مصیبت میں اس کے ساتھ بدسلوکی کی تھی، احسانات کیے اور ان کے سابق کے برے برتاؤ سے جہنم پوشی کی۔

سوشل اور لیجس ہر پہلو سے یہ کتاب بہت مفید اور ضروری ہے۔ طالب علموں کے لیے چراغ ہدایت ہے اُن پر اس بات کو روشن کرتی ہے کہ مفلسی طلب علم و ہنر سے نہیں روک سکتی۔ اگر توفیق رفیق اور شوق کامل ہو۔ مصیبت افلاس اور بچوں کی تعلیم کی فکر میں جتنا بیسیوں کے لیے یہ کتاب نہایت کار آمد ہے۔ اس کتاب کو اراکین سنڈی کیٹ یونیورسٹی کلکتہ نے نصاب امتحان میٹرکولیشن کے لیے منظور کر لیا ہے۔ (سید اکبر حسین پشترجی الہ آباد)

نمبر شمار 5 : کتاب زیر تنقید: اخبار ہمدرد وغیرہ
نویسنده : ایم مہدی حسن گورکھ پوری (از تنقید است عالیہ)
زمانہ تحریر : 1333ھ / 1914
موضوع عبارت

آج کل معیار فوقیت اس قدر بڑھ رہا ہے کہ جب تک کوئی کام اول درجے کے پیمانے پر جاری نہ کیا جائے، چل نہیں سکتا۔ محمد علی آکسن نے جس قابلیت اور خوش سلیقگی سے کامریڈ نکالا، میرے دعوے کے ثبوت میں ہے۔ قوم کے ہاتھ میں انگریزی اخبار ہی کتنے ہیں۔ لیکن جتنے ہیں ایک بھی نہیں جو کامریڈ کی گرد کی پہنچ سکے۔ ایڈیٹر کی زبردست شخصیت نے پرچے کو ادبیات اور سیاسیات کا مخزن بنا رکھا ہے۔

زبان تو محمد علی کی گویا مغربی کنیز ہے جسے وہ ولایت سے ساتھ لگا لائے۔ لیکن مسائل عصریہ پر جس نفاست اور آزادی سے یہ لکھتے رہتے ہیں ان کا حصہ ہے۔ موجودہ دور حریت میں جہاں تک جائز مطالبات کا تعلق ہے، رک رک کر قدم اٹھانا جس طرح ایک اخلاقی کمزوری ہے، اسی طرح یہ بھی ٹھیک نہیں کہ بات بات پر جاے سے باہر ہو رہتے ہیں اور جب دیکھیے آواز کی جگہ منہ سے کف نکل رہا ہے۔ کامریڈ نے دو طرفہ کشاکش سے علاحدہ ہو کر جو مستقل روش اختیار کی ہے وہ دراصل اس کے اولیات میں داخل ہونے کے لائق ہے۔ اس کی تنقیدات خاص کر طنزیات، لٹریچر کی جان ہوتی ہیں، یہ تو معلوم ہے کہ ایڈیٹر انگریز نہیں ہے، لیکن سمجھ میں نہیں آتا، عربوں کی اصطلاح میں ایک ”عجمی“ زبان غیر پر کیوں کر ایک حد تک قادر ہو سکا؟ میں کامریڈ کے ان معرکۃ الآرا کارناموں کو سر دست گنانا نہیں چاہتا، جن کے مخلصانہ اعتراف کے لیے ہم کو ملک سے باہر

کالے کوسوں جانا پڑے گا اور جو عادتِ شہرت سے محتاج بیان نہیں ہیں۔

یہاں ”محمد علی“ کی ”مغربیت“ کے ایشیائی ثمرے یعنی ”ہمدرد“ پر نظر ڈالنا چاہتا ہوں؛ جس نے حال ہی میں دنیا میں قدم رکھا ہے۔ میں کہہ چکا ہوں صرف اول درجے کی حرکت آج کل کامیاب ہو سکتی ہے، محمد علی نے اخباری دنیا کی عام رفتار سے الگ تھلگ ”ہمدرد“ کے ٹائپ میں ”ہمدرد“ کو چھاپ کر چھوڑا، اس کے لیے ان کو جس قدر مشکلات پیش آئی ہوں گی ان کا دل ہی جانتا ہوگا۔ یہ ٹائپ نہایت خوش سواد اور کثیر الزدایا ہے اور مروجہ معمولی ٹائپ کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے، اس کے پڑھنے میں بالکل دقت نہیں ہوتی۔ اگر ہو سکتی ہے تو صرف ان لوگوں کو جن کی نگاہیں سرے سے ٹائپ سے مانوس نہیں ہیں۔ میں ہمدرد کو اس لیے پسند کرتا ہوں کہ اپنی جگہ دھج اور خوش وضعی کے ساتھ تک سک میں بھی اردوں سے مختلف ہے، یہی امتیاز اس کی روح رواں ہے، جس سے وہ کسی طرح مد معمولی میں نہیں آتا۔

ہم کو پنجاب کے قابلِ نفرت تاجر انہ لٹریچر کی بھرمار سے ایک طرح کا ”استلائے ادبی“ پیدا ہو چلا تھا، لیکن ہمدرد کا جلوہ کا فوری طبیعت کے ٹھہرنے کا سبب ہو گیا، اردو اخبار اتنا تو ہو کہ میز پر رکھتے ہوئے اسے شرم نہ آئے، ردیات میں ڈالنے کے لائق جو پیکنگ کے کام بھی نہیں آسکتے، یوں تو بہترے ہیں۔ یہ تو ہمدرد کی مادیت ہوئی، جس میں ”الہلال“ کے سوادہ کسی سے دم درجے پر نہیں ہے۔ غیر مادی یعنی ادبی حیثیت سے وہ اچھے اچھے پرچوں سے آگے نکلتا معلوم ہوتا ہے۔ سیاسی لٹریچر کے انتقاداتِ عالیہ میں داخل ہونے کے لائق ہے، اس کا ایک عنوان یعنی ”برقیات“ اس کی کافی ضمانت ہے کہ وہ اپنے مذاقی تحریر میں مصر کے اعلیٰ درجے کے اخباروں کے سوا کسی کو لائقِ تتبع نہیں سمجھتا۔ بہر حال ہم کو ہمدرد سے بہت کچھ توقعات ہیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ وہ اپنی امتیازی خصوصیت یہ رکھے گا کہ ”الہلال“ کی طرح ادبی حیثیت سے وہ ایک مصری پرچہ معلوم ہو۔ یہاں تک تو صرف شناسانہ اعتراف تھا، اب کچھ شکایتیں بھی سن لیجیے:

دو صفحے کسی طرح کافی نہیں، مقررہ قالب اسے جلد اختیار کرنا چاہیے۔ کاغذ بالکل گھاس کا معلوم ہوتا ہے جہاں سے موڑیے نکل جائے گا۔ یائے معروف و مجہول میں لازماً فرق ہونا چاہیے، ٹائپ میں یہ خلطِ بحث گراں گزرتا ہے۔ ”بے ذریعے کی تاریں خبریں“ یہ ترکیب کچھ

پسند نہ آئی۔ مصر دالے ”لاسلکی“ لکھتے ہیں آپ اسے غیر مانوس سمجھتے ہیں تو ”بے تار کی برقی خبریں“ لکھیے۔ ”میں گورہ اردو“ سے گھبراتا ہوں، ایڈیٹر کو بھی اس کا خیال ہے اور یہی وجہ ہے کہ باوصف اس کے کہ میں نے ہمدرد کے شائع شدہ مختصر اجزا نہایت غور سے دیکھے تاہم اس سرسری گرفت کے سوا جس کی تصریح کر دی گئی کوئی اہم بات نہ ملی، جس کی طرف لائق ایڈیٹر کی توجہ مائل کی جاتی۔

آج کل انگریزی الفاظ اور اصطلاحات کا استعمال سنجیدہ لٹریچر کے لیے ساقط المعیار ہو رہا ہے، ہم کو مصر سے ذخیرۃ الفاظ مل جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ اگر کوئی دقیق اور اجنبی اصطلاح ہاتھ آئے تو انگریزی مفہوم قوس میں ضمنا جگہ پاسکتا ہے، اور یہی ایک امر ہمدرد کی امتیازی روایات کے قائم رکھنے کے لیے کافی ہوگا۔

نمبر شمار 6 : کتاب زیر تنقید : مقدمہ دیوان نظیر اکبر آبادی

نویسنده : مولوی عبدالغفور شہباز عظیم آبادی

زمانہ تحریر : 1319ھ/1900

مصورہ عبارت

دیوان کو چاہئیں بہت ساری غزلیں، اور نظیر کی غزلیں ہیں کم یاب۔ پھر دیوان مرتب ہو تو کیوں کر۔ یہ نہیں کہ اس کا دیوان نہ ہو، ہے۔ اور ایک چھوڑ دودو۔ فارسی کا الگ اور اردو کا الگ، مگر کس کام کا جب آنکھوں سے نہاں ہے۔ درنا کی خدمت میں تحریک کی گئی مگر ان کیسیا گردوں کو اس نسخہ کسیر کی اشاعت منظور نہیں۔ تذکروں، بیاضوں اور رائج کلیات کے جنگل سے کچھ جڑی بوٹی جمع کر کے میں نے ایک نسخہ طیار کیا ہے۔ یہ کیوں کر کہوں کہ اس میں وہ مشہور ایک آنچ کی کسر نہیں ہے اور ضرور ہے، کیونکہ اول تو ہر ردیف کی غزلیں نہیں اور جن ردیفوں کی ہیں بھی، وہ اکثر نامتام۔

اصل یہ ہے کہ ٹوٹی پھوٹی جیسی غزلیں جہاں مل گئی ہیں میں نے اس مجموعے میں ترتیب دار جمع کر دی ہیں، یہاں تک کہ کسی غزل کا ایک شعر بھی ملا ہے تو نہیں چھوڑا۔ اس ترکیب سے اکثر ردیفوں میں کچھ نہ کچھ اشعار بہم پہنچ گئے ہیں۔ نہیں ہیں تو ان ردیفوں میں جن

میں سے اکثر میں شعر کہے بھی نہیں جاتے اور جو کہے جاتے ہیں تو صرف براے ردیف۔
قصیدے اس مجموعے میں تین ہیں۔ مثنویاں 25۔ رباعیاں 26۔ بحر طویل میں تین شعر۔ باقی
غزلیں اور متفرق اشعار۔

دیباچہ طراز محمد عبدالغفور شہباز

نمبر شمار 7 : کتاب زیر تنقید: مزدور کی بیٹی

نویسنده : اعظمی تبصرہ نویس رسالہ زمانہ، کان پور

زمانہ تحریر : جون 1342ھ / 1923

نمونیہ عبارت

اس سبق آموز اور عبرت انگیز ناول کے مصنف مسٹر شمس الدین حسن ایڈیٹر ریلوے
یونین نیوز ہیں، یہ جس قدر دلچسپ ہے اسی قدر تعجب انگیز بھی ہے۔ دلچسپی واقعات پر منحصر ہے،
لیکن تعجب انگیزی مصنف کی جسارت پر، مزدور کی بیٹی، دراصل ”روز الیمیرٹ“ کی ہو بہو نقل ہے۔
”روز الیمیرٹ“ ریٹالڈ کا ناول ہے، اس کے مترجم جناب اثر لکھنوی ہیں، مسٹر شمس الدین صاحب
نے ستم یہ کیا ہے کہ اصل قصے کے علاوہ قریب قریب عبارت بھی وہی اثر لکھنوی کی نقل کر دی ہے۔
نام البتہ بدل دیے ہیں، کیا ادبی دنیا میں ایسی جرأت قابل ستائش قرار دی جاسکتی ہے۔ ہم ذیل
میں دونوں کتابوں سے چند سطریں نقل کرتے ہیں، تاکہ ناظرین کو اندازہ ہو جائے کہ روز الیمیرٹ
اور مزدور کی بیٹی دونوں ایک ہیں۔ صرف نام کا فرق ہے۔ روز الیمیرٹ میں ایک پادری کی لڑکی کا
قصہ لکھا ہے، ایک موقع پر اس سے ایک دولت مند آدراہ مزاج نوجوان اظہار عشق کر رہا ہے، اس
واقعے کے متعلق وہ خود یہ کہتی ہے:

”یہ پہلا موقع تھا کہ کسی نے مجھ سے عشق آمیز گفتگو کی، میرے
خیالات نے کبھی تو وہ سبز باغ دکھایا کہ جس کی انتہا نہیں، میں سوچنے لگی، اگر
میں نے ایک ایسے دولت مند رئیس سے عقد کیا تو اپنے باپ کو اس تہلکہ افلاس
سے نجات دلانے کے علاوہ دوسروں کو بھی اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ عہدہ دلا سکوں گی۔“
”مزدور کی بیٹی“ میں بھی ہیر دکن کو یہی موقع پیش آیا ہے اور وہ کہتی ہے:

”میری تمام زندگی میں یہ سب سے پہلا موقع تھا کہ میں نے اس قسم کی بیہودہ گفتگو کسی نامحرم سے کی ہو، اس گفتگو نے مجھے سن کر دیا۔ میرے خیالات نے وہ مہربان تیار کیے کہ جس کی انتہا نہیں ہو سکتی، میں نے خیال کیا کہ اگر میں ایسے امیر زادے سے فی الواقع شادی کر لوں تو میں اپنے باپ کو مفلسی سے نجات دلا سکتی ہوں اور اپنے بھائی کو اعلیٰ درجے کی تعلیم دلا سکتی ہوں۔“

ایک ایڈیٹر کے لیے یہ جرم ناقابلِ غفو ہے۔

نمبر شمار 8 : کتاب زیرِ تنقید: نگارستان مولف نیاز فتح پوری

نویسنده : ظفر الملک ایڈیٹر الناظر لکھنؤ

زمانہ تحریر : 1342ھ / 1924

مصورہ عبارت

جناب نیاز فتح پوری کے مخصوص ادبی رنگ کے مضامین کا مجموعہ 21 مضامین پر مشتمل ہے۔ جو مختلف اوقات میں فساد، کہکشاں و نگار میں شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت نیاز جس مخصوص رنگ میں زبان و ادب کی خدمت فرما رہے ہیں، اس کے اندازے کے لیے ذیل کے فقرے، ترکیبیں، اور عبارتیں کافی ہیں:

”ایک نور پاش، خراماں پیکر آتش..... ایک گلابی رنگ میں ڈوبی ہوئی برقی متحرک، مجھ میں اپنے اشارہ مبہم سے ایک انجذاب مضطر پیدا کر رہی ہے، اور میں ہوں کہ اس قوتِ مجہول کی طرف کھینچا جا رہا ہوں۔ روشنی کی تیز کرنیں اک مودب فاصلے پر روکے ہوئے تڑپ رہی ہیں۔ یہ نزہت بارہستی یہ مصفا ترکیب عناصر، میرے وجود کو میری روح لرزاں کو مسحور کر رہا ہے۔ اپنی آنکھوں کے خندہ سیال سے اپنے بالوں کی بوئے شگلی سے اپنے خرام و قار سے..... فی الحقیقت وہ آئینہ سیمالڑکی اپنی عفت و شرم میں وہ محافظ رکھتی تھی۔ تھوڑا سا وقت یقیناً عقل و فراست کا ایک جڑوٹہ ہے جو ایک ستارے سے دوسرے ستارے تک اپنا کام کر رہا ہے۔ یہ خیر تمام اشیا میں شامل ہے۔ بے وقوفی کی خاطر عقل تمام چیزوں میں ملی ہوئی ہے۔ اے اد پر دالے آسمان! اب میرے لیے معصومیت یہی ہے کہ یہاں کوئی تار و پود فراست نہیں ہے اور یہ کہ تو ہی آلہانہ امکانات کے لیے میرا محنِ رقص ہے اور تیری فضا آلہانہ قمار خانے کی کھلی ہوئی بساط۔“

جو لوگ اس عجیب و غریب طرز انشا کو زبان اردو کا بہترین نمونہ سمجھتے ہیں، توقع ہے کہ وہ اس مجموعے کی خاطر خواہ سرپرستی کریں گے۔

نمبر شمار 9 : کتاب زیر تنقید : تاریخ الدولتین مولف نیاز فتح پوری
 نویندہ : سید نجیب اشرف ندوی از رسالہ معارف اعظم گڑھ
 زمانہ تحریر : 1343ھ / 1924
 نمونہ مہارت

مولانا نیاز فتح پوری ایڈیٹر نگار بھوپال، جس طرح عوام میں بعض حیثیات سے معروف ہیں، اسی طرح خواص میں بھی وہ ایک خاص حیثیت سے ممتاز ہیں۔ لوگوں کو مولانا ممدوح سے خاص شکایت ہے کہ وہ اس زمانہ قحط الرجال کو اس درجہ سخت کیوں سمجھتے ہیں کہ گویا اب ہندوستان کی دنیا میں کوئی شخص ایسا باقی نہیں رہا جو حسن و قبح، علم و جہل، ملک و سرحد میں کوئی فرق کر سکا۔ وہ اب ادبی، تاریخی اور فلسفیانہ مضامین کو ”اپنا کر“ اب یہاں تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ اب دوسروں کی شائع شدہ کتابوں کو الٹ پھیر کر اپنا بنا رہے ہیں، اور لوگ حسین و داد میں مصروف ہیں۔ اس وقت مولانا کی ایک تالیف تاریخ الدولتین پیش نظر ہے۔ سب سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ کتاب جرمی زیدان ایڈیٹر الہلال مصر کی عربی تصنیف ”تاریخ التمدن الاسلامی“ کی چوتھی جلد کی تلخیص ہے، اس تاریخ تمدن کی نسبت مصر اور ہندوستان دونوں ملکوں کے محققین اسلام نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس میں تمدن اسلام کا نہایت بگڑا ہوا اور مکروہ نقشہ ایک دوست نمادشمن عیسائی کے قلم سے کھینچا ہے، ایسی حالت میں ایک مسلمان اہل قلم کا جس کو تحقیق و تنقید کا بھی دعویٰ ہو، اس کا تلخیص ترجمہ کرنا کہاں تک مناسب ہے۔

تاریخ الدولتین کی بنیادی حقیقت تو آپ کو معلوم ہو چکی، اب سنئے کہ اس کتاب کے پہلے صفحے پر صاحب کتاب کی نسبت اس طرح ظاہر کی گئی ہے۔ ”تاریخ الدولتین از مولانا نیاز فتح پوری“ آپ نے اس کو پڑھ کر فیصلہ کیا ہوگا کہ یہ مولانا کی کوئی اجتہادی تصنیف ہے۔ آگے چلے دوسرا صفحہ لوح دیکھیے۔ آپ وہاں یہ لکھا پائیں گے۔ ”تاریخ الدولتین مولفہ مولانا نیاز فتح

پوری“ اب آپ کو اور یقین ہو گیا ہوگا کہ یہ درحقیقت مولانا کی تالیف ہے۔ مگر نیچے نظر ڈالیے تو یہ عبارت ملے گی۔ ”مقتبس از تاریخ التمدن الاسلامی جز 4 مولفہ جرجی زیدان۔ آپ کے پہلے یقین کو اب صدمہ پہنچے گا کہ کیا ایک ہی کتاب دو دو مولفین کی مولفہ ہے۔ حالانکہ یہ بھی اقرار ہے کہ یہ مقتبس از تمدن الاسلامی ہے۔ اب اس تالیس پر غور کیجیے کہ پہلے تو مبہم لفظوں میں ”از“ لکھا گیا ہے، کہ عوام و خواص دونوں اپنے اپنے مطلب کی سمجھیں، پھر ”مولفہ“ لکھا، کہ عوام اس کو مولانا کی خاص تصنیف سمجھیں، پھر یہ دیکھ کر خواص زبان طعن نہ کھولیں یہ چھپا کر ظاہر کر دیا کہ یہ میری چیز ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ اقتباس کس کو کہتے ہیں۔ اقتباس اس کو کہتے ہیں کہ اپنے کلام کے بیچ میں کسی غیر کے کلام کو لایا جائے۔ مگر یہاں تو از فرق تا قدم غیر ہی کا کلام ہے۔ تو آپ اقتباس کہہ کر دھوکا دیں گے، یا اس کو تخصیص و ترجمہ کہیں گے، یا زیادہ صاف لفظوں میں سرقت کہیں گے۔ شاید اکثر ناظرین کو یہ بھی معلوم ہو کہ ”تاریخ تمدن اسلامی“ کی تمام جلدوں کا بہ لفظ ترجمہ اردو میں ہو چکا ہے اور وہ گھر گھر پھیلا ہے، ایسی حالت میں خبر نہیں کہ اردو کے اس مشہور مصنف کو اس کی تخصیص و اقتباس کرنے کی کیا حاجت پیش آئی۔

بہر حال یہ پیش نظر کتاب بہ قول مولانا اقتباس ہے، اقتباس میں اپنے اور غیر کے کلام میں کچھ نشانات و امتیازات قائم کیے جاتے ہیں، جن سے یہ فرق نمایاں ہو سکے کہ یہ اس کا کلام ہے اور یہ اس کی عبارت ہے، مگر اس کتاب میں جو 190 صفحوں پر تمام ہوئی ہے۔ شروع سے اخیر تک یکساں عبارت اور طرز تحریر ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا یہ پوری کتاب نیاز صاحب کی ہے یا یہ تمام ترجمہ جرجی زیدان کی ہے۔ کتاب کے شروع میں نیاز صاحب کا کوئی دیباچہ نہیں، جس میں یہ تفصیل ہو کہ یہ کتاب کیا تھی؟ اور کیوں کر ”اپنائی“ گئی۔ اور انھوں نے اس کے اندر کیا کار نمایاں انجام دیا ہے، شاید یہی مقام ہے جس کی نسبت کہا گیا ہے کہ السکوت لفصح من النطق۔ خروہ گیر یوں اور نکتہ چینوں کو کہاں تک وسعت دی جائے کہ ان کی انتہا نہیں..... ان امور کو پیش نظر رکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ مولانا نے اس کو تالیف کر کے ملک پر کوئی احسان کیا ہے۔ تاہم۔

عجب تر ایں کہ برمن منت بسیار ہم دارد

نمبر شمار 10 : کتاب زیر تنقید : صبح وطن
مجموعہ نظم پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی
نویسنده : سر تیج بہادر سپرو
زمانہ تحریر : 1244ھ / 1926

نمونہ عبارت

دیباچہ : ان چند سطور کے لکھنے سے میرا یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ اردو شاعری کے نشو و نما کی بابت کوئی بسیط مضمون تحریر کیا جائے۔ چند احباب نے جو میری طرح پنڈت برج نرائن چکبست کے کلام کے دلدادہ ہیں، مجھ سے اصرار کیا کہ ان کے مجموعہ کلام پر دیباچہ دیکھوں۔ اور ان کے اصرار سے میں اس کے لکھنے پر آمادہ ہو گیا۔ بہتر تو یہ تھا کہ کوئی اور صاحب جو مجھ سے زیادہ اس کام کے لیے موزوں ہوتے یہ فرض اپنے ذمے لیتے۔

چکبست کو میں پچیس برس سے جانتا ہوں، اور شاعری و انسانی زندگی کا اعلیٰ معیار جو ہمیشہ وہ اپنے مد نظر رکھتے ہیں اس کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ میں اپنی زندگی کے ان لمحوں کو اپنی حیات کا بہترین سرمایہ سمجھتا ہوں جن میں مجھ کو سچی اور اصلی روحانی مسرت ان کا کلام پڑھ کر حاصل ہوئی ہے۔ ان کے اور دوستوں کی طرح مجھ کو بھی اس امر کا افسوس ہے کہ زمانے نے اس شاعر کو اس قدر فراغت نہیں دی ہے کہ وہ اس فن کی جانب کافی طور پر توجہ کرے، جس کے لیے وہ خدا واد طبیعت اپنے ساتھ لایا ہے اور جس قابلیت میں وہ آپ ہی اپنا نظیر ہے.....

پنڈت برج نرائن چکبست کا ادبی مذاق خاص الٹا لکھنوی ہے اور وہ لکھنؤ کے ادبی رنگ میں ازسرتا پا ڈوبے ہوئے ہیں، فارسی اور اردو زبانوں میں ان کی معلومات جامع اور وسیع ہیں، اور اردو کے اساتذہ کے کلام پر ان کو پورا عبور حاصل ہے۔ ان کے طرز بیان پر لکھنؤ کی نکسالی زبان کی مہر لگی ہوئی ہے۔ لیکن باایں ہمہ ان کو دور جدید کے شاعر ہونے کا خاص طور پر امتیاز حاصل ہے..... ان کا کلام ان عیوب سے پاک ہے جن کا ذکر پیشتر کیا گیا۔ زمانہ حال کی اردو شاعری کی داغ بیل بالکل نئی اور زیادہ پاک و لطیف سر زمین پر ڈالی گئی ہے۔ اقبال و چکبست کی شاعری کی

تحریک کا باعث کبھی تو حب وطن کا جوش ہوتا ہے اور کبھی گزشتہ یا حال کا تاریخی واقعہ ان کے خیالات کو پرواز میں لاتا ہے، کبھی قدرت کے نظاروں یا مذہبی رازوں کے انکشاف سے وہ اپنی نظموں کو آراستہ کرنے میں مدد لیتے ہیں، اور کبھی انسانی جذبات اور احساس کی چچی تصویریں کھینچ کر عبرت کا سبق دیتے ہیں۔ قومیت کا خیال ان کی شاعری کی ساخت کا جزو اعظم ہے۔ ان کی شاعری ایسی شاعری ہے جس کا اثر نوجوانوں کے دل و دماغ پر اس کلام سے کہیں زیادہ ہوتا ہے جو کہ گزشتہ معیارِ سخن کے قاعدوں سے جکڑا ہوا ہے.....

میں نے مندرجہ بالا خیالات بہت ڈرتے ڈرتے ظاہر کیے ہیں اور اس لیے ذیل میں ایسے کلام کا کچھ نمونہ درج کرتا ہوں جس میں چمکتے کا خاص رنگ نظر آتا ہے، اور اس مجموعے کے پڑھنے والوں پر اس امر کا فیصلہ چھوڑتا ہوں کہ میرا دعویٰ صحیح ہے یا غلط۔

میں اس دیباچے کو قریب قریب بالکل ختم کر چکا تھا کہ دفعتاً اپنے دوست کی ناگہانی وفات کی مجھے خبر ملی۔ اس کا مجھے بڑا قلق ہے کہ میں اس دیباچے کو ان کی زندگی میں نہ ختم کر سکا۔

نمبر شمار 11 : کتاب زیر تنقید: قصائد ذوق

نویسنده : آذہیل جسٹس سرشاہ محمد سلیمان جج ہائی کورٹ آلہ آباد

زمانہ تحریر : 1342ھ/1924

نمونہ عبارت

تنقید: قصائد ذوق کو دیگر شعرا کے قصائد سے بالخصوص مرزا رفیع سودا کے قصائد سے مقابلہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ ہر ایک کا رنگ جدا گانہ ہے اور ذاتی خوبی یکتا، ہر ایک اپنی طرز میں علاحدہ اور اعلیٰ ہے، اور اظہارِ خیالات بلند۔ یہ سچ ہے کہ قصائد میں مبالغہ کثیر ہے۔ اکثر اشعار نیچرل شاعری کے حدود سے تجاوز کرتے ہیں، لیکن مبالغہ اردو شاعری کی جان ہے۔ یہ طرزِ مشرقی شاعری کی خصوصیات میں سے ہے۔ بلا اس کے نظم بے نمک ہے۔ ہر سخن فہم مبالغے کو خوب سمجھتا ہے اور مبالغے سے قطع نظر کر کے صرف بلندیِ خیال کو دیکھتا ہے۔ مبالغے کو تشبیہ اور تمثیل کے متوازی خیال کرتا ہے۔ مبالغہ آمیز تعریف کو کلیتاً سچ نہیں سمجھتا اس لیے جو بیخ نہیں ہو سکتی۔ مبالغہ صرف ایک جملہ زریں ہے جس میں اصل خیال آراستہ کیا جاتا ہے۔ غرض صرف اعلیٰ مشابہت ہے۔ مبالغہ خوبیِ کلام ہے نہ کہ نقص۔

تبصرہ و کیفیت

اس نمونے کے تحت میں زیادہ مثالیں اس لیے نہیں لکھی گئیں کہ تنقید یا تبصرہ اور مقدمہ و دیباچہ اور ان کا انداز بیان آج کل کی معمولی لکھے پڑھے سے بھی پوشیدہ نہیں اور پرانی طرز تحریر جس کو تقریظ کہا جاتا ہے فی زمانہ ایک قلم متروک ہے، اس کا ابتدائی نمونہ امام بخش صہبائی اور مرزا غالب کی عبارتوں میں موجود ہے، جب تک اس طرز کا رواج عام رہا، اسی رنگ میں تصنیفات کے آخر میں قطعاً تاریخ کی طرح مندرج ہوتی رہی۔ اس کے بعد مغربی انشا پردازی نے اہل مشرق کو انگریزی پڑھنے کے بعد اس طرف متوجہ کیا کہ جس تصنیف کے متعلق کوئی رائے لکھی جائے اس میں پوری طرح ہر پہلو پر نظر ڈالی جائے۔ چنانچہ اب یہ دستور عام ہو گیا ہے، وہ لوگ جن کو پرانی طرز تحریر کی کم و بیش عادت باقی رہ گئی ہے، وہ بھی اس روش جدید کو ایک حد تک مد نظر رکھتے ہیں۔

لفظ تقریظ کی ترکیب و ترویج غالباً اہل ہند کی تجدید ہے۔ جس کی مراد معنوی تخصیص تصنیف کی توصیف تک محدود ہے۔ صحیح یا غلط۔ مناسب یا فضول۔ القابات و خطابات طویل کے ساتھ کسی پرانی تقریظ میں یہ بات نہیں دیکھی گئی کہ تقریظ نگار نے اپنی تحریر میں کتاب کا تاریک پہلو بھی پیش کیا ہو، اور یہی یک رخی تصویر مروجہ تخصیص مذکور کا یقین دلاتی ہے۔ اس کے بعد ماہرین علوم مشرقی نے انگریزی لفظ ریویو (Review) کے بالمراد نقد و تبصرہ کو جگہ دی اور اس کے ذیل میں مصنف و تصنیف کی واقعی تعریف و توصیف کے ساتھ اگر کسی قسم کی زلت و لغزش دیکھی تو اس کے اظہار پر بھی کسی طرح کا تکلف مصنوعی مناسب نہ سمجھا۔ یہ انداز تبصرہ عقلاً و انصافاً پسندیدہ ہے، مگر چونکہ ہم ابھی عادت

قدیم سے بالکل نامانوس نہیں ہوئے ہیں اس لیے بعض اوقات صحیح غلط
 نمائی اور مضبوط گرفتوں سے چمیں بجبیں ہوتے رہتے ہیں۔ بہر حال
 تشریح مذکور کے مطابق راقم حروف نے اس سلسلے میں جتنے نمونے لکھے
 ہیں ان سے ہر قسم کے انداز تحریر کا پتا چل سکتا ہے۔ بہ حیثیت انسان
 جس طرح مصنف سے غلطی ممکن ہے اسی طرح نقاد بھی نسیان سے محفوظ
 نہیں۔ اگر کوئی تبصرہ ذاتیات اور مجادلہ و مکابہ کی صنعتوں کا لحاظ
 رکھتے ہوئے نہ کیا جائے تو وہ ضرور قابل قدر ہوگا۔ در نہ بیچ۔

☆☆☆

نمونہ نمبر 6 خطوط

1269ھ/ 1852 تا 1348ھ/ 1930

مشاہیر شعراء، علماء، اطباء، ادباء،

مدبران ملک وغیرہ

تحریک کا باعث کبھی تو حب وطن کا جوش ہوتا ہے اور کبھی گزشتہ یا حال کا تاریخی واقعہ ان کے خیالات کو پرواز میں لاتا ہے، کبھی قدرت کے نظاروں یا مذہبی رازوں کے انکشاف سے وہ اپنی نظموں کو آراستہ کرنے میں مدد لیتے ہیں، اور کبھی انسانی جذبات اور احساس کی سچی تصویریں کھینچ کر عبرت کا سبق دیتے ہیں۔ قومیت کا خیال ان کی شاعری کی ساخت کا جزو اعظم ہے۔ ان کی شاعری ایسی شاعری ہے جس کا اثر نوجوانوں کے دل و دماغ پر اس کلام سے کہیں زیادہ ہوتا ہے جو کہ گزشتہ معیارِ سخن کے قاعدوں سے جکڑا ہوا ہے.....

میں نے مندرجہ بالا خیالات بہت ڈرتے ڈرتے ظاہر کیے ہیں اور اس لیے ذیل میں ایسے کلام کا کچھ نمونہ درج کرتا ہوں جس میں چلبست کا خاص رنگ نظر آتا ہے، اور اس مجموعے کے پڑھنے والوں پر اس امر کا فیصلہ چھوڑتا ہوں کہ میرا دعویٰ صحیح ہے یا غلط۔

میں اس دیباچے کو قریب قریب بالکل ختم کر چکا تھا کہ دفعتاً اپنے دوست کی ناگہانی وفات کی مجھے خبر ملی۔ اس کا مجھے بڑا قلق ہے کہ میں اس دیباچے کو ان کی زندگی میں نہ ختم کر سکا۔

نمبر شمار 11 : کتاب زیر تنقید: قصائد ذوق

نویسنده : آرزو ہل جسٹس سر شاہ محمد سلیمان جج ہائی کورٹ آلہ آباد

زمانہ تحریر : 1342ھ / 1924

نمونہ عبارت

تنقید: قصائد ذوق کو دیگر شعرا کے قصائد سے بالخصوص مرزا رفیع سودا کے قصائد سے مقابلہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ ہر ایک کا رنگ جدا گانہ ہے اور ذاتی خوبی یکنواختی، ہر ایک اپنی طرز میں علاحدہ اور اعلیٰ ہے، اور اظہارِ خیالات بلند۔ یہ سچ ہے کہ قصائد میں مبالغہ کثیر ہے۔ اکثر اشعار نیچرل شاعری کے حدود سے تجاوز کرتے ہیں، لیکن مبالغہ اردو شاعری کی جان ہے۔ یہ طرزِ مشرقی شاعری کی خصوصیات میں سے ہے۔ بلا اس کے نظم بے نمک ہے۔ ہر سخن فہم مبالغے کو خوب سمجھتا ہے اور مبالغے سے قطع نظر کر کے صرف بلندی خیال کو دیکھتا ہے۔ مبالغے کو تشبیہ اور تمثیل کے متوازی خیال کرتا ہے۔ مبالغہ آمیز تعریف کو کلیتاً سچ نہیں سمجھتا اس لیے جو طرح نہیں ہو سکتی۔ مبالغہ صرف ایک جلد زریں ہے جس میں اصل خیال آراستہ کیا جاتا ہے۔ غرض صرف اعلیٰ مشابہت ہے۔ مبالغہ خوبی کلام ہے نہ کہ نقص۔

تبصرہ و کیفیت

اس نمونے کے تحت میں زیادہ مثالیں اس لیے نہیں لکھی گئیں کہ تنقید یا تبصرہ اور مقدمہ و دیباچہ اور ان کا انداز بیان آج کل کسی معمولی لکھے پڑھے سے بھی پوشیدہ نہیں اور پرانی طرز تحریر جس کو تقریظ کہا جاتا ہے فی زمانہ ایک قلم متروک ہے، اس کا ابتدائی نمونہ امام بخش صہبائی اور مرزا غالب کی عبارتوں میں موجود ہے، جب تک اس طرز کا رواج عام رہا، اسی رنگ میں تصنیفات کے آخر میں قطعات تاریخ کی طرح مندرج ہوتی رہی۔ اس کے بعد مغربی انشا پردازی نے اہل مشرق کو انگریزی پڑھنے کے بعد اس طرف متوجہ کیا کہ جس تصنیف کے متعلق کوئی رائے لکھی جائے اس میں پوری طرح ہر پہلو پر نظر ڈالی جائے۔ چنانچہ اب یہ دستور عام ہو گیا ہے، وہ لوگ جن کو پرانی طرز تحریر کی کم و بیش عادت باقی رہ گئی ہے، وہ بھی اس روش جدید کو ایک حد تک مد نظر رکھتے ہیں۔

لفظ تقریظ کی ترکیب و ترویج غالباً اہل ہند کی تجدید ہے۔ جس کی مروجہ معنوی تخصیص تصنیف کی توصیف تک محدود ہے۔ صحیح یا غلط۔ مناسب یا فضول۔ القابات و خطابات طویل کے ساتھ کسی پرانی تقریظ میں یہ بات نہیں دیکھی گئی کہ تقریظ نگار نے اپنی تحریر میں کتاب کا تاریک پہلو بھی پیش کیا ہو، اور یہی ایک زرخیز تصویر مروجہ تخصیص مذکور کا یقین دلاتی ہے۔ اس کے بعد ماہرین علوم مشرقی نے انگریزی لفظ ریویو (Review) کے بالمراد نقد و تبصرہ کو جگہ دی اور اس کے ذیل میں مصنف و تصنیف کی واقعی تعریف و توصیف کے ساتھ اگر کسی قسم کی زلت و لغزش دیکھی تو اس کے اظہار پر بھی کسی طرح کا تکلف مصنوعی مناسب نہ سمجھا۔ یہ انداز تبصرہ عقلاً و انصافاً پسندیدہ ہے، مگر چونکہ ہم ابھی عادت

قدیم سے بالکل نامانوس نہیں ہوئے ہیں اس لیے بعض اوقات صحیح غلط
نہائی اور مضبوط گرفتوں سے جیسے بجبیں ہوتے رہتے ہیں۔ بہر حال
تشریح مذکور کے مطابق راقم حروف نے اس سلسلے میں جتنے نمونے لکھے
ہیں ان سے ہر قسم کے اندازہ تحریر کا پتا چل سکتا ہے۔ یہ حیثیت انسان
جس طرح مصنف سے غلطی ممکن ہے اسی طرح نقاد بھی نسیان سے محفوظ
نہیں۔ اگر کوئی تبصرہ ذاتیات اور مجادلہ و مکابہ کی صنعتوں کا لحاظ
رکھتے ہوئے نہ کیا جائے تو وہ ضرور قابل قدر ہوگا۔ ورنہ بیچ۔

☆☆☆

نمونہ نمبر 6 خطوط

1269 ھ / 1852 تا 1348 ھ / 1930

مشاہیر شعراء، علماء، اطباء، ادباء،

مدبران ملک وغیرہ

پہلا دور خطوط

1269ھ / 1852ء 1318ھ / 1900ء

نمبر شمار 1 : کاتب : مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی

مکتوب الیہ : منشی ہر گوپال تفتہ

سنہ کتابت : 1269ھ / 1852ء

نمونہ عبارت

کیوں مہاراج! کول میں آتا، اور جناب منشی نبی بخش کے ساتھ غزل خوانی کرنی، اور ہم کو یاد نہ لانا؟ مجھ سے پوچھو کہ میں نے کیوں کر جانا کہ تم مجھ کو بھول گئے۔ کول میں آئے اور مجھ کو اپنے آنے کی اطلاع نہ دی نہ لکھا، کہ میں کیوں کر آیا ہوں، اور کب تک رہوں گا۔ اور کب جاؤں گا اور بابو صاحب سے کہاں جا ملوں گا۔ خیر اب جو میں نے بے حیائی کر کے تم کو خط لکھا ہے، لازم ہے کہ میرا قصور معاف کرو، اور مجھ کو ساری اپنی حقیقت لکھو، تمہارے ہاتھ کی لکھی ہوئی غزلیں بابو صاحب کی میرے پاس موجود ہیں، اور اصلاح پا چکی ہیں۔ اب میں حیران ہوں کہ کہاں بھیجوں! ہر چند انھوں نے لکھا ہے کہ اکبر آباد ہاشم علی خاں کو بھیج دو لیکن میں نہ بھیجوں گا۔ جب وہ اجیر یا بھرت پور پہنچ کر مجھ کو خط لکھیں گے تو میں ان کو وہ اوراق ارسال کر دوں گا۔ یا تم جو لکھو گے اس پر عمل کروں گا۔ بھائی! ایک دن شراب نہ پیو اور ہم کو دو چار سطریں لکھ بھیجو کہ ہمارا دھیان تم میں لگا ہوا ہے۔ رقم زدہ یک شنبہ چارم۔ جنوری 1852ء

نمبر شمارہ 2۔ : کاتب : مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی
مکتوب الیہ : منشی ہرگوپال تفتہ

کاشانہ دل کے ماہ دو ہفتہ، منشی ہرگوپال تفتہ، تحریر میں کیا کیا سحر طرازیں کرتے ہیں۔ اب ضرور آپڑا کہ ہم بھی جواب اسی انداز سے لکھیں۔ سنو صاحب! یہ تم جانتے ہو کہ زین العابدین خاں مرحوم میرا فرزند تھا، اور اب اس کے دونوں بچے کہ وہ میرے پوتے ہیں میرے پاس آرہے ہیں، اور دم بدم مجھ کو ستاتے ہیں اور میں قہقہہ کرتا ہوں۔ خدا گواہ ہے کہ میں تم کو اپنے فرزند کی جگہ سمجھتا ہوں۔ پس تمہارے نتائج طبع میرے معنوی پوتے ہوئے جب ان عالم کے پوتوں سے کہ مجھے کھانا نہیں کھانے دیتے، مجھ کو دوپہر کو سونے نہیں دیتے، ننگے ننگے پاؤں میرے پلنگ پر رکھتے ہیں۔ کہیں پانی لٹکھاتے ہیں، کہیں خاک اڑاتے ہیں، میں نہیں تنگ آتا۔ تو ان معنوی پوتوں سے کہ ان میں یہ باتیں نہیں میں کیوں گھبراؤں گا۔ آپ ان کو جلد میرے پاس بھیج دیجئے، میں وعدہ کرتا ہوں کہ پھر جلد ان کو تمہارے پاس بہ سبیل ڈاک بھیج دوں گا۔

حق تعالیٰ تمہارے عالم صورت کے بچوں کو جیتا رکھے۔ اور تمہارے معنوی بچوں یعنی نتائج طبع کو فروغ شہرت اور حسن قبول عطا فرمادے۔ بابو صاحب کے نام کا خط ان کے خط کے جواب میں پہنچتا ہے۔ ان کو دے دیجیے گا۔ اور ہاں صاحب! بابو صاحب اور تم آہو کو جانے لگو تو مجھ کو اطلاع کرنا اور تاریخ روانگی لکھ بھیجنا تاکہ میں بے خبر نہ رہوں۔ والدعاء، اسد اللہ، نگاشتہ جمعہ 18 جون 1852۔

نمبر شمارہ 3۔ : کاتب : مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی

مکتوب الیہ : مرزا حاتم علی مہر

مرزا صاحب! میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلے کو مکالمہ بنا دیا ہے۔ ہزار کوس سے بہ زبان قلم باتیں کیا کرو۔ ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو۔ کیا تم نے مجھ سے بات کرنے کی قسم کھائی ہے۔ اتنا تو کہو کہ یہ کیا بات تمہارے جی میں آئی ہے، برسوں ہو گئے کہ تمہارا خط نہیں آیا۔ نہ اپنی خیر و عافیت لکھی نہ کتابوں کا پورا بھجوا یا۔ ہاں مرزا تفتہ نے ہاتھ رس سے یہ خبر دی ہے کہ پانچ ورق پانچ کتابوں کے آغاز کے دے آیا ہوں، اور انھوں نے سیاہ قلم کی لوہوں کی تیاری

کی ہے۔ یہ تو بہت دن ہوئے جو تم نے خبر دی ہے کہ دو کتابوں کی طلائی لوح مرتب ہو گئی ہے۔ پھر ان دو کتابوں کی جلدیں بن جانے کی کیا خبر ہے، ان پانچ کتابوں میں رنگ کس قدر ہے۔

تبرہ و کیفیت

عود ہندی اور اردوے معلیٰ ان ناموں سے دو مجموعے چھپ گئے ہیں، جن میں مرزا غالب کے خطوط بہ کثرت موجود ہیں، اس شہرت و اشاعت کے بعد ان کے مطبوعہ خطوط کی نقل تحصیل حاصل نہ سمجھنی چاہیے بلکہ اس حیثیت سے کہ اردو زبان میں خط نویسی کی ابتدا مرزا نے کی ہے، اس کتاب کے موضوع تاریخی کو پیش نظر رکھ کر دیکھنا چاہیے کہ اس بلند خیال اور باکمال موجد نے ابتدائی میں وہ نمونہ دکھایا ہے جس سے بہتر اٹھتر برس کے بعد بھی آج ہم نہیں دکھا سکتے۔ ممکن ہے کہ تھوڑے بہت غور و تامل کے بعد چند لفظی متروکات کی فہرست پیش کی جاسکے مگر غیر ممکن ہے کہ ادائے مطلب کی خاطر نشینی اور طرز بیان کی دل کشی اس سے بہتر تو کیا برابر بھی سامنے لائی جاسکے، اقرار کرنا پڑے گا کہ ”تمہارے ہاتھ کی لکھی ہوئی غزلیں بابو صاحب کی“ اور ”مجھ کو ساری اپنی حقیقت لکھو“ اب ہم نہ لکھیں گے۔ مگر یہاں مرزا کے اس دعوے کو یاد رکھنا چاہیے کہ مراسلے کو مکالمہ بنا دیا ہے۔

مراسلے کی گویائی زبان قلم سے وابستہ رہتی ہے جس کی گرفت دست کاتب سے باہر نہیں، لیکن مکالمے کا نطق مطبعی بے ساختگی اور فطری لب کشائی کے سامنے ان پابندیوں پر مجبور نہیں ہوتا۔ مواقع مخاطب یا وقتی عجلت کی وجہ سے الفاظ کا آگے پیچھے ہو جانا تقریر کا جزو لاینفک ہے اور گویا یہی انداز مرزا کے دعوائے مذکورہ کا ثبوت مانا جائے گا۔ اسی طرح کا شانہ دل کے ماہ دو ہفتہ مرزا ثقہ، وغیرہ سبع مقلی فقرات بحث و نظر میں آسکتے ہیں، مگر اسی خط میں جس لطیف فصاحت و بلاغت سے انشا پر دازی کا نمونہ دکھایا ہے

ایسی سحر طرازی کہیں نظر نہیں آسکتی۔ نتیجہ کلام یہ ہے کہ اس وقت تک کی

تحقیقات میں مرزا غالب اردو کے ایجاد مرسلت میں سب پر غالب ہیں۔

نمبر شمار 4 : کاتب : مسٹر ایم کمسن ڈائرکٹر تعلیمات ممالک مغربی و شمالی (ہند)

مکتوب الیہ : سید شاہ صاحب عالم صاحب مارہروی

سنہ کتابت : 1282ھ/1866

مصورہ عبارت

عنایت فرمائیے دوستان سید صاحب عالم معافی دار مارہرہ زاد عنایتکم۔

بعد اظہار شوق و مراسم عرفیہ کے واضح رائے محبت پیرائے ہو۔ چونکہ اکثر اوصاف جمیلہ و محامد نبیلہ آپ کے در باب واقفیت تاریخ و زبان دانی و دیگر فضائل و کمال کے گوش زد ایں جانب کے ہوئے۔ اس لیے آپ کو براہ دوستانہ اس امر کی تکلیف دی جاتی ہے کہ اگر آپ کو حال مفصل ایجاد زبان اردو معلوم ہو تو اس کی کیفیت مجھے تحریر کر کے ممنون کیجیے اور اس تحقیقات سے وہ دریافت حال زبان مسطور مطلوب ہے کہ جس سے حال زمانہ ابتدائے اجرائے اردو، اور نیز تصریح اس امر کی کہ کس عہد سے زبان مذکور داخل نوشت و خواند اہل ہند ہوئی، معلوم ہو جائے۔ اور کن کن استادوں نے زبان مذکور میں ابتداء شعر و سخن یا نثر کے مضامین لکھنے شروع کیے اور کتنے محاورات قدیمہ اب تبدیل ہو گئے۔ اور اس تبدیلی سے اس زبان میں آیا شگلی درنگی آئی یا کسی طرح کا نقص پیدا ہوا، اور اگر کلام ان اساتذہ قدیم کے یاد ہوں یا کسی تذکرے میں آپ کی نظر سے گزرے ہوں تو بہ طور ”مشتے نمونہ از خردارے“ سلک تحریر فرما کر ممنون کریں، اور جو کوئی کتاب حاوی ان امور کی مل سکے تو اس کو بہ طور عاریت یا بہ قیمت جیسا مناسب ہو لطف فرمادیں، نہایت موجب احسان مندی ہوگا، اور چونکہ جس کتاب کا ایں جانب کو قصد تالیف ہے اور جس کی امداد کے لیے آپ کو تکلیف دی گئی ہے اس میں حال شعرا وغیرہ کا بہ قید نام و مسکن و زمانہ لکھا جائے گا۔ آپ جو کیفیت ان استادوں کی تحریر فرمادیں تو اس میں امور صدر کا ضرور لحاظ رہے۔ فقط

الرقوم 6 جون 1866

کمپ کوہ منصوری۔ رقیہ الشوق ایم کمسن

نمبر شمار 5 : کاتب : سر سید احمد خاں از لندن

مکتوب الیہ : نواب محسن الملک سید مہدی علی خاں

سنہ کتابت : 12 : 1286ھ / 1869

مہوہ عبارت

جناب مخدوم مکرم محبت من سلامت۔ بعد سلام مسنون الاسلام ایں کہ آپ کا عنایت نامہ مورخہ بلا تاریخ پہنچا، جس قدر خوشی مجھ کو آپ کے عنایت نامہ پہنچنے سے ہوئی بیان نہیں کر سکتا۔ یہ مقولہ کہ ”الخط نصف الملاقات“ بلکہ پوری ملاقات کا لطف ہوتا ہے۔ مفارقت میں اس کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ میں برابر اپنے حالات لکھ کر بھیجتا رہتا ہوں، اخبار میں چھپنے دیجیے۔ بعد معاودت انشاء اللہ تعالیٰ نظر ثانی کر کر رسالہ سفر مرتب کر کر چھاپوں گا۔ میں حتی المقدور نہایت مفصل حالات لکھتا ہوں اور جو مراتب آپ نے لکھے ہیں وہ آخر کو بالتفصیل لکھوں گا۔ بعد آنے کے معلوم ہوا کہ سفر چنداں سخت نہیں ہے۔ نہایت آرام کا سہل ہے۔ اور کوئی چیز مذہبی ایسی نہیں ہے کہ مسلمان اس کو اپنی خاطر خواہ نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ ایک شیعہ جو مشرک کو نجس حقیقی جانتا ہے، وہ بھی اپنے مذہب کے موافق رہ سکتا ہے۔ مگر کسی قدر اہتمام و تردد سے۔

ذبیحہ مسلمان کا دست یاب ہو سکتا ہے۔ غرض کہ کوئی بات مشکل نہیں ہے۔ بعض امور بلا تکلف اور بعض امور بہ تکلف انجام پاتے ہیں۔ چاہتا ہوں کہ حالات سفر جو اخبار میں چھپتے ہیں آپ ان کو بہ طور کتاب یک جانش کر داتے جائیں، اور جس امر کی نسبت زیادہ تفصیل کی حاجت ہو مجھ کو لکھ کر دریافت فرمائیں اور اس کو اس میں اضافہ کر دیں تاکہ آپ کی صلاح سے کتاب بھی درست ہو جائے اور سب چیز کو حاوی بھی ہو۔ اور میرے آنے تک کتاب مرتب تیار ہوگی اور صرف چھپنا شروع ہوگا، میں بعض بعض عمدہ مکانات کے نقشے بھی لاؤں گا اور وہ بھی کتاب میں چھپوائے جائیں گے۔ بہر حال بعد نظر ثانی یہ کتاب حاوی تمام چیزوں کو ہوگی۔

دو ہندو واسطے امتحان سول سروس کے ممبئی سے اور آئے ہیں۔ افسوس کہ مسلمان پیچھے رہے جاتے ہیں۔ چار بنگالی اب کی دفعہ سول میں پاس ہوئے ہیں۔ محمود در سہ قانونی میں داخل ہو گیا ہے۔ مجھ سے اور یہاں کے اراکین سے روز بروز ملاقات ہوئی جاتی ہے۔ اس قدر ملاقات کا

موقع اور جگہ ہے کہ شاید میں ان سب سے نڈل سکوں گا، جس اخلاق سے یہاں کے امرا اور اراکین ملے ہیں اس کا بیان بیان سے باہر ہے۔ کچھ میرے ہی ساتھ یہ اخلاق نہیں ہے بلکہ حقیقت میں وہ لوگ با اخلاق اور سادہ مزاج اور بے غرور ہیں۔ میں ہر دم اپنے ملک کی بھلائی کے خیال میں ہوں اور عن قریب کچھ کچھ انشاء اللہ تعالیٰ مشہور کرنا شروع کرتا ہوں۔ اور وزیر ہذا میرے آنے کے دو تین روز بعد باہر چلے گئے ہیں۔ اول ان سے ملاقات ہو لے تب کچھ تحریر بہتری ہندوستان شروع ہوگی۔ قبل اس کے ایک عریضہ مع اشتہار کتاب کے روانہ خدمت عالی کیا ہے۔ ملاحظے سے گزرا ہوگا۔ اور امید ہے کہ زر مطلوبہ روانہ فرمایا ہوگا۔

مجھ کو نہایت افسوس ہے کہ بعض احباب نالائق مثل مولوی ز۔ غ نے میرا ارادہ دربار تحریر جواب کتاب میور صاحب جو نسبت آں حضرت صلح لکھی ہے ست کر دیا، اور بروقت روانگی سامان اور چندہ کرنے نہیں دیا۔ یہاں اس کے جواب کا اس قدر سامان ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا، خصوصاً وہ عالم انگریز جس نے وہ کتاب لکھی ہے جس کا پہلے میں نے ذکر کیا ایسا عمدہ شخص اس کے جواب کے لائق ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔

کتب خانہ انڈیا آفس میں نے دیکھا۔ ہوش جاتے رہے، کتب خانہ نہیں ہے، کتابوں کا شہر ہے۔ مجھے وہاں جانے کی اور پڑھنے کی جو چاہوں اور نقل کی، سب کی اجازت ہوگئی۔ ابھی کتب خانہ برٹش میوزیم نہیں دیکھا، سنا ہے کہ وہ اس سے بھی بہت بڑا ہے۔ بہر حال میں کچھ نہ کچھ نسبت جواب کتاب ولیم میور صاحب کے ضرور کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیشہ عنایت نامہ بھیجتے رہیں اس کے پہنچنے سے جس قدر خوشی اور روحانی فرحت ہوتی ہے بیان نہیں ہو سکتی۔ حافظ جی صاحب کی خدمت میں میرا بہت بہت سلام پہنچے۔ میرے ہمراہی سب بخیریت ہیں۔ آپ کو تسلیم عرض کرتے ہیں۔ محمود کہتا ہے کہ میرا سلام مت لکھو۔ میں خود جدا عریضہ لکھوں گا۔ دو تصویریں مرسل خدمت ہیں۔ میں خود حاضر نہیں ہو سکا اس لیے میری تصویریں آپ کی قدم پوی کو پہنچتی ہیں والسلام۔

خاکسار سید احمد۔

4 جون 1869 روز جمعہ مقام لندن۔

نمبر شمار-6 ایضاً

بنام محمد سعید خاں ناظر مرقومہ 1279ھ/1862

خاں صاحب شفیق ولی سلامت۔ تمہارا خط پہنچا۔ درحقیقت تم مجھ کو یاد کرتے ہو گے۔
 بقرعید میں ضرور آنا، اگر تم آؤ گے تو میں تم سے مل کر نہایت خوش ہوں گا۔ چھاپہ خانہ جاری ہو گیا
 ہے مگر کیس نہیں ہیں، اس سبب سے بڑا ہرج ہوتا ہے۔ تم مولوی جعفر علی صاحب وکیل سے ملو اور
 دریافت کرو کہ اگر کبھی کی قیمت وصول ہوئی ہے تو جلد میرے پاس بھیج دیں کیونکہ ان دنوں میں
 روپے کی بہت ضرورت ہے۔ حامد و محمود و محمد احمد کی طرف سے سلام پہنچے۔ میں یہاں بہت خوش
 ہوں۔ خواجہ بخش اور کریم اللہ نجاران سے میرا سلام کہو اور پوچھو کہ اگر دو مہینے کے لیے وہ یہاں
 آدیں تو میں ان کو بلالوں کہ چھاپے خانے کے کیس وغیرہ تیار کر جاؤں یہاں کاری گر نہیں ملتے۔
 والسلام سید احمد کلیم جون 1862 غازی پور۔

نمبر شمار-7 ایضاً

مورخہ 1286ھ/1866

خاں صاحب مشق مہربان کرم فرمائے مخلصان مظہر عنایت محمد سعید خاں صاحب
 سلامت بعد اشتیاق ملاقات بہت آیات واضح رائے شریف ہوئے۔ عنایت نامہ مع ایک پارسل
 پتلوں کے وصول شادمانی لایا۔ میں نہایت ممنون ہوں۔ میں بہ خیریت ہوں، برخورداران محمد حامد اور
 محمود بھی بخیر و عافیت ہیں۔ اطمینان رکھنا۔ آپ کی خیر و عافیت اور برخوردار محمد حسین خاں اطال اللہ
 عمرہ کی نوشتہ و خواندہ کا حال دریافت ہونے سے بہت مسرت ہوئی۔ برخوردار مذکور کو بہت بہت
 دعا کہہ دیجیے، اور ہمیشہ اپنی خیریت سے اطلاع دیتے رہو کہ باعث طمانیت ہے۔ مکرر واضح ہو کہ
 سوسائٹی سے ایک اخبار ہفتہ وار منسلی بہ اخبار سائنٹفک سوسائٹی علی گڑھ جاری ہوتا ہے۔ پہلا پرچہ
 اس کا 30 مارچ 1866 کو جاری ہوگا۔ چنانچہ آپ کے پاس بھی پہلا پرچہ اس کا بھیجا جاوے
 گا۔ قیمت اخبار کی (صہ عہ) پندرہ روپے سالانہ ہوگی۔ اس پرچے کو آپ لوگوں کو دکھائیے اور جو
 صاحب آمادہ خریداری ہوں ان کو آمادہ کر کے اطلاع دیں۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام محمد حامد
 اور محمود تسلیمات عرض کرتے ہیں۔ خاکسار سید احمد، از علی گڑھ۔ 22 مارچ 1866

نمبر شمار-8 ایضاً

بنام مولوی سید میر حسن پروفیسر اسکاچ مشن کالج سیال کوٹ

مرقومہ 1215ھ/1898

مخدومی مکرری سید میر حسن صاحب آپ کا عنایت نامہ مورخہ 9 مارچ 1898 پہنچا۔
ممنون عنایت ہوا۔ جو عنایت دلی اور محبت و اشفاق بزرگانہ مجھ ناچیز کے اوپر آپ مبذول فرماتے
ہیں، اس کا میں دل سے شکر ادا کرتا ہوں مگر میں اس قدر عنایتوں کے لائق نہیں ہوں، جس قدر کہ
آپ فرماتے ہیں۔ بہر حال آپ کی عنایتوں کا شکر کرنا واجب ہے۔

تفسیر قرآن مجید کا تمام ہونا تو مشکل معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ اس کے چھاپے میں
اس قدر خرچ پڑتا ہے کہ میں اس کا متحمل نہیں ہو سکتا، اور یہ بھی مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ میں مسودہ لکھ
کر ڈھیر کرتا جاؤں، اس امید پر کہ کبھی چھپ رہے گی مگر میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ مقامات مشککہ
قرآن مجید کے اور جو مشکلات بعض معترضین کی طرف سے مذہب اسلام پر وارد ہوتے ہیں
ان کے جواب میں چھوٹے چھوٹے رسالے لکھ ڈالوں۔ اگر خدا نے اس کام کو انجام کر دیا تو
تمام مشکلات حل ہو جائیں گی اور صرف قرآن مجید کا ترجمہ باقی رہ جائے گا۔ جس کی کچھ
ضرورت نہیں ہے۔

ان دنوں میں ایک بہت نازک اور بڑے امر پر ایک رسالہ لکھ رہا ہوں، یعنی ازواج
مطہرات رسول خدا ﷺ پر۔ یہ بھی رسالہ چھپے گا تو مجھے امید ہے کہ کسی کے دل میں کوئی شبہ باقی
نہیں رہے گا۔ علاوہ تہذیب الاخلاق جو میں نے مختلف مضامین بہ طور آرٹیکل کے لکھے ہیں ان
کے چھپنے کی بابت بھی بعض دوست کچھ بندوبست کر رہے ہیں۔ شاید کچھ انجام ہو جاویں۔ ایک
رسالہ تفسیر السنوآت کا میں نے لکھا تھا جو پرانے تہذیب الاخلاق کے متعدد پرچوں میں چھپ گیا
تھا، اب اس کو بھی بہ طور ایک مستقل رسالے کے علاوہ چھپوایا ہے۔

والسلام۔ خاکسار سید احمد

6 مارچ 1898۔

تبصرہ و کیفیت

خطوط مرزا غالب کے تبصرہ و کیفیت میں مراسلت کو مکالمہ بنانے کا ذکر آچکا ہے۔ سرسید کے خطوط میں بھی وہی جلوہ بہ حد تمام نظر آتا ہے۔ غالب کے خطوط میں اکثر شاعرانہ انشا پردازی اور کہیں کہیں تکلف کی ملاوٹ دکھائی دیتی ہے لیکن یہاں کسی تکلف و تصنع کا نام نہیں، یہی وجہ ہے کہ سرسید اپنے اظہار خیال کے سامنے نشست الفاظ کی گرد آوری میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے جو خیال ذہن میں آتا اس کو بے ساختہ اور بے تکلف اس طرح ادا کر دیتے کہ سننے اور پڑھنے والے کا دماغ مفہوم مطلب کے سوا مصنوعات انشا کی باریکیوں میں الجھ کر اپنی عنان توجہ کسی اور طرف پھیرنے نہیں پاتا تھا۔ سید صاحب کی اردو خطوط نویسی کا آغاز یقیناً مرقومہ الصدر سنوں سے پہلے ہوا ہوگا مگر چونکہ اب تک ان کا پتا نہیں چلتا اس لیے اس مطبوعہ مجموعہ مکاتیب سے جس کو ان کے خلف محمود سید اس مسعود صاحب الخطاب بہ نواب مسعود جنگ سابق ناظم تعلیمات دکن و حال وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے شائع کیا ہے۔ چار خط درج کیے گئے۔ ان خطوط کے انتخاب میں دو باتیں ملحوظ رکھی گئی ہیں، اول یہ کہ شائع شدہ خطوط کے ابتدائی اور انتہائی نمونے پیش نظر ہیں۔ دوم یہ کہ ان کے سچے خلوص اور دلی محبت اور قدر شناسی کی اصلی حالت ایسے مکتوب الہیم کے مقابل میں معلوم ہو جائے جو وجاہت دنیاوی کلکٹری یا دیوانی کی نظارت تک محدود نہیں، بلکہ اہل حرفہ کی بجاری و معماری تک یکساں نظر آتی ہے۔ اس کا ثبوت محمد سعید خاں کے خطوط سے ملے گا۔ اور اسی کے ساتھ ایک صدی قبل کی مشرقی تعلیم اخلاقی کا مرقع نظر آئے گا، جس نے کاتب کو اپنے بچوں کی طرف سے اظہار سلام پر اور مکتوب الیہ کی اولاد کو دعا دینے پر نہ صرف رسماً بلکہ از روئے محبت فرضا مجبور کیا۔

نمبر شمار 9 : کاتب : عثمان خاں مدار المہام ریاست رام پور
مکتوب الیہ : شاہ سید صاحب عالم صاحب مارہروی
سنہ کتابت : 1287ھ/1870

نمونہ عبارت

جناب میاں صاحب مخدوم جہان و جہانیاں سلامت! نیاز اور تسلیم نیاز مندانه کے بعد
عرض پرداز ہوں کہ یورو دکرمت نامجات جناب افتخار اندوز دارین ہوا۔ علی الخصوص حصول ملاقات
جناب سید شاہ عالم صاحب کے سے تعویق تحریر جواب نظر بہ کثرت کار عقیدت کیش معاف فرمائی
جائے اور آئندہ کو مدام مدام با حصول ملازمت شریف بہ ترسیل مکاتیب مفاخرت اسالیب عقیدت
شعار کو مسرور و مفتخر فرماتے رہیے۔ اور باوقات خاص گوشہ خاطر سے سہو اور محو نہ فرمائیے۔ زیادہ حد
ادب۔ ملتئمہ خادم عزلت گزین محمد عثمان خاں۔ محرمہ 28 دسمبر 1870۔

تبصرہ و کیفیت

مقدمہ و عنوان میں بتایا گیا ہے کہ اردو نثر اپنی نوعی حیثیت سے
جتنی شاخص اس وقت تک قائم کر سکتی ہے حتی المقدور ان سب کے نمونے
دکھائے جائیں گے۔ اسی سلسلہ الزام میں غالباً ایک مشہور مدبر مدار المہام
ریاست کی یہ تحریر بے محل نہ سمجھی جائے گی۔ اگرچہ ادبی حیثیت سے کوئی
نمایاں بات نہیں۔

نمبر شمار 10 : کاتب : شمس العلماء مولوی حافظ ڈاکٹر نذیر احمد خاں دہلوی
مکتوب الیہ : مولوی بشیر الدین احمد خلف کاتب
سنہ کتابت : 1293ھ/1876

نمونہ عبارت

میاں بشیر! مولوی..... صاحب تمہارا اسباب لے گئے۔ تم اپنی ضرورت کی چیزوں
سے مطلع رکھو۔ کتاب وغیرہ جو کچھ درکار ہو لکھ بھیجو، میں روانہ کر دوں گا۔ تم جو چاہو وہاں کرو میری

طرف سے یہی ایک فرمائش ہے کہ تم پڑھو۔ تم نے آخر اپنا فارسی خط تو درست کیا کہ ہاتھ سنبھال کر لکھتے ہو تو بھلا معلوم ہوتا ہے۔ ذرا سا لحاظ قاعدوں کا کر لو کہ کس طرح حروف کو ترکیب دیں تو اور عمدگی پیدا ہو۔ لیکن انگریزی خط کو تم نے پیٹ بھر کے بگڑنے دیا۔ خوش خطی کوئی کمال نہیں مگر ہنر ہے اور شروع میں تھوڑا سا اہتمام کرنے سے آدمی خوش خط ہو جاتا ہے اور جب ہاتھ نے ایک روش اختیار کر لی تو گھسیٹ میں بھی وہی شان باقی رہتی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ مجھ میں ہنر خوش خطی نہیں ہے تو کیا ضرور ہے کہ تم میرے معائب و مناقص کی تقلید کرو۔ خذ ما صفا دع ماکدر۔ اگر مجھ میں کوئی صفت ہے خدا تم میں وہ صفت علی وجہ الکمال پیدا کرے میرے عیوب سے خدا تم کو بچائے۔ آمین۔

ذرا انگریزی خط پر توجہ کرو۔ اگر قلم دوات کا غلطی وفق المراد (حسب خواہش) نہیں یہ چند پیسوں کی چیز ہے اور ہنر اگر ہاتھ میں آ گیا تو دولت لازوال۔ گو تم اپنی والدہ سے عارضی ناخوش ہو، لیکن بشیر! تم کو خدا نے عقل دی۔ تم ان کی پوری اطاعت کرو۔ ماں نمونہ شفقت الہی کا ہے۔ اور ماں باپ کے جو حقوق شاعر نے قرار دیے ہیں وہ حقیقت میں طافی ہے ان احسانوں کی جو ماں باپ اپنی اولاد پر کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ تمہاری والدہ کبھی تم سے بے سبب ناخوش ہوں، لیکن ۔

آں را کہ بجائے تست ہر دم کرے
عذرش بنہ ارکند بہ عمرے ستے

2 جولائی 1876

نمبر شمار- 11 ایضاً

بنام مسٹر ریڈ مہتمم بندوبست مرقومہ 1295ھ/ 1877

جناب عالی! میں اپنے دوسرے خطوط میں انشاء اللہ آپ پر ثابت کروں گا کہ میں نے اپنی انگریزی کو جیسی ٹوٹی پھوٹی اعظم گڑھ میں تھی، اب تک بھلایا نہیں مگر چونکہ ابتداءے مفارقت سے جس کو چوتھا برس ہے میرا پہلا عریضہ ہے، میں چاہتا ہوں کہ اپنے خیالات کو اپنی زبان میں ادا کروں۔ بشیر نے آپ کی چٹھی کی نقل دتی سے میرے پاس دورے میں بھیجی اور اس کے پڑھنے

سے وہ پانچ برس آنکھوں میں پھرنے لگے جو آپ کے سایہ عاطفت میں نہایت خوشی اور اطمینان کے ساتھ اعظم گڑھ میں گزرے۔ اگرچہ مفارقت کو بہت دن ہوئے مگر آپ کی مہربانیاں نہ بھولی ہیں نہ بھولیں گی۔ میرا حال اس ملک میں اس شخص کا سا ہے جو کبھی ناؤ پر نہ بیٹھا ہو اور دفعتاً اس کو طوفان خیز سمندر میں بادبانی جہاز پر بیٹھ کر سفر کرنا پڑے۔ بشیر کا یہ کہنا کہ میں نے اس ملک کا رہنا ٹھان لیا ہے صرف اس قدر صحیح ہے کہ انھوں نے مجھ کو کبھی کہتے سنا ہوگا، مگر یہاں کے حالات کو خود ثبات و قیام نہیں اور اس حالت میں کوئی رائے جم نہیں سکتی۔ تاہم اس میں بھی شک نہیں کہ میری طبیعت مطلقاً نوکری سے گریز سا کرتی ہے۔ مجھ کو یہاں صدر تعلقہ داری کی خدمت سپرد ہے اور یہ انگریزی عمل داری کی کشمزی سے بہت ملتی ہوئی ہے۔ تنخواہ وہاں بہت، اور اختیارات یہاں۔ مجھ کو تنخواہ کے بارہ سو ملٹے ہیں۔ اور بہ تعلق بندوبست مدامی بھٹا ماللعمہ (140 روپے) یہاں کا روپیہ تین آنے کے قریب انگریزی روپے سے چھوٹا ہے۔ اور چیزوں کا نرخ بھی اکثر گراں۔ اس ملک میں کبھی پاری مقتدر رہے ہیں۔ کبھی مدراسی اور ان دنوں ہندیوں کا دور دورا ہے۔ مگر اس ملک کے لوگ صرف حسد کی وجہ سے ہم لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں، انتظام کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ذات نظام کو اس ملک میں حضور یا بندگان عالی سے تعبیر کرتے ہیں اور لفظ حضور جو وہاں تعظیماً بولا جاتا ہے اس کا مرادف یہاں لفظ تقصیر ہے۔

حضور کا سن شریف پندرہ برس کا ہے اور اس وقت تک کہ حضور زمام سلطنت اپنے دست مبارک میں لیں۔ نواب مختار الملک سر سالار جنگ بہادر اور نواب شمس الامراء امیر کبیر بہادر ایجنٹ ہیں۔ ان دونوں میں جو باہمی اختلاف ہے وہ آپ اخبار میں پڑھتے ہوں گے۔ انتظام سلطنت نواب مختار الملک کرتے ہیں۔ باستثناء امور عظمیہ جس میں مشاورت امیر کبیر ضرور ہے۔ ملک بہت وسیع ہے، مگر اس کا ایک بڑا حصہ جاگیر۔ خود حضور نے جس قدر ملک اپنے واسطے الگ کر لیا ہے وہ صرف خاص کہلاتا ہے۔ جاگیرداروں میں سب سے بڑے جاگیردار امیر کبیر ہیں جن کے خاندان میں حضور کی صاحبزادیاں بیاہی جاتی ہیں۔ ان کی جاگیر کو لوگ ساٹھ لاکھ روپے سال کا بیان کرتے ہیں۔ ان سے اتر کر اکثر مسلمان اور بعض ہندو جاگیردار ہیں۔ صرف خاص اور جاگیرات نکل کر جو ملک بچا وہ دیوانی کہلاتا ہے۔ یعنی متعلق بہ دیوان۔ (وزیر)

نمبر شمار 12 : کاتب : منشی سید اسماعیل حسین منیر شکوہ آبادی
مکتوب الیہ : مولوی سید محمد نوح شہیر رئیس مچھلی شہر (جون پور)
سنہ کتابت : 1297ھ / 1878

عمود عبارت

سرمایہ نازش تیرہ روز منیر بر خوردار سید الخلیل الشہیر سلمہ اللہ القدیر۔ بعد ازاں سلمہ شائقہ و ادعیہ متکاثرہ لائقہ واضح خاطر سعادت مآثر عزیز ہو۔ الحمد للہ والہم کہ میری دعاؤں کا اثر ہوا، اور حضرت تقدس تعالیٰ شانہ نے مژدہ ولادت باسعادت فرزند ارجمند بخانہ آں عزیز سعادت پیوند طالع مند سنایا۔ سال گزشتہ میں فوت صبیہ سے جو گرد ملال عارضی چہرہ جمال ہوئی تھی وہ اس آب باری رحمت و فضل ایزدی سے زائل و برطرف ہو گئی۔ قطعہ تاریخ ولادت عن قریب انشاء اللہ پہنچے گا۔ ان دنوں باوجود آلام و اسقام بیماری و تکلیف حضوری دربار دربار حضور ولی نعمی ادام اللہ اقبالہ العالی جس قدر وقت ملتا ہے آپ کی تعمیل فرمائش میں صرف ہوتا ہے۔ باختر و بالا باختر کی جلدیں کتب خانہ سرکاری میں داخل ہو گئی ہیں، اب ان میں سے کسی داستان کی نقل حاصل کرنا دشوار ہے۔ جلد طلسم گوہر بار محض آپ کی پاس داری خاطر سے پھر کہہ کر ایک کاتب کو تبلیض کے لیے دے دی ہے، وہ لکھ کر آجائے تو بھیج دوں۔ لائق دید و سیر نظر ہے۔ شفقی لالہ مادھورام جوہر کی تحریر سے تمھارا فرخ آباد کے مشاعرے میں شریک ہونا اور بے اصلاحی غزل پڑھ کر شہرت و عزت حاصل کرنا معلوم کر کے شکریہ باری تعالیٰ ادا کیا۔ ماشاء اللہ تم موید من اللہ ہو۔ ہر معرکہ سخن میں سُرخ رو و بار آور ہو گے۔ لیکن ابھی سے کہ زمانہ مشق ابتدائی ہے ایسی جرأت یعنی بے اصلاحی کلام کا جمع شعرائے نای و کہنہ مشق میں پڑھنا آئندہ سے قابل احتیاط ہے۔ اگرچہ آپ کی خدا داد ذہانت و علمی قابلیت سے اطمینان ہے۔ تم نے اب تک وہ غزل نہیں بھیجی، دو چار شعر جن کی خاص کر زیادہ شہرت و قبولیت ہوئی جو ہر نے لکھے ہیں۔ تمھارا یہ شعر خاص میرے رنگ کا ہے۔

میرے سائے سے بڑھی گری مزاج یار میں
جادو صحرا کی نبض اے دست دشت دیکھنا

ماشاء اللہ چشم بد دور، میرے خیال میں اتنا بلند شعر، کوئی مبتدی یا اس عمر والا ہرگز ہرگز نہیں کہہ سکتا۔ ذالک فضل اللہ ہو تبہ من بشاء طرح فرمائی پر مطبوعہ غزل بہ تمامہ بھیجتا ہوں۔ والدعا۔ یہاں تک لکھوا چکا تھا کہ آپ کے ماموں صاحب قبلہ جو میرے قدیمی عنایت فرما اور محسن زادے ہیں تشریف لائے۔ اور آپ کا دتی خط دیا، جس کے پڑھنے سے بے حد مسرور ہوا۔ دیر تک تمہارے ذکر رہا اور تفصیل سے حالات دریافت ہوئے۔ میں تم کو اس خط میں اور ہمیشہ کبھی آپ اور کہیں تم ضمیر مخاطب سے مخاطب کرتا ہوں، تم سمجھتے ہو گے کہ یہ شتر گریہ کیسا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا لفظ تعظیسی بہ اعتبار خیال سیاست و قابلیت لکھتا ہوں، اور اقتضا۔ اے جوشِ محبت یا شفقت استادانہ سے جو بہ منزلہ رافضی پدرانہ ہے تکلف برطرف کر کے تم بھی لکھوا جاتا ہوں۔ ایسا کی بحث تم نے ماشاء اللہ نہایت قابلیت سے لکھی ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کہ فارسی گوئیوں اور اردو والوں کے قواعد میں اتفاق نہیں ہے۔ لگانا، اٹھانا کے تصفیہ کرنے میں آپ کی احتیاط مناسب اور میرے قواعد و اصول کے موافق ہے، مگر اردو میں قول شعرا نے کہا ہے تو اسے ناجائز نہ سمجھو۔ اس بحث کو چھپوانے کی ضرورت اور شاہ مدار کی ریوڑیاں بنانے کی کیا حاجت ہے۔ مری جناب حافظ صاحب قبلہ (تمہارے ماموں صاحب) بخیر و عنایت پہنچ گئے۔ ابو محمد بدر تسلیم رساں ہے۔ 18 ذی الحجہ الحرام 1297 ہجری از رام پور افغانہ یہ اعمال منیر۔

تبصرہ و کیفیت

باخبر شعرا و اہل قلم بالعموم جناب منیر سے واقف ہیں، البتہ موجودہ زمانے کے اکثر نو عمر اور بعض کثیر المشاغل حضرات آگاہ نہ ہوں گے، اس لیے اتنا بتا دینا مناسب ہے کہ سید السلیل حسین منیر شکوہ آباد ضلع مین پوری (صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ) کے رہنے والے۔ تاسخ کے شاگرد اور اسیر و امیر اور جلال دواغ کے معاصرین میں ممتاز اور قابل اور مسلم الثبوت شاعر تھے۔ اور غلد آشتیاں نواب کلب علی خاں والی رام پور کے شعرائے نورتن میں چمکتے ہوئے جو ہر تھے۔

نمبر شمار 13 : کاتب : سعید ازلی۔ بقلم نواب سید محمود آزاد انپکٹر جنرل رجسٹریشن، کلکتہ
مکتوب الیہ : نوجوان دوست
سنہ کتابت : 1298ھ/1879

نمونہ عبارت

”تہذیب آموز نامہ و پیام“ : میرے نوجوان دوست! ایک بے تکلفی اور یک رنگی کے رنگ سے رنگا ہوا گنڈاپونگ۔ سلام شام لو اور پھر میرا قصہ سنو!! گو میری کہانی بہت طولانی ہے مگر میں اختصار کے ساتھ تمہارے تاریک دماغ کی صفائی کے لیے اپنے قلم سے کچھ تھوڑا سا کام لیا چاہتا ہوں اور اپنے بیش بہا وقت سے تھوڑا سا وقت تم کو دیتا ہوں۔ اس وقت میں سیلرس پوئین ہوٹل میں سمندر کے کنارے ایک چھوٹے سے گاؤں میں بیٹھا ہوں، اور رات کا وقت ہے۔ دیہاتی ہوٹل کا ایک روشنی کش لپ میز پر رکھا ہے۔ سمندر کی ہوا چل رہی ہے۔ جس سے مردہ زندہ اور بیمار توانا اور تندرست ہوتا ہے۔ ہوٹل کے پار (دکان شراب) میں خلاصوں کا ہجوم ہے۔ اور بدہ بدہ اور بنوش بنوش کا وہ غل ہے کہ دماغ پھٹا جاتا ہے۔ کل کا ڈیلی نیوز میرے سامنے دھرا ہے۔ اور ایک شیر کی بوتل بھی ایک ست کو الگ کھلی ہوئی رکھی ہے۔ جب سردی کا غلبہ ہوتا ہے دو ایک دین (گھونٹ) چڑھا جاتا ہوں، آتش دان میں آگ بھی روشن ہے۔ مالک ہوٹل اور خدمت گار بڑے وسیع الاخلاق اور ذی شعور ہیں، گوان کا لباس کسی قدر سیلا ہے۔ کل میرا قصد ہے کہ یہاں سے ڈبلن (پائے تخت ہالینڈ) کو روانہ ہوں اور وہاں جو خط مجھے لکھو۔ ڈبلن رائل ہوٹل کے پتے سے لکھو تو ضرور مجھے مل جائے گا۔

میں نے اپنی محنت و مشقت کے زور سے ایک امتحان معمولی پاس کیا ہے اور اب کونسل بن رہا ہوں، یعنی قانونی تعلیم میری ہو رہی ہے۔ قانونی تعلیم میں بڑا لطف ہے۔ یعنی کھانا پیو مزے کرو۔ اور اس کے ساتھ تحصیل علم۔ بعض وقت بڑی حسرت سے مجھے تیری بربادی یاد آتی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ تیرا بیش بہا وقت اس نیم وحشی ملک میں جہاں کسی قسم کی کامل تعلیم کوئی نوجوان پا نہیں سکتا، برباد ہو رہا ہے۔ اور تیرے بزرگوں کو مطلقاً اس کا خیال نہیں کہ ہندستان میں آج کل جو آدمی کے لیے تعلیم پا کر ترقی کرنے کا کوئی ذریعہ اور راستہ باقی نہ رہا۔ اور بغیر لندن آئے کوئی

چارہ نہیں ہے۔ تم خود خیال کر سکتے ہو گے کہ میرے خیالات کس قدر جلد یہاں آنے سے درست اور روشن ہو گئے ہیں۔ اور اب ہر بات کو میں کس طرح مغربی انداز سے سوچتا ہوں۔ ہاں یہ تو کہیے میری نسبت احباب وطن کی رائے کیا ہے۔ اور میرے خیالات اور تحریکوں اور رائے زنیوں کو میرے عزیز اور ہم وطن کیسا پسند کرتے ہیں۔ کہیں یہ تو کسی کے خیال میں نہیں سما گیا کہ میں ولایت میں آ کر نیم پور چین ہو گیا ہوں۔ بھی سچ تو یہ ہے کہ اس سرزمین پر بغیر آئے طبیعت انسانی پر قلعی نہیں ہو سکتی۔ انسان اپنی دنیوی ضرورتوں اور اپنے فرائض سے واقف و آگاہ نہیں ہو سکتا۔ خیالات میں وسعت نہیں آ سکتی۔ آزادی کی بودماغ میں نہیں سما سکتی۔ اپنے بزرگوں کے پراگندہ دماغ کو آدی مرمت نہیں کر سکتا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں نہیں آنے سے کوئی آدی میری رائے ناقص کے مطابق تہذیب یافتہ نہیں ہو سکتا۔ تمہارا یہاں آنا کوئی مشکل بات نہیں مگر تم اس طرح کم سنی میں شادی کر کے مقید اور پابند ہو گئے ہو کہ تمہاری آزادی میں فرق آ گیا ہے۔ اور گویا اب تم پر سسرالی قرابت مندوں کا بھی ایک قسم کا دباؤ اور اختیار ہے۔ تمہاری بی بی کی عمر شاید 13 برس ہے اور ابھی تک شاید وہ الف لام ہی پڑھتی ہوں گی۔ پس میرے خیال کے مطابق اور پانچ برس تک تمہیں ان سے مہلت ہے۔ پھر ایسی حالت میں پانچ برس تک بے کار مقید رہو گے۔ اور کوئی فائدہ تعلیمی تم کو اس قسم کا نہیں پہنچے گا جس سے تم اپنے آئندہ حصہ عمر میں دنیا میں چمک سکو۔ یا کوئی بڑا کام انجام دو یا قوم کے مصلح یا ہادی بنو۔ اگر خوبی قسمت سے کوئی عہدہ سرکاری مل گیا، پھر شبانہ روز بہ حالت باحتی ناجائز خوشامد میں تم مصروف رہا کرو گے اور کوئی آزادانہ کام تم سے نہ ہو سکے گا۔ ہاں آج تک کوئی مسلمان اپنی بی بی کو لے کر ہندوستان سے بہ نظر تعلیم یہاں نہیں آیا اور ایک روشن رائے شخص نے جو قصد کیا تھا وہ غریب مر گیا۔ اور اس کے مرنے کو تیرہ عقل اور کمزور رائے کے ظالم لوگ اپنی دعا کی تاثیر بتاتے ہیں اگر تم کسی طرح اپنی نوجوان جوہر کو لے کر یہاں چلے آؤ تو بہت ہی خوب ہو۔ اور میرے بھی تمہاری نیویم کے ذریعے سے بڑے بڑے کام نکلیں۔ اگر تم ایک استقلال کے ساتھ کارروائی کرو تو کوئی مشکل بات نہیں اور تم اس کام کے انجام دینے سے ایک نامی تاریخی آدی بن سکتے ہو۔ یعنی آئندہ تاریخوں میں تمہارا اور تمہاری نوجوان بی بی کا تذکرہ یادگار رہے گا اور آئندہ نسل کی عورتیں

گو یا ایک دیوتا کی طرح تمھاری جو رو کی پوجا پرستش کریں گی۔ پہلے تم روپے جمع کر لو اور جب دیکھو کہ کافی روپے ہو لیا تو بس ایک روز صاف اپنی میم کا ہاتھ بغل میں دبا کر ممبئی چل دو۔ اور وہیں سے مجھ کو بھی تار میں خبر دوتا کہ ہم لوگ سب کے سب کچھ دور تک آ کر تم لوگوں کا استقبال کریں۔ میرا تو قصد ہے کہ اگر تم اس معرکے میں کامیاب ہوئے تو میں مونز سے تم کو جا کر لے آؤں گا۔ گو بعد اس کے مسلمانان ہند بڑا غل مچائیں گے اور اخباروں میں یہ مضمون چھپے گا۔ مگر مہذب اخبار ضرور تمھاری پیروی کریں گے۔ گو دہلی اخبار مرغ بے ہنگام کی طرح چلائیں بلا سے ان کی سنتا کون ہے۔ ادھر تم یہاں پہنچے کہ میں نے اپنی عزیز بہنوں کے منگوانے کے لیے زور لگایا۔ کیونکہ بغیر تعلیم یافتہ عورت کے مرد کے لیے دنیا جہنم سے بدتر ہے گو آپ کے باپ چچا وغیرہ بہت برا فرد خستہ ہوں گے۔ مگر اس قسم کے پرانے بے وقوف اور سیدھے بڑھوں کا پھسلا لیا کون مشکل بات ہے۔ یہ میرا ذمہ ہے کہ میں تم سے اور ان سے صلح کرادوں گا۔ تم پہلے میری صلاح پر عمل تو کر دو اور یہاں چلے تو آؤ۔ پھر دیکھو تمھاری بی بی یہاں کیسی مقبول ہو جاتی ہے۔ ضرور بالضرور بڑی بڑی لیڈیوں حتیٰ کہ قیصر ہند تک اس کی رسائی ہو جائے گی اور پھر اس وقت دیکھنا کہ تمھارے ساس سر کس طرح فرط مسرت سے اپنے جاے میں پھولے نہیں ساتے اور پھر تمھاری ہر طرح کی تائید کس سرگرمی سے ہوتی ہے، تم جانتے ہو، لڑکوں کی تعلیم و تربیت زیادہ تر ان کی ماں کی لیاقت پر موقوف ہے۔ پھر اگر ہم لوگ ان عورتوں کی عمدہ تعلیم کا سامان نہ کریں تو آئندہ نسل کی تعلیم و تربیت کا کیا سامان۔

ہم لوگوں میں کلیڈ اسٹون اوڈسر ملی سا قابل اور عالی دماغ آدمی کیوں نہیں پیدا ہوتا؟ اس کا سہل جواب یہ ہے کہ ایسی مائیں ہندستان میں کہاں ہیں کہ اس قسم کے نادر، نامور اور زور آور لڑکے جنیں۔ میری خصلت میں جو نقص اور کمزوری ابھی تک باقی ہے یہ سب اما جان کا قصور ہے، جس لیے میرا دل شبانہ روز روتا ہے، کاش میں ایک قوی ہیکل اور تعلیم یافتہ ہالینڈ کی کوہستانی عورت کے لطن سے پیدا ہوتا، تو میرے گال گلاب بھری کے پھول کی طرح سرخ رہتے، دماغ پر قوت، دل توانا اور قوی ہوتا اور یہ خصلت کی کمزوری کبھی ظاہر نہ ہوتی مگر تاہم شکر ہے کہ یہاں کی عمدہ صحبت اور آب و ہوا اور غذا کی بدولت میں نے اپنے کو اور اپنے دل و دماغ اور

خلصت کو مرمت کر ڈالا ہے۔ اور انشا اللہ تعالیٰ تم یہاں آؤ گے تو تمہاری خلصت کا نقص بھی سب نکل جائے گا۔ ہم لوگ جب تک باہمی کشمکش اور تدبیر اور ولایتی حکمت عملی کے زور سے ہندستان کی بدعقل تیرہ رائے اور متعصب عورتوں کی ناجائز آزادی کش اور جہالت بارشرم کی تھیلی کو جلانہ دیں گے تب تک کبھی وہ دولت حاصل نہیں ہو سکتی، جس نے سارے ممالک یورپ کو ہر قسم کے فوائد سے مالا مال کر دیا ہے، یا شاید تم نہیں جانتے کہ ولایت کے حکما کی یہ بھی ایک حکمت عملی اور بڑی موثر حکمت عملی ہے کہ جب کسی وحشی اور جنگلی قوم کے لوگوں کو مہذب بنانا اور ان کے ملک میں نئی روشنی کا چراغ جلانا چاہتے ہیں تو اس قوم کے کسی آدمی کو کسی طرح یورپ میں لے آتے ہیں اور یہاں لاکر اس کو عمدہ طرح سے تعلیم و تربیت کرتے ہیں اور جب وہ زیور تعلیم سے آراستہ ہوتا اور سن شعور کو پہنچتا ہے تو اس کو اس کے وطن میں لے جا کر چھوڑ دیتے ہیں، اور وہ پھر اپنی قوم کے لوگوں کو سمجھا کر اور تعلیم اور تہذیب کے فوائد دکھا کر راہ پر لے آتا ہے، اور رفتہ رفتہ ساری قوم تربیت یافتہ ہو جاتی ہے۔

دیکھو ہونٹال لوگوں سے اسی حکمت عملی کا برتاؤ ہو رہا ہے، اور افریقہ میں بھی ایسا ہوا ہے، میں نے تم کو جو صلاح دی ہے اس کی بنا اسی حکمت عملی پر ہے۔ یعنی جہاں کسی ملک میں ایک معزز مسلمان کی عورت یہاں آئی اور تعلیم یافتہ ہو کر معاصر ہندستان گئی پھر ہر میل میں ایک درجن بیگمات ولایت میں آئیں گی، اور اہل یورپ بھی اس کو دیکھیں گے کہ ہاں ہم لوگوں کی عورتیں کیسی ذکی، حسین، اور نازنین ہوتی ہیں۔ ایسا ایک زمانہ تو آنے والا ہے کہ جب تربیت یافتہ بیگمات کلکتے میں گاڑیوں میں سیر کریں گی، جلسوں میں جائیں گی ”لکچر دیں گی“ اپنا کلب بنائیں گی۔ مگر چونکہ میری بڑی تمنا ہے کہ اس ترقی کی ابتدا اپنے زمانے میں دیکھوں اور جلد دیکھوں اس لیے میں بڑی سرگرمی سے اس معاملے میں کوشش کر رہا ہوں اور میرے بہت سے نوجوان دوست اور معتقد بھی ہندستان میں ان خیالات کی اصلاح میں مصروف ہیں۔ اور میرا پاک مشن (مقصد عظیم) بہ عنایت ایزدی اچھی ترقی پکڑ رہا ہے۔ گزشتہ ماہ میں ایک معزز کم سن نوجوان نے یہاں آنے کی خواہش ظاہر کی ہے اور تم غالباً جان گئے ہو گے کہ وہ کون ہے، میں اس کو صلاح دینے والا ہوں کہ یہاں ڈبل

ہو کر آئے تاکہ اس کی ذیل تعظیم اور تعلیم ہو۔ اب اس وقت دُزر (طعام شام) کی گھنٹی بجی
میں کھانا کھانے جا ۲ ہوں، اور خط بند کر کے ہوٹل کے آدمی کے حوالے کرتا ہوں۔ عبد
الرزاق مرزا ہاشم علی وغیرہ کو سلام کہو اور یہ خط پڑھو اور۔

راقم سعید ازلی۔

2 فروری 1879

تبرہ و کیفیت

تمام خطوط میں ایک یہی خط ایسا ہے جس کو فرضی اور تمثیلی کہا
جاسکتا ہے، مگر چونکہ اکثر اسی قسم کے بلکہ ایسے ہی خیالات مقلدین یورپ
نے بسا اوقات ظاہر کیے ہیں، اس لیے عبرۃ للناظرین اس نقل کو کالاً صل سمجھ
کر لکھا گیا۔

نمبر شمار 14 : کاتب : شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد دہلوی

مکتوب الیہ : منیر سید حسین بلگرامی

سن کتابت : 1302ھ / 1884

نمونہ عبارت

جناب من! تسلیم، مجھے بھی کئی دن سے خیال تھا۔ الحمد للہ کہ خیر و عافیت معلوم ہوئی۔
بدلی سے تو یہ خوشی ہوئی کہ ایک دن لاہور کی منزل میں ملاقات ہوگی اور بہت سی باتیں جو تحریر
میں نہیں ساتیں، زبانی ادا ہوں گی۔ مگر یہ خیال ہے کہ اب ہندستان کی طرف بڑھتے چلے
جائیں گے۔ خیر میں نے کون سا پنجاب سے نکاح کیا ہوا ہے۔

سبحان اللہ سکوں کا شوق آپ کو کب ہوا، جب کہ سکوں کی کان سے آپ جدا ہوتے
ہیں۔ جہلم سے لے کر پشاور تک سکوں کا گورستان ہے۔ مجھے آپ سے زیادہ شوق تھا، مگر پانچ
برس ہوئے میرے دو تین سو سیکے دفعتاً گم ہو گئے۔ ایسا صدمہ ہوا کہ اب تک جب خیال آتا
ہے، دل تڑپ جاتا ہے۔ بے زار ہو گیا اور خیال کا بھلانا مصلحت دیکھا۔ دکان دکان پھر کر اور
گداگری کر کے برسوں میں جمع کیے تھے۔ ہزاروں میں سے انتخاب کر کے رکھے تھے اور تمام

گریک (یونانی) تھے۔ ہاے افسوس، رنج ہوتا ہے نہیں لکھا جاتا ہے۔ آپ کے لیے جس قدر ممکن ہوگی کوشش کروں گا۔ جب لاہور کے قریب پلٹن پہنچے تو ضرور لکھیے گا۔

وہ سید مصطفیٰ خلف سید ابن علی صاحب بکرامی یہاں بیمار ہو گئے ان کی بیماری نے طول کھینچا، بخار ایسا لپٹا کہ نہایت ضعیف کر دیا۔ آدی کجا، اور خدمت کجا، بیمار داری، تمار داری کجا۔ میرا لڑکا ایک دن خبر لایا کہ میں گیا تھا۔ مجھے چند باتوں کے بعد انھوں نے پہچانا۔ یہ سن کر میرا دل رہ نہ سکا، انھیں مکان پر لے آیا۔ اب آپ کے جد کے تصدیق سے اللہ نے مجھ رو سیاہ کی دعائیں قبول کیں۔ اور انھیں شفا دی۔ چنانچہ 29 نومبر کو بہ خیر و عافیت روانہ حیدر آباد ہوئے۔ اب یہ دعا ہے کہ بہ خیر و سلامت اپنے بزرگوں کے پاس پہنچ جائیں۔ مولوی صاحب کو خط لکھیے تو میری طرف سے تسلیم لکھیے گا۔ اور بھائی تو آزاد کو کیا جانیں گے۔ جواب ضرور لکھیے گا۔

دعا کا محتاج بندہ آزاد 4 دسمبر 1884۔

تبصرہ و کیفیت

1906 کے رسالہ مخزن، لاہور میں چند ماہ تک ان خطوط کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ وہیں سے ایک خط نقل کر لیا گیا۔ شمس العلماء آزادی کی اردو میری نقادی سے مستغنی ہے۔ یہ چند سطریں مندرجہ بالا خط کے ایک فقرے نے لکھوائی ہیں۔ یعنی ”خیر میں نے کون سا پنجاب سے نکاح کیا ہوا ہے“ اس لطیف بذلہ سنجی میں علامت فاعلی (نے) کے ساتھ (کیا ہوا) کا جوڑ اس لیے نہیں ہے کہ وہ صحبت پنجاب سے متاثر ہو کر وہاں کا روزمرہ لکھنے لگے تھے بلکہ انداز تحریر اور موقع بیان بتاتا ہے کہ عمداً یہ تفریح کی گئی ہے اور یہ ایسی ہی مثال ہے جس طرح کہ دیو وغریو کے قوانی کے ساتھ ایک ایرانی شاعر نے سیب کی جگہ سیو کہہ دیا ہے۔

غلط گفتم دریں معنی کہ گفتم
زخندان نگار خویش را سیو (سیب)

نمبر شمار 15 : کاتب : منشی امیر احمد امیر مینائی
مکتوب الیہ : حافظ سید عبدالجلیل مارہروی
سنہ کتابت : 1305ھ / 1887

نمونہ عبارت

مکرما! گھائل کو قدما میں اکثر شعرا نے بحر یا موزوں کیا ہے۔ شاہ ظفر دہلوی وغیرہ نے انھیں کی تقلید کی۔ مگر متوسط طبقہ شعرا نے بکسر یا موزوں کیا۔ البتہ اس طبقے میں بحر مرحوم نے بفتح یا کہا ہے اور مجھ سے بالمشافہ یہ ذکر کیا کہ وزن سے لوگوں کو دھوکا ہو گیا ہے، درحقیقت ہندی لفظ ہے بفتح یا۔ اس صحبت میں امیر مرحوم بھی موجود تھے، ان کے نزدیک بکسر یا ہی رہا۔ اور انھوں نے فرمایا کہ طبقہ متوسطین میں جمہور شعرا نے بکسر یا کہا ہے، تقلید انھیں کی مناسب ہے اور خود وہ ان کے اتباع سے میں بھی بکسر ہی استعمال کرتا بہتر اور رائج سمجھتا ہوں، مگر چونکہ بسل ان معنوں میں شعرا کو مل گیا ہے تو اس کا استعمال کم تر ہے، ہاں جہاں کہیں مطلع میں بسل کا قافیہ آ گیا ہے اور ضرورت پڑی ہے کہ دوسرا قافیہ بھی انھیں معنوں میں ہو تو گھائل کہا ہے، اشعار سند کے اس وقت یاد نہیں اور میں عاجز سفر ہوں۔ لہذا انقص و تجسس نہیں کر سکتا۔ فقط

امیر فقیر عفی عنہ بقلم لیاقت حسین

کیم رجب 1305ھ

نمبر شمار 16 : کاتب : نواب محسن الملک سید مہدی علی خاں
مکتوب الیہ : نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین خاں
سنہ کتابت : 1306ھ / 1888

نمونہ عبارت

آپ کا عنایت نامہ پیرس میں ملا، اس سے معلوم ہوا کہ جو ناگوار تارا تاری غلط فہمیوں سے ہوئی اس کا آپ کو بہت رنج ہوا اور ہمارے لیے آپ کو تکلیف اٹھانا پڑی، ہم بھی حضرت یہاں بیمار تھے، اور یہ واہیات ہو رہا تھا، فرق اتنا ہے کہ آپ تو اچھے ہو گئے ہوں گے اور ہم کو وہ روگ لگا ہے کہ جان ہی لے کر ٹلے گا۔ مولانا! ہم تو کتے ہو گئے۔ اول تو چار چھ مہینے میں مر ہی

جاویں گے اور اگر خدا کی مہربانی سے بچ گئے تو بھی کسی کام کے نہ رہیں گے اور کام نہ ہو سکے گا۔ اب ہماری اور ہمارے پس ماندوں کی فکر کرو۔ جب تک ہم زندہ رہیں ہنسی خوشی میں ہماری گزران دو، اور اگر مر جاویں تو اچھی طرح اول منزل تک اپنے ہاتھ سے پہنچا دو۔ اول خط میں بھی لکھ چکے ہیں اور اب بھی لکھتے ہیں کہ صغیرہ کبیرہ کسی قسم کی کیسی ہی خطا ہوئی ہو اُسے معاف کر دو؛ ورنہ دل سے درگزر کرو۔ اب ہم کچھ زیادہ رہنے والے نہیں ہیں۔ مگر خوش نصیبی ہے کہ ایسے دوستوں کے ہاتھ میں اپنے سب عزیزوں کو چھوڑے جاتے ہیں، جو ہمارے بعد ہم سے بڑھ کر ان کا خیال رکھیں گے۔

مولوی صاحب! بچ جانو، تم پر پورا بھروسہ ہے تم سے زیادہ کسی کو میں حیدر آباد میں اپنا دوست نہیں سمجھتا۔ تم نے شروع سے اب تک جو کچھ محبت اور دوستی میرے ساتھ کی ہے اس کا میں شکر گزار ہوں۔ خدا کے سامنے اس کی تعریف کروں گا۔ اور جو کچھ سرکاری کام میں کبھی اختلاف رائے ہوا ہو وہ رحمت تھا، ہم دونوں نیک نیتی سے سرکاری کام اور سرکاری فائدے کے لیے لڑتے جھگڑتے تھے اور اگر زندہ رہے تو آئندہ بھی لڑیں گے اور جھگڑیں گے۔

مولوی صاحب آپ میری بی بی کو خوب سمجھا دینا اور خود جا کر ان کی تسلی کر دینا کہ ڈاکٹروں نے اس مرض کو لا علاج نہیں کہا، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ابتدائی حالت ہے اور امید ہے کہ دریا کی ہوا فائدہ کرے۔ یہ جگہ گرم ہے اور پارہ 74 درجے پر ہے، بہ نسبت لندن کے یہاں میرا مزاج درست ہے، اور غالباً ایک ہفتے میں اور درست ہو جاوے گا مگر وہم اس قدر بڑھ گیا ہے کہ صحت سے بالکل مایوسی ہو گئی ہے۔ اور یہ بات دل میں جم گئی ہے کہ چھ مہینے کے اندر مر جاؤں گا۔ مہدی حسن نے جس قدر میرے ساتھ محبت اور دوستی کی ہے میں بیان نہیں کر سکتا، میں ان کے اس برتاؤ سے جو انھوں نے میرے ساتھ یہاں کیا نہایت شکر گزار رہا، کئی دفعہ میں رو دیا اور ان کو زلایا۔ خدا بے چارے کو خوش رکھے۔ سرکار، سر سالار جنگ اول کے نام عرض بھیجتا ہوں وہ سرکار کو دے دیجیے گا۔ فقط

مہدی علی، پیرس

4 اکتوبر 1888

نمبر شمار 17 : کاتب : نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین خاں

مکتوب الیہ : آزیل ڈاکٹر سر سید احمد خاں

سنہ کتابت : 1307ھ / 1889

نمونہ عبارت

جناب قبلہ و کعبہ ام سلامت! آج کی ڈاک سے جو اخبار علی گڑھ سے پہنچا ہے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ راجہ امیر حسن خاں بہادر تعلقہ دار محمود آباد کے سالانہ چندے کے معاوضے میں جو چندہ حیدر آباد میں ہوادہ میری کوشش سے ہوا ہے۔ مگر اس میں ایک غلطی ہے اور میں درخواست کرتا ہوں کہ مہربانی سے میرے اس عریضے کو چھاپ کر اس غلطی کی اصلاح فرمادی جاوے۔

اس چندے کے لیے درحقیقت مولوی سید حسین صاحب بگڑای نواب عباد الملک بہادر نے تحریک کی اور تمام ان صاحبوں نے جو چندے میں شریک ہوئے ان کے ساتھ بہ خوشی تمام اتفاق کیا، پس جو تعریف کہ اس چندے کے لحاظ سے ہو سکتی ہے اس کے مستحق جناب مدوح ہیں۔ اس موقع پر یہ بھی ایک حسن اتفاق ہے کہ گوراجہ صاحب کی طرف سے ان کا چندہ کسی مذہبی خیال سے بند نہ کیا گیا ہو، مگر اس کا معاوضہ بھی ایک شیعہ مذہب ہی کی کوشش سے عمل میں آیا۔ نہ صرف یہ کہ اس چندے کی تحریک صرف شیعہ مذہب کے بزرگ نواب عماد الدولہ بہادر کی طرف سے ہوئی بلکہ اس کے سات شریکوں میں سے پانچ شیعہ ہیں اور صرف دو سنت و جماعت ہیں، مولوی سید مہدی علی خاص صاحب نواب محسن الملک بہادر، اور آپ کا خادم، اور ان دونوں کی کیفیت بھی یہ ہے کہ نواب محسن الملک بہادر جن سے ایک زمانہ واقف ہے، مشہور پکے شیعہ خاندان کے ایک رکن ہیں، اور گودہ خود اب سنی ہیں مگر ان کا خون شیعہ ہے اور میرا خاندان بھی شیعہ اور سنی دونوں سے مرکب ہے۔ میرے نام سے بھی جب تک کسی کو خاص علم نہ ہو بادی النظر میں شیعہ پن پایا جاتا ہے، تو ان تمام خصوصیات سے معاوضہ چندہ کو بھی شیعوں ہی اک چندہ کہنا چاہیے۔ والسلام

3 اگست 1885

خاکسار مشتاق حسین، حیدر آباد دکن

تبرہ و کیفیت

جن پانچ بزرگوں کا ذکر خط میں کیا گیا ہے، اُن کے نام یہ ہیں:

1- نواب عماد الدولہ عماد الملک بہادر مولوی سید حسین صاحب بکرای

2- شمس العلماء مولوی سید علی صاحب بکرای

3- مولوی مہدی حسن صاحب نواب فتح نواز جنگ بہادر

4- مولوی سید اقبال علی صاحب بہادر

5- مولوی چراغ علی صاحب نواب اعظم یار جنگ بہادر

نمبر شمار 18 : کاتب : شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی

مکتوب الیہ : نواب صدر یار جنگ بہادر مولوی حبیب الرحمن خاں شروانی

سنہ کتابت : 1307ھ/1890

مضمون عبارت

جناب من! لفظ ہاتھ میں بلاشبہ ہائے مخلوط ہے لیکن رات اور بات کا قافیہ بھی شعرانے باندھا ہے۔ قافیے کی ضرورت ایسی ایسی خفیف فروگزاشتوں کو جائز کر دیتی ہے۔ مرزا غالب کبھی اور کسی کی جگہ کبھو اور کسو کو غیر فصیح سمجھتے تھے، لیکن ان کے اردو دیوان میں قافیے کی جگہ کسو اور کبھو باندھا ہوا ہے۔ میں بھی ہمیشہ ہاتھ کو ہائے مخلوط کے ساتھ لکھتا ہوں۔ مگر قافیے میں بات باندھنا جائز سمجھتا ہوں۔ زیادہ نیاز۔ خاکسار

الطاف حسین حالی از پانی پت، محلہ انصاریان

6 فروری 1890

نمبر شمار۔ 19 ایضاً مرقومہ 21 مارچ 1900

جناب من! آج کل دلی میں عموماً مکان کا لفظ مونث بولا جاتا ہے اور اکثر حاصل مصدر، یا (وربل ناؤن) جو الف نون سے بنتے ہیں وہ مونث ہی بولے جاتے ہیں۔ جیسے چوران، چکلان، اڑان، اٹھان وغیرہ مگر نہان مذکر بولا جاتا ہے۔ استانی کے باب میں جب تک میں خود

دلی نہ جاؤں سلسلہ جنبانی نہیں ہو سکتی۔ شاید عن قریب وہاں جانا ہو۔ امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے اور کسی مفید مشغلے میں مصروف ہوں گے۔ زیادہ نیاز مند

خاکسار الطاف حسین حالی از پانی پت

نمبر شمار 20 : کاتب : لالہ خوب لال کانسٹھ مارہروی

مکتوب الیہ : سید آل برکات مارہروی

سنہ کتابت : 1308ھ / 1890

نمونہ عبارت

جناب میاں صاحب تاج فرق سیدات سید آل برکات صاحب۔ بعد تسلیمات بعد کورنشات ہمیں مقصود و مطلب، اشتیاق آستان بوسی زائد از حد ہے لیکن دروچشم مدت دو نیم ماہ سے آمد و رفت کا.... قطعہ تاریخ تولد صاحب زادہ عالی ارادہ اس بیچ مدان نے لکھا ہے۔ اسی روز سے قلم دان میں رکھا ہے، مجبوراً آج بدست برخوردار بائکے لال ارسال خدمت کرتا ہوں، مگر یہ امید رکھتا ہوں کہ اگر صحیح ہو ایجاب ہو، ورنہ ایسا چاک کہ نایاب ہو۔

زیادہ حد ادب

بندہ خوب لال

نمبر شمار 21 : کاتب : مولوی غلام حسین کٹوری

مکتوب الیہ : نواب صدر یار جنگ مولوی حبیب الرحمن خاں شروانی

سنہ کتابت : 1317ھ / 1898

نمونہ عبارت

الصدر الکبیر والحجر الخیر ادام اللہ مجدہ۔ بعد تادیہ تسلیم و تحیہ آج افتخار نامہ بہ جواب عریضہ مخرامت کے آیا اور دی یوم جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب مہتمم مدرسہ احمدیہ آرہ کا خط متضمن اصلاح بعض فروگزاشت کے جو مجھ سے مسئلہ حقوق والدین میں ہوئی ہیں، جو باب میزدہم انتصار الاسلام کا ہے پہنچ کر میرے زخم ہائے جگر کا مرہم سیاہ بن گیا۔ چودھواں باب نکاح باخواہران دختران حضور کی خدمت میں بہ غرض اصلاح روانہ کر چکا ہوں۔ امید ہے کہ

شرف بہ ملاحظہ ہوا ہو۔ اب مجھے ضرورت ہے کہ چند امور ضروری گزارش کروں۔
میرے علم و کمال کا شہرہ جو کچھ ہو مگر میں ہمیشہ محتاج مشورت اور اصلاح کا رہتا ہوں
اور کبھی اپنی لیاقت پر مجھے ناز نہیں ہے۔ ہاں اس کا فخر ضرور ہے کہ میں اکابر علما سے اپنے
خیالات کی خواہش و اصلاح کرتا ہوں۔

2۔ انتصار الاسلام ایسی کتاب نہیں ہے کہ تجا میں خواہ کوئی بڑا تبحر عالم اسلامی اس کو لکھ
سکے۔ لہذا مجھے واجب ہے کہ جو کچھ میں لکھوں اس کو اہل علم بہ نظر اصلاح دیکھیں اور میری اغلاط کو
محض ہمدردی اسلام سے رفع کریں، تب وہ کتاب مشہور کی جائے ورنہ ہرگز مشہور نہ ہو۔ چنانچہ
جس قدر مسودہ طیار ہے اس کے اجزا پہلے ملاحظے میں نواب سید علی خاں بہادر رئیس کان پور جو کہ
بجہ اللہ علوم اسلامی اور علوم جدیدہ سے بھی کسی قدر آگاہ ہیں پہنچایا اور ان کی پسند کے بعد اب
جانب دیگر علما کی خدمت میں بھی روانہ کر رہا ہوں، آپ کی اسپیج مطبوعہ روداد ندوۃ العلما سے مجھے
پوری امید ہوئی کہ آپ ضرور میرے مسودات کو ملاحظہ کریں گے اور فردگزاشت پر مجھے متنبہ بھی
کریں گے۔ چنانچہ آج وہ امید میری پوری ہوئی۔ ضرور مجھے آپ سے تعارف ظاہری نہ تھا مگر یہ
کام اسلام کا ہے اس میں ظاہری تعارف کی کچھ حاجت نہیں۔

علمائے اسلام چہ شیعہ اور چہ اہل سنت خدا سب کو توفیق دے۔ میری ناقص رائے
میں استرالیے بزرگوار ہوں گے جن کو مغربی اصول جدیدہ کی اطلاع بھی ہو۔ مجھ سے اکثر بحث
ہو چکی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمارا علم کلام قدیم کافی ہے، کل شبہات کے رفع کرنے میں۔ ہزار
افسوس اب کیا کہوں جن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اصول جدیدہ کس چیز یا کا نام ہے اور اپنے خیالی
علم کلام سے سب کو رد بھی کر رہے ہیں۔

دوسرا نقصان یہ ہے کہ اگر کوئی عالم کسی شیعہ کا جواب لکھے گا پھر اس کو دجی آسمانی کی
برابر سچا خیال کرے گا گوئی نفسہ کیسا ہی غلط ہو۔ اب فرمائیے ان علما سے کیا امید ہم کو ہو سکتی
ہے، جن اصول پر لاکھوں فلاسفر کمیٹیاں کر کے اور آپس میں بحث لکھ کر کے ان کو قائم کر رہے
ہیں۔ ان کو ایک عالم صدرا خواں کا رد کرنا کیسا۔ شاید سمجھ بھی نہ سکے گا۔ اسی نظر سے خاکسار کم
مایہ اور بیچ مدائن بحث آپ ایسے حضرات سے بہزار عجز اور انکسار گزارش کر رہا ہے کہ میرے

مسودات کو بہ نظر اصلاح ملاحظہ فرمائیجیے۔ تب جا کر ان کو مستہر کردوں اور میں ہرگز مدعی اس کا نہ ہوں گا کہ مجھے قابلیت انتصار الاسلام کی تصنیف کی بلا امداد اکابر فحول کے ہے۔ مگر یہ ہے کہ آج ایک اسلامی ہمدرد کا نکتہ چیں ہونا اچھا ہے یا فردا کسی دشمن اسلام کا۔ والسلام مع الاکرام

غلام حسنین، از بنارس

25 جمادی الآخر 1317ھ

نمبر شمار 22 : کاتب : مولوی سید محمد علی ناظم ندوۃ العلماء

کتوب الیہ : نواب صدر یار جنگ مولوی حبیب الرحمن خاں شردانی

سنہ کتابت : 17-1319ھ/1898-1900

نمونہ عبارت

مجمع الفہائل! السلام علیکم، میں مع الخیر پرسوں کان پور پہنچا، اس مرتبہ بیماری سے قلب بھی ضعیف ہو گیا، ہمت بھی جاتی رہی، یہاں پہنچ کر یتیم خانے کا سلسلہ پیش ہوا، پہلی مرتبہ آپ کی توجہ سے بہت مدد ملی اور کام آئندہ کو چلا۔ اب پھر بارہ سو کے قریب قرضہ ہو گیا ہے۔ متعدد قرض خواہوں کو اس کے نیجر نے میرے آنے پر ملتوی کیا تھا اب میں یہاں پہنچ گیا تو سب کا ہجوم ہوا اور کام تعمیر کا بند ہو گیا۔ افسوس ہے کہ آپ نے مکان نہیں دیکھا اور نہ پسند کرتے۔ ارادہ ہے کہ اس قدر تعمیر ختم ہو جائے تو بہت جلد ایک جلسہ کیا جائے، اس کے افتتاح کا یہ صدارت نواب لفٹ گورنر بہادر۔ آپ نے پہلے لکھا تھا اگر کوئی داعظ آئے تو میں اور روسا کو بھی تحریک کروں۔ الغرض یہ وقت ہے اگر آپ لکھیں تو شاہ نظام الدین کو بھیجا جائے۔ والسلام

محمد علی عفی عنہ

15 شعبان 1317ھ از کانپور

نمبر شمار۔ 23 ایضاً

مجمع الفہائل! السلام علیکم، میں 7 شعبان کو مع الخیر کان پور پہنچ گیا مگر سفر سے ایسا خستہ ہوں کہ کلکتے جانا دشوار ہے مگر مجبور جانا ہوگا۔ آپ کے جانے کا راستہ یہی ہے۔ آپ مع مولوی یونس خاں صاحب کے 19 کو آجائیں تو 20 شعبان کو یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ کلکتے کے معین

الندوہ سے اس وقت خط آیا ہے وہ خاص علما کو بلاتے ہیں، خصوصاً مولانا لطف اللہ صاحب، مولوی محمد شاہ صاحب رام پوری، مولوی احمد حسن صاحب، مولوی عبدالحق صاحب دہلوی، مولوی شبلی صاحب۔ ان دونوں کی شرکت کے لیے آپ پوری سعی کریں، وقت نہیں ہے۔ مولوی شبلی صاحب کو زور کا تار دیں، مولوی حقانی بھی آنے میں چوں و چرا کر رہے ہیں جلد بھیجے وزیر بھوپال اور مولوی عنایت اللہ صاحب کو بھی خط لکھیے۔ مناسب ہے کہ مولوی امانت اللہ صاحب کو ہمراہ لائیے۔ والسلام

محمد علی عفی عنہ، کانپور

13 شعبان 1319ھ

دوسرا دور: خطوط
1319ھ/1901ء تا 1348ھ/1930ء

نمبر شمار 1 : کاتب : آزر بیل جسٹس سید محمود
مکتوب الیہ : مولوی حبیب الرحمن خاں شروانی (نواب صدر یار جنگ)
سنہ کتابت : 1319ھ/1901ء

نمونہ عبارت

بہ عالی خدمت جناب مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب کرم بندہ! بعد سلام مسنون
ملتس ہوں کہ بہ ذریعہ جدا گانہ پاکٹ پوسٹ کے آج کی ڈاک میں اپنی رائے بابت چند امور
مندرجہ کاغذات اجٹا کارروائی اجلاس بجٹ میٹنگ ٹرسٹیان مدرسۃ العلوم معینہ 27 اکتوبر 1901
آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں۔

1۔ وہ جملہ آرا مقدم امور متعلقہ کالج کے ہیں اور میں نے ان کو صریح اور مفصل خاص
برائے ملاحظہ ٹرسٹیان اور ان کی توجہ کے تحریر کیا ہے، اور امید کرتا ہوں کہ آپ ان پر غور اور توجہ
فرمادیں گے۔

2۔ دیگر چند بذات کی نسبت بھی میں نے رائے لکھی ہے جو عن قریب چھپ کر آپ کی
خدمت میں پہنچے گی۔

3۔ اگر آپ نے قتل ملاحظہ اس رائے کے اپنے ووٹ روانہ کر دیے ہیں تو میں عرض کرتا ہوں کہ از روئے جدید قاعدہ دفعہ 32 ترمیم شدہ کے جو نوٹس کی پشت پر بہ صفحہ نمبر 2 چھپ کر شائع کیا گیا ہے، آپ کو اختیار ہے کہ اپنی رائے ترمیم کریں یا بدل کر آئری سکریٹری کے پاس بہ مقام علی گڑھ بھیج دیں کہ وہ شمار میں آویں گی۔

4۔ ازراہ عنایت ان کاغذات کی رسید میرے پاس بہ مقام سینٹاپور ارسال فرمادیں۔

راقم نیاز مند محمود، سینٹاپور

25 دسمبر 1901

نمبر شمار 2 : کاتب : مولانا لطف اللہ علی گڑھی

صدر الصدور امور مذہبی، حیدر آباد، دکن

مکتوب الیہ : نواب صدر یار جنگ بہادر، مولوی حبیب الرحمن خاں شروانی

سنہ کتابت : 1318ھ / 1900

نمونہ عبارت

ہو یحییٰ و یمیت

عمدہ اذکیائے زماں، فخر شاہ و اقراں مولوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب، سلمہ اللہ رب الموابہ السلام ثم المرام، بعض تحریرات سے حال واقعہ جاں خراش عزیزہ مرحومہ مغفورہ کا معلوم ہوا، نہایت افسوس ہوا۔ آپ کے قلب پر کمال صدمہ ہوگا، اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل موجب اجر جزیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو بروز حشر حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے ساتھ اٹھائے۔ آمین ثم آمین۔ میں نے قریب دو مہینے کے یہاں علاج کرایا۔ مگر ظاہری تکلیف پھوڑے پھنسیوں کی بدستور ہے۔ ناچار پرسوں 30 ماہ مبارک ربیع الاول روز شنبہ کو علی گڑھ جانے کا قصد ہے۔ وہاں جا کر جو مناسب متصور ہوگا کیا جائے گا۔

والسلام

محمد لطف اللہ از دہلی

28 ماہ مبارک ربیع الاول 1318ھ روز پنج شنبہ

نمبر شمار 3 : کاتب : نواب فصیح الملک مرزا داغ دہلوی

مکتوب الیہ : احسن مارہروی

سن کتابت : 1322ھ / 1903

نمونہ عبارت

میر صاحب نامہربان سلمہ اللہ الرحمن۔ رمضان وشوال ذی القعدہ۔ ذی الحجہ سب تمام اور وعدہ تشریف آوری نام تمام۔ اس محبت کو دونوں ہاتھوں سے سلام۔ طرفہ تر یہ کہ خطوں کے جواب بھی نہیں بھیجتے۔ جاجم جو امانت ہے اس کی بابت جو خط لکھا جواب نہ پایا۔ خدا خیر کرے۔ یہ مجھ کو یقین ہے کہ شریف آدمی جھوٹ نہیں بولتے، بلکہ یہ بات بہ طور مثل کے مشہور ہے۔ خدا جانے وعدہ کر کے کیا مواقع پیش آئے۔ تمہارے چچا صاحب کادمت ہوئی (خط) آیا تھا، اس میں لکھا تھا کہ وہ جلد آنے والے ہیں۔ یعنی آپ۔ پھر صدائے برخواست۔ فصیح اللغات نہ خود چھپواتے ہونہ اوروں کو اجازت دیتے ہو۔ یہ بھی لکھا تھا کہ بلا تامل چلے آؤ خدا کو اگر منظور ہے تو کام چلے گا۔ پھر بھی جواب نہ آیا۔ نالش کرائی، مطعون ہونا، لوگوں میں اپنا اعتبار کھونا یہ بری بات ہے کہ نہیں؟ اس کا جواب باصواب دواور بچوں کی خیریت محل کی صحت سے اطلاع دو کہ رفع تردد ہو۔ فقط سب کی طرف سے بعد یاد آوری سلام پہنچے۔

فصیح الملک داغ دہلوی

6 محرم 1322

از حیدر آباد دکن، ترپ بازار

نمبر شمار 4 : کاتب : مولوی سید نظام الدین بی. اے، ال. ایل. بی. رئیس نیوتی

مکتوب الیہ : احسن مارہروی

سن کتابت : 1333ھ / 1915

نمونہ عبارت

میرے مہربان! تسلیم۔

1۔ بہ جواب عنایت نامہ سورہ 28 ماہ مذکور التماس ہے کہ مثل عربی لفظ ہے اور جمع امثلہ

ہے، بہ معنی واقعات خارجہ کی تمثیل کے ہے۔ مسل کے کچھ معنی نہیں ہیں۔

2۔ اردو زبان میں جو لفظ بہ طور اصطلاحی مستعمل ہو اس کی نسبت تتبع عرب اور فارسی کی حاجت نہیں ہے۔ مثلاً عرب محم، بہ معنی غیر عرب کے لیتے ہیں۔ آپ کے مراسلے میں محم غالباً بہ معنی فارسی ہے۔ لامشار کہ فی الاصطلاح جب ہم اردو میں کوئی لفظ بہ طور اصطلاح قائم کریں تو محاورات غیر زبان کو اس سے کچھ تعلق نہیں رہتا۔ البتہ فصاحت اور بلاغت کی نظر سے غور کر لینا چاہیے کہ اندیشہ مغالطہ نہ ہو۔

3۔ اس قسم کی بہت سی تماثل موجود ہیں۔ مثلاً حور عربی میں صیغہ جمع ہے، فارسی میں بہ معنی واحد مستعمل ہے۔ حورانی بہشتی رادوزخ بود اعراف۔ مصلح الدین ذی علم تھے انھوں نے فارسی میں حوراں جمع بنائی ہے۔ باوجودے کہ عربی میں ناجائز ہے حورا صیغہ واحد ہے۔

4۔ بالفعل یہاں کوئی محرر نہیں ہے کہ خطوط مطلوبہ کی نقل آپ کی خدمت میں ارسال کر سکے۔

5۔ فضل الہی سے دعا ہے کہ آپ مع دیگر اعزاء کے بہ خیریت ہوں۔

آپ کا مخلص داعی بالکبر

نظام الدین حسن، از لکھنؤ

20 دسمبر 1915

نمبر شمار- 5 ایضاً

میرے مہربان تسلیم۔

(1) آپ کے عنایت نامہ 25 ماہ مذکورہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ درحقیقت تتبع میں ط نہیں ہے۔ بہ لحاظ عربی لفظ طبع کے املا غلط ہو گیا۔ تتبع بہ معنی پیروی میں ت منقوط ہے۔

(2) نہایت خوشی ہوئی ہے کہ آپ کو علم ادب کا شوق ہے

(3) لفظ بھاکا = بھاشا بہ معنی ”زبان“ ہے۔ زبان اردو میں برج بھاکا، فارسی و عربی و انگریزی و ترکی الفاظ مستعمل ہیں۔ البتہ اردو میں افعال اور حرف ہندی کے ہیں اور اسامی دیگر السنہ سے لیے جاتے ہیں۔ اختلاف لسان سے بعض وقت املاء عمدتاً بدلنا لازم آتا ہے،

مثلاً صد بمعنی آء (100) کا املاص سے عمداً بدلا ہے تاکہ سد = روک سے التباس نہ ہو ورنہ فارسی میں ص نہیں آتا ہے۔

(4) لفظ مثل کو سین سے استعمال کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ تمام دفاتر اردو حیدر آباد اور بھوپال وغیرہ میں جہاں ذی علم حکام ہیں۔ لفظ مثل اور امثلہ بہ کثرت مستعمل ہے۔ لفظ سلک اور منسلکات علاحدہ الفاظ ہیں۔ ان سے مثل اور امثلہ کو کوئی تعلق نہیں ہے۔
(5) علم تقابل السنہ سے تعلیل اور اشتقاق کا بہت پتا چلتا ہے، لیکن جب اہل زبان کوئی اصطلاح قائم کرے تو اس میں مناقشے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(6) پانچ خطوط کی نقل کر کے آپ کے پاس ارسال کرنے کا حکم میں نے دیا ہے۔
(7) لفظ حقہ عربی ہے، ظرف خوشبودار کے معنوں میں بہ زبان عربی مستعمل ہے، اردو میں بہ معنی قلیان ہے۔ بجائے حائے حلی کے ہائے ہوز لکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔
(8) فصل الہی سے دعا ہے کہ آپ مع دیگر اعزاء کے بہ خیریت ہوں۔

آپ کا مخلص داعی بالخیر
نظام الدین حسن۔ از لکھنؤ
28 ستمبر 1915

نمبر شمار-6

ایضاً موسومہ سید ناظر الدین حسن پسر خود۔ مرقومہ 1906

ناظر الدین حسن! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (1) سیرت قاطبۃ النسا مورخہ 7 ماہ اگست معائنہ ہوئی۔ اس روز جب حرارت زائد تھی تو حکیم کو کیوں نہیں طلب کیا؟ اور نمک دافع حرارت دونوں وقت بعد غذا کے کیوں نہیں دیا؟ نعمت اللہ کیفیت لکھیں (2) ناظر الدین حسن سلمہ اللہ سے کیفیت طلب ہو کہ انھوں نے قبل نماز جمعہ کیوں سفر کا آغاز کیا؟ آئندہ کبھی بلا اشد ضرورت کے قبل نماز جمعہ آغاز سفر نہ کریں۔ (3) درخواست ضامن مورخہ 8 ماہ اگست 1901

معائنہ ہوئی۔ تم نے اس کو حکم سے مطلع کیوں نہیں کیا؟ بہ وجہ بدکرداری وہ قابل وظیفہ پانے کے نہیں ہے۔ درخواست نامنظور کی گئی۔

13 اگست 1901

فتح میدان حیدر آباد، دکن

تبصرہ و کیفیت

مولوی سید نظام الدین حسن صاحب مرحوم کے نظام زندگی اور انتظام خانگی کی نوعیت عام متدین و اہل معاشرت سے قطعاً جدا تھی۔ تفصیلی حالات کے لیے جداگانہ کتاب کی ضرورت ہے۔ یہاں مختصراً اتنا بتا دینا ہے کہ ان کا کوئی کام عام اس سے کہ ذاتی ہو یا صفاتی خانگی ہو یا سرکاری، اعزہ و اقربا سے متعلق ہو یا شناسا و غیر۔ شناسا احباب سے غرض کہ ہر ایک بات اسی سلسلہ نظام کے مطابق ہوتی تھی جس کے وہ پابند اور موجود تھے۔ اس کا ثبوت مندرجہ بالا تین خطوں سے ان لوگوں کو بہ آسانی مل سکے گا جن کو مرحوم سے تعارف و ملاقات کا موقع ملا ہوگا۔

نمبر شمار 7 : کاتب: مولانا مولوی احمد رضا خاں فاضل بریلوی

مکتوب الیہ : احسن مارہروی

سنہ کتابت : 1333ھ/1915

مصورہ عبارت

حضرت والا دامت برکاتہم۔ تسلیم عرض۔ عذرات تقصیر تاخیر عرض کرنے کو بھی وقت چاہیے، لہذا اسے کرم والا پر چھوڑ کر جواب گزارش ہے کہ لامشارۃ فی الاصطلاح فی نفہ صبح المعنی ہے کہ ہر قوم کی اصطلاح جدا ہے۔

ہندیاں را اصطلاح ہند مدح

سندیاں را اصطلاح سند مدح

مگر جس محل پر اس کا استعمال ہوتا ہے اس کے بالکل مناسب نہیں۔ اور ویسے بھی وہ ایک مثل سائر ہے۔ اور امثال میں تبدیلی نہیں ہوتی، یہاں تک کہ جو امثال بہ صیغہ تانیث ہیں، ذکر میں بھی اسے صیغہ سے مستعمل ہوں گی۔ مثلاً ایاک اعنی فاسمعی یا حارۃ یارمتی بدائھا و اتسلت یہ مثل یوں ہے لامشاحۃ فی الاصطلاح۔ اس میں میم مفاعلت کا ہے اور ح مشدودہ، اصل میں مشاحۃ تھا، ماخذ شیع ہے، جس کے معنی لالچ۔ مشاحۃ ہر ایک کا اپنے لالچ پر قائم ہونا کہ باعث کشاکش ہے، ہر ایک اپنی طرف کھینچے، یعنی اصطلاح میں تجاذب نہیں۔ مشاحۃ اگرچہ مستلزم مشاجرت یعنی منازعت ہے مگر مثل اس لفظ سے بھی مروی نہیں، والامثال لا تعبیر۔ مثل یعنی مجموعہ کاغذات مقدمہ لفظ انگریزی ہے۔ جیسے ڈگری، ڈس، عربی میں اس کا ماخذ تلاش کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

والتسلیم

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

7 ذی الحجہ 1333ھ از بریلی

نمبر شمار 8 : کاتب: مسیح الملک اجمل خاں دہلوی

مکتوب الیہ : مولوی حبیب الرحمن خاں شروانی

سن کتابت : 1329ھ / 1901

نمونہ عبارت

مہر مجسم دام لطفکم۔ السلام علیکم۔ میں نے آج آپ کا ایک قیمتی اور مختصر مضمون علی گڑھ منتقلی میں قصبہ ریزی کے متعلق سنا، آپ سے مجھے تھا اس وجہ سے تعلق نہیں ہے کہ آپ جناب محمد تقی خاں صاحب کے لائق فرزند ہیں، بلکہ میں آپ کو علمی سحرے مذاق کی وجہ سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ علی گڑھ منتقلی کے اس مضمون کو سن کر آپ کے اچھے خیالات کی فہرست میں میں نے اسلای یادگاروں کے پاکیزہ مذاق میں اور بڑھا دیا ہے۔ معاف کیجیے گا۔ یہ خط میرے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں ہے کیونکہ میں ابھی لکھ پڑھ نہیں سکتا۔

محمد اجمل

نمبر شمار 9 : کاتب: شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی
مکتوب الیہ : مولانا مولوی حبیب الرحمن خاں شروانی
سنہ کتابت : 1323ھ / 1903

مموئہ عبارت

مکرمی! یورپ میں قاعدہ ہے کہ جب کوئی علمی رسالہ نکالنا چاہتے ہیں تو قریباً سال بھر کے لیے مضامین تیار کر لیتے ہیں، تب نکالتے ہیں۔ اندوے کے لیے بھی یہ ہونا چاہیے اور چونکہ بڑی دقت چھپنے کی ہے اس لیے میری تو یہ رائے ہے کہ دو تین مہینے کا ذخیرہ اس طرح چھپوا لیا جائے کہ صرف ٹائٹل پیج اور علمی جزوں کے اضافہ کر دینے کے بعد رسالہ بن جائے۔ میں نے ایک چھوٹا سا مضمون فنِ تفسیر پر، ایک ریویو فنِ منطق پر، جس میں یونانی منطق کی غلطیاں بتائی ہیں۔ ایک فرنجی عالم کے ایک مضمون کا جو اسلام پر ہے ترجمہ کیا ہے، مثنوی مولوی روم پر تقریظ کا ایک وسیع سلسلہ شروع کیا ہے۔ آپ بھی اسی طرح جتنے جتنے مضامین لکھ چلیے۔ صحابہ کے اخلاق سے شروع کیجیے اور جو خیال میں آتا جائے۔

ہاں یہ بتائیے تقطیع کیا ہو، کیا اردوے معلیٰ کے برابر۔ لیکن خط اس سے جلی ہونا چاہیے۔ ایڈیٹر کا ترجمہ عربی میں کیا ہو، دبیر سے اچھا کوئی لفظ نہیں ملتا۔ لوح پر ایڈیٹروں کا نام لکھنا ہوگا۔ میں اس کو بھی اڑا دیتا لیکن اول تو سرکاری احکام سے اس کی ضرورت ہے۔ دوسرے یہ کہ نئے لوگوں میں ندوے کی ہوا اس قدر اکھڑ چلی ہے کہ محض ندوے کے نام سے اس حلقے میں اس کی کچھ وقعت نہ ہوگی۔ ہاں رسالے کے صفحات کس قدر ہوں، میں تو دود جزو کافی سمجھتا ہوں۔

والسلام شبلی

124 اکتوبر 1903

نمبر شمار 10 ایضاً بنام احسن مارہروی

جناب من، مجھ کو معلوم نہ تھا کہ آپ شعر العجم کے قدردان ہوں گے۔ میری تعینفات میں یہ سب سے نامقبول تر ہے۔ اس لیے بدگمانی کا دائرہ وسیع ہو گیا تھا۔ آج آپ نے شوق ظاہر کیا تو ہدیہ خدمت ہے۔ الندوہ نہایت غریب پرچہ ہے، کل دو (عار) روپے قیمت، اشاعت کچھ

نہیں، محرر کی تنخواہ تک نہیں نکلتی، اس لیے نئے مبادلے بالکل بند ہیں۔ نصاب وغیرہ الگ چھپے ہیں۔ لکھیے گا تو بھیج دوں گا۔

ہوس پرستان اردو پر ہنسی آتی ہے، اصلاح و معیار اور کیا، یہ لوگ اس قدر نہیں سمجھتے کہ کیا کام ہے اور کس کے کرنے کا ہے۔ غزل اور غزل نمائش کی دو چار سطروں کے لکھنے کو یہ زبان کی بادشاہی سمجھتے ہیں، لیکن کیا کیا جائے خر بازاری ہے۔ جو شخص جو چاہتا ہے کہتا ہے۔ کون کس کی زبان کو روکے..... بدست کو دکان افتادہ است۔

شبلی

27 جنوری 1910

نمبر شمار 11 : کاتب : شمس العلماء نواب سید امداد امام اثر رئیس نیورا (پٹنہ)

مکتوب الیہ : احسن مارہروی

سنہ کتابت : 1325ھ / 1905

مصورۂ عبارت

جناب مستطاب سید صاحب دام مجدکم۔ تسلیم!

عنایت نامہ درود ہوا، یاد فرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں آپ کے خاندانِ علمی سے خوب واقف ہوں۔ بزرگوں سے مارہرے کے حالات سنا کیا ہوں۔ سبحان اللہ کیا کہتا ہے۔ افسوس کہ ساداتِ بلگرامی سے آ رہ خالی ہو گیا۔ مجھے جمع صاحبان کو اتھ سے شکل نیاز حاصل تھی اور میں ہمیشہ اُن کا موردِ عنایت رہا۔ اب اُن محترم بزرگوار سے بہت کم حضرات باقی ہیں۔ انقلابِ زمانہ بھی کیا چیز ہے۔ اللہ اللہ۔ شاعری کا مذاق نحیف کو نہ تھا اور نہ ہے۔ مکرہاست زمانہ اور کثرتِ مشاغل سے فرصت بھی نہیں ملی کہ اس کی طرف متوجہ ہو سکتا۔ علاوہ اس کے اس عہد کی شاعری کے ساتھ طبیعت کو فطری مناسبت بھی حاصل نہیں ہے۔ حضراتِ جدت پسند اردو کی شاعری کو انگریزی کی شاعری بنا ڈالنا چاہتے ہیں، مجھے ایسے حضرات کے ساتھ کسی قسم کی ہمدردی نہیں ہے۔ گو مجھے انگریزی میں اتنا دخل ہے کہ اس زبان کی نظم پر تمام تر قادر ہوں اور دقت پر سائنس وغیرہ لکھ لیا کرتا ہوں۔ ایسی جدت کے علاوہ اس عہد کی غزل سرائی سے بھی کوئی حظ نہیں اُٹھتا۔ یاد وادین استادان

معروف طوماہ آور ہیں یا ایسی شوخی کا جلوہ دکھلاتے ہیں جو زبانِ بازاری کا شیوہ ہے۔ گاہے گاہے جو فرصت مل گئی اساتذہ گزشتہ کے کلام سے انشراحِ روحی حاصل کر لیتا ہوں۔ مجھ سے کم فرصت شخص کے لیے مطالعہ کلام میر تقی میر، مرزا رفیع سودا، خواجہ میر درد، ذوق، مومن، غالب، آتش و رند کا کافی ہے۔ مجھے ہرگز اس کی تمنا نہیں کہ شاعروں کی پلٹن میں نام لکھاؤں۔ اسی لیے گلدستوں وغیرہ میں کبھی غزل نہیں بھیجتا اور اس ذریعے سے نام آور ہونا پسند نہیں کرتا۔ حقیقت امر یہ ہے کہ شاعری کی طرف مجھے توجہ کرنے کا موقع بھی نہیں ہے۔ مجھے مطلق فرصت نہیں ہے کہ کسی گلدستے کو ایک نظر دیکھ سکوں۔ ضرورتوں سے جگہ جگہ جانا بھی پڑتا ہے۔ اردو اخباروں کو کون پوچھتا ہے۔ پانپور انگلش مین کو دیکھ لینے کا بعض اوقات موقع نہیں ملتا ہے۔ ہر چند نیورہ میری قیام گاہ ہے مگر یہاں سے اس قدر غائب رہتا ہوں کہ میرے قیام کا نام ہی نام ہے۔ اس انتشار قیام کے باعث میں کسی اخبار یا گلدستے کا سبسکرائب (خریدار) نہیں ہو سکتا۔ انگریزی اخبار جو میرے عزیزوں کے پاس آتے ہیں، ان کے دیکھ لینے کا بھی موقع کم پاتا ہوں۔

نقطہ تسلیم

امداد امام از نیورہ

4 ستمبر 1909

نمبر شمار 12 : کاتب: شیخ عبدالقادر بی. اے. سابق ایڈیٹر مخزن و حال حج چیف کورٹ، لاہور
مکتوب الیہ : مولوی حبیب الرحمن خاں شروانی
سنہ کتابت : 1322ھ / 1902
نمونہ عبارت

میرے کرم فرما جناب خاں صاحب! السلام علیکم۔ کارڈ مورخہ 2 مارچ اور لفافہ مورخہ 2 مارچ پے در پے پہنچے۔ یاد آوری کا مشکور ہوں۔ نہایت خوشی ہے کہ آپ بخیریت وطن پہنچ گئے۔ اب ”باز آئی“ کا مضمون انشاء اللہ اکتوبر میں پھر سوچا جائے گا۔ اگر آپ کوئی نقش یہاں سے دل پر لے گئے ہیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سے گہرا نقش آپ چھوڑ گئے ہیں، ایک دل پر نہیں بلکہ کئی دلوں پر۔ ہمارے میر نیرنگ صاحب نے انبالے پہنچ کر خط لکھا ہے، جس

میں آپ سے تعارف ہو جانے کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے اور یہاں کے احباب میں تو اکثر آپ کا ذکر خیر رہتا ہے۔ آبرور کے نیچر کو ابھی لکھ بھیجتا ہوں کہ دی۔ پی جناب منزل اللہ خاں صاحب کی خدمت میں بھیج دے۔ اور مخزن بھی علاحدہ بھجوائے دیتا ہوں، آپ کی تقریر وطن کے اگلے پرچے میں شائع ہوگی۔ انھوں نے مولوی محبوب عالم صاحب سے لے لی ہے۔ اگر آپ کو بہت زیادہ کامیاں نہ درکار ہوں تو اخبار کی چند زائد کامیاں چھپوا کر آپ کو بھجوائی جاسکتی ہیں، ورنہ وہاں سے کاغذ فارغ ہوتے ہی مطبع رفاه عام میں دے دوں گا، اور ڈیڑھ سو کا پی حسب ایما چھپوا کر بھجوا دوں گا۔ قبر نور جہاں کے متعلق نظم کا منتظر ہوں۔

زیادہ شوق بندہ شیخ عبدالقادر

از لاہور۔ 6 مارچ 1902

نمبر شمار 13 : کاتب : مولوی سید عبدالغفور شہباز (بہاری) مرحوم

مکتوب الیہ : سید افتخار عالم مارہروی مرحوم

سنہ کتابت : 1322ھ / 1902

نمونہ عبارت مکرمی دونوں خط پہنچے۔ پہلا جواب طلب نہ تھا اس سے جواب میں تاخیر ہوئی۔ دوسرے کا جواب فوراً بلکہ فوراً سے پیشتر عرض کیا جاتا ہے، میں ہرگز نہیں چاہتا کہ دربارہ دہلی کے مزے بغیر دوستوں کے تنہا لوٹوں۔ آپ شوق سے تشریف لائیے اور اپنے دونوں عزیزوں کو بھی لائیے مگر آنے سے پیشتر کم از کم دو چار روز پہلے مجھے مطلع کیجیے تاکہ میں آپ کی راحت و آرام کا سامان پہلے سے کر رکھوں۔ یہاں مکان ایک کرائے کو میں نے لے لیا ہے، اس میں وسعت تو کافی ہے مگر وہ سامان جو ایک گھر کو کافی آرام کا ذریعہ بنا سکے ابھی تک بہم نہیں پہنچا۔ آپ اور آپ کے عزیز آئیں تو کافی سے زیادہ سامان لے کر آئیں مکان کا میرا ذمہ۔ اور آئیں تو وقت رواں گئی بھی مجھے تار دیں کہ میں اسٹیشن پر حاضر رہوں۔ میاں احسن کا اتنا بھی احسن ہے۔ میں شاید ان سے زیادہ ان کا مشتاق ہوں، آئیں اور دل پر آنکھوں پر احسان کریں۔ والسلام خاکسار سراپا نیاز

شہباز، دہلی 18 دسمبر 1902

نمبر شمار- 14 ایضاً

السلام علیکم۔ پہلی دسمبر کا پوسٹ کارڈ آج چوتھی کو ملا۔ چشم انتظار کو چوتھی کی دہن کا جلوہ نظر آیا۔ حافظ عبدالخلیل صاحب کا تاریخی دیوان دیکھ چکا۔ صلاح مناسب اصلاح مناسب کے ساتھ دے دی۔ فرصت ہے بھی اور نہیں بھی ہے۔ ”الغرض محزون“ ان کی (حافظ عبدالخلیل) نظر میں وقت عبارت ہے ایک ایسے ربڑ سے جس کے (Elasticity) کھپاؤ کی انتہا نہیں۔ یہ حضرات باوجود جنگی وقت اس میں وسعت پیدا کر رہے ہیں۔ آپ کی بھابی جان نے جس وقت سے قلم دان کی خوش خبری سنی ہے۔ پڑھنا بھی چھوڑ دیا۔ کہتی ہیں اب جیسی پڑھوں گی جب قلم دان مع ضروری سامان آجائے گا۔ ریویو لکھوانا منظور ہو تو قلم دان جلد بھیجے۔ بچوں کو ہم دونوں کی طرف سے دعا کیجیے اور بیوی کو بیوی کی طرف سے سلام۔ احسن صاحب کو احسن التحیۃ۔

شہباز منزل، اورنگ آباد دکن

4 دسمبر 1903

تبصرہ و کیفیت

مبداء فیاض سے بعض طبیعتوں کو بے ساختہ اور بلا تصنع سنجیدہ اور دلکش شوخی و ظرافت کا ایسا جوہر ودیعت ہوتا ہے جس کی عام مثال کسی مکتوب صاحب قلم میں نہیں ملتی۔ جناب شہباز بھی انہیں وہی طباعوں میں میدان قابلیت کے مقبول یکہ تاز تھے۔

نمبر شمار 15 : کاتب: ڈاکٹر سر محمد اقبال، پی. ایچ. ڈی، بیرسٹریٹ لا، لاہور
مکتوب الیہ : مولانا مولوی حبیب الرحمن خاں شروانی
سنہ کتابت : 1323ھ/ 1903

نمونہ عبارت

مخدوم مکرم خاں صاحب! السلام علیکم۔ آپ کا نوازش نامہ لاہور ہوتا ہوا مجھ کو یہاں ملا۔ میں ایک مصیبت میں مبتلا ہو کر اس وقت لاہور سے ایک ہزار میل کے فاصلے پر برٹش بلوچستان میں ہوں۔ آپ بھی خدا کی جناب میں دعا کریں کہ اس کا انجام اچھا ہو۔ آپ کا خط

حفاظت سے صندوق میں بند کر دیا ہے۔ نظر ثانی کے وقت آپ کی تنقیدوں سے فائدہ اٹھاؤں گا۔
اگر میری ہر نظم کے متعلق آپ اس قسم کا ایک خط لکھ دیا کریں تو میں آپ کا نہایت ممنون ہوں گا۔

والسلام آپ کا اقبال

از برٹش بلوچستان۔ 25 مئی 1903

نمبر شمار۔ 16 ایضاً

مخدوم دکریم حضرت قبلہ خاں صاحب! السلام علیکم۔ آپ کا نوازش نامہ آج صبح ملا،
حقیقت یہ ہے کہ آج مجھے اپنے نونے پھونٹے اشعار کی داد مل گئی۔ بعض بعض جگہ جو تنقید آپ نے
فرمائی ہے بالکل درست ہے۔ بالخصوص لفظ ”چھنا“ کے متعلق مجھے آپ سے کلی اتفاق ہے۔
میرے اصل مسودے میں جو ایک دوست نے لکھا ہے غلطی سے ”تو“ کی جگہ جو لکھا گیا۔ وہیں
سے کاتب نے نقل کی (میری ہستی تو تھی الخ) مجھے خوب یاد ہے کہ میں نے تو ڈکٹیٹ (لکھواتا)
کر دیا تھا۔ ”طور پر تم نے جو اے حضرت سوئی الخ“۔ اصل مصرع ”طور پر تو نے جو اے دیدہ
سوئی دیکھا“ ہے۔ کاتب نے یہ سمجھ کر کہ پیغمبروں کے نام کے ساتھ حضرت آیا کرتا ہے یہ لفظ لکھ
دیا اور اصل لفظ کو روزمرہ عادت کی وجہ سے نظر انداز کر دیا۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ اس نظم کے
بعض دیگر اشعار میں بھی کچھ قابل اعتراض باتیں ہیں۔ اس سال مجھے امید نہ تھی کہ میں کوئی نظم
پڑھ سکوں گا۔ مڈل کے امتحان کے پرچوں سے فراغت نہ ہوئی طبیعت کو یک سوئی کس طرح
نصیب ہوتی۔ یہ نظم جلسہ سالانہ سے تین روز پہلے لکھی گئی اور ہفتے کی شام کو مطبع میں بھیجی گئی۔ رات
کو کاتب نے لکھی اور جلدی میں بندوں کی ترتیب میں بھی غلطی کر گیا۔ میں نے اس کا ایک مصرع
بھی اپنے ہاتھوں سے نہیں لکھا، بلکہ جلدی میں جو کچھ منہ میں آیا ڈکٹیٹ کراتا گیا۔ ان حالات کی
وجہ سے بعض بعض اشعار میں کچھ نقص رہ گئے، لفظ چھنا کے لیے میں خصوصیت سے آپ کا مشکور
ہوں۔ کیونکہ یہ بات میرے خیال میں مطلق نہ تھی۔

آپ نے جو یرمبارک اس کے اشعار پر لکھے ہیں ان کے لیے آپ کا تہ دل سے مشکور
ہوں، آپ لوگ نہ ہوں تو اللہ ہم شعر کہتا ہی ترک کر دیں۔ اگرچہ جلسے میں ہر طرف لوگ حسب
معمول ان کی تعریف کرتے تھے مگر جو مزا آپ کی داد ملتا ہے اسے میرا دل ہی جانتا ہے۔

افسوس ہے اب کے آپ تشریف نہ لائے، میر نیرنگ تشریف لائے تھے۔ چودھری خوشی محمد تھے۔ مولانا گرامی بھی تھے۔ غرض کہ محفل احباب کے سب ارکان مشیدہ موجود تھے، اگر آپ ہوتے تو ایک آدھ رات خوب گزر جاتی۔ حبیب کی موجودگی شعرا کے لیے کافی سامان ہے اور بالخصوص جب کہ حبیب شعر فہم اور شعر گو بھی ہو۔ ایف۔ اے۔ کے امتحان کے پرچے مضمون تاریخ روم و یونان کے دیکھ رہا ہوں، سامنے بندل رکھا ہے اور نتیجہ بھیجنے میں چار دن کا عرصہ رہ گیا ہے۔ لہذا مجبوراً بس کرتا ہوں، معاف کیجئے گا۔ اب کے محزن میں دو غزلیں نئی طبع ہوں گی۔ امید ہے آپ پڑھ کر محظوظ ہوں گے۔ مولانا گرامی میرے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں۔ پوچھتے ہیں خط کس کو لکھ رہے ہو، میں کہتا ہوں حبیب کو، تو آپ فرماتے ہیں میرا بھی سلام لکھ دو، آخر شاعر ہیں نا!

السلام آپ کا مخلص اقبال

از لاہور، بھائی دروازہ

نمبر شمار- 17 ایضاً بنام احسن مارہروی

مکرم معظم بندہ جناب میر صاحب! السلام علیکم۔

دونوں رسالے پہنچے۔ بھان اللہ نواب صاحب کی غزل کیا مزے کی ہے۔ افسوس ہے کہ اب تک میں نے آپ کے گلدستے کو کوئی غزل نہیں دی۔ انشاء اللہ تعالیٰ امتحان کے بعد باقاعدہ ارسال کیا کروں گا۔ ایک تکلیف دیتا ہوں۔ اگر آپ کے پاس استاذی حضرت مرزا داغ کی تصریر ہو تو ارسال فرمائیے گا۔ بہت ممنون ہوں گا۔ اگر آپ کے پاس نہ ہو تو مطلع فرمائیے گا کہ کہاں سے مل سکتی ہے، میں نے تمام دنیا کے بڑے بڑے شاعروں کے فوٹو جمع کرنے شروع کیے ہیں۔ چنانچہ انگریزی، جرمن، اور فرنچ شعرا کے فوٹوز کے لیے امریکہ لکھا ہے۔ غالباً کسی نہ کسی استاد بھائی کے پاس تو حضرت کا فوٹو ضرور ہوگا۔ اگر آپ کو معلوم ہو تو از راہ عنایت جلد مطلع فرمائیے۔ حضرت امیر مینائی کے فوٹو کی بھی ضرورت ہے۔

والسلام خاکسار محمد اقبال

گورنمنٹ کالج بورڈنگ ہاؤس، لاہور

28 فروری 1899

نمبر شمار 18 : کاتب : خان بہادر سید اکبر حسین الہ آبادی
مکتوب الیہ : سید فضل الحسن حسرت موہانی
سنہ کتابت : 1323ھ / 1905

نمونہ عبارت

عنایت فرمائے من! مدت سے آپ کی خیر و عافیت نہیں سنی۔ معلوم نہیں کہ یورپ کا قصد کب ہے۔ میری آنکھوں کا وہی حال ہے بلکہ معذوری روز افزوں ہے۔ آپ پریشن کا وقت ابھی نہیں معلوم ہوتا۔ ڈاکٹر سے مشورہ کرنے کو کلکتے کو جانے والا ہوں۔ میں آپ کے ترجمہ حالات ایران کو دیکھ رہا تھا۔ بہ مشکل دو چار صفحے پڑھے۔ آپ کی قابلیت کی داد دے دے جو آپ سے علم و لیاقت میں زیادہ ہو۔ لیکن میں بھی باوجود بے بضاعتی کے سبحان اللہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ ہاں ایک امر کی طرف آپ کی توجہ رجوع کرتا ہوں، مجھ کو کئی جگہ تانیث و تذکیر میں شبہ ہوا۔ اگر آپ اتفاق کریں تو تصحیح کا اعلان شاید مناسب ہو، ممکن ہے کہ لوگ اعتراض کریں، قالین میری زباں پر اور غالباً دہلی و لکھنؤ میں بہ صیغہ تذکیر ہے۔ میں کچھ نہیں سمجھ سکتا کہ آئندہ لائق اردو واں کیوں کر یہ علم حاصل کر سکیں گے، یا ان پر اس کی پابندی فرض ہوگی۔ قواعد اردو سے اس بحث کو خارج ہی ہو جانا چاہیے۔ ایک مقام پر میں نے لفظ غف دیکھا، میرے علم میں غفص صحیح ہے۔ میں نہیں جانتا غف بھی جائز ہے یا نہیں، اسی قسم کی چند غلطیاں نظر آئیں۔ اس وقت یاد نہیں رہیں..... مگر یہ خط میں ظفر علی خاں کو لکھ چلا تھا مگر پھر رک گیا اور آپ کے ملاحظے کو کاغذ نفل (راز) طور پر بھیجتا ہوں۔

ظفر علی خاں صاحب نے اکثر غلطیاں تانیث و تذکیر کی ہیں۔ قالینیں بھیجی ہوئی تھیں، وغیرہ وغیرہ۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس مسئلے کا کیا حشر ہونا ہے اور کس بنا پر لوگ پابند کیے جائیں۔ آپ رپو پو کریں تو میں کتاب بھیج دوں۔ فضول و نامناسب ہو تو سکوت کیا جائے۔ میں بہ مشکل دو چار صفحے پڑھ سکا تھا، آنکھوں کی شکایت زیادہ ہو گئی ہے۔ آپ پریشن کا وقت ابھی نہیں آیا۔ کلکتے کا قصد ہے اگر نہ گیا تو علی گڑھ آؤں گا۔ آپ کا پرچہ تو گویا خاص میری پارٹی کا ہے، انسوس ہے کہ اب تک کچھ نہ لکھ سکا۔ سخت معذوری ہے۔ لیکن ضرور کوشش کروں گا۔ اس خط کو چاک کر ڈالے۔ کیا آپ کسی امتحان کے لیے الہ آباد آنے والے ہیں؟ دعا گو، اکبر

نمبر شمار-19 ایضاً نام احسن مارہروی

مکرمی! ایک ہفتے سے طبیعت نادرست ہے اور کچھ ترددات بھی لاحق ہیں۔ میں نے درباب تقطیع بے ساختہ آپ کو کچھ لکھ دیا تھا، آپ خود ماہر فن ہیں، بلکہ ائمہ فن میں سمجھوں تو بجا ہے۔ اگر میں اسی قدر لکھ دیتا کہ میں نے تقطیع کے لیے فون کو ساکن سمجھا ہے تو کافی تھا۔ چونکہ ہم میں آپ میں بے تکلفی ہے لہذا کچھ خیال نہ رہا۔ اور بحث میں بات صاف بھی ہو جاتی ہے۔

مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ جہراں کا

ہے کی کی کا امکان اور آفتاب کی ف کی تحریک کے بغیر کام نہیں چلتا۔ لیکن بحر متدارک مقطوع میں تو بے حد کتر بونت ہو جاتی ہے۔ آپ ایسے مصرع کو پسند کرتے ہیں: تاکہ آری برمن خواری۔ جو کتاب میں لکھا ہے، لیکن پابندی کہاں لکھتی ہے۔ میر کے اس مصرع کو دیکھیے:

اٹلی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوانے کام کیا

ہو گئیں اصل حالت میں فاعلن ہے لیکن فعلن کے وزن پر پڑھنا پڑتا ہے۔ محمد نوح صاحب غالباً شروع مارج میں مشاعرہ کریں۔ نہایت خوشی ہوگی اگر آپ سے ملنا ہو، اب تو دنیا سے میر ہو گیا ہوں۔ حالت ہی ایسی ہے۔ آپ ایسے احباب غنیمت ہیں۔ خدا تندرست رکھے۔

نیاز مند اکبر حسین

الہ آباد، 30 نومبر 1912

نمبر شمار 20 : کاتب: مہاراجہ سرکشن پرشاد پیشکار (مین السلطنت) مملکت دکن

مکتوب الیہ : نواب فصیح الملک مرزا داغ دہلوی

سنہ کتابت : 1320ھ/1903

مضمون عبارت

جناب من! تسلیم

اورنگ آباد میں محمدی باغ نام کا ایک باغ میرے علاقے کا ہے۔ اس میں کے سنگترے مشہور ہیں۔ بہت بڑا بڑا سنگترہ ہوا کرتا تھا۔ مگر اس تین سال کے اساک باراں نے اس کی ترقی پر پانی پھیر دیا۔ خدا خدا کر کے اب کی بار آیا۔ چند سنگترے ارسال خدمت ہیں، قبول کیجیے تو دل

شاد ہو۔ شب میں راجہ رائے رایاں کے اصرار پر مشاعرے میں گیا تھا، مگر آپ کے نہ ہونے سے محفل سنسان تھی۔ نادان صاحب اور اختر صاحب اور جلیل ان کی غزلیں اچھی رہیں، باقی اللہ اللہ خیر صلاح۔

شب میں حاجی شاہ زماں نے امیر مینائی کے چند قصائد پڑھے۔ جن میں ایک قصیدہ بہت چڑھا ہوا تھا، جس کا مطلع یہ ہے۔

ترا کرم جو شبِ ذی وقار ہو جائے

گدائے گوشہ نشین تاج دار ہو جائے

امیر مرحوم جنھوں نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ فنِ سخن کی نذر کیا تھا ان کا کلام کیوں نہ بڑھا چڑھا ہو۔ ان کے مقابل میں ہم جیسے نو آموز کا لکھنا منہ بنانا ہے۔ مگر شوق کب رکتا ہے۔ آج سویرے سے اس وقت تک اسی میں مصروف تھا، جس قدر کہا ہوں بھیجتا ہوں۔ آج شب میں چند احباب جمع ہونے والے ہیں۔ نعتیہ قصائد پڑھے جائیں گے۔ اگر تکلیف گوارا فرما کر اپنی عنایت سے آٹھ بجے شب تک بھی لطف فرمائیں تو بہتر ہے، کیا عجب ہے کہ اس غزل کے بعض بعض شعر آپ کی پسند ہوں۔ اگر ایک بھی پسند آئے تو میں نے گویا داد پائی۔ خدا تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت سے رکھے۔ فقط شاد

نمبر شمار 21 : کاتب : سید سجاد حسین ایڈیٹر اودھ پنچ لکھنؤ

مکتوب الیہ : احسن مارہروی

سنہ کتابت : 1324ھ / 1906

نمونہ عبارت

مکرمی! تسلیم

کارڈ جو بھیجا بھاگا تھا اور جس کو مشکل سے پڑھا، پہنچا۔ اودھ پنچ کی ایک جلد 1902 روانہ ہے اس کی قیمت 3 روپے (سے) اور محصول 4 آنے مہینے کے وعدے پر روانہ ہے۔ بعد وعدہ ضرور بھیج دیجیے گا، ایسا نہ ہو کہ..... صاحب کے روپے کی طرح کھٹائی میں پڑے اور عاقبت کی

ہنڈی ہو۔ اور 1903 کی جلد کی قیمت 5 روپے (۲/۱) ہے اور دفتر میں باقی نہیں، بہ تلاش ملے گی۔ بشرط وصول قیمت ممکن ہو سکتی ہے۔

محمد سجاد حسین لکھنؤ

10 فروری 1906

نمبر شمار 22 : کاتب: سید ضامن علی جلال لکھنوی

مکتوب الیہ : احسن مارہروی

سنہ کتابت : 1314ھ/1897

مضمون عبارت

مجی سلمہ! کارڈ آپ کا آیا، مضمون مندرجہ سے اطلاع ہوئی۔ سید افتخار عالم صاحب سلمہ، جو میری ملاقات کو آئے تھے تو ان سے معلوم ہوا کہ میرا پہلا، دوسرا، دونوں دیوان یا ان میں سے کوئی ایک آپ کے دفتر میں ہے۔ تیسرا دیوان نہیں ہے۔ اس بنا پر تیسرا دیوان اپنا ارسال خدمت کیا گیا تھا، اب آپ لکھتے ہیں کہ تیسرا دیوان ہے، پہلا نہیں ہے۔ تو خیر آپ کو لکھا جاتا ہے کہ اس کو قیمت ڈاک خانے میں داخل کر کے بالفعل وصول کر لیجیے، میں انشاء اللہ تعالیٰ جلد تر پہلا دیوان بہ ذریعہ پیکٹ آپ کو بھیج کر تیسرا دیوان جو بھیجا ہے واپس طلب کر لوں گا، آپ خاطر جمع رکھیے۔ اور غزل بھیجنے کا ہر مہینے میں تو وعدہ نہیں کر سکتا الا دوسرے تیسرے مہینے ضرور بھیجوں گا۔ آپ مطمئن رہیں۔ گلدستہ ریاض سخن میرے پاس نہیں پہنچا۔ یہ بھی اطلاع آپ کو لکھا گیا۔ والسلام جلال بے کمال از لکھنؤ، محلہ منصور نگر

یکم مارچ سنہ حال روز دوشنبہ

نمبر شمار 23 : کاتب: سید فضل الحسن حسرت موہانی

مکتوب الیہ : احسن مارہروی

سنہ کتابت : 1324ھ/1905

مضمون عبارت

مکرمی! فروری کا پرچہ اس بار بہت دیر میں نکلا۔ مارچ کا انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہفتے کے

اندر پہنچے گا۔ یہ پرچہ حسب ارشاد بہ ذریعہ دیلوروانہ کیا جاتا ہے۔ اس میں مصباح القواعد پر میں نے جو ریویو کیا ہے وہ ملاحظہ طلب ہے۔ حضرت داغ مرحوم سے متعلق جس تحریر کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا وہ ہنوز وصول نہیں ہوئی۔ جلد توجہ فرمائیے۔ مرحوم کی کچھ غیر مطبوعہ غزلیں بھی ہوں۔ دیوان بیدار و آبرو کی نقل کے متعلق ایک ماہ کے بعد میں بندوبست کر سکتا ہوں۔ فی الحال کانگریس کی رپورٹ کی تیاری میں اس درجہ مشغول ہوں کہ فرصت ملنا مشکل ہے۔

خاکسار

سید فضل الحسن حسرت

دفتر اردو، علی گڑھ۔ 13 مارچ 1905

نمبر شمار 24 : کاتب: سید ریاض احمد ریاض خیر آبادی

مکتوب الیہ : احسن مارہروی

سنہ کتابت : 1328ھ / 1909

مموئہ عبارت

شفیق احسن! کبھی کسی رسالے کو غزل نہیں بھیجی، ڈرتے ڈرتے آپ کی فرمائش کی تعمیل کرتا ہوں۔ یہ غزل گزشتہ ہفتے میں کہی تھی، چاہتا تھا بھیجوں مگر بھول جاتا تھا، آج فصیح الملک نے یاد تازہ کر دی۔ خدا کرے آپ کو پسند آئے اور حوصلہ بڑھانے والی داد فصیح الملک میں ملے۔ کسی شعر میں کچھ تامل ہو تو مجھے لکھ بھیجیے۔ واقعات پر تنقید دیکھ کر جی خوش ہو گیا۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ سنتا ہوں کل معیار شائع ہوا ہے اس میں جواب لکھا گیا ہے، مناسب معلوم ہوا تو کسی وقت میں بھی کوئی نوٹ لکھوں گا۔ میری یہ غرض نہ ہوگی کہ آپ کی طرف داری کروں یا صاحب واقعات کی۔ مجھے آپ اکثر یاد فرماتے ہیں۔

میں شکر گزار ہوں گا، ایک پرچہ فصیح الملک کا جس میں تنقید واقعات انیس ہے۔ ذیل کے پتے سے بھیج دیجیے۔

شاہ نظام الدین صاحب دکن۔ آگرہ میوہ کثرہ

نیاز مند سید ریاض احمد ریاض الاخبار، ازکھنؤ

نمبر شمار 25 : کاتب: مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی

مکتوب الیہ : احسن مار ہروی

سنہ کتابت : 1329ھ / 5 مئی 1910

مصورہ عبارت

مکرمی! تسلیم

دل گداز کی جلدیں روانہ خدمت ہیں، 3 (ہے) روپے 7 آنے کا دی پی حاضر ہوتا ہے۔ قبول فرمائیے۔ مولوی عبدالحق صاحب کا پتا ”دفتر معتمدی عدالت و کوٹوالی حیدر آباد دکن“ کافی ہے۔ اردو لٹریچر پر میں نے فردری اور مارچ کے دو پرچوں میں لکھا ہے جو جناب کی خدمت میں جا چکے ہیں، فردری کا پرچہ نہ ہو تو بھیج دوں۔ میں بڑا خوش ہوا کہ اردو کے متعلق حد بندی کے آپ خلاف ہیں۔ پالیسی تو یہ ہونی چاہیے کہ اسے ہندو مسلمانوں کے سابقہ اتحاد کی یادگار اور دونوں کی ملکی زبان ثابت کیا جائے۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ تنگ خیالی سے کام نکلے۔ رہے آپ کے کمالات و احسانات جو زبان پر ہیں وہ کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتے۔

خاکسار، شرر دل گداز آفس۔ لکھنؤ نمبر 913۔

نمبر شمار 26 : کاتب: مولوی عبدالحق بی۔ اے،

مکتوب الیہ : احسن مار ہروی

سنہ کتابت : 1329ھ / 1910

مصورہ عبارت

مکرم و معظم بندہ! تسلیم

آپ کا محبت نامہ آج پہنچا جس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ کے نام نامی اور آپ کے رسالے سے خوب واقف ہوں، اور میں آپ کی اور آپ کی محنت کی دل سے قدر کرتا ہوں، آپ جو خدمت اردو زبان کی فرما رہے ہیں وہ آپ ہی کا حق ہے اور ہر طرح قابل قدر اور قابل شکریہ ہے۔ کئی سال ہوئے، میں نے اردو صرف نحو پر ایک کتاب لکھی تھی مگر یوں ہی پڑی رہی۔

اب میں نے اس پر نظر ثانی کی اور یہاں کے مطبع نے اس کے چھاپنے کا تہیہ کیا، قریباً پانچ جزی کی کاپیاں لکھی جا چکی تھیں کہ سکرٹری اردو کانفرنس کا تاریخ پانچواں کہ اس کتاب کی اشاعت حیدر آباد میں ملتوی رکھی جائے۔ کانفرنس اپنی طرف سے شائع کرنا چاہتی ہے۔ چنانچہ سکرٹری صاحب کے ارشاد پر اس کی کاپیوں کا چھپوانا ملتوی کر دیا گیا ہے۔ اب کانفرنس والوں کو اختیار ہے جس طرح چاہیں چھپوائیں۔

آپ کو یاد ہوگا کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب نے آپ سے عربی مجموعے کی تذکیر و تانیہ کے متعلق رائے طلب کی تھی۔ وہ خط انھوں نے میری تحریک سے لکھا تھا، اور اس چھیڑ کی ابتدا بھی محض اتفاقی طور سے میری ہی طرف سے ہوئی تھی۔ بات یہ ہے کہ مشیر دکن کے ایڈیٹر میرے دوست ہیں۔ ان کی فرمائش سے میں نے حضرت جلیل کی کتاب پر ریویو لکھا تھا۔ اس کا انھوں نے جواب دیا پھر دونوں طرف سے خوب خوب بحث ہوئی۔ اب وہی بحث ایک صاحب نے پھر زمیندار میں چھیڑ دی ہے جو 8 مئی کے پرچے میں شائع ہوئی۔ اس میں ایک سوال انھوں نے یہ بھی چھیڑا ہے کہ اس جملے میں کہ ”مجھ خاکسار نے کہا“ مجھ باوجود ضمیر مفعول ہونے کے صورت فاعلی میں کس لیے آیا۔ اس استفسار کا جواب میں نے اسی روز بھیج دیا تھا۔ غالباً اس نمبر میں شائع ہو۔ غرض اس لکھنے سے یہ ہے کہ آپ کی قدر میرے دل میں پہلے سے اس قدر ہے کہ میں نے آپ کی رائے طلب کی، گو وہ دوسرے کے واسطے تھی۔ اس کا شکر یہ میں اب ادا کرتا ہوں۔

بندہ عبدالحق، حیدر آباد، دکن

16 مئی 1910

نمبر شمار 27 : کاتب: ڈاکٹر مختار احمد انصاری (دہلوی)

مکتوب الیہ : احسن مار ہروی

سنہ کتابت : 1332ھ / 1913

نمونہ عبارت

مکرم بندہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا گرامی نامہ مورخہ 11 ستمبر وصول ہوا۔ بہ جواب آپ کے استفسارات کے میں

یہ چند باتیں عرض کرتا ہوں جو غالباً آپ کے اطمینان کے لیے کافی ہوں گی۔ میرے مشن کے ہمراہ مرزا متوطن غازی آباد ضرور تشریف لے گئے تھے۔ ان صاحب کو مسلمانان غازی آباد نے اپنے چندے سے مشن کے ہمراہ روانہ کیا تھا۔ چونکہ چند اصحاب نے جو کہ وہاں کے معززین میں سے ہیں ان کے ہمراہ لے جانے کے متعلق مجھے لکھا تھا اور نیز یہ بھی ظاہر کیا تھا کہ یہ صاحب شریف خاندان اور معقول آدمی ہیں۔ اس لیے مجھے کچھ عذر نہیں ہوا۔ یہاں یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ یہ صاحب پہلے پولیس میں ملازم تھے اور اس لیے تھوڑا بہت کام مرہم پٹی کا بھی جانتے تھے۔ میں نے ان کا امتحان بھی کیا تھا اور اس خیال پر کہ یہ تھوڑی سی محنت کرنے کے بعد عمدہ طریقے سے کام کریں گے، میں انھیں اپنے ساتھ لے گیا۔ جہاں تک میرا ذاتی علم ہے میں بہ وثوق کہہ سکتا ہوں کہ یہ صاحب بہت ہی کم علم ہیں اور آداب مجلس سے بھی محض نا بلند ہیں۔ ان کے موجودہ اشغال کی مجھے بالکل خبر نہیں۔ یہ مشن کے ہمراہ قسطنطنیہ تک گئے تھے اور پھر وہاں سے میں نے انھیں 3 خواہ 4 ہفتے کے بعد ہندوستان واپس کر دیا تھا۔ وجود واپسی ظاہر کرنے کی زیادہ ضرورت نہیں، مختصراً یہ عرض کر دینا کافی ہے کہ یہ ہمارے کام کے لیے مفید نہیں ثابت ہوئے اور ان کی صحت بھی خراب ہو چلی۔ اس لیے بہ لطائف الحیل مشن سے علاحدہ کیا گیا۔ وہ خط جو ان کے پاس ہے وہ میں نے خود ان کی خواہش پر انھیں دیا تھا، گو کہ وہ اس کے مستحق نہیں تھے تاہم ان کی لجاجت و زاری و گریہ سے مجبور ہو کر مجھے خط دینا پڑا۔ وہ مصر میں واپسی کے وقت ٹھہرے تھے اور وہاں چند باتیں انھوں نے ایسی کیں جن کا ذکر نہ کرنا بہتر ہے۔ ان کی ان تصاویر کے متعلق مجھے بالکل علم نہیں کہ خدیو کے کتب خانے کی ہیں یا دہلی کے کسی مصور کی دکان کی۔ جو حلیہ ان کا آپ نے تحریر فرمایا ہے اس سے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ اصلی..... صاحب ہیں۔ اور اب شاید انھوں نے اس قسم کی زندگی بسر کرنا اختیار کی ہے۔ میرے مشن کی بد قسمتی تھی کہ مسلمانان غازی آباد نے اپنا نمائندہ ایسے شخص کو مقرر اور انتخاب کر کے روانہ کیا۔ اور زیادہ کیا عرض کروں۔ میں مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے یاد فرمایا اور اس قسم کے استفسارات کے قابل سمجھا۔ والسلام

خادمکم۔ مختار احمد انصاری، فتح پوری، دہلی

13 ستمبر 1913

نمبر شمار 28 : کاتب : اعتبار الملک سید افتخار حسین مضطر خیر آبادی

مکتوب الیہ : احسن مار ہردی

سنہ کتابت : 1324ھ/1915

نمونہ عبارت

مخدوم والا منزلت! تسلیم

کارڈ اعلان مشاعرہ پہنچا۔ باعث عزت و افتخار ہوا۔ میری ناچیز حاضری کا تذکرہ جو عالی جناب مخدوم نے اس اعلان میں فرما دیا ہے، یہ ایک خاص عزت افزائی ہے، جس کا میں خاص ہی سپاس ادا کرتا ہوں۔ خدا کو منظور ہے تو ضرور حاضر ہوں گا۔ اس حال سے مطلع فرمایا جائے کہ مجھے کس تاریخ حاضر ہو جانا چاہیے۔ اور عرس شریف کس تاریخ سے شروع ہو کر کس تاریخ کو ختم ہوتا ہے۔ احسن میاں ایام عرس شریف میں تھوڑی سی امداد لفظی آپ سے بھی درکار ہوگی وہ یہ کہ میں چاہتا ہوں کہ دیوان نذر خدا کی جلدیں جہاں تک بھی ممکن ہو آپ کے مریدین و معتقدین میں نکل جائیں تاکہ دوسرا دیوان اس کی امداد آمدنی سے طبع ہو جائے۔ اگر فرمائیں تو قیام عرس شریف میں ایک آدمی کے ہاتھ دیوان کا ذخیرہ میں مار ہرے سے بھیج دوں۔ ہاں جو انتظام مناسب ہو وہ اس کی اشاعت کا آپ فرمائیں۔ جواب کا انتظار کروں گا۔

نیاز مند مضطر از گوالیار

27 اپریل 1915

نمبر شمار 29 : کاتب: منشی احمد علی شوق قدوائی

مکتوب الیہ : احسن مار ہردی

سنہ کتابت : 1324ھ/1915

نمونہ عبارت

مکرمی! سلام شوق

غزلیں مجھے پہنچیں۔ شکریہ ادا کرتا ہوں دل سے اور بہت بہت۔ ذو الفقار علی خاں صاحب سے مجھے ایسا نیاز حاصل ہے کہ تکلف کی ضرورت نہیں رہی۔ کیا اچھی طبیعت ہے، مگر

افسوس ہے۔ اب وہ سخن سنجی کو بالکل چھوڑے ہوئے ہیں۔ ابھارے بھی نہیں ابھرتے۔ خدا کرے آپ تشریف لائیں اور جلد تشریف لائیں۔ قصد کو مبہم فرما دیجیے۔ میں بالقصد ترمیم اور تنسیخ سے متفق ہی نہیں ہوں۔ اردو کی الف بے میں ث، س، ص، ہ سب ہیں اگر یہ زروف نکال دیے جائیں تو ترمیم ہو سکتی ہے، مگر ممکن نہیں ہے۔ اگر بہ قول آپ کے ”س“ سے مثل کو لوگ کثرت سے لکھ رہے ہیں تو آپ ”سین“ سے لکھیے بشرطیکہ کثرت مان لی جائے۔ میں نے عدالتوں میں اب تک سوا ”ث“ کے نہیں دیکھا ہے حالانکہ مجھے خود عدالتوں سے مدقوں کام رہا ہے۔ اگر کلیہا، جھگڑا، گڈھ کی کتابت ”ہ“ سے ہے۔ یعنی کلیجہ اور جھگڑہ عام ہے۔ تو کیا ہرج ہے۔ جھگڑا تو بہ کثرت الف ہی سے لکھا جاتا ہے۔ مگر کلیجہ لوگ ضرور ”ہ“ سے لکھتے ہیں۔ یوں ہی سہی۔ اردو میں ”ہ“ بھی ہے اور الف بھی۔ جب الف سے اتنی کثرت ہو جائے گی تو خود ہی لوگ ”ہ“ کو چھوڑ دیں گے۔ تو ویسے ہی سہی آج ہم الف سے لکھیں تو لکھیں کوئی ”ہ“ سے لکھے تو ہم کو غلط کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اس لیے کہ دونوں طرح لوگ ضرور لکھ رہے ہیں۔ اہل فارس نے اگر نقص کو بجائے صاد کے ”س“ سے لکھنا اختیار کیا تو ان کے حروف حتمی میں صاد تھا ہی نہیں مگر اردو کے لیے یہ دلیل نہیں ہو سکتی۔

اردو میں عربی، فارسی اور ہندی کے سب حروف داخل ہیں۔ پھر خواہی خواہی حروف کے رد و بدل کی وجہ کیا ہے۔ عام استعمال کو میں کس دلیل سے بدلوں خصوصاً ایسی حالت میں کہ دونوں جانب لکھنے والے موجود ہوں۔ دو حرفی شکل میں یہ تو اختیار ہے کہ ایک جانب جو مجھے پسند ہو اس کو اختیار کر لوں، مگر یہ حق نہیں ہے کہ جو دوسری جانب ہو اس کو میں غلط فہم قرار دوں۔ آخر مثل میں عیب ہی کیا ہے جو ہم مسل بنالیں اور اگر سین کی کثرت ہو جائے تو آپ ہی ”ث“ گم ہو جائے گی۔ اگرچہ ابھی تک میں اس دنیا میں جہاں مثل کا لفظ کثرت سے لکھا جاتا ہے ”ث“ ہی کی کثرت پاتا ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظ ہی عدالت کی زبان کا ہے۔ اگر اس سبب سے کہ تلفظ کچھ ہے اور کتابت کچھ۔ اردو کی تحریر ناقص بھی جاتی ہے تو اردو سے زیادہ انگریزی کی تحریر ناقص ہے، جہاں بے شمار الفاظ تحریر کے خلاف بولے جاتے ہیں اور عربی بھی۔ جس میں الف ساکن اکثر آتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ میں مسل یا مثل اس کے مروج الفاظ میں دخل دینا مناسب نہیں سمجھتا۔ میں آپ کے متعلق کچھ نہیں کہتا صرف اپنی ذات کو کہتا ہوں۔ میرے پاس اساتذہ قدیم میں سے کسی کا کوئی خط نہیں ہے۔ بحر سے راہ درسم نہ تھی اگرچہ شناسائی تھی۔ منیر سے ملاقات بھی نہ تھی۔ امتداد اسیر مرحوم سے خط و کتاب کی ضرورت ہی نہیں آئی۔ ان کی زندگی میں ان کی حضوری ہی میں رہا۔ آپ کا خیر طلب، احمد علی شوق قدوائی، رام پور

11 اکتوبر 1915

نمبر شمار 30 : کاتب : نواب صدر یار جنگ مولوی حبیب الرحمن خاں شردانی

صدر الصدور رموز مذہبی، دکن

مکتوب الیہ : سید مخدوم عالم مارہروی

سنہ کتابت : 1324ھ / 1915

نمونہ عبارت

مخدومی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرای نامہ پہنچا۔ چار مزدور بھی آئے قلم یک قلم ختم ہو گئیں۔ ایک کے صاحبزادے مع گاڑی کے تشریف لے آئے۔ خود باغ جا کر جس قدر قلمیں ہاتھ لگیں لے گئے۔ اس وقت باغبان کو بلا کر کھود کھود کر پوچھا تو پانچ قلموں کا پتہ لگا۔ جو روانہ کرتا ہوں۔ تعداد میں کم ہیں لیکن درخت قسم میں اعلیٰ ہیں۔ اناس، گلاب خاص تین قلمیں فرخ آبادی درخت کی ہیں۔ یہ آخر فصل میں پھل دیتا ہے۔ زرد رنگ، بڑا آم ہوتا ہے۔ شیریں ہے مگر ریشہ ہے۔ نارنگی اور امرود وغیرہ کی پود کا یہاں اہتمام نہیں ہے۔

نیاز مند، حبیب الرحمن

16 ستمبر 1915، از حبیب سمنگ

نمبر شمار- 31 ایضاً بنام احسن مارہروی

جناب مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرای نامہ منت افزا ہوا۔ کسی تمہید کی ضرورت نہ تھی۔ صرف ارشاد کافی تھی۔ ارشاد بھی

وہ جو ایک روحانی سرور ساتھ لائے۔ میں نے قلیل ارشاد پر آمادہ ہونے کے لیے وہ بکس کھولا، جس میں خطوط مرتب و محفوظ ہیں۔ جتنا وقت اس میں صرف ہوا، دل میں فرحت موجزن رہی۔ اول تو اہل کمال کی معنوی ہم نشینی جو صورتیں مٹ گئیں اور ایک عالم سے دوسرے عالم میں جا پہنچیں وہ آنکھوں میں پھر رہی تھیں۔ دل ان کے تحریری مکالمے سے لطف ہم کلائی اٹھا رہا ہے۔ اس کے علاوہ ادبی خدمت خود مایہ سرور ہے۔ انبساط ضیع کا سامان غالباً ادب سے بڑھ کر دوسرے فن میں نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک دن ہفتے میں مذاکرہ ادبی کے واسطے مخصوص فرما رکھا تھا اور اس کا نام خمیض رکھا تھا۔ یعنی نقل یا گزک۔ الحمد للہ کہ ابتدائے عمر سے مج کو اہل کمال کے ساتھ انس رہا ہے۔ انس کے اثر سے مکاتیب کا سلسلہ جاری ہوا جو مکاتیب موصول ہوئے محفوظ رہے۔ لہذا کسی تلاش اور دوسری کی حاجت نہیں۔ البتہ میرا معیار مشاہیر ادب کے متعلق خاص ہے۔ بعض مشاہیر ایسے ہیں کہ ان کے سامنے میں نے سرعقیدت خم نہیں کیا، انھیں میں مولوی نذیر احمد صاحب، مولوی ذکاء اللہ صاحب ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان کے ادب میں شاعری نہ تھی اس لیے ادیب نہ تھے، مصنف تھے۔ مولف تھے۔ اہل قلم تھے، مگر ادیب نہ تھے۔ مولوی نذیر احمد صاحب کی نظم میں بھی شاعری نہ تھی چہ جائے کہ نثر۔ مرآۃ العروس و نبات النعش ان کے کمال کی سرحد ہے۔ اور یہاں ہر اہل فہم سراعترا ف ان کے آگے جھکائے گا۔ آگے الملک اللہ، اللہ کا نام۔

نواب محسن الملک مرحوم کی بہت تحریریں ہیں، مگر کالج کے متعلق بعض علمی ہوں۔ علامہ شبلی، خولجہ حالی کے خطوط بہ مقدار کثیر ہیں۔ اکبر الہ آبادی کے خطوط ہیں۔ طبقہ ثانیہ میں شبہاز، عزیز مرزا صاحب، اقبال، نیرنگ، شیخ عبدالقادر ہیں۔ نیز حسرت موہانی، احسن اللہ خاں ثاقب۔ اگر یہ آپ کے انتخاب میں آئیں ان کی تحریریں بھی حاضر ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آپ ان تحریروں کو ملاحظہ کیوں کر فرمائیں۔ یہاں سے باہر بھیجوں اس کو دل گوارا نہیں کرے گا۔ حاشا بے اطمینانی نہیں۔ دوسرے ضرور ہے اور دوسرے لازمہ محبت ہے۔ کیا مراسم قدیم کا واسطہ دے کر یہ التماس کروں کہ ایک بار اس وہستان کی طرف قدم رنجہ فرمائیے،

ان شاء اللہ بہت سے جواہر پارے نظر آئیں گے۔ جو قابلِ انتخاب ہوں ان کو خریطہ جواہر میں شامل فرما دیجیے گا۔ طبقہ علماء میں مولانا سید محمد علی صاحب کی تحریریں ضرور لیجیے گا۔ علاوہ طرز خاص کے مفید بہت ہوں گی۔ میرے پاس بہت ہیں۔ نام میرے خیال میں مکاتیب اردو موزوں ہوگا۔ آئندہ آپ کا انتخاب احسن ہوگا۔

والسلام، نیاز مند، حبیب الرحمن

نمبر شمار 32 : کاتب: سر سید علی امام

مکتوب الیہ : سید افتخار عالم مارہروی

سن کتابت : 1333ھ/1914

موضع عبارت

تدرا فزاے من!

شرمندہ ہوں کہ آپ کے خط کے جواب میں بہت دیر ہوگئی۔ لیکن جھوم کار اور ضیقِ وقت کے سبب مجبور تھا۔ آپ نے جو خاکسار کے حالات زندگی قلم بند کرنے کا خیال ظاہر فرمایا ہے، اس کا میں دل سے قدردان ہوں، اور اگر واقعی میری زندگی اس لائق ہوتی کہ گزر گاہ دنیا میں اس سے کوئی رہ نمائی ہو سکتی تو مجھے سر تسلیم خم کرنے میں کوئی عذر نہ ہوتا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ عالم ہمہ افسانہ ما دارد و مانع۔ سیرت نویسی میں جو بڑی دست گاہ آپ کو حاصل ہے اس سے میں بے خبر نہیں ہوں۔ لیکن آرزو تھی کہ آپ کے زیر قلم میری ناچیز ذات سے کوئی بہتر موضوع ہوتا۔ خاکسار۔ سید علی امام، از شملہ

21 ستمبر 1914

نمبر شمار 33 : کاتب: مومن الدولہ نواب عماد الملک مولوی سید حسین بکراوی

مکتوب الیہ : سید افتخار حسین مارہروی

سن کتابت : 1333ھ/1914

موضع عبارت

مکرمی! آپ کا خط پہنچا۔ میں ممنون و مشکور ہوا۔ اگر آپ کا منصوبہ پورا ہوا اور مواد

جمع کرنے میں کامیاب ہونے کے علاوہ اس کا قوام درست کرنے بھی اپنے ارادے کو پورا کر سکے تو آپ کی کتاب قابل قدر ہے۔ اور کلیات امیر کے واسطے ایک عمدہ مقدمہ مہیا ہو جائے گا۔ گو وہ کلیات کے ساتھ نہ چھپے۔ مولوی عبدالحق صاحب یقیناً آپ کی کتاب کو انجمن ترقی اردو کی حمایت میں لے لیں گے۔ ترجمہ حضرت امیر خسرو کو حیات النذیر کی طرح طول نہ دیجیے تو بہتر ہے۔ امیر کے کلام سے انقطاع انھیں مضامین کا کیجیے جن سے ان کے حالات زندگی پر روشنی پڑتی ہو۔ انگریزی طریقہ ترجمہ کا بہت عمدہ ہے اس کی تقلید کیجیے۔ انگریزی تراجم بہت عمدہ ہوا کرتے ہیں۔ میں نے نواب محمد اسحاق خاں صاحب کو لکھ دیا ہے۔ یقین ہے ان کو کوئی عذر نہ ہوگا۔ امیر کے کلام کے فراہم کرنے میں اگر آپ سے کچھ مدد ممکن ہو تو دریغ نہ کیجیے۔

عماد الملک سید حسین بکرامی، سیف آباد، حیدر آباد، دکن

23 دسمبر 1914

نمبر شمار-34 ایضاً بنام احسن مار ہروی

جناب من! السلام علیکم

آپ کا خط مورخہ 10 جنوری پہنچا۔ آپ جس فکر و خیال میں ہیں مجھ کو اس سے پوری ہمدردی ہے۔ علامہ آزاد کا ایک ایک لفظ قابل قدر ہے اور ضرورت ہے کہ ان کے کل افادات طبع ہو جائیں۔ یہاں ایک صاحب مولوی عبد اللہ خاں نامی نے مصنفات علامہ موصوف کی طبع و اشاعت کا انتظام کیا تھا۔ چنانچہ چند کتابیں طبع ہو کر شائع بھی ہوئیں لیکن دفعۃً ان کی بصارت کے ضائع ہو جانے سے یہ مفید کام وہیں ختم ہو گیا، اب قیام جامعہ عثمانیہ کے بعد خود جامعہ کی طرف سے اس مفید کام کی تحریک ہوئی تھی، لیکن نہ معلوم کہ پھر اس تحریک کا کیا حشر ہوا۔ آپ ضرور کتب علامہ موصوف کی طبع و اشاعت کا انتظام کیجیے۔ مگر پہلے پوری طرح اس کی تحقیق کر لیجیے کہ اب تک ان کی کون کون مصنفات طبع ہو چکی ہیں۔ میرے علم دیار میں حسب ذیل کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔ باثر الکرام، سرد آزاد، سبۃ المرجان، خزائن عامرہ، روضۃ الاولیاء، سات دواوین میں سے تین دیوان اور مفصلہ ذیل کتابیں ہنوز غیر مطبوعہ ہیں۔

شجرہ طیبہ، ضوئے الدراری، تسلیۃ الفواد، شفاء العلیل، غزلان الہند، سند السعادت، بیضا، منظور البرکات، باقی عربی دوا دین۔

میں اس لائق نہیں ہوں کہ کوئی کتاب میرے نام معنون کی جائے۔ آپ کسی دوسرے بزرگ اہل علم کے نام معنون کیجیے تو اچھا ہے، لیکن اس پر بھی اگر آپ کو اصرار ہو تو محض آپ کی خاطر سے مجھ کو کوئی عذر نہ ہوگا۔ میں ایک غریب آدمی ہوں۔ کوئی رئیس نہیں، اس لیے اپنی طرف سے کوئی مالی امداد نہیں کر سکتا، البتہ یہ ممکن ہے کہ سرکار میں تحریک کر کے کوئی امداد حاصل کی جائے۔ اس لیے مناسب ہوگا اگر آپ سرکار کے نام ایک درخواست لکھ کر مجھ کو بھیج دیں۔

والسلام خیر ختام ، عماد الملک سید حسین بکراہی

24 جنوری 1921

نمبر شمار 35 : کاتب : خان بہادر سری ناصر علی دہلوی ایڈیٹر صلائے نام

مکتوب الیہ : احسن مارہدی

سنہ کتابت : 1328ھ / 1909

مصورہ عبارت

جناب من! پوسٹ کارڈ پہنچا۔ ممنون کیا۔ صلائے عام کی قدر شناسی سے میں خوش ہوا۔ چپ کی فریاد کی داد میں زیادہ اس لیے نہیں لکھا کہ مختصر کلام تھا۔ زیادہ لکھتا تو اصل سے بڑھ جاتا۔ پچھلے پرچے صلائے عام کے ذرا مشکل سے ملتے ہیں۔ اکثر تقسیم ہو جاتے ہیں۔ تلاش کر کے بھیجوں گا۔ اب کے پرچے یعنی مارچ کا صلائے عام زیادہ سود کا نکلے گا۔ ارادہ ہے کہ آئندہ سے میں خود زیادہ لکھا کروں اور دس سے کم لکھواؤں۔ فصیح الملک میں اچھے مضمون ہوتے ہیں۔ پہلے محسن کے کلام پر بہت بڑھ کار بویو تھا، ادب کے واقعات پر خوب لکھا۔ یہ اردو لٹریچر کے نمونے ہیں۔ مارچ کے صلائے عام کا آپ ضرور انتظار کریں۔ محنت کر کے لکھ رہا ہوں۔

نیاز مند، ناصر علی، دہلی

28 فروری 1909

نمبر شمار 36 : کاتب: مولوی عبدالکریم عرف حکیم برہم،

ایڈیٹر مشرق گورکھ پور

مکتوب الیہ : احسن مارہروی

سنہ کتابت : 1325ھ/1906

مضمون عبارت

برادر! تسلیم

آپ کے اشتہار ای دن میں نے تقسیم کر دیے تھے۔ دیوان آیا تھا وہ سید صاحب لے کر چل دئے۔ ایک جلد بھیج دیجیے، مقدمہ اچھا ہے مگر اور زور دار ہونا چاہیے تھا، بہت سی باتیں رہ گئیں۔ ریویو کرنے سے فردخت کی امید ہے۔ آپ اگر ریاض الاخبار میں اشتہار دینا چاہتے ہیں تو ایک اشتہار بھیج دیجیے، یہاں اب نہیں مل سکتا اور اگر مختصر کر دیجیے تو اور بھی اچھا ہے۔ اس کا اثر زیادہ ہوگا جو میری طرف سے ہوگا۔ فصیح الملک کے ساتھ بے پردائی ٹھیک نہیں، اسی وجہ سے پرچے نہیں چلتے۔ افسوس اردو کے معطلی ٹھکانے لگ گیا ہے، کانگریس کا مقبرہ بن گیا۔

نیاز مند، حکیم برہم

6 فروری 1906 گورکھ پور

نمبر شمار 37 : کاتب: بخشی دیا نرائن نگم۔ ایڈیٹر زمانہ، کان پور

مکتوب الیہ : نواب صدر یار جنگ مولوی حبیب الرحمن خاں شروانی

سنہ کتابت : 1325ھ/1906

مضمون عبارت

عنایت فرمائیے بندہ! تسلیم

نوازش نامہ باعث مشکوری ہوا۔ تصویر کی نسبت معترضین کا اعتراض ہے کہ اس کا بیک گراؤنڈ پس پشت زمین، قلعہ معطلی ہے جو اس وقت موجود نہ تھا اور خاندان کے آخری دور کی عمارتوں میں ہے، ان کا خیال ہے کہ یہ تصویر اکبر اعظم کی نہیں بلکہ اکبر ثانی کی ہے۔ سربہ

تصویروں سے اس کی شبابت بھی مختلف ہے، اس میں چہرہ کسی قدر لمبا ہے، عام تصویروں میں بالکل گول ہے۔ چہرے سے بڑھاپے کے آثار نمودار ہیں۔ اکبر بڑھاپے میں سلطان عالم پناہ سے مہلبلی ہو گئے تھے اور داڑھی کا بالکل صفایا کر دیا تھا۔ ذاتی طور پر مجھے آپ کے خیال سے اتفاق ہے مگر یہ باتیں بھی قابل لحاظ ہیں۔ میں ایک نورتن کا گردپ چھپوانا چاہتا ہوں۔ آپ کے پاس ہو یا کہیں سے دست یاب ہو سکے تو ضرور عنایت فرمائیں۔ بلاک بننے کے بعد میں احتیاط کے ساتھ اصل تصویر کی واپسی کا ذمہ دار ہوں۔

مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ اس سال انجمن ترقی اردو کے آپ سکریٹری مقرر ہوئے ہیں۔ اس انتخاب پر آپ کو یہ دل سے مبارک باد دیتا ہوں۔ انجمن ترقی اردو نے اب تک کوئی کار نمایاں نہیں کیا ہے، خدا کرے آپ کے زمانے میں یہ ایک مردہ انجمن کی حالت میں نہ رہے۔ زمانے میں علمی خبروں اور نوٹس کا ایک مفید سلسلہ شائع ہوتا رہا ہے اور اب بھی بالکل بند نہیں ہو گیا ہے۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ اس سلسلے کا ایک حصہ انجمن ترقی اردو کے لیے وقف رہے، جس میں آپ اس انجمن کے سکریٹری کی حیثیت سے لکھتے رہیں۔ اس طرح سے زمانہ انجمن ترقی اردو کا ایک باقاعدہ رکن ہو جائے گا، جس کی خریداری ممبران انجمن کے لیے ضروری ہونی چاہیے۔ محض اس حصے کی علاحدہ کاپیاں بھی شائع ہو سکتی ہیں، انجمن کا ایک باقاعدہ رسالہ جس میں اس کے متعلق کل ضروری و کارروائی سے پبلک کو اطلاع ملتی رہے، ہونا ضروری ہے۔ میں زمانے کے لیے خواہ مخواہ اصرار نہیں کرتا ہوں مگر یہ ضرور چاہتا ہوں کہ انجمن موصوف ایک کارگزار انجمن ہو جائے۔

مضامین خاص کے لیے پیشتر سے تکلیف بے جا نہیں ہے۔ راجہ کندن لال اشکی کی سوانح عمری جنوری کے پرچے میں جو اہل ہفتہ فردی میں شائع ہوگا۔ ہدیہ ناظرین ہوگی۔ اب مارچ اپریل کے رسالے کے لیے کوئی چھوٹا سا مضمون عنایت فرمائیے۔

زیادہ نیاز

بندہ دیانراؤ گم، کان پور

26 جنوری 1906

نمبر شمار 38 : کاتب: مولوی رضاعلی وحشت کلکتوی

مکتوب الیہ : احسن مارہروی

سنہ کتابت : 1329ھ/1910

مصورہ عبارت

مخدومی و محترمی! تسلیم

والا نامے کے جواب میں جو تاخیر مجھ سے ہوئی (اگرچہ میں اس کے لیے سخت شرمندہ ہوں) برہنائے غفلت نہ تھی بلکہ میں مشاہیر عصر کے مکتوبات کی تلاش میں تھا۔ نہایت افسوس اور ندامت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مجھے یک قلم مایوسی ہوئی۔ مسز امیر علی اردو میں کبھی خط نہیں لکھتے اور یہاں کلکتے میں انگریزی کا اتنا رواج ہے کہ اکثر خط و کتابت انگریزی میں ہوا کرتی ہے۔ کسوف الشمسین جس کا ایک نسخہ جناب نے مجھے عطا کیا ہے اس کے لیے تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں، نہایت مفید تالیف ہے۔ خصوصاً جناب کے مسدس سے مجھے انتہائی لطف حاصل ہوا۔ اے وقت تو خوش کہ وقت ماخوش کردی۔ میں ممنون ہوں گا اگر جناب نکھای پریس کو ہدایت کر دیں کہ میرے نام ایک نسخہ دیوان غالب کا دیلور روانہ کر دے، امید کہ جناب بخیر و عافیت ہوں گے۔

آپ کا خادم۔ رضاعلی وحشت، کلکتہ

امپیریل رکارڈ ڈیپارٹمنٹ

نمبر شمار 39 : کاتب: مولوی سید سلیمان ندوی

مکتوب الیہ : احسن مارہروی

سنہ کتابت : 1338ھ/1919

مصورہ عبارت

محترم! السلام علیکم

والا نامہ باعث اعزاز ہوا۔ مصحفی کا تذکرہ ہمارے ہاں نہیں۔ غالباً ندوے کے کتب

خانے میں ہے، ولی دکنی کا حال تو تمام تذکروں میں یکساں ہے۔ آپ حیات اور نگلشن ہند تو آپ کے سامنے ہیں۔ شاہ قدرت اللہ کا تذکرہ کلکی یہاں ہے اس میں بھی ولی کے احوال و اشعار ہیں، مگر وہی معمولی۔ ان تذکروں میں لفاظی زیادہ اور واقفیت کم ہوتی ہے۔ کیا آپ ”ولی“ کا تذکرہ مخصوص لکھنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے مواد آپ کے پاس ہی علی گڑھ میں سید حسرت موہانی کے ہاں سب سے زیادہ موجود ہے۔

غزل کی سرزمین اب بنجر ہوگئی، اب آپ لوگوں کو جو موجودہ اساتذہ اردو میں داخل ہیں۔ نیارنگ پیدا کرنا چاہیے، سنا ہے کہ آپ نے مولانا شبلی مرحوم کا مرثیہ لکھا تھا۔ میں نے دیکھا نہیں۔ والسلام

سید سلیمان،
دارالمصنفین، اعظم گڑھ

12 محرم 1338ھ

نمبر شمار 40 : کاتب: فحشی امیر اللہ تسلیم
مکتوب الیہ : سید فضل الحسن حسرت موہانی
سنہ کتابت : 1323ھ / 1904
مصورہ عبارت

عنایت فرمائے بندہ زاد عنایت حکم

بعد شوق ملاقات کے مظہر مدعا ہوں۔ سب طرح بخیریت ہوں تندرستی آپ کی جناب باری سے طلب گار ہوں، مدت کے بعد آپ کی غزل مع عنایت نامہ آئی سب طرح اچھی تھی۔ مگر بہ نظر اس کے کہ آپ خیال کرتے کہ بے التفاتی کی، بعض جگہ تصرف کیا، ہر چند میرے حواس اب صحیح نہیں ہے اور بصارت و سماعت بہت کمی کرتی ہے اگر وہ تصرف میرا بجا ہو تو رہنے دیجیے ورنہ نہیں، اور میری حالت محمد یار خاں ناظر آپ کو لکھ چکے ہیں، وہی صحیح ہے۔ نوکری سے بہ سبب کمال پیرانہ سالی اور عدم سماعت و ضعف بصارت کے برخاست کر دیا گیا۔ پندرہ روپے

بطور پنشن کے ملتے ہیں، شکر ہے اگر یہ بھی نہ ہوتے تو ایسی حالت میں باقی حیاتِ مستعار کا بسر ہونا بڑی خواری سے ہوتا۔

یہاں آج کل دو مشاعرے ہوتے ہیں، مجھ بدحواس کو لوگ ناحق پریشان کرتے ہیں۔ ہر چند عذر کرتا ہوں قبول نہیں کرتے۔ غزلیں دیکھنی پڑتی ہیں اور جانا بھی ہوتا ہے۔ رات بھر بیٹھنا پڑتا ہے نہ کسی کی غزل میں سنتا ہوں، نہ صورت پہچانتا ہوں کہ کون صاحب پڑھتے ہیں۔ محض بے کار تکلیف اٹھانا پڑتی ہے۔ بہ مجبوری کچھ شعر بھی طرح کے ٹونے پھونکے کہنا پڑتے ہیں۔ غرض بری حالت ہے کیا نگارش کروں۔ آپ نے جو گلدستہ نکالا ہے اس کا کیا طور ہے اگر شعر و شاعری سے متعلق ہے تو ایک پرچہ بھیج دیجیے اور اگر نیچرل خیال کے مضامین ہیں تو کچھ ضرور نہیں۔

نمبر شمار 41 : کاتب: مولانا مولوی عبدالمقتدر بدایونی
مکتوب الیہ : احسن مارہروی
سنہ کتابت : 1325ھ / 1907
موضع عبارت

حضرت بابرکت سید صاحب عالی مراتب مجدد منالہ علم المحترم دامت برکاتہم!
بعد گزارش ہدیہ تسلیمات زاکیات عقیدت سماعت معروض۔
معمولی خطوط بابت عرس شریف کاتبوں نے فہرست کی خانہ پری کے مطابق اغلب کہ حاضر کر دیے ہوں۔ مگر جس طرح عام لوگوں کو روانہ ہوئے ہیں، ہوئے ہوں گے۔ اب یہ عریفہ حقیقتاً آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ راقم الحروف کہ آپ کے خاندانِ مقدسہ کے خادمانِ قدیم سے ہے۔ امیدوار ہے کہ حسب دستور قدیم بہ راہ عنایت قدیمی تکلیف گوارا فرما کر عزت تشریف آوری سے مشرف فرمائیے گا۔ آپ حضرات کی تشریف آوری سے ہمارے خیال میں حضرات اکابر کی روح مقدسہ کی ترویج ہوتی ہے اور ہمارے واسطے باعث عزت و برکت ہے، زیادہ بجز طلب دعائے برکت کیا تحریر ہو۔

نمبر شمار 42 : کاتب: مولوی ابوالکلام آزاد مدیر الہلال

مکتوب الیہ : سید افتخار عالم

سنہ کتابت : 1333ھ/1915

نمونہ عبارت

از فقیر ابوالکلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تاخیر جواب کے لیے شرمندہ و خواست گار معافی، علالت و جہوم افکار و عدم قیام کلکتہ۔
1۔ بلاشبہ نواب صاحب سے امیر خسرو کے ہندی کلام علی الخصوص مکر نیوں کے مجموعے کا ذکر کیا تھا مگر وہ نسخہ میرے پاس نہیں ہے۔ نواب سید محمد آزاد (اودھ شیخ والے) کے پاس تھا اور عرصہ ہوا میں نے دیکھا تھا۔ نواب صاحب کے اصرار پر میں نے ان سے ذکر کیا مگر معلوم ہوا کہ مولوی عبدالغفور شہباز کے سامان کے ساتھ ضائع ہو گیا، یا کم از کم عسیر الحصول ہے۔ اب آپ کے لیے پھر مزید تحقیق کرتا ہوں۔

2۔ حضرت امیر خسرو کے حالات عام و متعارف کتابوں سے تو آپ نے ضرور فراہم کر لیے ہوں گے۔ باقی مخصوص کتابیں تو جہاں تک فقیر کے علم میں ہے، کسی ایسی کتاب کا وجود ہی نہیں ہے۔ مشہور ہے خواجہ حسن سبزی نے ایک کتاب مجالس خسروی لکھی تھی اور اس میں حضرت امیر کے تمام حالات و سوانح جمع کیے تھے، نیز مخصوص ان مجالس کا حال جو حضرت نظام الدین کی صحبت و ارادت سے تعلق رکھتی ہیں۔ ایک زمانے میں میں نے بڑی تلاش کی لیکن بالکل ناکامی ہوئی۔ اصل یہ ہے کہ اس قسم کے بزرگوں کے سوانح کے لیے رجال و تراجم پر بالکل اعتماد نہ کرنا چاہیے بلکہ تمام تر محنت ان کی تصنیفات کے مطالعہ و کاوش میں کرنی چاہیے۔ ضمناً ان سے ایسے ایسے سوانح لگ جاتے ہیں کہ پوری لائف مرتب ہو جاتی ہے۔ سب سے پہلے آپ یہ کیجیے کہ کلیات نظم و نثر مکمل بہم پہنچائیے اور اس کا بالاستیعاب مطالعہ من اولہ الی آخرہ کر ڈالیے۔

امید ہے کہ آپ بہ خیریت ہوں گے، الہلال جولائی سے جاری ہوگا، تاخیر جواب کے لیے مکرر خواست گار معافی اور سوانح نذیر احمد مرحوم کے عدم تبصرہ نویسی پر متاسف، وانشاء اللہ بر اجرا

دو مین الہلال، محول۔ 22 جون 1915

نمبر شمار 43 : کاتب: ونیش چندر دت ایم اے۔

پروفیسر سینٹ جوزفس کالج، کلکتہ

مکتوب الیہ : احسن مار ہروی

سنہ کتابت : 1342ھ / 1924

نمونہ عبارت

مکرمی و معظمی جناب قبلہ دامت انضالکم! تسلیم

نوازش نامہ دست یاب ہو کر باعث تسلی ہوا۔ کتاب ارسال خدمت ہے۔ امید قوی ہے کہ نظر ثانی فرما کر جلد واپس کیجیے گا۔ جناب کو تکلیف نہ ہو تو نظر ثانی کے بعد اگر کتاب ہذا کے ساتھ کم از کم ایک دو حرف سفارش کے جناب تحریر فرمادیں وہ میرے لیے بہت ہی مفید ثابت ہوں گے۔ فقط والسلام

نیاز مند ونیش چندر دت

پروفیسر سینٹ جوزفس کالج، کلکتہ

12 اگست 1924

نمبر شمار 44 : کاتب: مسٹر کرم چند عرف مہاتما گاندھی

مکتوب الیہ : ایڈیٹر بندے ماترم

سنہ کتابت : 1342ھ / 1914

نمونہ عبارت

تک مہاراج نے آدھے اشلوک میں ہند کو سکھایا کہ سوراجیہ ہمارا حق ہے۔ اگر ہم ان کے بھگت ہیں تو کھدر پوش بن کر سوراج حاصل کر کے اپنی بھگتی کا ثبوت دیں۔ گاندھی تبصرہ و کیفیت

انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر سے اول اردو میں خطوط

نویسی کا وجود نہیں ملتا، جس کی ابتدا مرزا غالب نے کی ہے۔ رجب علی سرور

اور غلام امام شہید وغیرہ کی تصانیف میں بھی دو ایک اردو خط نظر آتے ہیں، مگر

ان کو اطفال دبستان کے لیے فرضی اور تمثیلی خطہ کہا جاسکتا ہے۔ نہ واقعی اور اصلی۔ اسی وجہ سے ان کے نمونے اس کتاب میں نقل نہیں کیے گئے۔ فن انشا میں مکاتیب و مراسلت ایک ایسا مفید اور کارآمد شعبہ ہے جس کے مطالعے سے بہت زیادہ منافع اہل ادب کو حاصل ہوتے ہیں۔ علمی اور ادبی فوائد کے سوا خطوط نویسوں کی بے شمار خصوصیات ایک مبصر سوانح نگار ان تحریروں سے اخذ کر سکتا ہے۔ کسی قابل قدر ہستی کے وہ اہم واقعات جو بڑی بڑی تاریخوں میں نہیں ملتے، خط و کتابت کی معمولی نگارشات میں مل جاتے ہیں۔ جو خود نوشت ہونے کی وجہ سے اہل تاریخ کے لیے بلا اختلاف مستند و معتبر ثابت ہوتے ہیں۔ اسی حقیقت و اہمیت پر نظر کر کے نمونہ نمبر 6 قائم کیا گیا ہے۔ اور کوشش کی گئی ہے کہ خطوط نویسی کے عہد ابتدائی سے اس وقت تک جتنے مشاہیر گزرے ہیں ان کے خطوط کی ایک ایک دو دو نقل درج کر دی جائے۔

مندرجہ خطوط پر مشاہیر کا انحصار نہ سمجھنا چاہیے، لیکن اس اظہار میں کوئی تاثر نہیں کہ مشاہیر اہل قلم، ارباب علم اور صاحبان بصیرت کی زیادہ تعداد ان نمونوں میں موجود ہے۔ بے شمار فطری و دبیعتوں کی طرح یہ ملکہ بھی خداداد ہے کہ بعض اہل قلم خط و کتابت کی سیدھی سادی عبارتوں میں وہ لطف پیدا کر دیتے ہیں جو دوسرے بڑی سی بڑی لفظی صنایعوں میں بھی دکھا نہیں سکتے، اس خصوصیت کے لیے درسی اور مکتبی فضیلت و قابلیت کی نمائندگی بے کار ہے۔ تانہ بخشد خدائے بخشندہ۔

مبصرین و ناظرین ان نمونوں میں یہ امتیاز و فرق بہ آسانی معلوم کر سکتے ہیں۔ اودار کے لحاظ سے خطوط کے نمونوں کو دو حصوں میں اس لیے منقسم کر دیا ہے کہ آغاز اردو نویسی سے انیسویں صدی عیسوی کے آخر تک اکثر تحریریں ایسی ملتی ہیں جن میں عربی و فارسی کی ترکیبیں، اور قدیم اسالیب بیان پائے جاتے ہیں اور بیسویں صدی عیسوی کے شروع سے یک

قلم ان تصنیعات و تکلفات کو ترک کر دیا گیا ہے۔ عصر حاضر کے ایسے نمونہ خطوط بالقصد چھوڑ دیے گئے ہیں، جن میں مغربی انداز کے اثرات موجود ہیں، نیز وہ تحریریں قلم انداز کر دی گئی ہیں، جو آج کس کس نہ انداز و بد انداز کہ بداد کے زعم باطل سے ادب و انشا کی حق تلفی کرتی رہتی ہیں۔

اس نمونے کے ادوار میں بھی نہ کتاب کے لحاظ سے ترتیب خطوط میں بعض نمونے مقدم و موخر ہو گئے ہیں جو محض طباعت کی عجلت اور مولف کی قلت فرصت کی وجہ سے مرتب نہ ہو سکے۔ ایک دو خطوں کی طوالت یا بعض اہل قلم کے خطوط کی زیادتی تعداد کسی نہ کسی خصوصیت سے رواجی گئی ہے۔ جس کا اندازہ اہل نظر خود کر سکتے ہیں۔

فہرست

نمونہ نمبر 1 عام تصانیف و تالیف

صفحہ	نام مصنف	نام تصنیف	شمار
40	مولانا عبداللہ	احکام الصلوٰۃ	1
77	سید حیدر بخش حیدری	آرائش محفل	2
78	سید بہادر علی حسینی	اخلاق ہندی	3
87	سید صالح محمد دہلوی	اتالیق الصبیان	4
94	سر سید احمد خاں	آثار الصنادید	5
124	محسن الملک مہدی علی خاں	آیات غیبات	6
125	مولوی چراغ علی	اعظم الکلام فی ارتقاء...	7
130	نشی امیر احمد بینائی	انتخاب یادگار	8
136	شمس العلماء محمد حسین آزاد	آب حیات	9
143	میر ضامن علی جلال لکھنوی	افادۃ تاریخ	10
146	مولوی نذیر احمد	الاجتہاد	11
148	”	ادعیۃ القرآن	12

150	13	الحقوق والفرائض	”
180	14	امیر اللغات	فشی امیر احمد بینائی
185	15	آئین اردو	زین العابدین فرحاد
188	16	آثار الشعراء ہنود	دہی پرشاد بٹاش
191	17	ارض القرآن	مولوی سید سلیمان ندوی
195	18	المیزان	سید نظیر احسن
202	19	ازالہ اوہام	مرزا غلام احمد قادیانی
204	20	ادعیہ تعویذ استی طاعون شاہ بدر الدین قادری مجیبی	
213	21	امراء ہنود	سعید احمد مارہروی
215	22	انتخاب زریں	ڈاکٹر سید راس مسعود
224	23	الہام اور وحی	مرزا حیرت دہلوی
233	24	ام الاسنہ	خولجہ کمال الدین
235	25	آبِ بَہا (تذکرہ)	خولجہ عبدالرؤف عشرت
73	26	باغ اردو	شیر علی افسوس
239	27	بہشتی زیور	مولوی اشرف علی تھانوی
114	28	پنی کرت	لال پنی لال مارہروی
67	29	ترجمہ قرآن	مولوی شاہ رفیع الدین
68	30	ترجمہ قرآن	مولوی شاہ عبدالقادر
69	31	تفسیر حقانی	شاہ حقانی مارہروی
84	32	تجہیز تکفین	مولوی محمد عمران رام پوری
89	33	تاریخ افغانستان	فدا حسین عرف نبی بخش
89	34	ترجمہ فقہ اکبر	مفتی سعد اللہ
97	35	تاریخ ممالک چین	جیس کار کرن

98	36	تقویت اشعراء	امام الدین طالب
100	37	تاریخ یوسفی	یوسف خاں کبیل پوش
105	38	تذکرۃ الکالمین	ماسٹر رام چندر
111	39	تاریخ رشید الدین خانی غلام امام خاں تریں	
119	40	تاریخ خورشید جانی	..
143	41	تاریخ بلگرام	سید فرزند احمد صغیر بلگرامی
151	42	ترجمہ قرآن	مولوی نذیر احمد
152	43	تفریح الاحرار	آغا بھو لکھنوی
157	44	تاریخ ہندوستان	مولوی ذکاء اللہ دہلوی
171	45	تنقیح حقوق نسواں	سید عبدالغنی عظیم آبادی
174	46	تذکرہ	ابوالکلام آزاد
206	47	تعلیم الشفیر محبی	محمد عبدالرحمان محبی
212	48	تاریخ الائنٹ	مولوی محمد اسلم جیراج پوری
225	49	تمدن ہند	شش العلما سید علی بلگرامی
236	50	توضیح حق	مولوی محبت احمد بدایونی
83	51	جامع الاخلاق	مولوی امانت اللہ
162	52	جعفر عباسیہ	حکیم محمد علی خان
216	53	جاپان اور اس کا تعلیمی...	مولوی عنایت اللہ
75	54	چهار درویش	میر امن دہلوی
123	55	چند پنہ	مولوی نذیر احمد
221	56	چنگیاں اور گدگدیاں	خواجہ حسن نظامی
99	57	حملات حیدری	شیخ احمد علی گوپاموی
196	58	حیات انیس	سید امجد علی اشہری

234	59	حیاۃ النبی	یعقوب علی تراب
244	60	حیات النذیر	سید افتخار عالم مارہروی
124	61	خطبات احمدیہ	سر سید احمد خاں
164	62	خیالات آزاد	نواب سید محمود آزاد
225	63	خیابان فارس	مولوی ظفر علی خاں
62	64	دیباچہ دیوان مرثیہ	مرزا رفیع سودا
77	65	داستان امیر حمزہ	قلی علی خاں اشک
80	66	داستان انشا	انشاء اللہ خاں
152	67	دوستہ الابصار	مرزا عسکری چھوٹے آغاز
168	68	دیباچہ رباعیات شہباز	نواب سید محمود آزاد
205	69	دفع زفع زارغ	مولوی سلطان الدین ساہٹی
93	70	رسالہ گلکرسٹ	ڈاکٹر جان گلکرسٹ
115	71	ریاض الابصار	بدر الدین عرف خولہ امان
129	72	رسم الخط اردو	مولوی نذیر احمد دہلوی
137	73	ریاض الانوار	حافظ محمد عمر دہلوی
148	74	رویائے صادقہ	مولوی نذیر احمد دہلوی
191	75	راز حیات	خولہ کمال الدین
128	76	زیر کامل عیار	سید مظفر علی امیر لکھنوی
40	77	سب رس	ملا دجی
113	78	سورج پور	چر دنجی لال و سید روشن علی
131	79	سخن شعرا	عبد الغفور خاں نساخ
133	80	سموات	مولوی نذیر احمد دہلوی
144	81	سرمایہ اردو زبان	سید ضامن علی جلال لکھنوی

186	مولوی شبلی نعمانی	82 سیرۃ النبی
202	حکیم عبد القیوم بدایونی	83 سماع الاموات
210	مہاراجہ کشن پرشاد شاد	84 سفرنامہ
28	مولوی محمد رحیم بخش دہلوی	85 سعادت الکونین
232	خواجه غلام الثقلین	86 سیاحت نامہ
236	سدا الفرار علی الصید الفرار مولوی احمد رضا خاں	87
35	شرح مرغوب القلوب شاہ میراں جی شمس العشاق	88
39	شرح تمہید ہدائی میراں جی حسن خدا ننا	89
102	شمشیر خانی رجب علی بیگ سرور	90
108	شرح اندر سہا سید آغا حسن امانت لکھنوی	91
163	شوقین ملکہ عبد الحلیم شرر لکھنوی	92
179	شعر العجم مولوی شبلی	93
200	شعر الہند مولوی عبد السلام ندوی	94
204	شفاء الوالہ مولوی احمد رضا خاں	95
51	صرف ونحو ہندستانی جان شوا کثیر	96
54	طوطی نامہ محمد قادری	97
76	طوطا کہانی سید حیدر بخش حیدری	98
93	طبقات شعرائے ہند کریم الدین وڈا کٹر فلن	99
227	طبیعیات علمی مولوی عبد الرحمان خاں	100
90	عجائب القصص حکیم احسن اللہ خاں وغیرہ	101
105	علم الحساب مولوی مسیح الزماں	102
158	علم الکلام مولوی شبلی	103
169	فشی اللہ دت	104 عجائب استو امریکہ

211	حبیب الرحمن خاں	105 علمائے سلف
231	خواجہ قمر الدین دہلوی	106 عقد ثریا
241	نواب عزیز جنگ ولا	107 غرائب الجمل
85	رجب علی بیگ سرور	108 فسانۂ عجائب
133	سید فرزند احمد صغیر بگلرای	109 فیض صغیر
178	مرزا سلطان احمد	110 فن شاعری
182	سید احمد دہلوی	111 فرہنگ آصفیہ
188	مولوی ذکا اللہ دہلوی	112 فلسفۂ امثال
206	مولوی عبدالماجد دریابادی	113 فلسفۂ اجتماع
88	نیم چند کھتری	114 قصہ گل و صنوبر
129	قدر بگلرای	115 قواعد العروض
184	مولوی عبدالحق	116 قواعد اردو
186	مولوی محمد اسماعیل	117 قواعد اردو
36	شاہ بہان الدین	118 کلمۃ الحقائق
55	فضل	119 کرل کھا
98	ارنٹ صاحب	120 کتاب حکمت
177	مولوی امداد امام اثر	121 کاشف الحقائق
228	ترجمہ چوہدری برکت علی	122 کیمیا
39	شاہ امین الدین	123 سمج مخفی
83	سید حیدر بخش حیدری	124 گل مغفرت
132	حکیم میر تقی الدین	125 گلستان بے خزاں
190	بابو جگن ناتھ	126 گلزار سخن
217	لالہ خزاں چند چاولہ	127 گلزارِ نونہال

242	ترجمہ مولوی عزیز مرزا	128 گلکشید فرنگ
244	مولوی سید عبدالحی	129 گل رعنا
31	سید محمد حسینی گیسو دراز	130 معراج العاشقین
71	عمال ایسٹ انڈیا کمپنی	131 مجمع القوانين
79	لالہ نہال چند	132 مذہب عشق
84	بی برٹن	133 مجموعہ علم تشریح
86	سدا سکھ لال	134 مجموعہ قوانین
91	سید فضل علی	135 مفید الاجسام
103	سید احمد ابن درویش	136 مطلع القمرین فی احکام
108	مولوی کریم الدین	137 موضع اللسان
110	مفتی سید عنایت احمد	138 محاسن العمل الافضل
112		139 مختصر تاریخ انگلستان
117	مولوی نذیر احمد دہلوی	140 مرآة العروس
121	مولوی شمس الدین	141 منظر آدم
126	مولوی نذیر احمد دہلوی	142 مبادی الحکمتہ
146	”	143 ما یغنیک فی الصرف
148	مولوی نذیر احمد دہلوی	144 محسنات
156	مولانا حالی	145 مقدمہ دیوان حالی
177	ششی اشرف علی	146 مصطلحات اردو
183	فتح محمد خان	147 مصباح القواعد
194	مولانا شبلی	148 موازنہ انیس دہیرہ
220	خواجه حسن نظامی	149 محرم نامہ
228	ترجمہ مرزا محمد ہادی بی اے	150 مفتاح المنطق

230	151	معرکہ مذہب و سائنس مولوی ظفر علی خاں
242	152	مصباح الکلام مولوی عبدالغفور محمد آبادی
159	153	نیرنگ خیال مولوی محمد حسین آزاد
173	154	نگارستان نیاز فتح پوری
229	155	نظام الملک طوسی مولوی عبدالرزاق
196	156	واقعات انیس احسن لکھنوی
199	157	واقعات مملکت بیجا پور مولوی بشیر الدین احمد
214	158	وضع اصطلاحات مولوی وحید الدین سلیم
82	159	ہدایت نامہ مال گزاری عمال ایسٹ انڈیا کمپنی
96	160	ہدایت نامہ مال گزاری ولیم میور ونشی فیض احمد
111	161	ہیفے کا بیان بلیو سنڈھین
92	162	یہودیوں کا بیان پرنسٹنٹ مسٹری مرزا پور
161	163	یادگار غالب مولانا حالی
197	164	یادگار انیس مولوی امیر احمد علوی

نمونہ نمبر 2 کاغذات دفاتر سلطنت

شمار	نام کاغذ	نام مجوز یا اجلاس	سنہ تحریر	صفحہ
1	تجویز	مسٹر نامن گرگین اسپیشل مجسٹریٹ	1841	263
2	ردبکاری	مسٹر جارج بلٹ قائم مقام مجسٹریٹ	„	264
3	حکم نامہ	ڈپٹی کلکٹر، علی گڑھ	„	266
4	حکم نامہ	مسٹر بلنٹ، مجسٹریٹ، علی گڑھ	1843	267
5	عرضی	اجلاس مولوی محمد قاسم صدراٹین علی گڑھ	1848	267
6	پردانہ تقرر	مجسٹریٹ علی گڑھ	1859	268
7	تجویز	سر سید احمد خاں صدر الصدور علی گڑھ	1866	271
8	اشتہار نیلام	کلکٹر و مجسٹریٹ ایٹھ	1866	272
9	تجویز	رائے سند رلال جج ماتحت علی گڑھ	1672	272
10	اطلاع نامہ	دفتر عدالت العالیہ مملکت نظام دکن	1887	274
11.	عرضی	دفتر عدالت العالیہ مملکت نظام دکن	1889	275
13	اقرار نامہ	دفتر عدالت العالیہ مملکت نظام دکن	1887	275
14	تبادلہ نامہ	دفتر رجسٹرار صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ	1892	276
15	اطلاع نامہ	صاحب کلکٹر ایٹھ	1902	277

278	1903	سبج علی گڑھ	16	سمن
278	1921	مولوی حمید احمد مستجل جامعہ عثمانیہ	17	مراسلہ
279	1922	نواب ذوالقدر جنگ معتمد سرکار عالی دکن	18	مراسلہ
279	1925	مستجل جامعہ عثمانیہ	19	مراسلہ
280	1926	نواب اکبر جنگ معتمد سرکار دکن	20	مراسلہ نسبت
281	„	„	21	ایضاً „
282	„	„	22	ایضاً „

نمونہ نمبر 3 اخبار

شمار	نام اخبار	زمانہ اجرا	مقام اشاعت	صفحہ
1	اودھ اخبار	1857	لکھنؤ	299
2	آگرہ اخبار	1863	آگرہ	314
3	الینچ	1884	باکلی پور	313
4	اودھ پنچ	1877	لکھنؤ	314
5	انسٹیٹیوٹ گزٹ	1901	علی گڑھ	316
6	اتحاد	1930	لاہور	322
7	انقلاب	1926	لاہور	1926
8	بندے ماترم	1919	لاہور	320
9	پیسہ اخبار روزانہ	1902	لاہور	319
10	تج	1922	دہلی	223
11	تاج	1929	آگرہ	329
12	جریدہ سرکاری	1880	حیدرآباد دکن	306
13	حقیقت	1919	لکھنؤ	326
14	حمایت الاسلام	1925	لاہور	336

295	سیالکوٹ	1856	خورشید عالم	15
333	بہی	1921	خلافت	16
320	رام پور	1867	دبدبہ سکتوری	17
325	دہلی	1924	ریاست	18
325	لاہور	1912	رہمن دار	19
281	آگرہ	1847	سعد الاخبار	20
297	لکھنؤ	1856	سحر سامری	21
302	علی گڑھ	1866	سائنفلک سوسائٹی	22
334	لکھنؤ	1925	سرفراز	23
328	حیدر آباد دکن	1911	صحیفہ	24
296	لکھنؤ	1856	طلسم	25
290	لاہور	1849	کوہ نور	26
294	بہی	1853	کشف الاخبار	27
305	لکھنؤ	1859	گلدستہ تذکرہ شعرا	28
318	آگرہ	1870	مفید عام	29
322	بجنور	1911	مدینہ	30
327	گورکھ پور	1906	مشرق	31
332	لاہور	1923	ملاپ	32
303	اثاودہ	1862	نجم الاخبار	33
312	مراد آباد	1883	نظام الملک	34
330	لکھنؤ	1915	ہدم	35
331	لکھنؤ	1929	ہمت	36

نمونہ نمبر 4 قانونی تراجم

شمار	تصنیف	مصنف و مترجم	سنہ تحریر	صفحہ
1	دستور العمل عدالت دیوانی	ولیم مکفرسن وغیرہ	1851	351
2	مجموعہ قوانین	مسز جارج اسمولٹ ٹیکن	1863	352
3	ایکٹ نمبر ہفتم 1870ء	عمال حکومت	1870	353
4	اردو گزٹ مغربی و شمالی	”	1871	354
5	رسالہ مباحث بندوبست ریاست دکن	نواب محسن الملک	1880	355
6	مجموعہ ضابطہ دیوانی جدید	سید محمد میر وکیل میرٹھ	1883	356
7	آئینہ وکالت	پنڈت گرجا کچھورت	1885	357
8	شرح قانون شہادت	جنس سید محمود	1892	358
9	ایکٹ معاہدہ ریاست دکن	محمد منور علی ساجد	1891	359
10	مجموعہ ضابطہ دیوانی	عمال حکومت	1891	360
11	قانون متعلق جائیداد عورت شادی شدہ	مہتمم گلزار محمد تاجر لاہور	1895	359
12	گورنمنٹ گزٹ مغربی و شمالی	عمال حکومت	1873	361
13	قانون لگان	مہتمم لالہ کیدار ناتھ	1902	361
14	قانون مال گزاری	”	1902	362
15	ایکٹ انکم ٹیکس	عمال حکومت	1916	363

نمونہ نمبر (5) تقریظ و تنقید

شمار	کتاب زیر تنقید	نقاد	زمانہ تحریر	صفحہ
1	ترجمہ حدائق البلاغت	مولوی امام بخش صہبائی	1842	369
2	کتاب مؤلفہ سراج الدین ابو ظفر	مرزا غالب	1849	370
3	تقریظ دیوان ذکا	مرزا غالب	1849	372
4	سارثی کلث دیوان زکی	مرزا غالب	1849	373
5	فغانِ دہلی	مرزا قربان علی سالک	1864	373
6	نیرنگ خیال	محمد حسین آزاد	1883	375
7	سرمایہ زبان اردو	یاس لکھنوی	1887	376
8	امیر اللغات	شمس العلماء مولوی عبدالحق	1892	377
9	آئینہ عبرت سہروردیہ بیگم	سید اکبر حسین جج	1911	379
10	اخبار ہمدرد وغیرہ	مہدی حسن گورکھ پوری	1914	380
11	مقدمہ دیوان نظیر اکبر آبادی	مولوی عبدالغفور شہباز	1900	382
12	مزدور کی بیٹی	اعظمی	1923	383
13	نگارستان نیاز فتح پوری	ظفر الملک ایڈیٹر الناظر	1924	384
14	تاریخ الدولین نیاز فتح پوری	سید نجیب اشرف ندوی	1924	385
15	صح وطن (کلام چکبست)	سرتج بہادر سپرو	1926	387
16	قصائد ذوق	جشن سرشاہ سلیمان	1924	388

نمونہ نمبر (6) خطوط

نمبر	کاتب	مکتوب	سنہ تحریر	صفحہ
1	مرزا غالب	فشی ہرگوپال تفتہ	1852	393
2	”	”	”	394
3	”	حاتم علی مہر	”	394
4	مسٹر ایم کیمن ڈائریکٹر تعلیمات	سید شاہ صاحب عالم مارہروی	1866	396
5	سر سید احمد خاں	نواب محسن الملک	1869	397
6	”	محمد سعید خاں ناظر	1862	399
7	”	”	1866	399
8	”	مولوی سید میر حسن	1898	400
9	عثمان خاں مدارالمہام رام پور	سید شاہ صاحب عالم مارہروی	1870	402
10	مولوی نذیر احمد دہلوی	بشیر الدین احمد	1876	402
11	”	مسٹر ریڈ مہتمم بندوبست	1877	403
12	فشی سید محمد اسماعیل حسین منیر	سید محمد نوح شہیر	1878	405
13	نواب سید محمود آزاد	سعید ازل (عرضی)	1879	407
14	مولوی محمد حسین آزاد	میر سید حسین بکرای	1884	411

15	نشی امیر احمد امیر مینائی	حافظ عبدالجلیل مارہروی	1887	413
16	محسن الملک مہدی علی خاں	نواب وقار الملک مشتاق حسین	1888	413
17	نواب وقار الملک مشتاق حسین	سر سید احمد خاں	1889	415
18	خواجه الطاف حسین حالی	حبیب الرحمان خاں شیردانی	1890	416
19	”	”	1900	417
20	لالہ خوب لال کاہستہ مارہروی	سید آل برکات مارہروی	1890	417
21	مولوی غلام حسین کٹوری	حبیب الرحمان خاں شیردانی	1899	417
22	مولوی سید محمد علی ناظم ندوہ	حبیب الرحمان خاں شیردانی	1898	419
23	”	”	1900	420
24	جشن سید محمود	”	1901	421
25	مولانا لطف اللہ علی گڑھی	”	1900	422
26	فصح الملک مرزا داغ دہلوی	احسن مارہروی	1903	423
27	سید نظام الدین حسن بی اے۔	”	1915	423
28	”	”	1915	424
29	”	سید ناظر الدین حسن	1906	425
30	مولانا احمد رضا خاں بریلوی	احسن مارہروی	1915	426
31	حکیم اجمل خاں	حبیب الرحمان خاں شیردانی	1901	427
32	مولانا شبلی نعمانی	”	1903	428
33	”	احسن مارہروی	1910	428
34	مولوی سید امداد امام اثر	”	1905	429
35	سرخ عبد القادر انڈیٹر مخزن	حبیب الرحمان خاں شیردانی	1902	430
36	مولوی عبد الغفور شہباز	سید افتخار عالم مارہروی	1902	431
37	”	”	1903	432

432	1903	حبیب الرحمان خاں شیردانی	38	ڈاکٹر سراقبال
433	1899	احسن مارہروی	39	ڈاکٹر سراقبال
435	1905	حسرت موہانی	40	سید اکبر حسین اکبر الہ آبادی
436	1912	احسن مارہروی	41	"
436	1903	مرزا داغ	42	مہاراجہ کشن پرشاد
437	1906	احسن مارہروی	43	سید سجاد حسین ایڈیٹر اودھ پنچ
438	1897	"	44	سید ضامن علی جلال لکھنوی
438	1905	"	45	سید فضل الحسن حسرت موہانی
439	1909	"	46	سید ریاض احمد ریاض خیر آبادی
440	1910	"	47	مولوی عبد الحلیم شرر لکھنوی
440	1910	احسن مارہروی	48	مولوی عبد الحق بی. اے.
441	1913	"	49	ڈاکٹر مختار احمد انصاری
443	1915	"	50	سید افتخار حسین معطر خیر آبادی
443	1915	"	51	منشی احمد علی شوق قدوائی
445	1915	سید مخدوم عالم مارہروی	52	حبیب الرحمان خاں شیردانی
445	1916	احسن مارہروی	53	"
447	1914	سید افتخار عالم مارہروی	54	سر سید علی امام
447	1914	"	55	عماد الملک سید حسین بکرای
448	1921	احسن مارہروی	56	"
449	1909	"	57	خان بہادر سیر ناصر علی دہلوی
450	1906	"	58	حکیم برہم
450	1906	حبیب الرحمان خاں شیردانی	59	منشی دیانرائن گم ایڈیٹر زمانہ
452	1910	احسن مارہروی	60	مولوی رضا علی وحشت کلکتہ

452	1919	„	مولوی سید سلیمان ندوی	61
453	1904	حسرت موہانی	نشی امیر اللہ تسلیم	62
454	1907	احسن مارہروی	مولانا عبدالمتقندر بدایونی	63
455	1915	سید افتخار عالم مارہروی	مولوی ابوالکلام آزاد	64
456	1924	احسن مارہروی	دیش چندر دت پروفسر کلکتہ	65
456	1924	ایڈیٹر بندے ماترم	مسٹر کرم چند مہاتما گاندھی	66

کتابیات

- اخلاق ہندی۔ بہادر علی حسینی۔ مجلس ترقی ادب لاہور۔ 1965
- اردو کا ابتدائی زمانہ۔ شمس الرحمن فاروقی، مکتبہ جامعہ اول ایڈیشن
- اردو کی نثری داستانیں۔ گیان چند جین۔ قوی کنسل برائے فروغ اردو زبان۔ 2003
- اردو نثر کا آغاز اور ارتقا۔ رفیعہ سلطانہ۔ مجلس تحقیقات ادب، حیدرآباد اول ایڈیشن
- اردو کے قدیم۔ شمس اللہ قادری۔ نول کشور پریس لکھنؤ 1967
- انیسویں صدی میں بنگال کا اردو ادب۔ جاوید نہال۔ اردو رائٹرز گلڈ اول ایڈیشن
- آب حیات۔ محمد حسین آزاد۔ اتر پردیش اردو اکادمی 1981
- آثار الصنادید۔ سر سید احمد خاں۔ اردو اکادمی دہلی۔ 1994
- آرائش محفل۔ میر شیر علی افسوس۔ مجلس ترقی ادب لاہور۔ 1965
- باغ و بہار۔ میر تقی۔ انجمن ترقی اردو دہلی۔ 1991
- بنگال میں اردو ادب۔ شانتی رجنن بھٹہ چاریہ۔ 1976
- بہار دانش۔ مرزا جان طیش۔ مجلس ترقی ادب لاہور 1966
- تاریخ ادب اردو۔ رام بابو سکینہ، نول کشور پریس، لکھنؤ 1952
- تاریخ ادب اردو جلد اول۔ جمیل جالبی ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، نئی دہلی
- تاریخ ادب اردو جلد دوم۔ جمیل جالبی ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، نئی دہلی

- تاریخ ادب اردو جلد سوم۔ جمیل جالبی، ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، نئی دہلی
 تو تاکہانی [طوطا کہانی]۔ حیدر بخش حیدری۔ مجلس ترقی ادب، لاہور اول ایڈیشن
 خرد افروز۔ حفیظ الدین احمد، مجلس ترقی ادب اول ایڈیشن
 داستان تاریخ اردو۔ حامد حسن قادری، لکشمی نرائن آگرہ 1965
 دیوان جہاں۔ بنی نرائن جہاں، قلمی، ایشیا ٹک سوسائٹی آف بنگال
 ساحری، شاہی، صاحب قرانی، داستان امیر حمزہ کا مطالعہ جلد اول۔ شمس الرحمن فاروقی۔ قومی کونسل
 برائے فروغ اردو زبان 1999
 ساحری، شاہی، صاحب قرانی، داستان امیر حمزہ کا مطالعہ جلد دوم۔ شمس الرحمن فاروقی۔ قومی کونسل
 برائے فروغ اردو زبان 2005
 ساحری شاہی، صاحب قرانی۔ داستان امیر حمزہ کا مطالعہ جلد سوم۔ شمس الرحمن فاروقی۔ قومی کونسل
 برائے فروغ اردو زبان 2006
 سکنتا۔ کاظم علی جوان، مجلس ترقی ادب اردو لاہور اول ایڈیشن
 سیر المصنفین (جلد اول)۔ محمد یحییٰ تنہا۔ محبوب المطابع دہلی۔ 1924
 فورٹ ولیم کالج اور اکرام علی۔ تادم بیتا پوری۔ سرفراز پریس لکھنؤ۔ 1959
 فورٹ ولیم کالج ایک مطالعہ۔ ڈاکٹر سمیع اللہ۔ نشاط آفسیٹ پریس۔ فیض آباد۔ 1989
 فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات۔ عبیدہ بیگم، نصرت پبلیشرز لکھنؤ 1983
 فورٹ ولیم کالج۔ لکشمی ساگر دارشنے۔ الہ آباد یونیورسٹی پبلا ایڈیشن
 قصہ میرا فروز و دلبر۔ عیسوی خاں بہادر۔ انجمن ترقی اردو دہلی 1982
 کلکتہ کے قدیم اردو مطابع اور ان کی مطبوعات۔ سید مقیت الحسن، عثمانیہ بکڈ پو کلکتہ 1982
 گلشن ہند۔ مختار الدین احمد (مرتب)۔ علمی مجلس دہلی 1967
 گلشن ہند۔ مرزا علی لطف۔ دارالاشاعت پنجاب 1906
 گلکرسٹ اور اس کا عہد۔ محمد عتیق صدیقی۔ انجمن ترقی اردو ہند۔ دہلی 1979

اشاریہ کتب

86, 87	اتالیق الصبیان
40, 43, 45, 49	احکام الصلوٰۃ
380, 473	اخبار ہمدرد
78, 79, 459	اخلاق ہندی
402, 459	ادعیہ و تعویذات طاعون
149, 460	ادعیہ القرآن
354, 471	اردو گزٹ مغربی و شمالی
152, 460	ارض القرآن
202, 464	ازلہ اوہام
125, 459	اعظم الکلام فی ارتقا و الاسلام
144, 241, 459	افادہ تاریخ
146, 459	الاجتہاد
150, 450, 460	الحقوق و الفرائض
224, 260	الہیزان
234, 460	الہام ادروچی

234, 460	ام الاسنہ
213, 460	امرائے ہنود
180, 182, 377, 378, 399, 460,	امیر اللغات
130, 182, 461	انتخاب یادگار
363, 472	ایکٹ انکم ٹیکس
359, 472	ایکٹ معاہدہ ریاست دکن
353, 471	ایکٹ نمبر ہفتم 1870
235, 406	آب بقا
2, 11, 16, 17, 43, 49, 81, 136	آب حیات
188, 459, 460	
188, 462	آثار الشعرائے ہنود
21, 94, 140, 251, 459	آثار الصنادید
16, 19, 77, 155, 459	آرائش محفل
459, 359	آئینہ عبرت سہروردیہ بیگم
357, 460	آئینہ وکالت
185, 460	آئین اردو
125, 460	آیات نبیات
73, 74, 460	بارغ اردو
239, 460	بہشتی زیور
114, 460	پنی کرت
89, 462	تاریخ افغانستان
212, 463	تاریخ الامم
385, 474	تاریخ الدولتین

143, 461	تاریخ بلگرام
119, 461	تاریخ خورشید جہاں
114, 461	تاریخ رشید الدین خانی
97, 461	تاریخ ممالک چین
157, 461	تاریخ ہندستان
100, 461	تاریخ یوسفی
84, 85, 460	تجہیز تکلفین
107, 461	تذکرۃ الکاملین
369, 437	ترجمہ حدائق البلاغت
89, 474	ترجمہ فقہ اکبر
67, 68, 151	ترجمہ قرآن
205, 461	تعلیم التفسیر مجبى
152, 461	تفریح الاحرار
69, 462	تفسیر حقانی
379, 473	تقریظ دیوان ذکا
98, 451	تقویت الشعرا
226, 227	تمدن ہند
171, 461	تنقیح حقوق نسواں
216, 259	جاپان اور اس کا تعلیمی نظم و نسق
83, 463	جامع الاخلاق
162, 463	جعفر عباسیہ
221, 452	چنگیاں اور گدگدیاں
123, 461	چند پنہ

19, 75, 337, 342, 451	چهار درویش
99, 462	حملات حیدری
244, 448, 462	حیات النذیر
198, 462	حیات انیس
124, 462	خطبات احمدیہ
225, 462	خیالان فارس
160, 167, 462	خیالات آزاد
77, 153, 159	داستان امیر حمزہ
351, 471	دستور العمل عدالت دیوانی
205, 462	دفع زفیغ زاغ
152, 153, 462	دوحہ الابصار
168, 383, 462	دیباچہ رباعیات شہباز
190, 191, 464	راز حیات
92, 464	رسالہ گلکرسٹ
382, 462	رسالہ مباحثہ بندوبست دکن
129, 462	رسم الخط اردو
148, 462	رویائے صادقہ
115, 462	ریاض الابصار
137, 462	ریاض الانوار
128, 462	زیر کامل عیار
373, 473	سارانی فکٹ دیوان زکی
17, 40, 42, 45, 462	سب رس
129, 462	سخن شعرا

144, 145, 376, 377, 462	سرمایہ زبان اردو
218, 463	سعادت الکونین فی فضائل الحسین
100, 101, 209	سفرنامہ
202, 263	سماع الاسماء
213, 463	سموات
232, 465	سیاحت نامہ
186, 187, 463	سیرۃ النبی
108, 463	شرح اندر سجا
39, 463	شرح تمہید ہمدانی
357, 471	شرح قانون شہادت
35, 463	شرح مرغوب القلوب
129, 428, 463	شعر العجم
199, 200, 463	شعر الہند
204, 463	شفاء الوالد
102, 463	شمسیر خانی
163, 463	شوقین ملکہ
386, 473	صبح وطن
51, 53, 465	صرف و نحو ہندستانی
227, 463	طبعیات علی
93, 463	طبقات شعرائے ہند
76, 77, 463	طوطا کہانی
54, 55, 77, 463	طوطی نامہ
90, 463	عجائب القصص

169, 463	عجائبات امریکہ
227, 463	عقد ثریا
105, 463	علم الحساب
158, 463	علم الکلام
211, 463	علمائے سلف
241, 464	غرائب الجمل
182, 464	فرہنگ آصفیہ
21, 85, 464	فسائے عجائب
373, 473	نغانِ دہلی
206, 464	فلسفۂ اجتماع
206, 464	فلسفۂ مثال
107, 178, 181, 464	فن شاعری
133, 464	فیض صغیر
361, 472	قانون لگان
382, 472	قانون مال گذاری
88, 464	قصہ گل و صنوبر
92, 184, 462	قواعد اردو
129, 465	قواعد العروض
177, 465	کاشف الحقائق
370, 371, 473	کتاب مؤلفہ سراج الدین ابو ظفر
98, 464	کتاب حکمت
19, 55, 59, 60, 61, 464	کر بل کتھا
36, 464	کلمۃ الحقائق

129, 228, 251, 382, 384

83, 84, 462

190, 465

217, 465

132, 465

242, 465

255, 261, 465

39, 464

145, 146, 465

126, 465

71, 465

356, 369, 370

356, 469

84, 465

86, 465, 469

110, 465,

220, 223, 466

148, 465

112, 465

79, 80, 465

117, 465

383, 470

183, 439, 470

کیما

گل مغفرت

گلزارِ سخن

گلزارِ نو نہال

گلستانِ بے خزاں

گلکشتِ فرنگ

گل رعنا

گلِ مخفی

ماہنیک فی الصرف

مبادی الحکمة

مجمع القوانين

مجموعہ ضابطہ دیوانی

مجموعہ ضابطہ دیوانی جدید

مجموعہ علم تشریح

مجموعہ قوانین

محاسن العمل الافضل

محرم نامہ

محسنات

مختصر تاریخ انگلستان

مذہب عشق

مراۃ العروس

مزدور کی بیٹی

مصباح القواعد

242, 466	مصباح الکلام
177, 367, 465	مصطلحات اردو
103, 465	مطلع القمرین فی احکام العیدین
121, 465	مظہر آدم
31, 465	معراج العاشقین
230, 466	معرکہ مذہب و سائنس
228, 466	مفتاح المنطق
91, 465	مفید الاجسام
156, 465	مقدمہ دیوان حالی
382, 470	مقدمہ دیوان نظیر اکبر آبادی
194, 195, 198, 199, 466	موازنہ انیس و دبیر
108, 465	موضح اللسان
229, 466	نظام الملک طوسی
173, 466, 470	نگارستان
159, 357, 466, 470	نیرنگ خیال
196, 440, 466	واقعات انیس
199, 466	واقعات مملکت بیجاپور
214, 466	وضع اصطلاحات
82, 96, 365, 466	ہدایت نامہ مال گزاری
111, 466	ہیفے کا بیان
197, 466	یادگار انیس
161, 466	یادگار غالب

اشاریہ مصنفین

196, 466	احسن لکھنوی
28, 39, 40, 41, 42, 43, 44	احسن مارہروی
45, 46, 48, 50, 52, 55, 280,	
423, 436, 437, 438, 477	
206, 236, 477	احمد رضا خاں بریلوی
98, 465	ارنٹ صاحب
477	اسماعیل حسین منیر
229, 460	اشرف علی تھانوی
385, 475	اعظمی
331, 379, 380, 435, 474, 478	اکبر الہ آبادی
98, 461	امام الدین طالب
61, 83, 248, 420	امانت اللہ
180, 464	امانت لکھنوی
177, 429, 465, 478	امداد امام اثر
197, 467	امیر احمد علوی

86, 464	سدا سکھ لال
102, 464	سرور، رجب علی بیک
213	سعید احمد مارہروی
407, 411, 471	سعید ازلی
205, 462	سلطان الدین سلہٹی
13, 18, 62, 65, 254, 388, 430	سودا، مرزار فیح
103, 465	سید احمد ابن درویش
94, 459, 467, 471	سید احمد خان
182, 464	سید احمد دہلوی
443, 473	سید افتخار حسین مظفر خیر آبادی
244, 431, 447, 462, 472, 473	سید افتخار عالم مارہروی
196, 461	سید امجد علی اشہری
429, 177, 464, 472	سید امداد امام اثر
417, 472	سید آل برکات مارہروی
78, 79, 139, 478	سید بہادر علی حسینی
411, 449, 448, 473	سید حسین بکمرای
77, 78, 83, 248, 259, 263, 264	سید حیدر بخش حیدری
215, 216, 260, 410, 460	سید راس مسعود
113, 462	سید روشن علی
314, 215, 438, 473	سید سجاد حسین
187, 191, 255, 315, 438, 473	سید سلیمان ندوی
396, 471	سید شاہ صاحب عالم مارہروی
87, 459	سید صالح محمد دہلوی

144, 439, 460, 463, 473	سید ضامن علی جلال لکهنوی
171, 461	سید عبدالغنی عظیم آبادی
225, 261, 461	سید علی بکرای
89, 460	سید فدا حسین عرف نبی بخش
133, 143, 461, 464	سید فرزند احمد صغیر بکرای
60, 91, 465	سید فضل علی
31, 465	سید محمد حسینی گیسودراز
419, 472	سید محمد علی ناظم ندوہ
469	سید محمد میر
405, 471	سید محمد نوح شہید
164, 462, 469, 471	سید محمود
445, 473	سید مخدوم عالم مارہروی
128, 462	سید مظفر علی اسیر لکهنوی
400, 471	سید میر حسن
425, 472	سید ناظر الدین حسن
385, 470	سید نجیب اشرف ندوی
423, 472	سید نظام الدین حسن
195, 460	سید نظیر حسن
39, 464	شاہ امین الدین
202, 460	شاہ بدر الدین قادری محبی
36, 204, 237, 460	شاہ برہان الدین
69, 460	شاہ حقانی مارہروی
19, 67, 460	شاہ رفیع الدین

242, 466	مصباح الکلام
177, 367, 465	مصطلحات اردو
103, 465	مطلع المقرین فی احکام العیدین
121, 465	منظر آدم
31, 465	معراج العاشقین
230, 466	معرکہ مذہب و سائنس
228, 466	مفتاح المنطق
91, 465	مفید الاجسام
156, 465	مقدمہ دیوان حالی
382, 470	مقدمہ دیوان نظیر اکبر آبادی
194, 195, 198, 199, 466	موازنہ انیس و دہیر
108, 465	موضح اللسان
229, 466	نظام الملک طوسی
173, 466, 470	نگارستان
159, 357, 466, 470	نیرنگ خیال
196, 440, 466	واقعات انیس
199, 466	واقعات مملکت بیجا پور
214, 466	وضع اصطلاحات
82, 96, 365, 466	ہدایت نامہ مال گزاری
111, 466	ہیضے کا بیان
197, 466	یادگار انیس
161, 466	یادگار غالب

اشاریہ مصنفین

196, 466	احسن لکھنوی
28, 39, 40, 41, 42, 43, 44	احسن مارہروی
45, 46, 48, 50, 52, 55, 280,	
423, 436, 437, 438, 477	
206, 236, 477	احمد رضا خاں بریلوی
98, 465	ارنٹ صاحب
477	اسماعیل حسین منیر
229, 460	اشرف علی تھانوی
385, 475	اعظمی
331, 379, 380, 435, 474, 478	اکبر الہ آبادی
98, 461	امام الدین طالب
61, 63, 246, 420	امانت اللہ
180, 464	امانت لکھنوی
177, 429, 465, 478	امداد امام اثر
197, 467	امیر احمد علوی

130, 180, 182, 413, 437, 477	امیر بینائی
20, 24, 80, 81, 134, 189, 397	انشاء اللہ خاں
255, 479	آزار، ابوالکلام
461, 464	آغا جھوٹکھنوی
190, 465	بابو جگن ناتھ
199, 402, 466, 471	بشیر الدین احمد
357, 469	پنڈت گرجا کھورت
114, 460	پتی لال مارہروی
84, 465	پی برٹن
386, 471	تیج بہادر سپرو
51, 54	جان شواکلیر
97	جیس کارکرن
125, 126, 140, 416, 440	چراغ علی
228, 464	چوہدری برکت علی
394, 471	حاتم علی مہر
413, 471	حافظ عبد الجلیل مارہروی
218, 463	حافظ محمد رحیم بخش دہلوی
113, 462	حافظ محمد عمر دہلوی
140, 156, 161, 250, 253, 303,	حالی، الطاف حسین
416, 417, 447, 465, 472	حبیب الرحمن خاں شیروانی
416, 472, 473	حسرت موہانی
425, 439, 443, 453, 454, 473	حکیم اجمل خاں
427, 472	

90, 472	حکیم احسن اللہ خاں
327, 428, 450, 451	حکیم برہم
202, 463	حکیم عبدالقیوم بدایونی
162, 461	حکیم محمد علی خاں
144, 459	حکیم میرضامن علی جلال لکھنوی
132, 464	حکیم میرقطب الدین
278, 467	حمید احمد
77, 78	خلیل علی خاں اشک
115, 117, 153, 462	خواجه امان
221, 222, 223, 255, 461, 466	خواجه حسن نظامی
235, 480	خواجه عبدالرؤف عشرت
232, 233, 463	خواجه غلام الثقلین
231, 464	خواجه قمر الدین دہلوی
190, 460, 482	خواجه کمال الدین
432, 472	داغ دہلوی
456, 474	دنیش چندر دت
188, 460	دبی پرشاد بشاش
74, 76, 79, 93, 482	ڈاکٹر جان گلکرسٹ
93, 483	ڈاکٹر للسن
157, 158, 188, 461, 464	ڈاکٹر اللہ دہلوی
272, 467	رائے سند رلال
439, 473	ریاض خیر آبادی
185, 460	زین العابدین فرحاد

86, 464	سدا سکھ لال
102, 464	سرور، رجب علی بیک
213	سعید احمد مارہروی
407, 411, 471	سعید ازلی
205, 462	سلطان الدین سلہٹی
13, 18, 62, 65, 254, 388, 430	سودا، مرزار فیح
103, 465	سید احمد ابن درویش
94, 459, 467, 471	سید احمد خان
182, 464	سید احمد دہلوی
443, 473	سید افتخار حسین مضطر خیر آبادی
244, 431, 447, 462, 472, 473	سید افتخار عالم مارہروی
196, 461	سید امجد علی اشہری
429, 177, 464, 472	سید امداد امام اثر
417, 472	سید آل برکات مارہروی
78, 79, 139, 478	سید بہادر علی حسینی
411, 449, 448, 473	سید حسین بگلر ای
77, 78, 83, 248, 259, 263, 264	سید حیدر بخش حیدری
215, 216, 260, 410, 460	سید راس مسعود
113, 462	سید روشن علی
314, 215, 438, 473	سید سجاد حسین
187, 191, 255, 315, 438, 473	سید سلیمان ندوی
396, 471	سید شاہ صاحب عالم مارہروی
87, 459	سید صالح محمد دہلوی

144, 439, 460, 463, 473	سید ضامن علی جلال لکهنوی
171, 461	سید عبدالغنی عظیم آبادی
225, 261, 461	سید علی بکرای
89, 460	سید فدا حسین عرف نبی بخش
133, 143, 461, 464	سید فرزند احمد صغیر بکرای
60, 91, 465	سید فضل علی
31, 465	سید محمد حسینی گیسو دراز
419, 472	سید محمد علی ناظم ندوہ
469	سید محمد میر
405, 471	سید محمد نوح شہیر
164, 462, 469, 471	سید محمود
445, 473	سید مخدوم عالم مارہروی
128, 462	سید مظفر علی اسیر لکهنوی
400, 471	سید میر حسن
425, 472	سید ناظر الدین حسن
385, 470	سید نجیب اشرف ندوی
423, 472	سید نظام الدین حسن
195, 460	سید نظیر حسن
39, 464	شاہ امین الدین
202, 460	شاہ بدر الدین قادری محبی
36, 204, 237, 460	شاہ برہان الدین
69, 460	شاہ حقانی مارہروی
19, 67, 460	شاہ رفیع الدین

107, 471	شاہ سلیمان
19, 68, 460	شاہ عبدالقادر
17, 35, 463	شاہ میراں جی شمس العشق
158, 179, 186, 194, 252, 428	شبلی نعمانی
463, 472	
168, 383, 431, 432, 446, 455, 472	شہباز، عبدالغفور
99, 461	شیخ احمد علی گویا موسیٰ
430, 472	شیخ عبدالقادر
19, 37, 73, 139, 248, 460	شمیر علی افسوس
248, 369, 377, 389, 470	صہبائی، امام بخش
384, 470	ظفر الملک
128, 225, 230, 235, 255, 324	ظفر علی خاں
435, 462, 466	
27, 32, 184, 219, 255, 277	عبدالحق
379, 420, 441, 442, 448, 464	
470, 473	
440, 473	عبدالحلیم شرر
227, 463	عبد الرحمان خاں
229, 411, 466	عبدالرزاق
200, 255, 463	عبدالسلام ندوی
242, 463	عبدالغفور محمد آبادی
204, 464	عبد الماجد دریابادی
454, 474	عبدالمقتدر بدایونی

40, 459	عبداللہ
402, 471	عثمان خاں
13, 20, 21, 27, 117, 140, 161, 189, 249, 250, 252, 283, 370, 373, 389, 393, 394, 395, 396, 398, 401, 416, 430, 453, 457, 466, 470, 471	غالب
178, 202, 460	غلام احمد قادیانی
111, 119, 461	غلام امام خاں ترین
417, 472	غلام حسنین کٹوری
183, 465	فتح محمد خاں
13, 15, 17, 18, 55, 57, 59, 60, 61, 64, 248, 464	فضل، فضل علی
129, 464	قدربلگرای
60, 93, 94, 108, 463, 465	کریم الدین
210, 263	کشن پرشادشاد
457, 474	گانجی
359, 470	گلزار محمد
217, 485	لالہ خزاں چند چاولہ
417, 472	لالہ خوب لال کاہستہ مارہروی
361, 470	لالہ کیدار ناتھ
79, 465	لالہ نہال چند
110, 422, 472	لطف اللہ علی گڑھی

105, 107, 461	ماسٹر رام چندر
336, 461	محبت احمد بدایونی
212, 461	محمد اسلم جیراج پوری
186, 405, 471	محمد اسماعیل
432, 435	محمد اقبال
136, 159, 375, 411, 459, 466	محمد حسین آزاد
399, 471	محمد سعید خاں ناظر
206, 461	محمد عبدالرحمان مچھی
84, 460	محمد عمران رام پوری
55, 65, 74, 103, 463	محمد قادری
27, 248, 267, 467	محمد قاسم
358, 469	محمد منور علی ساجد
442, 443, 473	مختار احمد انصاری
224, 460	مرزا حیرت دہلوی
178, 462, 464	مرزا سلطان احمد
152, 462	مرزا عسکری
373, 470	مرزا قربان علی سالک
228, 266	مرزا محمد ہادی
396, 471	مسٹر ایم کیمن
263, 466	مسٹ ٹامسن گرگین
353, 469	مسٹر جارج اسمولٹ فیکن
264, 265, 466	مسٹر جارج بلنٹ
405	مسٹر ریڈ

105, 463	صبح الزماں
89, 460	مفتی سعد اللہ
110, 465	مفتی سید عنایت احمد
40, 41, 462	ملاو جی
444, 473	منشی احمد علی شوق قدوائی
177, 465	منشی اشرف علی
169, 464	منشی اللہ دت
454, 473	منشی امیر اللہ تسلیم
113, 462	منشی چہرخی لال
451, 473	منشی دیانرائن گلم
96, 466	منشی فیض احمد
394, 471	منشی ہرگوپال تفتہ
157, 188, 461, 464	مولوی ذکا اللہ دہلوی
242, 247, 465	مولوی عزیز مرزا
420, 461	مولوی عنایت اللہ
360, 470	مہدی حسن گورکھ پوری
19, 139, 241, 461	میرامن دہلوی
450, 473	میر ناصر علی دہلوی
39, 463	میراں جی حسن خدا نما
107, 117, 123, 126, 129, 133,	نذیر احمد
140, 148, 149, 150, 151, 199,	
244, 252, 402, 447, 456, 459,	
461, 462, 471	

131, 462	نساخ، عبدالغفور خاں
280, 467	نواب اکبر جنگ
279, 267	نواب ذوالقدر جنگ
164, 462, 471	نواب سید محمود آزاد
105, 211, 416, 417, 419, 422, 445, 451	نواب صدر یار جنگ
415, 441, 448, 464, 124, 140, 315, 317, 355, 393, 413, 415, 447, 469, 471	نواب عزیز جنگ ولا نواب عماد الملک
413, 415, 473	نواب وقار الملک
173, 255, 384, 385, 466, 470	نیاز فتح پوری
88, 464	نیم چند کھتری
452, 473	وحشت، رضا علی
214, 216	وحید الدین سلیم
315, 469	ولیم مکفر سن
99, 398, 466	ولیم میور
11, 466	ہلیو سنڈیمین
376, 470	یاس لکھنوی
234, 462	یعقوب علی تراب
100, 461	یوسف خاں کبیل پوش

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

جامع التذکرہ (جلد سوم)

مؤلف: محمد انصار اللہ

صفحہ: 965

قیمت: -/346 روپے



ساحری شاعری صاحب قرانی جلد دوم: (عملی مباحث)

مصنف: شمس الرحمن فاروقی

صفحہ: 224

قیمت: -/202 روپے



انیس کے مرثیے (جلد اول)

مرتبہ: صالحہ عابد حسین

صفحہ: 540

قیمت: -/36 روپے



دستنبو

مترجم: خواجہ احمد فاروقی

صفحہ: 88

قیمت: -/12 روپے



انتخاب غزلیات میر

مرتب: حامدی کاشمیری

صفحہ: 255

قیمت: -/67 روپے



ادبیات شناسی

مصنف: محمد حسن

صفحہ: 192

قیمت: 12.50 روپے



₹ 130/-

ISBN 978-81-7587-583-8



राष्ट्रीय उर्दू भाषा विकास परिषद्
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

National Council for Promotion of Urdu Language

Farogh-e-Urdu Bhawan, FC- 33/9, Institutional Area,
Jasola, New Delhi-110 025